

طِبِّ جِبَانِی وَطِبِّ رُوحَانِی

# مَجَرَّاتِ اِمَامِ غَزَالِی



مصنّف

حُجْوَةُ الْاِسْلَامِ اِمَامُ ابُو حَامِدٍ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

ترجمہ

مولانا سید عافظ یاسین علی حسنی نظامی

urdukutabkhanapk.blogspot

افصیل ناشران و تاجران کتب لاہور  
عسکری سٹریٹ ۱۰ اردو بازار

طِبِّ جِہَانِی وَ طِبِّ رُوحَانِی

# مَجَرَّاتِ اِمَامِ غَزَالِی



مصنّف

حُجْوَةُ الدِّیْنِ (اِمَام) ابُو عَلٰی مُحمَّد بن مُحمَّد بن مُحمَّد بن مُحمَّد الغَزَالِی

ترجمہ

مولانا سید حافظ یاسین علی حسنی نظامی

ناج بک پبلش

کورٹ روڈ، گاڑی کھانہ،

حمید آباد سناہ

افصیل ناشران و تاجران کتب لاہور  
عزنی سٹریٹ ۱۰ اردو بازار



نام کتاب

( جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں )

نام کتاب	مغربیات امام غزالیؒ
مصنف	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	القیصل پبلیشنگ کمپنی لاہور
مطبع	سندھ ساگر پرنٹرز لاہور
طبع	اول ۱۹۸۳
قیمت	محلہ روپے
	غیر محلہ ۶۵/- روپے

# فہرست مضامین کتاب طب جسمانی و طب روحانی مترجم اردو مصنف امام محمد غزالی

۱۵	منید اسباق	۲	پہلا مقالہ طب کے بیان میں
۱۶	تیسری فصل ہیئت اعضا کی کیفیت میں		پہلا باب انسانی پائش کی کیفیت اور
۱۹	مری اور معدہ کی ہیئت	۲	بدن کی تشریح۔
۲۰	انٹرلوئی کی ہیئت		حضرت آدم علیہ السلام کی پائش کی
۲۱	غور تو کرو کہ تم کو خدا نے پیدا کیوں کیا ہے	۳	کیفیت۔
۲۲	ہڈیوں اور رگ پٹھوں کی تشریح میں	۴	سلسلہ قوالہ و تسلسل کی حقیقت
	پہلی فصل عضلات کی تعداد اور ان کی وضع	۴	تربیت جنین میں کوکب سبع کے اثرات
۲۳	کے بیان میں		حیات و نبوی کی تشبیہ جنین کے سات
	عضلات کے افعال	۵	تغیرات کے ساتھ
	عضلات کی نازک تشبیہ احکام شریعت	۶	انسان کے اچھے یا برے خاتمہ کامیاب
۲۴	کے ساتھ	۷	مشاورت
۲۵	دوسری فصل ہڈیوں کی تشریح میں	۸	آیت نفخت فیہ من روحی کی تشریح
	انسان اپنے بدن کی ہڈیوں کا شمار		آیت تھ استوی علی العرش کی
۲۶	کس طرح ادا کر سکتا ہے	۹	ایک غریب تفسیر
۲۷	حشر اجساد پر بحث لطیف	۱۰	روح کے ساتھ مدارج کی تقسیم
	تیسری فصل پٹھوں کی تشریح میں	۱۱	تحصیل سعادت کی تحریص
۲۸	شریعت و ملت کے اعصاب کیا ہیں	۱۲	دوسری فصل بدن کی تشریح میں
	پونچھی فصل عروق و شرائن کے بیان میں		اخلاط اربعہ کی ماہیت
۳۲	عروق و شرائن کی تشبیہ ہنری سے۔	۱۴	یہ ڈانچ کھڑا کیوں کیا گیا ہے ؟
	حدیث الشیطان یعجز فی نبی آدم		نما ہر بدن کی تطبیق باطن نفس سے اور



ج

- ۳۲ مکجری الدم کی قابل دید تشریح
- ۴۶ پہلی فصل جسمانی امراض اور عین کی دواؤں کا بیان
- ۳۳ مرشد اپنے مرید کو ریاضت شاقہ کا کیوں
- ۴۷ سر کی بیماریاں
- ۳۴ حکم دیا کرتا ہے؟
- ۴۸ سیدہ، معدہ، جگر، مثانہ، طحال کے امراض
- ۳۵ درستی و اصلاح کی فکر کے متعلق نہایت
- ۴۹ خون کی خرابی سے کیا کیا امراض پیدا
- ۳۶ ہی اعلیٰ مضمون
- ۵۰ ہوتے ہیں
- ۳۷ اعتدال احوال قلب کی ضرورت
- ۵۱ مرض کی تعریف
- ۳۸ نبض اور اس کی کیفیت کے بیان میں
- ۵۲ اعضا و رتبہ کی تفصیل
- ۳۹ نبض اور قارورہ کا تعلق انحراف اسرار
- ۵۳ انسانی بدن کے حالات کے متعلق
- ۴۰ نبض کی ولایت توجید ربانی پر
- ۵۴ حکماء کے اختلافات اور امراض کے اقسام
- ۴۱ دوسری فصل نبض کی کمیت و کیفیات کا بیان
- ۵۵ مرض استسقا کے اقسام اور بہتر حکم کا علاج
- ۴۲ تیسری فصل نبض کی حقیقت اور اس کے
- ۵۶ سفید و صہبوں اور سیاه برص کا علاج
- ۴۳ اشارت میں
- ۵۷ تشنج اور کان کے ثقل و زبان کے بھاری
- ۴۴ نبض ظاہری کی تطبیق نبض ایمانی کے ساتھ
- ۵۸ ہونے کا معالجہ
- ۴۵ اور قرآن شریف سے اس پر اسناد لال۔
- ۵۹ بخار کی کل اقسام اور ہر ایک کی علت
- ۴۶ نہایت عجیب مضمون ہے
- ۶۰ باری کے بخار کا علاج
- ۴۷ نبض کی تشبیل قلب کے دس حالات کے
- ۶۱ تپ محرقہ اور حمی مطبوعہ کا بیان
- ۴۸ ساتھ اور اس پر دل آویز تحریر
- ۶۲ دوران اور دود و ذات الجنب اور زہم کا علاج
- ۴۹ قلب اور نبض کا تعلق
- ۶۳ آنکھ دکھنے کا علاج اور ذکا کیلئے مفید دوا
- ۵۰ چونکہ اب امراض اور دوا کے بیان میں
- ۶۴ مرض سرس کا علاج



- ۴۳ قلب مرض کا استسقاء
- ۴۴ گرہ کی کثرت کا نتیجہ
- ۴۵ روحانی ادویہ کے اقسام
- ۴۶ قلب تندرست پر حق کی تجلیات
- ۴۷ قلب کی اکسیر اعظم و دوا النفع
- ۴۸ قلب کی دیگر ہلک امراض اور ان کی تشریح
- ۴۹ شریعت محمدی ہر قسم کے بیمار اور تندرست کے موافق مزاج ہے
- ۵۰ دوا اپنا اثر دکھا ہی دیتی ہے خواہ مرہین
- ۵۱ اس کی حقیقت سے نا آشنا ہو
- ۵۲ روحانی امراض کا بجا و بجا مجھ تریب دار
- ۵۳ ذکر
- ۵۴ الابل - امید اور اس کا علاج
- ۵۵ البغضاء - بعض کی حقیقت اور اس کا علاج
- ۵۶ مرض سخی اور اس کا علاج
- ۵۷ مرض جبل " " معالجہ
- ۵۸ " جبل اور اس کی تشریح
- ۵۹ مرض جفا، ظلم اور اس کا علاج
- ۶۰ مرض ہونی بخدا ہش نفسانی اور اس کا تدارک
- ۶۱ دنیا میں فساد کس چیز سے پھیلتے ہیں
- ۶۲ ہونی کے دیگر لوازمات
- ۶۳ اہل ہونی فرقت
- ۶۴ مرض وسوس اور اس کے داخل و تدارک
- ۶۵ رعایت اور اس کی تعریف و اصلاح
- ۵۹ شقاق، مقعد اور درد صراع و شقیقہ کا علاج
- ۶۰ ضعف بصر یعنی بینائی کی کمزوری کا علاج
- ۶۱ اعلیٰ قسم کے مفید سرے
- ۶۲ آنکھ کے ناخن کا علاج
- ۶۳ بول تنگی یا ٹیس سے آنے کا علاج
- ۶۴ زبان کے نیچے کے غذا و فالج کا علاج
- ۶۵ قمریچ کے اقسام اور علاج
- ۶۶ کا بوس اور لہوہ کا علاج
- ۶۷ مایخو لیا و لذت الدم کا علاج
- ۶۸ وجع المعدہ، مہیضہ، یرقان کا معالجہ
- ۶۹ امراض جسمانی زیادہ خطرناک ہیں یا امراض نفسانی
- ۷۰ چند مفرد ادویہ کے خواص
- ۷۱ طب جسمانی پر عدم قناعت اور طب روحانی
- ۷۲ کی پر زور ترغیب
- ۷۳ انبیا کس قسم کے مردے زندہ کرتے تھے
- ۷۴ شریعت کی پیروی سے جسمی امراض بھی روحانی
- ۷۵ امراض کی طرح بالکل دور ہو جاتے ہیں۔
- ۷۶ دوسری فصل امراض روحانیہ اور ان کی اصلاح
- ۷۷ کا بیان
- ۷۸ قلب کے اعضائے جوارح اور جو اس شمسہ
- ۷۹ کی مطابقت جسمانی اعضا اور روحانی قوی
- ۸۰ کے ساتھ۔
- ۸۱ قلب کی مرض صراع کیا ہے؟
- ۸۲ قلبی مایخو لیا کی حقیقت

- ۹۷ مرض صعوبہ
- ۸۳ لطیف اسباب
- ۹۸ مرض قسوة القلب اور اس کا سریع التاثر
- ۸۴ حسد اور اس کی خرابیاں و مفصل علاج
- ۹۸ و محجب علاج
- ۸۵ مرض حرص اور اس کا نہایت عجیب و قابلِ فہم علاج
- ۹۹ مرض رعوت اور اس کا ریل سے تعلق و علاج
- ۸۷ طمع اور اس کی بنیاد و اسباب و معالجات
- ۱۰۰ مرض شخ
- ۸۹ یاس - مرض ناامیدی
- ۱۰۱ " تفاخر کا علاج
- ۹۰ کسل - سستی
- ۱۰۱ " کثرت گوئی کا معالجہ
- ۸۹ کبر یعنی تکبر اور اس کے پیدا ہونے کے اسباب
- ۱۰۲ " خیانت اور اس کا تدارک
- ۸۹ اور اس کے دینی اور دنیاوی نقائص
- ۱۰۳ " ذنب اور اس کے کل اقسام
- ۹۱ کبر اور کسل اور کفر میں تعلق اور جذب لغت
- ۱۰۳ صفت قلب اور اس کے اسباب
- ۸۹ مرض کذب اور اس کی حیض کے ساتھ عجیب بات
- ۱۰۴ مرض ظلم اور اس کے اثرات و نتائج اور
- ۹۲ لجاج، ہڈ، دھرمی اور اس کا علاج
- ۱۰۴ اصلاح کے طریقے
- ۸۹ میکہ اور اس کی اصلاح کی تدبیر
- ۱۰۵ مرض غضب اور اس کا علاج
- ۹۳ اتفاق اور اس پر نفیس بحث
- ۱۰۵ " غرور اور اس کے نقصانات و معالجات
- ۹۴ مرض سفس
- ۱۰۶ مرض غفلت اور اس کا تدارک
- ۹۴ مرض غیب اور اس کے سریع التاثر و معالجات
- ۱۰۶ " آخر میں دیگر امراض جزئیہ کے متعلق چند
- ۹۵ عشق اس کی تعریف اس کے متکرم ہو کر اسباب
- ۱۰۶ احتیاطی تدابیر
- ۸۹ عاشق کا روحانی علاج
- ۱۰۶ امراض روحانی کا تعلق امراض جسمانی کے ساتھ
- ۸۹ عشق کی حقیقت پر نہایت لطیف بحث اور
- ۱۰۶ ادب روحانی کا بیان
- ۹۶ اس کے اقسام مجازی و حقیقی کی اصلیت
- ۱۰۶ دو الفت اور اس کے خواص
- ۸۹ مرض محسوسہ
- ۱۰۶ تقویٰ اور اس کے منافع ثقلہ اور اس
- ۸۹ مرض فسوق اور اس کے معالجات
- ۱۰۸ سریع التاثر و نتائج
- ۹۶ اس مرض کے نہایت عمدہ تریاق
- ۱۰۸ جماد، جہاد، اخوت، دین - بطور ادویہ مفردہ
- ۸۹ مرض صلف
- ۱۰۹ اور اس کا ثبوت قرآن شریف سے



- ۱۲۰ ثنائی فی الحقیقت کون ہے  
کل امراض روحانیہ کو دور کر دینے اور جس سے  
اکھڑے رہنے والی معجون کہیہ اور اکسیر اعظم اور  
اس کی توضیح
- ۱۲۰  
۱۲۱ ایک نفیس نکتہ (حکیم طیبہ کے متعلق)  
۱۲۲ امراض و شفا کے مصادیق کی تحقیق  
پانچواں باب حفظ صحت کے قوانین میں  
فصل اول صحت جسمانی کی حفاظت میں  
خطان صحت کی تدابیر کا معیار کن امور کے  
علم پر ہے  
پہلے زمانہ کے اطباء نے کن کن ذرائع سے  
معالجات معلوم کیے
- ۱۲۵ اخلاط الاربعہ کی اصلاح کی تدابیر  
فصد اور مسہلوں کے مناسب اوقات  
کھانے پینے کے آداب  
جماع کے بارے میں نہایت ضروری ہدایا  
لباس کے بارے میں نہایت منیدہا  
مرشقت کے کام کس وقت کرنے چاہئیں  
اور آرام کس وقت کرنا مفید ہے  
حمام اور غسل کے متعلق ضروری ہدایا  
کس مزاج والے کو کس قسم کی خوشبو استعمال  
کرنی چاہیے  
حافظ صحت کے لیے مقوی اعضا کی مسہل  
خوشبو صحت کی سب سے بڑی منفرد کہ
- ۱۱۰ فکرا اور اس کے فوائد  
ریاضت کے منافع  
نہد، شوق اور صدق کا استعمال بطور علاج  
کے اور ان کے بے نظیر فوائد  
اضطرار، طبابت اور حسن ظن سے امراض  
روحانی کا علاج  
حسن ظن کا معجون کن کن روحانی اور دنیوی  
سے مرکب ہے اور اس کے فوائد  
صحت کے خواص  
غیرت اور اس کے اقسام اور ہر قسم کے مفاد  
فہم اور اس کی تشریح اور اس کے نالہ مرض  
کے متعلق فوائد بلید  
قرآن شریف کے کثیر المنافع فوائد جمیع امراض  
اور جمیع طبائع کے لیے  
اکلف عن المعاصی کا استعمال  
لبین یعنی نرمی اور اس کے استعمال کی مختلف  
ترکیبیں اور عجیب و غریب فوائد  
شاورہ فی الامور کی دلچسپ فلاسفی  
اور قابل دید مضمون  
نبالہ اور اس کی تشریح اور اس کا تعلق  
ورع سے  
ہدایت اور اس کے بے نظیر فوائد  
ہدایت پانے والوں کی اقسام  
یقین اور اس کے عظیم المثالی خواص
- ۱۱۰  
۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹



- ۱۳۸ نفی و اثبات کی تحقیقت کا انکشاف  
۱۳۹ دوسری فصل روحانی مفصل صحت کے بیان میں  
۱۴۰ ذات خداوندی کی تعریف  
" توحید عوام  
" خواص  
معرفت الہی اور الہیت و ہریت ذات باری  
پر فلسفیانہ بحث  
۱۴۲ دوسری فصل توحید ذات باری میں  
" ہو اور احد و واحد کی باریکیاں اور انکے لحاظ  
معرفت مجید کا منشا کیسا ہے  
۱۴۸ دوسرا باب صفات باری کی تشریح میں  
۱۵۰ پہلی فصل اسماء اور ذات کی تشریح میں  
" مقربوں اور دیگر فلاسفوں کی غلطیاں  
۱۵۱ صفات ذاتی کی تحقیق  
۱۵۲ غیر ذاتی کا بیان  
۱۵۴ اسم قدوس سلام بنو سن کی تشریح  
" دیگر اسمائے الہی کے لحاظ و معارف  
اور آیات قرآنی سے ان کی مزید توضیح  
۱۵۵ اسمائے خداوندی کی دوسری تقسیم اور اس  
کی توجہات  
۱۵۹ اسم، مسئلہ اور تسمیہ کی بحث  
۱۶۰ دوسری فصل صفات کے متعلق اور زیادہ  
تحقیق کے بیان میں  
" ربوبیت، الہیت اور ہریت کے مارج  
۱۶۲ اور اس کے اقسام  
۱۴۸ دوسری فصل روحانی مفصل صحت کے بیان میں  
۱۴۹ صحت روحانی کی حفاظت کی ضرورت پر  
" ایک زبردست دلیل  
" کوئی روحانی دوا ایسی مفید ہے جو کسی  
طبیعت کے بھی خلاف نہ آئے  
۱۳۰ قرآن شریف کی چند تدابیر رائے حفاظت  
روحانی  
" مہلک امراض حسد و غضب و غصہ سے  
نجات کی تدابیر  
۱۳۱ طعام کو مضہم کرانے والی ایک روحانی اکیہ  
۱۳۲ روحانی صحت کا مرکز کیسا ہے اور مرکز  
کے نادر طریقے  
کلی امراض روحانیہ کو دور کر کے صحت کو بحال  
رکھنے والی مفرحات ازلیہ اور مفرح حقیقت  
اور مجنون متالیعت کا بیان  
۱۳۳ دوسرا مقالہ الہیات کے بیان میں  
۱۳۴ پہلا باب ذات باری کے بیان میں  
" پہلی فصل توحید اور ذات باری کے ذکر میں  
" توحید کی دو طرفوں کی تشریح  
" ذات باری کے متعلق فلاسفوں حکما و  
صابیوں اور نصاریٰ و مجوس کے اختلافات  
۱۳۵ مبعودوں کی کثرت اور اس کی وجہ  
۱۳۶ خدا تعالیٰ نور کو کن معنوں سے ہے  
۱۳۷

نہایت عمیق فلسفیانہ بحث ہے اور بعض نہایت

ایسی اذقابل دیدن مضمین اس میں مذکور ہیں ۱۸۸

دوسری فصل ان احادیث کے بیان میں

جو لفظ اول کی نسبت وارد ہوئی ہیں ۲۰۱

نبوت کی حقیقت ۲۰۳

سب سے اول خدا نے کس چیز کو پیدا کیا

تین مختلف احادیث میں نازل کی تطبیق "

تیسری فصل پیدائش آدم علیہ السلام کی کیفیت میں ۲۰۶

فرشتوں کی بحث در بارہ حقیقت آدم ۲۰۸

آدم پر علوم کیوں کرمشافت ہوئے ۲۰۹

شیطان کے مقابلہ کی توجیہ ۲۱۰

دانہ گندم کے کھانے کی تحقیق "

حوا کے آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہونے

کی حقیقت ۲۱۱

آیت انا عرضنا الامنانہ کی نہایت

اعلیٰ تفسیر

انسان میں کیا اشیاء عجیبہ شامل ہیں اور

کس قوت کے خلب سے انسان ہون بستا ۲۱۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچنے میں رسالت اور

حقیقی خلافت کو کون کونسی منازل طے کرنی پڑی ۲۱۴

آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ پیدائش

میں مطابقت ۲۱۶

اشیاء اولیہ کی گنتی ۲۱۷

اول انسان اور اول ایمان کا حال اور پیدائش ۲۱۸

وہ آیات جو شان الہیت کے لیے نازل ہوئی ہیں ۱۹۱

شان ربوبیت کی مظہر آیات ۱۹۲

ہو بہت واحدیت سے نازل شدہ آیات ۱۹۶

اس مضمون پر آخری کلمات طیبات ۱۹۷

تیسرا باب امر الہی کے باب میں ۱۹۸

پہلی فصل ظاہر امر کے بیان میں "

دوسری " امر کی تحقیق میں

حقیقت الامر کی توضیح و تشریح "

اثر الامر کی وضاحت ۱۹۲

صورت الامر اور اس کی حقیقت ۱۹۳

امر کی ہر اقسام کی تطبیق شریعت محمدی "

لیلۃ القدر کی ایک باریک تفسیر ۱۹۴

امر کے ذریعہ معدوم کیسے موجود ہوئے ۱۹۵

امر کی مختلف تقسیمیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ لفظ "

چوتھا باب خداوند تعالیٰ کے فعل اور خلق کے

بیان میں ۱۹۷

پہلی فصل ظاہر افعال اور مخلوقات کے بیان میں "

نہایت ہی نفیس مضامین ہیں "

دوسری فصل حقائق افعال کے بیان میں ۱۹۳

روحانی اجسام اور فرشتوں جنوں اور دیگر

روحانیت اور کربوں کا ثبوت ۱۹۴

پانچواں باب ترتیب موجودات کے بیان میں ۱۹۸

پہلی فصل پیدائش عالم کی کیفیت اور اس کی

ابتداء کے بیان میں "



- چٹا باب اس راز خداوندی کے بیان میں جو کل  
۲۴۲ تفسیر اقبالہ نبوت کے بیان میں
- ۲۱۸ موجودات میں ساری وجہی ہے  
پہلا باب نبوت اور رسالت کے ذکر میں
- ۲۱۹ آیت نور کی قابل دید تشریحات  
پہلی فصل نبوت اور رسالت اور ان کی
- اور نور بانی کی حقیقت  
ماہیت کے بیان میں
- مشکوٰۃ: زجاج، مصباح کی توضیح اور مخلوقات  
نبوت کن اشخاص کو مل سکتی ہے
- ۲۲۱ کے مراتب سے ان کا تعلق  
باطل کے خلیہ کا سبب
- موسیٰ کے طور پر نور دیکھنے کی تصریح  
خواب کی کیفیتیں
- ۲۲۵ دنیایت نازک اوامیں  
ضرورت انبیاء
- زجاج، مصباح، مشکوٰۃ، ذہب کا وجود خود  
دوسری فصل نبوت اور رسالت کی حقیقت
- حضرت انسان ہیں  
کے بیان میں
- انوار ارحمانی کے پانچ اقسام  
۲۴۸ نبوت کی تعریف
- ۲۲۸ سر خداوندی کی نورانی اور ظلماتی کیفیات  
رسالت اور نبوت میں فرق
- ۲۳۰ سر الہی کے ظاہری و باطنی افعال  
تواہل و تنزیل کی تشبیہ
- ۲۳۲ حضرت انسان کی پیدائش کی حقیقت  
تفسیری فصل انبیاء اور مرسلین کے
- ۲۳۳ ہدایت و ضلالت کا منبع  
مرتبوں کے بیان میں
- ۲۳۴ سر الہی کا ظہور سب سے زیادہ کہاں ہوا  
قرآن مجید کے فضائل
- ۲۳۵ اختلاف قرات کا سبب اصلی  
چوتھی فصل ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ
- ۲۳۶ کونسی قدرت کن گن خواص کی متقاضی ہے  
صلح کے متعلق تفصیلی بیان میں اس فصل
- شیطان کی ماہیت  
کے دوران میں بعض نہایت پیش بہا
- ۲۳۷ راز خداوندی ہے کیا چیز  
نکات درج ہیں
- معراج کی حقیقت کے متعلق ایک ایک نقطہ  
۲۳۸ اخلاقی نبویہ کی گنتی
- ایراد و مشکل کی وجہ  
رسولوں کے اخلاق کی تعداد
- حقیقت میں کوئی بھی سر الہی کا منکر نہیں  
۲۴۰ رسولوں کی ضرورت کن امور میں ہے
- ۲۴۱ سر الہی کی ماہیت کے بارے میں قول فیصل  
شفاعت کی حقیقت کے متعلق قابل تحقیق



۳۱۷	پہلی فصل رویہ کی مابین اور اس کی حقیقت	۲۷۴	فضائل چہار بار و صحابہ کبار
۳۱۹	دوسری " رویہ کے مراتب کے بیان میں	۲۷۹	دوسرے باب وحی کے بیان میں
۳۲۲	دراوینی خواہوں کا مدارک	"	پہلی فصل نظار و صل کے بیان میں
۲۲۳	نیک خواب لانے والے اعمال	۲۸۱	وحی کے مراتب ثلاثہ
"	" اور نبوت کا تعلق	۲۸۲	شہد کی مکھی اور نبوت میں تطابق
۳۲۷	پانچواں باب شریعت کے بیان میں		دوسری فصل وحی کی حقیقت اور اس کے
"	پہلی فصل شریعت اور اس کی مابینیت	۲۸۶	مراتب کے بیان میں
۳۳۰	شریعت محمدی کا سابقہ شرائع سے تعلق	۲۹۵	تیسرا باب معجزہ اور کرامت کے بیان میں
۳۳۲	چھٹا باب انبیاء کی دعوت اور اس کی کیفیت	"	پہلی فصل معجزہ اور اس کی حقیقت کے
"	پہلی فصل رسولوں کی دعوت کی مابینیت و کیفیت	"	معجزہ کی ضرورت اور اس کے فوائد عقل
۳۳۷	دوسری " حضور م کی " اور اس کی کیفیت	۲۹۸	اور معجزہ کا تعلق
۳۴۱	تیسری فصل فرقہ ناجیہ کے بیان میں		دوسری فصل معجزوں کے مراتب اور معجزہ
"	فرض و سنت میں کیا فرق ہے	۳۰۵	کے اپنے وقت پر ظاہر ہونے کی حکمت کے بیان میں
۳۴۲	بدعت کی جامع مانع تعریف	"	موسیٰ کا مفصل قصہ اور ان کے معجزات
"	سنت کے اقسام		حضرت عیسیٰ ؑ کے زمانہ کا حال اور آپ
	اتباع سنت کی ضرورت اور متبعین آرا	۳۰۷	کے معجزہ کی کیفیت
۳۴۴	کی برائی پر عقلی دلیل		حضرت ابراہیم ؑ کے معجزات اور ان کے احوال
"	جماعت کی تعریف		حضرت آدم، نوح، ابراہیم، یونس اور یسٰی
۳۴۵	اسلام کے مترادفوں میں تقسیم کرنے کا سبب	۳۰۸	علیہم السلام کے معجزات کی مابینیت
"	ناجی فرقہ کو نسا ہے	"	قرآن شریف کے فضائل اور معجزات
۳۵۰	ساتواں باب خلافت کے بیان میں	۳۱۱	تیسری فصل کرامت کے بیان میں
"	پہلی فصل خلافت کے اثبات میں		اور کہ کرامت کیا ہے
۳۵۲	دوسری " کی شرائط کے بیان میں	۳۱۶	کرامت اور کائنات میں فرق
۳۵۶	تیسری " مخصوص ترین خلفاء " " "	۳۱۷	چوتھا باب رویہ کے بیان میں
۳۵۷	حضرت ابوبکر کے فضائل		
۳۵۸	خلفاء اربعہ کے		
"	اور عباسیوں تک سلسلہ خلافت کا ذکر		
"	اور کتاب کمال دل آویز خاتمہ		

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# پہلا مقالہ طب کے بیان میں اس میں پانچ باب ہیں

## پہلا باب

انسانی پیدائش کی کیفیت اور بدن کی تشريح میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل انسانی پیدائش کی کیفیت میں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ط یعنی ہم نے انسان کو عمدہ اور چمکندہ مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تم کو معلوم ہو۔ خدا تم کو نیک بختی عنایت کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے دو مادہ رکھے ہیں۔ ایک مادہ بعیدہ ہے۔ یعنی پانی اور مٹی اور دوسرا قرینہ ہے یعنی نطفہ۔

اور درحقیقت انسانی مادہ فعل والفعال میں جن سے روح اور جسم کا کام پورا ہوتا ہے اور طین یعنی پانی اور مٹی مادہ بعیدہ ہیں۔ کیونکہ مٹی سے کل غذا کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور پانی ان کی تربیت کرتا ہے۔ پس جس وقت روئیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ حیوان اُس کو کھا لیتا ہے۔ اور یہ اُس کی غذا ہوتی ہے۔ اور پھر حیوان انسان کی غذا ہوتا ہے۔ پس اس غذا کا عرق جو اس کا نہایت لطیف حصہ ہے۔ اُس کو خداوند تعالیٰ نطفہ قرار دیتا ہے۔ اور یہی قرینہ اور صورت انسانی کا قبول کرنے والا ہے۔

تحصیل نطفہ کے متعلق یہ ترتیب اس وقت صحیح ہوگی جب وجود انسانی کی تحقیق ہو جائے گی۔ پس اس کی توضیح یہ ہے۔ کہ پہلا انسان جس کا نام آدم ہے۔ اُن کے



ماں یا باپ کوئی نہ تھا۔ اور نہ اُن سے پہلے کوئی انسان تھا۔ انہیں آدم کی پشت میں غذا سے نطفہ بنا۔ اور نطفہ سے انسانی صورت مرکب ہوئی۔ پس حاصل یہ کہ آدم کی ابتدا پیدائش مٹی سے ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔ **مِنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ** یعنی آدم کو پیدا کیا ہے۔ مٹرے ہوئے گارے کی مٹی سے ۛ

یعنی قوت حیوانیت کو مستعدہ بنایا واسطے مقبول کرنے صورت انسانیت کے اور یہ مٹی جس سے آدم کی پیدائش ہوئی نہایت عمدہ اور معتدلاً المزاج تھی نفس کے نور کی قبول کرنے والی اور اس کے اثر سے منفعل ہوئی والی۔ پھر اسد تقہ نے نطق اور کلام کو اُس میں قایل ٹھہرایا۔ پس جب یہ فعل اور افعال جمع ہو گئے مادہ حیوانی نے صورت انسانی کو قبول کر لیا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کر کے خبر دی ہے۔ **رَاقٍ جَاعِلٍ فِي نَادٍ خَلِيفَةً** میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ یعنی میں نفس انسانی کے رسول کو ارض حیوانی میں بھیجتا ہوں تاکہ مٹی انسان بن جائے اور میں اُس کو کل موجودات میں خلیفہ بناؤں۔ اور نطق و معرفت کے ساتھ اُس کو بزرگی دوں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **خَلَقَهُ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ** پیدا کیا اُس کو مٹی سے پھر فرمایا اس سے کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔ پس جب فرمان الہی لے اُس میں اثر کیا اور وہ زندہ بولنے والا بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنی معرفت کا شرف عنایت کیا۔ فرماتا ہے۔ **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ** بیشک ہم نے اولاد آدم کو شرف اور بزرگی مرحمت کی۔

بعد ازاں بقا انواع انسانی کو بذریعہ توالد و تناسل مقرر فرمایا۔ اور لطیف اور عمدہ کھانے اُس کی غذا بنائے پھر اس غذا کے لطیف حصہ سے نطفہ پیدا کیا تاکہ یہ صورت انسانی کا قبول کر نیو الامادہ ہو چنانچہ فرماتا ہے **خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ** طین بننے پیدا کیا انسان کو پانی اوکھا سے اس انسان سے آدم مراد ہے **ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَاطِقًا** **فِي قَدَرٍ مَّكِينٍ** پھر ہم نے اُس کو نطفہ بنایا قرار کی جگہ (یعنی رحم مادر) میں۔ اس سے آدم کی نس اور ذریت مراد ہے جن کی پیدائش نطفہ سے ہے جو باپ کی پشت سے ماں کے رحم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور بقائے نوع انسانی کے واسطے یہی طریقہ جاری ہے ۛ



اب معلوم ہو گیا کہ انسان کا قریب مادہ نطفہ ہے۔ اور یہ خون کا لطیف حصہ ہے۔ جو ل اطراف سے مجتمع ہوتا ہے۔ اس میں صورت انسانی کے قیام کرنے کی صلاحیت ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے اس کے واسطے محل اور جگہ اور آلات وغیرہ بنائے ہیں۔ تاکہ صاف اور لطیف ہو کر اعضا سے پشت میں پہنچے۔ پھر پشت سے گردوں میں اور گردوں سے شانہ میں اور اس وقت یہ خام مٹی کی صورت میں ہوتا ہے۔ پھر اسی جگہ اس میں ایک بخار پیدا ہو کر آنکھوں کی رگوں میں بھر جاتا ہے۔ اور حرکت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ پھر اس حرکت کی قوت سے انزال کے وقت وہ خون پختہ ہو کر سفید اور گاڑھا ہو جاتا ہے۔ اور ایسی لذت حاصل ہوتی ہے جس سے روح کو راحت پہنچتی ہے +

پھر اس نطفہ کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام تیار کر رکھا ہے۔ جس کو رحم کہتے ہیں یہ ایک ٹکوس آدہ ہے۔ جو عورتوں کے جسم میں رکھا گیا ہے۔ جیسے کہ مردوں کے جسم میں ذکر اکبر ہے اویہ یعنی سے نطفہ نکور کر رحم کے اندر تنگ مقام میں واقع ہوتا ہے۔ اور عورت کی مریضی مرد کی مریضی سے علیحدہ ہوتی ہے جب یہ دونوں صدف رحم میں مجتمع ہوتی ہیں اور نراریہ کین میں جگہ پڑتی ہیں اس وقت فعلی قوتوں کے وسیع ہونے سے اس طرح نطفہ سو جاتی ہیں جیسے دودھ غماں کی آئینہ سے وحی بن کر جم جاتا ہے۔ مرد کا نطفہ مثل غماں کے ہے اور عورت کا نطفہ مثل دودھ کے اور اس نطفہ کو اللہ تعالیٰ حیض کے خون سے غذا پہنچاتا ہے جس کے باعث سے وہ مضغہ یعنی گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں مستقل ہوتا ہے اور ابھی تک اس پر بشری نقش و نگار اور نفوس انسانیہ کا ظہور نہیں ہوا ہے۔ پھر اس مضغہ میں اللہ تعالیٰ ہڈیاں پیدا کر کے رباطات سے اُن کے جوڑوں کو بندھ کر ٹیھوں سے مضبوط کرتا ہے اور رگوں کی رسیاں تمام بدن میں جاری ہوتی ہیں۔ اور خون خالص سے اُن ہڈیوں پر گزشتہ پیدا ہوتا ہے اور گوشت کے اوپر کمال تسلی کی تفصیل کی طرح سے حفاظت کے واسطے پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر مہینہ میں موکان جناب باری اس مضغہ کی بدولت پر مقرر ہوتے ہیں اور کو اکب سچہ میں سے ہر تارہ نوبت نوبت اسکی خدمت کرتا ہے چنانچہ مہینہ محل کی خدمت کا ہے دوسرا شتری کا تیسرا مزخ کا۔ یہاں تک

کرساتویں مہینہ میں فکر کی نوبت پہنچتی ہے۔ اور تمام اعضا اور آلات بچکے تیار ہو جاتے ہیں اور شمس کا نور پہنچاؤس کی جلد اور ماتھ پیراگ، انگ اپنی اپنی حد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور حواس بھی درست ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت اگر بچہ پیدا بھی ہو جائے تو قوتِ شتری سے زنج رہ سکتا ہے۔ آٹھویں مہینہ میں پھر زحل کی نوبت پہنچتی ہے۔ اور اُس کی تاثیر پلاشیہ رکھتا ہے اگر اس وقت بچہ پیدا ہوگا تو زحل کی خوست کے سبب سے زنج نہ رہے گا۔ پھر نویں مہینہ میں مشتری کی قوت سے ولادت واقع ہوتی ہے۔ اور ان نوادہ میں قمر کے قوت سے اس پر واقع ہوتے ہیں۔ پھر عورت کا رحم اُن کے تحمل کی طاقت نہیں رکھتا اس واسطے وضعِ حمل ہوتا ہے۔ اور بچہ کو دنیا کی ہوا لگتی کو اکب اس کی روح حیوانی کی تربیت میں اور فرشتے نفسِ انسانی کی تربیت میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بچہ طفلِ کمنا ہے۔ پھر صبی کے درجہ میں پہنچتا ہے پھر شاب یعنی جوان ہوتا ہے۔ پھر کل یعنی اوجِ عمر۔ پھر پھر شیخ یعنی بوڑھا پھر ہرم یعنی بہت بوڑھا ہو جاتا ہے پھر اُس کے حواس میں فرق پیدا ہوتا شروع ہوتا ہے۔ پھر اُس کے بعد مر جاتا ہے۔ پس انسان کی ابتدائی حالت پانی اور مٹی تھی اس کے بعد بذریعہ آلات کے نطفہ بنایا پھر نطفہ نے رحم میں پہنچ کر علاقہ یعنی خونِ مخمد کی صورت اختیار کی۔ پھر گوشت کا لونا بنا پھر اُس میں رگیں اور ہڈیاں پیدا ہوئیں پھر اُن پر گوشت اور کھال پہنائی گئی پھر اُس نے زمین پر قدم رکھا اور دنیا میں پیدا ہوا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اس مقام میں اپنی آپ تعریف فرماتا ہے **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ**۔ پس برکت والا ہے خدا بہتر سے بہتر پیدا کرنے والا۔ پس یہ سات مرتبہ ہیں جن میں نطفہ پر سات تغیرات واقع ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ جنین بنتا ہے۔ اور پھر جنین بننے کے بعد سے اسی طرح روح پھر موت قالب اور مفارقتِ جسد تک سات تغیرات واقع ہوتے ہیں چنانچہ جنین یعنی پیٹ کے اندر بچہ میں جب روح پڑتی ہے تب وہاں اچھی زندگی بسر کرتا ہے پھر ولادت کے بعد دنیا میں اگر ہمیش کرتا ہے۔ چنانچہ روح کے اطوار بھی اسی طرح سات ہیں۔ نمو اول۔ حیاتِ ثانیہ۔ قوتِ شباب۔ اعتدالِ عمر۔ رجوع اے الکملۃ یعنی خواتمہ اور ساتواں طور موت اور ایامِ اجل ہیں۔



لوگ خیال کرتے ہیں کہ بچہ رحم سے نکل کر پیدا ہوتا ہے۔ اور روح کے نکلنے سے مر جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت رحم سے نکل کر انسان سو جاتا ہے۔ اور دُنیا سے سفر کرنے کے وقت بیدار ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ لوگ دُنیا میں سوتے ہیں جس وقت مرتے ہیں۔ اُس وقت بیدار ہوتے ہیں +

لفظہ جب رحم میں کال ہوتا ہے اور تمام آفات سے سلامت رہ کر اعضا پورے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور نفس کی قوت تکمل ہو جاتی ہے۔ اُس وقت وہ عمدہ اور صحیح و کامل جنین ہوتا ہے خوبہوں اور حسنات کے قبول کرنے والا + اور اگر اس کے برخلاف واقع ہوا ہے۔ تو جنین حقیر و ضعیف بیمار یا رُئوں کا قبول کرنے والا ہوگا + یہی حال بعینہ روح کا ہے۔ کہ رحم سے پیدا ہونے کے بعد وفات تک اگر اُس نے اپنی عسر طلب معارف اور تحصیل علوم عقلیہ میں صرف کی ہے۔ اور عمدہ روحانی غذاؤں سے نفس کو پرورش کیا ہے پس بدن سے مفارقت کے بعد یہ روح سعید صحیح مقبول اور کامل ہوگی۔ اور اگر اُس نے اپنی عسر طلب لغات میں صرف کیا ہے۔ اور نیشات ہی کو غذا ٹھہرایا ہے۔ جب یہ مرنے کے بعد ید بخت مریض۔ مردود اور ناقص ہوگا۔ کیونکہ انسان کی موت اُسی حالت پر واقع ہوتی ہے جس پر اُس نے زندگی بسر کی ہے۔ اور جس حالت پر مر رہا ہے۔ اُسی پر اُس کا جسد ہوگا +

اعضاء انسانی اگر رحم میں آفات سے سلامت رہے ہیں۔ تو دُنیا میں بھی سالم ہونگے اور اگر تافذ و نادر کوئی آفت کسی ستارہ کی نحوس تاثیر سے پہنچ گئی تو وہ خارج عن الذکر ہے۔ اغلب ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب بچہ آفات ظاہری اور نقض اعضا سے محفوظ رہا۔ تب وہ اچھی سہمت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی طرح روح اگر بدن یا دُنیا میں گناہوں اور جہل و اکاذیب سے محفوظ رہی تو ضرور ہی آخرت میں بدن سے پیچھا ہونے کے بعد تمام نوافل و درحقوقات سے محفوظ رہیگی +

ادریہ بھی ممکن ہے کہ ایک روح تمام عمر اکتساب اعمال خیر میں مصروف رہے۔ اور آخری وقت کوئی ایسا بر اقص سہر نہ ہو جو اُس کے واسطے آفت اور عذاب کا موجب ہو۔

اور سلامت سے اُس کو باز رکھے۔ اور اس کا باعث روح کا قصور ذاتی یا تقصیر عرضی ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس بھی ممکن ہے یعنی روح تمام عمر اکتسابِ اعمالِ شر میں صرف کرے اور آخری وقت ایسا فعل اُس سے صادر ہو جو اُس کے واسطے سعادت اور فلاحیت کا موجب ہو۔ اس کا باعث روح کا کمال ذاتی ہے چنانچہ یہی مضمون ایک صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے ۔

سعید الدین مسعود کہتے ہیں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اور آپ صادق صدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اُس کی ماں کے کبیرے میں اس طرح ہوتی ہے کہ چالیس روز میں لفظِ جنتِ ہوتلے۔ پھر اُسیند زعرہ میں علقہ بنتا ہے۔ پھر اُسی انداز میں مضغہ بنتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس کے پاس چار باتیں لکھنے کے واسطے ایک فرشتہ بھیجتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُس سے فرماتا ہے کہ اس کا رزق اور عمل اور عمر لکھ۔ اور یہ بھی لکھ کہ یہ شقی ہے یا سعید۔ فرمایا پس وہ فرشتہ اُس کا رزق اور اُس کی عمر اور اُس کا عمل لکھتا ہے اور یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ وہ شقی ہے یا سعید۔ پھر اُس کے بعد اُس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص جنت کے عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس میں اور جنت میں صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اُس کی کتاب اُس پر سبقت کرتی ہے۔ اور اہل نار کے عمل پر اُس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور دوزخ میں جاتا ہے۔ اور کوئی شخص اہل نار کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس میں اور دوزخ میں صرف ایک قدم رہ جاتا ہے۔ پھر اُس کی کتاب (جو فرشتہ نے علمِ آہی سے لکھی تھی) اُس پر سبقت کرتی ہے۔ اور اہل جنت کے عمل کر کے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے۔ اور اس میں عظیم الشان فوائد ہیں اور خبر دی گئی ہے رزق اور زندگی کی تقدیر سے اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے۔ اور اُسی پر اُس کی حفاظت اور تربیت اور اُس کو مہلت دینا ہے۔ (تاکہ یہ اپنی انتہائی مقدار کو پہنچ جائے) اور اللہ تعالیٰ ہی انسان کے زندہ کرنے سے پہلے اُس کے تمام احوال کو مقدر کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں روح کے بھونکے جانے سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ روح پرنے سے پہلے ہی سب باتیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ



کا روح پھونکنا صرف اُس کا فرمان اور حکم ہے +

اللہ تعالیٰ نے کل موجودات کو اختلاف کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور روح انسانی کی اضافت اپنی ذات عالی کی طرف فرمائی ہے چنانچہ آدم علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ سَوِّیْتُمَا یعنی میں نے آدم کے قالب کو ترکیب دے کر قابل اور مستعد بنایا۔ ثُمَّ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ پھر میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی۔ چنانچہ روح انسانی کو اپنی صفات اور کمال ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اور اس اضافت سے مراد یہ ہے۔ کہ عاقل اس بات کو معلوم کرے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد مرقی نہیں ہے۔ اگر یہ شخص زندگانی میں نیک ہے تو موت کے بعد بھی نیک رہیگا۔ اور اگر زندگانی میں شمرک اور جاہل تھا تو موت کے بعد بھی شقی ہے۔ اور بد بخت اور مستوجب عذاب ہوگا +

موت صرف روح کا بدن سے جدا ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ آدم کی پیدائش سے فوشتوں پر فخر فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی پیدائش میں اپنی لطائف صنعت اور عجایب حکمتوں کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اس کی ترکیب کی سات قسمیں مسرمانی ہیں۔ سَلَاةٌ نُّطْفَةٍ عُلْقَةٍ مَضْغَةٍ عِظْمٍ لَحْمٍ جِلْدٍ۔ اس کے بعد انشاء ثانی ہے۔ اور ان اقسام سبعہ میں سے ہر تقسیم کو اکب سبعہ میں سے ایک ایک سیارہ سے متعلق ہے چنانچہ کتاب قدیم میں آسمان وزمین کی پیدائش کا ذکر فرما کر سات لطائف میں اظہار ارواح اور ترکیب اجساد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ فرماتا ہے اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ یعنی بیشک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز کے اندر پیدا کیا ہے۔ پس یہ بیان اول سَلَاةٍ سے آخر لَحْمٍ تک کا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا اِنْسَانَ مِنْ سَلٰةٍ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةٍ فِیْ قَرَارٍ مُّکِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمَضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا و یعنی بیشک ہم نے انسان کو خالص اور چمندرہ مٹی سے پیدا کیا ہے۔ پھر اُس کو نطفہ بنا کر رحم میں جگہ دی پھر نطفہ کو علقہ بنایا۔ پھر علقہ کو مضغہ بنایا پھر مضغہ کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا

پہلی آیت میں آسمان وزمین کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ

یعنی پھر خداوند تعالیٰ عرش پر قائم ہوا یعنی روح ناطق جسم کے ساتھ متصل ہوئی۔ اور فرماتا ہے۔ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ أَعْنَىٰ پھر ہم نے انسان کو دوسری پیدائش میں پیدا کیا۔ یعنی پیدا ہونے کے بعد جو اس کا نشو و نما ہوا پھر اللہ تعالیٰ صورت انسان کے کمال طور سے پورا کر کے پرانی تعریف فرماتا ہے قَبَّارُكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ یعنی برکت والا ہے خدا بہتر پیدا کرنے والا۔ اور اُس کی معرفت اور ثنا انسان پر بھی واجب ہے جب کہ اُس نے انسان کی پیدائش پر اپنی آپ تعریف فرمائی۔ کیونکہ جب وہ اس صورت کو پیدا کر کے اپنی تعریف فرماتا ہے۔ پس اس صورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے مصور کی تعریف کرے۔ اور اس کی معرفت اور عبادت بجالائے اور جو اس کی عبادت اور معرفت میں مشغول ہوگا۔ وہ اپنے عہدہ سے بری ہوگا۔ اور جو اپنی عسر کو غمراہی میں تلف کرے گا وہ قیامت کے روز بڑی بڑی حسرتیں دیکھے گا۔ اور ندامت کے دن سخت عذاب پائے گا۔

اور انہیں ساتویں مرتبہ کے ساتھ خداوند تعالیٰ نے تمہاری روح ناطقہ کے منہ سے بھی تم کو بتلادینے میں۔ کیونکہ نفس جب نطق پر قادر ہوتا ہے۔ اُس وقت بلاشبہ اسے اور جب اُس نے اپنے صانع کو پہچانا اُس وقت وہ نطفہ ہوا۔ اور جب اُس نے صاحب کی عبادت کی اُس وقت وہ علقہ بنا اور جب اُس نے غیر سے روگردانی کی مضغ بن گیا پھر جب خفیات حکمت پھیلے ہوئے عظم بن گیا۔ پھر جب اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہوا۔ جسم یعنی گوشت اُس پر پہنایا گیا۔ پھر جب معرفت عقیدہ اُس پر غالب ہوئی اور نورانی جوہریت تسم پہنچی نہ کہ ثانیہ پیدا ہوئی۔ اور یہی وقت رحم بشریت سے اُس کے پیدا ہونے اور نفاذ ملائکت فی الخ ل ہونے کا ہے اور اس کی تربیت بھی اس وقت نہایت خالص اور عمدہ دودھ کے ساتھ ہوگی یعنی علم تحقیق سے۔ کیونکہ یہ کیفیت غذائوں کا مغل نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اسے کہ یہ حالت دنیا کی زندگی میں حاصل ہو جائے۔ تاکہ کمال سعادت نصیب ہو۔

غلام یہ کہ طالب دود و لاد توں کا ضرور مستند ہے۔ ایک ولادت جسمیت کے لیے ہونے کے بعد رحم مادر سے چند بعد کی غذا دودھ ہے۔ دوسری ولادت روح کی عقل کے ساتھ کمال ہونے کے بعد رحم طبیعت سے ہے۔ اور ولادت کے بعد کی غذا تحقیق دودھ



ہے جو پستانِ تھیں سے اُترتا ہے۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَايَسْ عَمْرٍَا يَمُنُّ يَعْنِي ہر شخص نے اپنے پنے کی جگہ جان لی ۴

اسی مضمون کی طرف کلمۃ الحق اور سید الخلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے فرماتے ہیں ملکوتِ سکوت میں وہی شخص داخل ہوگا جو دو مرتبہ پیدا ہوا ہے اور جو شخص حرمِ طبیعت اور مادرِ شہوات سے بدن کی موت سے پہلے پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ آخرت میں نہ درجہ پائیگا۔ نہ جنت میں اُس کو کوئی منزل ملے گی کیونکہ دنیا مزرعہِ آخرت ہے۔ جس نے اپنی کھیتی میں کانٹے بوئے۔ وہ انگوڑ نہیں کاٹنے کا۔

پس حقیقت میں سلالہِ آدم کی خلقت ہے۔ اور لطفہِ نوح ؑ کی دعوت اور علقہِ ابراہیم ؑ کی رویت اور صفحہِ موسیٰ ؑ کا استماع اور عظمِ عیسیٰ ؑ کا زہد اور عجزِ جبریل ؑ قید اور نشاۃ ثانیہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی کے اندر صورتِ انسانیہ پوری ہوئی ہے۔ اور اسی باعث سے حدیثِ قدسی میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے لَوْلَا نِعْمَةُ الْاَلٰهِي لَمْ يَكُنْ لَكَ يٰعِزُّي اَعْنٰی اے محمد اگر تم کو پیدا نہ کرتا تو افلاک بھی پیدا نہ کرتا وَلَمَّا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَ النَّارَ اور البیتِ جنت و دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا۔

معلوم ہو کہ انسان جب اپنی پیدائش کی کیفیت معلوم کر کے تھیلِ مہمات میں مشغول ہوگا عذابِ الیم سے نجات پائیگا۔ اور جس وقت رحمِ بدن سے تولد ہوگا خداوند تعالیٰ اُس کو شرابِ طورِ حقیقِ مغموم سے پلائے گا۔ پس لازم ہے۔ کہ طبعی لذتوں میں انہماک اور قضا، شہوات میں اشتغال نہ رکھے تاکہ تیری روح بدن سے مفارقت اختیار کرنے کے بعد آتشِ دوزخ کی سوختگی میں مبتلا نہ کی جائے۔ اور سب سے بڑی شقاوت و عارِ الہی سے محروم ہونا ہے اور سب سے بڑی سعادت اُس کی رضامندی اور نذرِ لقا کا حاصل کرنا۔ کیوں کہ جس کو تقارُّبِ الہی حاصل ہوئی وہ ہمیشہ نعتِ ولذات اور سعادت و فرحت کے ساتھ باقی ہوا اور جہنم میں اُس کو اُنس اور روح و رجحانِ نصیب ہوگی۔ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ جب تک کہ وہ زندہ رہے گا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی ایسی بخشش ہے۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگی اور اس نے ساتھ درجہ جنت میں ایک سے ایک مطالبے حد ہوئے۔ جو نہ

مقطوع ہیں نہ مسموم اور عمدہ عمدہ پھونے۔

اب تم یہ کوشش کرو کہ طبعی شہوات سے تمہاری موت کے وقت سے پہلے تمہارا  
تو دلوق ہو جائے۔ کیونکہ انسانی شرف یہی ہے کہ انسان روحانی شخص بن جائے۔ اور روح اور  
قلب کے ساتھ ایسا تصرف حاصل کرے کہ شیطانی قوت بالکل مغلوب ہو جائے۔

## دوسری فصل بدن کی تشریح میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَا تَخْلُقْنَا إِلَّا نَسْأَنَ مِنْ نُطْقَةٍ اَمْسَاجٍ تَبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَبْعًا**  
**يَصُدُّرُ** معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے انسان کو عالم کبیر کا ایک  
نمونہ بنایا ہے۔ اور دو قسموں میں اس کو منقسم فرمایا ہے۔ ایک نفس طاہر لطیف اور دوسرا  
جسم کثیف اور ان دونوں میں روح حیوانی کو وسیلہ قرار دیا ہے۔ جو ان دونوں کی حفاظت  
اور صلاحیت ارادہ انہی سے قائم رکھتی ہے جسم کی بنیاد دو قاعدوں یعنی دو ستونوں پر کی  
گئی ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور وہ دونوں پیر ہیں۔ اور دو پر اس کو دئے گئے  
ہیں جن سے یہ قبض و بسط اور لین دین کرتا ہے یعنی دونوں ہاتھ اور چپہند بھرا اس کے  
احت کیے گئے ہیں۔ یعنی جو اس خمسہ جسم بمنزلہ ایک آباد مکان کے ہے جس کے اندر یہ  
اخلاط اربعہ ہیں جو ارکان اربعہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی خلط بلغم ہے۔ یہ خون ہے جو مہنوز  
پختہ نہیں ہوا۔ دوسری خلط خون ہے یعنی وہ بلغم جو پختہ ہو گیا۔ تیسری خلط صفرا ہے۔ یعنی خون  
کی جھاک یا کف۔ چوتھی خلط سودا ہے۔ یعنی خون کا اگلی چھٹ۔ بدن کے تمام اعضا انہیں  
چاروں خلطوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر عضو کو اس کا حصہ دیا جاتا ہے۔ اور ہڈیاں بدن  
میں مثل ستونوں کے ہیں جن کو پٹھوں کی طنابوں سے مضبوط اور محفوظ کیا گیا ہے اور  
رگیں بدن کی نہریں ہیں۔ ان میں خون جاری رہتا ہے۔ اور ہڈیوں کے جڑوں کو عضلات  
سے ترکیب دی گئی ہے۔ اور اعصاب نے باندھ کر عروق سے ان کو برابر کر دیا ہے۔

لہٰذا یعنی بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو مرکب نطفہ سے تاکہ اس کی آزمائش کریں۔ پھر اسی واسطے اس کو

سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ ۱۱



پھر بڑوں پر گوشت کی پوشش چڑھائی گئی اور گوشت پر کھال کا لباس پہنایا اور پھر اس پر کھال اور گوشت کے درمیانی انخروں کے فضلات سے بال نمودار ہوئے ۔

ان طبقوں میں یہ اضلاع مختلف اندازوں کے ساتھ رکھی گئیں ہیں ۔ چنانچہ گوشت میں خون کا غلبہ ہے ۔ اور مغز و دماغ معنی مغز میں بغلبہ غالب ہے ۔ اور ہڈیوں میں سودا کا غلبہ ہے ۔ اور آترندوں میں صفرا غالب ہے ۔

پھر بدن کی دو قسمیں کی گئیں ہیں ۔ ایک قسم ظاہر ہے یعنی ہمارے پشت اور ہاتھ کی ہڈیاں شرمعہ ہوتی ہیں ۔ اور پیٹ اور کھال جو گوشت کو ڈھکے ہوئے ہے ۔ اس کے اندر انتہیاں اور اعضا داخلہ ہیں اور سر اور یہی حواس دماغی کا مخزن اور قلعہ جسبل اور تخت بادشاہی اور شہر کا محصل ۔

اللہ تعالیٰ نے بدن میں بارہ سو رتخ اور سات اعضا پیدا کیے ہیں جن کا مجموعہ ظاہر بدن کہلاتا ہے ۔

باطن بدن میں سے ایک عضو معدہ ہے یہ ایک ہنڈیا ہے جس میں طبعیت اس غذا کو جو خارج بدن سے بھوک کے وقت اس میں داخل ہوتی ہے پکاتی ہے ۔ قلب کی شکل صوبری ہے ۔ اور یہ روح کا بیج اور زندگانی کی مشکوٰۃ اور بخارات لطیفہ کی قندیل ہے ۔ جو انہیں اضلاع اربعہ سے پیدا ہوتے ہیں ۔ یعنی پیرایہ سانس لینے کا آلہ سینہ میں ہے ۔ اور اس میں ایک جھلی اور ایک طرف ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ قلب کا اندھا سخن کے بارہ قطرہ ہوتے ہیں ۔ یہی خون زندگی کا مرکز ہے ۔ اور انہیں قطرہوں میں ایک قطرہ روح کا مرکز ہے ۔ جس کو شویذہ آرقب کہتے ہیں ۔ جگر میں بہت سی چھوٹی چھوٹی رگیں ہیں ۔ جن کے ذریعے سے لطیف اور پختہ خون اس میں سے تمام بدن میں اور قلب میں پہنچتا ہے ۔ پھر قلب سے دو عظیم الشان تہریں دماغ کی طرف گئی ہیں اور ماتحتوں اور پیروں کی طرف بہت سی شریانیات جاری ہیں ۔

حرام مغز ایک بڑا پٹھا ہے ۔ جو دماغ سے پیدا ہو کر پشت کے آخر میں داخل ہوا ہے اور نیچے کی طرف چلا گیا ہے ۔ اس میں سے اور بہت سے پٹے پیدا ہوتے ہیں ۔

ملل سودا کا شہزادہ ہے۔ پتھر و صفر کا خزانہ ہے۔ انھیں شانہ اور قص کی طرف راستے میں گرنے کی قوت شہوانی کو حرکت دینے کے ذوالہ میں یہ شانہ پانی کے فضلات جمع ہونے کا خزانہ ہے جیسے کہ انٹریوں میں غذا کے فضلات جمع ہوتے ہیں۔ پھر جس وقت طبیعت کو پیشاب یا پاخانہ کا دفع کرنا منظور ہوتا ہے طبیعت کے ارادے سے تصور اسودا انتہی پر گرتا ہے جس سے اس کا منہ کھل جاتا ہے۔ اور قضا حاجت کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی طرح طبیعت کے ارادہ سے پیشاب بھی خارج ہوتا ہے۔ اور قضائے حاجت سے کھانے کا وہ فضلہ نکل جاتا ہے جو بالکل بیکار اور ایدادینے والا ہوتا ہے۔ صرف معدے میں کھانے کا وہ محفوظ باقی رہتا ہے جس میں بدن کی صلاحیت ہوتی ہے۔ پھر قضائے حاجت کے بعد قدرے صفر امجدہ میں گرتا ہے جس سے کھانے کی اشتہار پیدا ہوتی ہے تاکہ جو غذا خارج ہو گئی ہے۔ اس کا بدلہ ہوا مد ظاہر بدن میں سے آنکھیں اور پیپٹ اور بلیکس اور بھوئیں میں۔ پلوں نے آنکھوں کا احاطہ کر رکھا ہے تاکہ ازیت سے آنکھ محفوظ رہے۔ ہاتھوں کو بڑی بڑی ہڈیوں سے ترکیب دیا گیا ہے۔ اگر آدمے ہاتھ کو یعنی کھنی سے نیچے کے حصہ کو حرکت دینا منظور ہو تو وہ بھی ممکن ہے اور اگر شانہ سے لیٹر سارے ہاتھ کو حرکت دینا چاہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔

اور ہر ہاتھ میں پانچ انگلیاں بنائی گئی ہیں۔ جن میں ایک سب کی سرور ہے۔ اور باقی اس کی رعیت ہیں۔ یہ سردار یعنی انگوٹھا ان سب پر تصرف کرتا ہے۔ غرضیکہ چاروں ہاتھ بیروں کے مصلح ہیں انگلیوں سے پورے ہوئے اگر ان میں سے ایک کم یا زیادہ ہو تو کفایت کی حد سے نکل کر نقصان اور ضرر پہنچائے گی۔

ہر زمانہ میں بدن کی حالت تغیر ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ جب بچہ جوان ہوتا ہے۔ اس کے پیروں کے گرداگرد کثرت سے بال نمودار ہوتے ہیں۔ اور بال وہ ۱۰۰ ہوتے ہیں۔ جو صحت بدن سے زیادہ ہوتے ہیں اور طبیعت ان کو جلد کے منافذ اور مسامات سے خارج کرتی ہے۔ اور ہوا ایک کردہ بالوں کی صورت میں بندھ جاتا ہے۔ بال بدن پر ایسے ہیں۔ جیسے زمین پر گھاس اور بالوں کے اولیٰ سیاہ ہونیکا باعث قوت شباب اور ترقی سودا ہے



بہر سبب غلبہ علم اور حالت کہولت کے ان میں سفیدی پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ قبل از وقت جو بال سفید ہو جاتے ہیں۔ اس کا سبب ردی بخروں کی کثرت ہے۔ جو زیادہ فکر کے لاحق ہونے اور رنج و غم اور عورتوں کے اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں۔ زمانہ پیری میں اعضا و اجزاء ڈھیلے ہو کر بدن کے مجاری کھل جاتے ہیں۔ یہ حالت موت کی خبر دہندہ ہے۔

قضیب یعنی ذکر کی پیدائش ٹھنوں اور دلوں سے ہے جن کی جڑیں جگر اور قلب اور دماغ یعنی تمام اعضا درسیہ سے ملتی ہیں۔ اور قضیب کو مجرای منی اور نطفہ کی گذرگاہ قرار دیا گیا ہے۔ اور شہوت کو اس کا حرکت دہندہ ٹھرایا ہے۔ جو محض اس طرت کا خیال کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس خیال ہی سے بدن میں گرمی پیدا ہو کر شہوانی بخیر بلند ہو جاتی ہے۔ اور عضو مخصوص میں ایجان واقع ہو کر منی عضو کا قصد کرتی ہے۔ سب رگیں ان بخارات سے بھر رہی ہوتی ہیں۔ اور نطفہ ہو کر شہوت قوی ہو جاتی ہے۔ اور نطفہ جسم میں جا بیٹتا ہے

ہو اس کو مکمل نہیں ہوتی کیونکہ وہ تین پردوں میں ہوتا ہے۔ اور طبیعت اپنی خواہش کو بدلا کر کے فراغت حاصل کرتی ہے۔ جس سے اس قانون قدرت کی مراد حاصل ہوتی ہے جس پر اس نے بشری پیدائش کے قاعدہ کی بنا ڈالی ہے۔ اور اسی قانون پر کل کام جاری ہیں کوئی مخرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے۔ لیس قضا فی اللہ آمراً کان مفعولاً

پس تم کو لازم ہے کہ اپنے بدن کے حالات اور اپنے جسم کی کیفیات میں غور و تامل کرو۔ اور اس کے منافع اور اضرار اور آلات اور اعضا کو مستحکم کرو۔ کیونکہ ہر عضو کے واسطے آفت بھی ہے اور فائز بھی اور ہر جزر میں صہرت بھی ہے اور منفعت بھی ہے۔

اطباء حقائق نگاہ اپنی اور لطائف منصب تانتنا ہی سے واقف نہیں ہیں وہ صرف اضلاع چارگانہ کے احوال میں نظر رکھتے ہیں طیب یہ نہیں جانتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو کیوں بنایا ہے جس کی بنا دو ستونوں پر بلند کی ہے۔ اور اس شہر میں کس کس کو بایا ہے انہیں معاملات میں تجھ کو غور کرنا چاہیے۔ اور بدن کی تعمیر میں جلدی سے مشغول ہونا کیوں کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ تجھ کو چاہیے۔ کہ بدن کی لذتوں پر قناعت نہ کرے۔

تعمیر جو ان کے نفس کی ہوسلج کے واسطے بدن کی محافظت کو اپنے اوپر واجب سمجھ۔

نیز کہ بدن کی اصلاح کے واسطے نفس کی رعایت کرو۔ کیونکہ بدن کی کتنی ہی رعایت کرو۔ وہ باقی نہ رہیگا۔ اور نفس کی اصلاح سے کتنی ہی روگردانی کرو گے وہ فنا نہ ہوگا۔ اور معلوم ہو کہ خون فاسد سے خون صالح بہتر ہے۔ کیونکہ جو خون بے حد فاسد ہو گیا ہے جب تک اس کو بذریعہ قصد وغیرہ کے بدن سے خارج نہ کیا جائے گا اس کی اصلاح نہ ہوگی۔

علم ہذا القیاس ان اخلاط چار گانہ میں سے جو خلط غالب ہوگی وہی مزاج کو فاسد کر دے گی کیونکہ مزاج کی اصلاح اسی وقت تک باقی رہتی ہے جب تک اخلاط کا اعتدال قائم رہے۔ اور جو ان میں سے فاسد ہوگی جب تک اس کو خارج نہ کیا جاوے گا اصلاح ممکن نہیں۔ قصد سے خون کو خارج کیا جاتا ہے۔ اور قے اور اسہال سے باقی کا اخراج ہوتا ہے۔

یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ اس کی حقیقت میں تم غور کرو۔ اگر کوئی خواہش تم پر غلبہ کرے۔ تو پہلے اس کی تسکین میں مشغول ہو۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ تسکین سے یہ خواہش منطقی نہ ہوگی۔ تب اس کو بالکل اپنے قلب سے خارج کر دو۔ اور محبت سے نکال دو۔ کیونکہ جس طرح بڑی خلط بدن کو خراب کرتی ہے۔ اسی طرح بڑا خلط نفس کو خراب کرتا ہے اور نفس کا فاسد ہونا مزاج کے فاسد ہونے سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور دین کی آفت بدن کی آفت سے عظیم تر ہے۔

پس جس وقت خون غلبہ کرے۔ فوراً قصد یعنی چاہیے۔ ایسے ہی جس وقت خواہش غلبہ کرے۔ اس کے واسطے تسکین جستیار کرنی لازم ہے اور باقی کے واسطے مسہل درکار ہے اور ہر گز سستی نہ کرے کیونکہ مسالچہ کی تاخیر سے سخت آفات درپیش آتی ہیں۔ اور نفس کے پہچاننے میں بہت فوائد ہیں۔ پس تم کو چاہیے کہ اپنے آفت اور اپنے نفس میں غور کرو۔ تاکہ تم پر حقیقت آئی اور ماسوا کا بطلان ظاہر ہو جن اعضا کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی صورت اور مادہ اور ہیئت اور ترکیب جدا گانہ ہے۔ اس کی حقیقت کو معلوم کرو جو کوشش کے ساتھ طلب کرے وہ ضرور پایہ تکمیل اور جاہلوں کے اقوال کو دیکھ کر ان کے فریب میں نہ آؤ۔ کیونکہ اس سے تمہارے دین کا مزاج فاسد ہو جائیگا۔ اور حضرت امام مطہری محمد بن ادبیس شافعی فرماتے ہیں فاسد المزاج علاج کے قابل نہیں رہتا۔



## تیسری فصل ہیات اعضا کی کیفیت میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَبَّحَ اسْمُكَ اَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ یعنی اپنے اُس پروردگار بلند مرتبہ والے کے نام کی پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا۔ پھر ہر عضو کو موزون کیا۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بدن انسان کا ہر عضو اور آلہ ایک لطیف ہیئت پر بنایا ہے۔ اور مخفی حکمتیں اُس میں رکھی ہیں۔ کیونکہ وہ سب سے بڑا جاننے والا اور سب سے بڑا حاکم ہے۔ کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ جب معمار کسی مکان کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو پہلے ہر طرح سے اُس کی موزونیت کو خیال کر کے اُس کی بنیادوں اور ستونوں اور دیواروں کو جان تک اُس سے ممکن ہو تکبے مضبوط کرتا ہے۔

چنانچہ خداوند تعالیٰ نے تقویم انسانی اور ترکیب بدن سے اس طرح خبر دی ہے۔ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ یعنی ہم نے انسان کو اچھی تقویم میں پیدا کیا ہے۔ پس ہر عضو اور آلہ کو اُس نے ایک شکل عنایت کی ہے۔ اور اُس کے مناسب ہیئت اُس کو بخشی ہے تاکہ اس شہر کی بنیاد مضبوط اور پورے انتظام کی ہو۔ ہم مختصر طور پر ان سب آلات کی ہیئتیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں۔ اس کو سمجھو۔ اور یاد رکھو۔ پہلا آلہ دماغ ہے۔ اس کے اندر چند جوت ہیں۔ جن کو بطون دماغ کہتے ہیں۔ دو جوت مقدم دماغ میں ہیں۔ ایک بیچ میں اور ایک نوخر میں جس کی شکل یہ ہے۔

اور انہیں بخاری سبب جوت کی شکل موافق چیزیں ہیں۔ جن کو بعض وقت سخت کر لیتا ہے۔ اور بعض وقت ڈھیل کر لیتا ہے۔ اور اس میں دو غذا دایسی صورت کے ہیں جیسے عورت کی پستان کی بیٹنیاں اور دماغ میں دو جھلیاں ہیں۔ ایک سخت اور دوسری نرم سخت جھلی کدو پری کی ہڈی سے متصل ہے اور نرم جھلی مغز پر لپٹی ہوئی ہے۔ سخت جھلی میں دو جگہ کثرت سے سوراخ ہیں۔ طب کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہو۔

انکھ بیات طبقوں اور تین رطوبتوں سے مرکب ہے۔ پہلا طبقہ صلیبہ ہے۔ یہ ایک موٹی جھلی ہے۔ اس کے بعد طبقہ مشیمہ ہے۔ ششیمہ چھ دان کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ طبقہ اس

سے مشابہ ہے۔ اس سبب اس کا بھی یہی نام رکھا گیا۔ اس کے بعد وہ جھلی ہے۔ اس کا نام طبقہ شبنکیہ ہے۔ یہ طبقہ جال کی صورت کا ہے اس کے بعد طبقہ عنکبوتیہ ہے اور اس کے بعد طبقہ غشیہ ہے۔ اور اس کے اوپر ایک جسم کثیف صاف اور سخت مثل ایک سفید پترے کے ہے اس کا نام طبقہ قرنیہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے نیشے کے ساتھ کوئی رنگ دار چیز لگا دیں تو شیشے میں سے وہی رنگ نظر ہوگا۔ اور اس کے اوپر ایک اور جسم سفید رنگ اور سخت ہے۔ اس کو طبقہ ملحقہ کہتے ہیں اور یہی آنکھوں کی سفیدی اور رطوبتوں میں سے پہلی رطوبت زجاجیہ ہے۔ دوسری رطوبت جلدیہ ہے۔ تیسری رطوبت بیضیہ ہے مثل انڈے کی سفیدی کے مشابہ۔

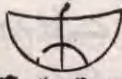
ناک کا اوپر کا راستہ دو طرف گیلہ ہے۔ ایک حلق کے اندر پہنچتا ہے جس کے ذریعہ سے سانس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور دوسرا دماغ کی طرف جاتا ہے۔ جس سے جو شیور وغیرہ دماغ میں پہنچتی ہے۔ کان یہ سننے کا راستہ ہے۔ اور استخوانی ایک سخت ہڈی کے پاس ہوتی ہے۔ جبکہ حنجرہ پہنچتی ہے۔ اور نچلی ہوا اس کے اندر داخل ہو کر قصہ خامسہ کے پاس پہنچتی ہے۔ جو دماغ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ سانس آواز کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

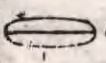
زبان کی ہیئت یہ ہے کہ یہ ایک نرم اور سفید گوشت ہے نہیں ہارین رگیں اور شریانات اور پٹھے اس کو لپٹے ہوئے ہیں۔ اور اس کی جڑ میں دو گوشت کی بوٹیاں لگی ہوتی ہیں جن میں سے لعاب نکل کر تمام مقلعہ میں پھیلتا ہے۔ اور اس گوشت کا نام مولہ لعاب ہے۔

حلق کے اندر دو راستے ہیں۔ ایک راستہ جو زبان سے زیادہ قریب ہے۔ اس کو نرود کہتے ہیں اور یہی حلقوم ہے۔ اور دوسرا راستہ اس کے پیچھے لگدھی سے زیادہ قریب ہے اس کو مری کہتے ہیں۔ یہ وہ نلی ہے جس میں سے کھانا پینا معدہ میں جاتا ہے۔ اور حلقوم کے اوپر ایک گوشت کا ٹکڑا لٹکا ہوا ہے کہ کھانے پینے کی چیز کو اس کے اندر داخل ہونے سے روک دے اس کو کوٹا کہتے ہیں۔ اور اگر کبھی کوئی چیز اس کی طرف چلی جاتی ہے۔ جب



اچھو ہو جاتا ہے۔ اور سانس کی ہوا بچھڑنے سے آتی ہے۔ وہ اس کو اڑا کر دماغ کی طرف لے جاتی ہے۔ جسکو ہمارے ہیں کہ یہ چیز دماغ کو چمکائے گی۔ کیونکہ حلقوم کا انتہائی درستہ دماغ میں ہے جس کے ذریعے سے سانس ناک کے اندر اگر باہر خارج ہوتا ہے۔ اور اگر غذا کا کوئی ذرہ پیچھے کی طرف چلا جائے تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ پیچھے غذا کا مقام نہیں ہے۔ یہ محض تنفس یعنی سانس لینے کا آلہ ہے۔ اور زرخرہ اور پیچھے اور سینہ اور اس کے حجاب اور عضلات سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ آواز تنفس کے ساتھ حلقوم میں پہنچ کر ایک جسم سے متصل ہوتی ہے۔ جو لسان و فراء کے مشابہ ہے۔ اور پھر زبان اور ہونٹوں اور دانتوں کی مدد سے اس میں حروف پیدا ہوتے ہیں +

معلوم ہو کہ سینہ کے اوپر کے حصہ سے لے کر گلوہ کی ہڈی تک پیٹ کے اندر دو بڑی تجویفیں ہیں۔ ایک تجویف اوپر کی ہے جس میں پیچھے اور دل ہے۔ اور دوسری نیچے کی ہے جس میں معدہ اور خضراں اور جگر اور طحال اور پتہ اور مثانہ اور گردے اور رحم ہیں۔ اور ان دونوں تجویفوں کی حد اکرنے والی جو جھلی ہے۔ اس کو حجاب کہتے ہیں۔ پھر اوپر کی تجویف کے بھی دو حصے ہیں۔ اور ان دونوں حصوں کو جو چیز جدا کرتی ہے۔ اس کا نام بھی حجاب ہے۔ پس ان تینوں تجویفوں کی یہ صورت ہے۔  اوپر کی تجویف کا نام صدر یعنی سینہ ہے۔ اور اس کے ہر حصہ کے بہت سے حصے ہیں۔ اور پیچھے کا آدھا حصہ سینہ کی وہ تجویف میں ہے۔ اور آدھا حصہ بائیں تجویف میں ہے۔

قصبۃ الریۃ یعنی زرخرہ گڑ گڑی مٹی عرم پڑوں سے مرکب ہے۔ جن کی صورت دائرہ کی سی ہے۔ مگر باطل گول نہیں ہیں۔ دائرہ کی دو تہائی کی مقدار گول ہیں اور ایک نرم جھلی ان پر سنہری ہوئی ہے۔ اور معدت اس کی خط مستقیم کی سی ہے  قلب کی صورت صنوبری ہے۔ یہ میلوس وک اس کی بدن کے نیچے کی طرف ہے۔ اور ہوتا حصہ اوپر کی طرف اور اس کے اوپر مٹی جھلی کا ایک غلاف ہو۔ جو اس کو گھیرے ہوئے ہیں کہ ہمارے قلب پر لپٹا ہوا نہیں ہے۔ فقط جڑ کے پاس ہے۔

قلب سینہ کے بیچ میں لگا ہوا ہے۔ اور پیچھے کی نوک اس کی بائیں طرف کو مائل ہے۔ بڑی شریان اس کے بائیں طرف سے پیدا ہوتی ہے۔  
 قلب کے اندر دو بطن یعنی خانے ہیں۔ ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ اور اس کی جڑ میں ایک چیز غصڑوف کے مشابہ لگی ہوئی ہے۔ گویا کہ یہ قلب کا قاعدہ ہے یعنی قلب اسی پر لگا ہوا ہے۔ اور دائیں خانہ میں بائیں خانہ کی طرف منافذ ہیں اور اسی دائیں خانہ میں دو منہ ہیں جن میں سے ایک میں وہ رگیں داخل ہوتی ہیں جو جگر سے آتی ہیں۔ اور انہیں رگوں کے ذریعہ سے قلب کے دائیں خانہ میں جگر سے خون آتا ہے۔ اور دوسرے منہ میں وہ رگیں داخل ہوتی ہیں جو پیچھے کی طرف لگی ہیں۔ یہ رگیں غیر ضواریب ہیں یعنی ان میں حرکت نہیں ہے۔ اور ان کے ذریعے سے قلب سے پیچھے کی طرف غذائی خون جاتا ہے۔ اور جو رگیں ضواریب ہیں۔ ان کو شریانات کہتے ہیں۔ یہ بہ نسبت غیر ضواریب کے سخت اور موٹی ہوتی ہیں

قلب کے بائیں خانہ میں بھی دو منہ ہیں۔ ایک منہ ہے جس میں سے بڑی شریان داخل ہوتی ہے۔ جس کی شاخیں تمام ہاتھوں میں پہنچی ہوئی ہیں۔ اور دوسرے منہ میں وہ شریان داخل ہوتی ہے جو پیچھے کی طرف سے آتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے پیچھے سے قلب میں ہوا آتی ہے

## مری اور معدہ کی ہیئت

ہم اوپر کہہ آئے ہیں۔ کہ منہ میں دو منفذ ہیں۔ ایک منفذ سانس کا ہے جو پیچھے سے کو گیا ہے۔ جسکو زغره کہتے ہیں۔ اور دوسرا منفذ کھانے کا ہے جسکے ذریعہ سے کھانا پینا معدہ میں پہنچتا ہے اس کو مری کہتے ہیں۔ یہ حلق سے لیکر نیچے تک پہنچی ہوئی ہے اور معدہ کی صورت بالکل لمبی گردن والے توبے کی سی ہے۔ اس کے تین حصے ہیں ایک مری جس کا چان اوپر ہوا۔ دوسرا قم معدہ۔ تیسرا معدہ یعنی اس کی تہ۔ جس وقت کھانا یا پانی معدہ کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ معدہ کا منہ بند ہو جاتا ہے۔



یہ سنانک کہ کھانا یا پانی کوئی چیز اُس کے اندر سے باہر نہیں نکل سکتی یہ سنانک کہ ہضم ہو جائے یا بد ہضمی ہو۔ پھر ہضم کے بعد کھانا انٹریوں میں پہنچتا ہے۔

## انٹریوں کی ہیئت

انٹریوں کے کئی طبقے ہیں۔ اور داخلی طبقہ پر لزوجات ہیں۔ کل چھ انٹریاں ہیں۔ تین تیلی جو اوپر کی ہیں۔ اور تین موٹی جو نیچے کی ہیں۔ اوپر کی انٹری جو معبدہ کے نیچے کے حصہ سے متصل ہے۔ اس کو اشاعشری کہتے ہیں۔ اور اس کے پاس کی انٹری کا نام صائم ہے۔ پھر اُس کے پاس کی دقاق ہے۔ پھر اس کے پاس کی اخور ہے۔ یہہ انٹری پر نسبت اوروں کے کثادہ ہے۔ پھر اُس کے پاس قون ہے۔ اور اس کے پاس کی انٹری مستقیم ہے۔ اور اس کے نیچے دبر ہے۔ دبر پر ایک فضلہ ہے۔ جو خروج ثقل کو مانع ہوتا ہے۔ یہ سنانک کہ طبیعت اپنے ارادہ سے اُس کو مطلع کرتی ہے۔ اُس وقت مقام کھل جاتا ہے۔ اور ثقل یعنی فضلہ یا پاخانہ خارج ہوتا ہے۔

جگر دائیں طرف اوپر کی پسلیوں کے نیچے لگا ہوا ہے۔ شکل اس کی گلابی ہے اور پشت جگر کی پسلیوں سے متصل ہے۔ اور اس کا پیٹ معدہ سے ملا ہوا ہے۔ اور نیچے ۵ حصہ اس کا کوبہ ہے لگا ہوا ہے۔ اور اوپر کا حصہ اس کا حجاب صدر سے ملحق ہے اور یہ بہت سے رباطات سے بندھ ہوا ہے اور یہ رباطات اس جھلی سے پیدا ہوتے ہیں جو اس پر لپٹی ہوئی ہے۔ اور جگر کے اندر سے ایک رگ نکلتی ہے۔ مگر اس کے اندر خون نہیں ہوتا۔ پھر ان سب قسموں کی بہت سی قسبیں ہوتی ہیں۔ بعض رگیں وہ ہیں جن کے ذریعے سے کھانا معدہ سے جگر کی طرف آتا ہے۔ اور بعض اور انٹریوں کی طرف جاتی ہیں۔

طحال کی صورت مستطیل ہے۔ اور یہ بائیں طرف رباطات سے بندھی ہوئی ہے۔ اور رباطات اس جھلی سے متصل ہیں۔ جو اس پر منڈھی ہوئی ہے اور طحال ایک طرف سے معدہ سے متصل ہے۔ اور اُس کے اندر سے دو رگیں نکلتی ہیں۔ ایک جگر

میں ملتی ہے۔ اور دوسری فلم معدہ سے۔

پتہ جگر سے ملا ہوا ہے۔ اور اس کے اندر دور راستے ہیں۔ ایک جگر کی طرف گیا ہے۔ اور دوسرے کی کئی شاخیں ہو کر معدے کے پچھلے حصے اور اوپر کی آٹھری میں پہنچتی ہیں۔ دونوں طرف گردوں پہلوؤں میں جگر سے قریب ملے ہوئے ہیں۔ اور دایاں گردہ ذرا اوپر کو ہے اور ہر گردہ کی دو گردیں ہیں۔ ایک اوپر جو اس بڑی رگ میں مل گئی ہے جو جگر سے آتی ہے اور دوسری نیچے یہ شانہ میں ملتی جو ان گردوں کا کام یہی ہے۔ کہ شانہ میں پیشاب جمع کرتے ہیں۔ اور شانہ پیشاب کا خزانہ ہے۔ جگہ اس کی دبر اور شانہ کے درمیان میں ہے اور یہ دو طبقوں کو مرکب ہے۔ اس کے نہ پر ایک پٹھا ہے جو اس کو بند کر لیتا ہے۔ اور پیشاب کو اس میں سے نکلتے نہیں دیتا۔ وقت حاجت تک۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور قنضب اور ایشین اور رحم وغیرہ کا بیان گذر چکا ہے۔ اور ہر عضو کے متعلق پوری تشریح اطباء کی کتابوں میں موجود ہے۔ ہم نے یہ مختصر بیان بعض اظہار صنعت الہی کے واسطے کیا ہے تاکہ سمجھ کو غفلت کی نیند سے جگا دے۔ اب سمجھ کو اپنے دل میں غور کرنا چاہیے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے سمجھ کو بیکار نہیں پیدا کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلْعَوْنُ عَلٰی مَا خَلَقْنَا مِنْكُمْ يَجْعَلُكُمْ اَحْسَنَ الْاَلْبَانِ لَا تُرْجَعُونَ اِلٰی اللّٰهِ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَکُمُ الْاَلٰهَ الْوَحْدُ الْوَحْدُ الْعَوْنُ اَلِکُمُ الْاَلٰهَ الْوَحْدُ

وہ ایک چیز کو ان ہیئت مذکورہ کے ساتھ مرکب پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کی بنیاد کو منہم کر کے باطل اس کا نشان مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے اس فعل کا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ پس یہ حکمت اسی کی ولایت ہے۔ اور اسی نے اس کام سے اپنی قدرت کو ظاہر کیا ہے۔ اور بندوں پر اپنی ولایت کو ظاہر کر کے دنیا میں ایک جبر سے کئے واسطے ان کو مصلحت دی ہے۔ پھر ان کو مارتا ہے۔ اور پھر قیامت کے روز سب کو قبروں سے اٹھائے گا۔ اور دلوں کی باتوں ظاہر کی جائیگی۔ اور ایک منادی جس کی ندا بھی ہوگی آواز دے گا اِنَّ مَوْتَكُمْ اِلٰی اللّٰهِ مَوْتُکُمْ مَعْنٰی پھر لائے جائیگی۔ خدا کے حضور میں جو ان کا مولیٰ حقیقی ہے۔

لے کیا تم نے خیال کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے۔ اور تم ہمارے پاس واپس نہ آؤ گے پس خدا تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے۔ وہ فضول باتوں سے بڑی ہے اس کے سامنے مبرود نہیں اور عرش بزرگ کا مالک ہے۔



پس اسے وہ شخص جو سراسر خدا کی صفات سے پر ہے۔ تجھ کو چاہیے کہ اپنی خواہش کی پیروی میں کسی سرگرمی نہ ہو۔ اور اپنی رائے اور جماعت سے زیادہ بیت خداوندی کا انکار نہ کرے اور جان لے کہ شریعت کا ہر ایک رکن بمنزلہ ایک عضو کے ہے تیرے بدن سے مثلاً اگر تیرے بدن کے کسی عضو جگر یا طحال یا قلب یا دماغ کو کوئی آفت یا بیماری لاحق ہو تو اس کے سبب سے اس عضو کی حالت بھی خراب ہوگی۔ اور تیری زندگی بھی تنگ کی اور تو جانتا کہ تجھ سے ممکن ہوگا۔ اس بیماری کے دفع کرنے میں کوشش کرے گا پس اسی طرح جب شریعت کا کوئی رکن فاسد ہو جائے تو اس کا تدارک بھی اسی طرح تجھ پر لازم ہے۔ کیونکہ شریعت آخرت کا راستہ ہے۔ اور آخرت ہی دارالقرار ہے۔

نظر غور سے دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قلب اور دماغ اور جگر کی پیدائش کس طرح رکھی ہے اور کس طرح اس کے جاری ہیں غذا کو جاری کیا ہے اور تیرے اعضاء رئیس پر کس طرح غذا کی تقسیم کی ہے۔ تاکہ تجھ کو قوت پہنچے اور تیری روح باقی رہے۔ اور اس چھوٹے سے آلہ کی بدولت تیرا نفس تھوڑی مدت میں علم و معرفت کا کمال حاصل کرے۔ پس تجھ پر فرض ہے کہ ایک ہلکے وزن خالص غافل نہ ہو۔ اگر اچھا سمجھتے ہو حقوق الہی میں سے کوئی حق فوت ہو گیا تو اس کا بدلہ بغیر اس کے ادا کیے نہیں ہو سکتا۔ وَالْفُوتُ أَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ ط

پس اپنے اعضاء کی حقیقت میں فکر کرو اور ارکان شریعت میں آن کی مثال ڈھونڈو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے واسطے عجیب فریب نشانیاں ہیں۔

## دوسرا باب

### ہڈیوں اور رگ پٹھوں کی تشبیح میں

اس میں چار فصلیں ہیں

پہلی فصل عضلات کی تعداد اور ان کی وضع کے بیان میں۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ

نے اس ان کے بدن میں عضلات اس واسطے پیدا کیے ہیں کہ ہڈیوں کے باہمی جوڑ بندھے رہیں۔

عضلات گوشت اور پٹھے اور رباطات سے مرکب ہیں اور یہ حرکت ارادۃ کا آگاہ ہیں یعنی تمام اعضا میں انہیں کے ذریعہ سے حکم پہنچتا ہے۔ ان کی شکلیں موقع اور ضرورت کے لحاظ سے مختلف ہیں عضلات ہر طرف سے ہڈی کی حفاظت کرتے ہیں اور اوتار کی معاونت جسم کو حرکت دیتے ہیں۔ پس جو عضلہ کہ بڑے عضو کو حرکت دیتا ہے۔ اس میں سے ایک یا کئی اوتار نکل کر اس عضو سے متصل ہوتے ہیں۔ جس کو یہ عضلہ حرکت دیتا ہے۔ اور بعض جگہ بہت سے عضلات ایک ہڈی کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو عضلے اوپر کی ہڈیوں کو حرکت دیتے ہیں یہ بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہیں اور ان میں اوتار نہیں ہیں۔ اور جو عضو ارادی حرکت کرتا ہے۔ اس کے واسطے ضرور کوئی ایسا عضو ہوتا ہے جس سے اس کی حرکت وابستہ ہے۔

کل اعضاء بدن کی ارادی حرکتیں یہ ہیں۔ پیشانی کی حرکت۔ آنکھوں کی حرکت۔ زبانی کی حرکت۔ ناک کے محساروں کی حرکت۔ ہونٹوں کی حرکت۔ زبان کی حرکت۔ سر کی حرکت گردن کی حرکت۔ شانہ کی حرکت۔ بازو کے جوڑ کی حرکت۔ کلائی کے جوڑ کی حرکت۔ پہنچے کی حرکت۔ انگلیوں کی حرکت۔ ران کی پورپور کی حرکت۔ سانس لینے کے واسطے سینہ کی حرکت۔ قصبہ کی حرکت۔ پیشاب روکنے اور خارج کرنے کے واسطے مثانہ کی حرکت۔ بیضہ روکنے اور خارج کرنے کے واسطے معامہ مستقیم کی حرکت ران کے جوڑ کی حرکت۔ پسند لی کے جوڑ کی حرکت۔ پیر کی حرکت۔ مچھیر کی انگلیوں کی حرکت۔ ان کی پوروں کی حرکت۔ پس ان سب حرکتوں کے واسطے ان نے مناسب عضلات ہیں۔ جن کے ذریعہ سے یہ اعضا متحرک ہوتے ہیں۔ اب ہم اس کا تفصیلی بیان کرتے ہیں۔

چہرہ میں ۵ عضلات ہیں جن میں سے ۲ آنکھوں اور بلکڑوں کو حرکت دیتے ہیں اور ۱۲ جبڑوں کو حرکت دیتے ہیں۔ اور ۹ چہرہ کے باقی اعضا کی حرکت کے واسطے ہیں۔



سر اور گردن کو حرکت دینے والے عضلات ۲۳ ہیں اور زبان کے حرکت دہندہ ۱۹ ہیں اور ۳۲ عضلات حلق اور حلقوم کی حرکت کے واسطے ہیں اور سات سات عضلات ہر شانہ کو حرکت دیتے ہیں اور تیرہ تیرہ عضلات ہر طرف بازوؤں کی حرکت کے واسطے ہیں اور ۱۸ عضلات خاص بازو پر لگے ہوئے ہیں۔ اور ۱۸ عضلات ہر کلائی پر ہیں اور ۸ عضلات پیٹ پر کھینچنے ہوئے ہیں۔ اور چار عضلات ذکر کو حرکت دیتے ہیں۔ اور چار عضلات خنجر میں ہیں۔ اور ایک عضلہ شانہ کے مونہہ پر ہے۔ اور ۴ عضلات مقعد کو ضبط کرتے ہیں۔ اور ۶ عضلات پندلیوں کو حرکت دیتے ہیں اور رانوں سے ان کو ملاتے ہیں۔ اور ۱۲ عضلات پیر کی حرکت کے واسطے ہیں اور ۲۲ عضلات پیر کی انگلیوں کے واسطے ہیں اور پیر سے ان کو ملاتے ہیں۔

پس کل عضلات جالینوس کی رائے کے موافق ۵۲۹ ہیں۔ اور ۴ عضلات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے واسطے ایک قید ہے۔ جو اس کو جہالت سے معرفت کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف کھینچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جسم انسان کی بنیاد اور اس کی دیواروں کو عضلات کے ساتھ قائم کیا ہے اور حرکات ارادیہ کا ان کو اسباب مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ ہر ایک عضو جداگانہ حرکت کر سکے اور باقی جسم کو اس کے ساتھ حرکت نہ ہو۔

اسے طالب اسی بات پر غور کر کہ اللہ تعالیٰ نے بعض دلوں میں اپنی عمدہ محبتیں رکھی ہیں اور بعض میں نہیں رکھی ہیں۔ کیونکہ بعض دلوں کو لغزش کے عضلات عالم بصیرت کی طرف حرکت کرنے سے روکتے ہیں۔ اور بعض دلوں کو اور اک کے عضلات عالم بصیرت کی طرف حرکت دیتے ہیں۔ پس جیسے کہ بدن کی حرکتیں عضلات کے ساتھ ہیں۔ ایسے ہی سر کی حرکتیں فطرات کے ساتھ ہیں اور عالم عبودیت میں بندوں کی حرکتیں ادا اور اسی کے ساتھ ہیں جو شارع علیہ السلام کی طرف سے صادر ہوئے ہیں اور شارع بھی کیسے جو عضلات پر نہایت حرکتیں ہیں پس خودوند حق کے کل اطام و فواہی۔

بجز لم عضلات کے ہیں۔ ثواب اور عذاب کے قالب میں جن سے نیکی و بدی کی رکاست  
ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ پس اب تم اپنے عضلات میں غور کرو +

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہاری مصحت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ پس جیسا  
کہ وہ تمہارے قالب کی مصلحتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس طرح تم کو بھی اس کے احکامات کی  
حفاظت کرنی چاہیے۔ اور اگر تمہارا قدم جاوہ حق سے لغزش کر گیا۔ تو ہر فضلہ تمہارے عضلوں  
میں تمہارے واسطے عذاب کی قید ہو گا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسے ظالم بندہ کی خوری چاہتا ہے  
اس کو خاص اس کے نفس کے ساتھ عذاب کرتا ہے نہ اور کسی کے ساتھ پس عضلات کی  
حفاظت کرو۔ اور غفلتوں کی قید سے رہائی پاؤ جھوٹی اور بیہودہ باتوں میں مشغول نہ ہو۔  
کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر حرکتوں اور پوشیدہ خطروں سے واقف ہے۔ اور بیشک وہ  
برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ مٹا دیتا ہے۔

## دوسری فصل ہڈیوں کی تشریح میں

معلوم ہو کہ کھوپری کی شکل مستدیر ہے۔ مگر بالکل گول نہیں ہے۔ اور اس میں بہت  
سے سوراخ ہیں جن میں سے اس کے اندر عروق اور شریانیں داخل ہوتے ہیں۔ اور  
اس کے مقدم اور نوغریں ایک گڑھا ہے اور اس کے نیچے کی ہڈی میں ایک سوراخ سب  
سے بڑا ہے جس میں سے سنسک یا رمیٹہ نکلتی ہے۔ اور یہ بہت سے ٹخروں سے مرکب  
ہے۔ اور اس کے متصل اوپر کا جڑا ہے جس میں رخسارے اور آنکھیں اور کان اور اوپر  
کے دانت لگے ہوئے ہیں اور اس میں بہت سے ٹخرے ہیں۔ پھر اس کے نیچے کا  
جڑا ہے۔ اور یہ دانتوں کے علاوہ دو ہڈیوں سے مرکب ہے۔ اور کھوپری کے نیچے  
کے اوپر ایک اور ہڈی ہے جس کو دو تہ کتنے ہیں پس کل سر کی ہڈیاں دانتوں کے  
علاوہ ۲۳ ہیں جن میں سے چھ خاص کھوپری کی ہیں اور ہم اوپر کے جڑے اور۔ و  
نیچے کے جڑے کی اور ایک وہی وتر ہے۔ اور ہر جڑے میں سولہ سولہ دانت ہیں  
جن میں دو دو کپیاں اور وائیں بائیں پانچ پانچ ڈار ہیں ہیں۔ اور کبھی وہاں ہیں۔



بھی ہوتی ہیں داہروں کی جڑیں اوپر کی طرف زمین میں ہیں۔ اور نیچے کی طرف دو دو ہیں۔ اور باقی دانتوں کی ایک ہی ایک جڑ ہے۔ پس اس سب کے سر کی سب ہڈیاں پچھن ہوئیں۔ اور سر کے نیچے اس سوراخ کے پاس جس میں سے رینہ نکلتی ہے۔ گردن کی سات ہڈیاں ہیں اور پھر اس کے نیچے پشت کی سات ہڈیاں ہیں۔ اس ہڈی کے علاوہ جو حلقوم میں ہے اور یونانی کتابوں میں اس کی صورت لام کے مشابہ لکھی ہے۔ اس طرح ۸ اور ایک ہڈی قلب میں ہے۔ جس کو بعض لوگ غصروف بھی کہتے ہیں۔ اور چھوٹی ہڈیاں جن کو کُرسکائیہ کہتے ہیں۔ یہ بدن میں ایسی ہیں جیسے مکان میں کڑیاں تعمیر کی درستی کے واسطے ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی لطیف حکمت کے ساتھ اس پھل عجیب کو ہڈیوں کے اجزائے مرتب کیا ہے اور یہ ترکیب از روئے کیفیت کے اپنے ہم مشوں میں نہایت عظیم الشان ہو حالانکہ وہ اس بنا کا محتاج نہ تھا اور نہ مع و ثنا کا طالب تھا۔ لیکن چونکہ وہ اپنے خود کو کم سے جس چیز کا مظہر اور ایجاد چاہتا ہے اس کو فیض و جود اور صورت عنایت کرتا ہے پھر اپنے بندوں کو دنیا میں ایک عرصہ تک مہلت دیتا ہے۔ تاکہ اس کے اوامرو نواہی بجالائیں اور قانون شرعی اس نے احکام طاعت بجالانے کے واسطے بندوں پر قائم کیا ہے +

پس انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ دینا لازم ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے عَلٰی كُلِّ سَلْعَةٍ مِنْ اِبْنِ اٰدَمَ صَدَقَةٌ یعنی آدم کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے اور صدقہ سے اس جوڑ کو عبادت الہی میں حرکت دینا مراد ہے۔ یا مسلمانوں کی ادا میں کام میں لانا پس جو شخص حکم الہی کی تعظیم اور اس کی مخلوق پر شفقت کے خیال سے ہڈیوں کا صدقہ ادا کرے گا کرے گا۔ اس کی ہڈیاں مرنے کے بعد بھی بوسیدہ نہ ہوں گی۔ اور جو ذکر الہی سے اعراض کرے گا۔ اس کی ہر ہڈی اس کے واسطے بمنزلہ قید کے ہو جائے گی۔ اور خداوند تعالیٰ نے جیسا کہ اس مکان کو اپنے جود و کرم سے تعمیر کیا ہے۔ ویسا ہی اپنی غیرت و جبروت سے اس کو منہدم کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جبار منتقم ہے۔ پس وہ زندوں کو مردہ کر کے نہروں اور اعضا کو بوسیدہ کر دیتا ہے۔ اور اجزا کو پریشان کرتا ہے۔ تاکہ نفوس اس بات کو

جان لیں کہ وہ تمام عالموں سے غنی ہے \*

مگر وہ کل موجودات کو بالحققتہ فنا نہیں کرتا ہے بلکہ بالمعنی فنا کرتا ہے قابیوں کو متغیر کر کے صورت کو بدل دیتا ہے۔ پھر اس فنا کے بعد ہر ایک عضو بلکہ ہر ایک ذرہ ذرہ اس صورت کے ساتھ جمع کیا جائیگا۔ جو اس کے اعمال کے لائق ہے یعنی جیسے اس کے نفس نے اعمال کئے ہیں۔ ویسی ہی صورت میں اس کو زنج کیا جائیگا۔ اور مردوں کے زنج یکے جلنے کا انکار کرتا ہے اس کی مذمت اس فرمان الہی میں موجود ہے قَالَ مَنْ يَتَّبِعِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ط یعنی یہ منکر کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہو جائیں گی کون زندہ کریگا۔ کہ وہ وہی زنج کریگا۔ جس نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ اور وہ کل مخلوق کا مگر رکھتا ہے۔ یعنی تمہارے قابیوں میں دوبارہ جان ڈال کر ان کو زندہ کرنا ضروری ہے پس اسی سبب سے لاشہ ثانیہ کے وقت تمہارا زندہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ نہایت رجوع الی الہدایہ ہو جائے۔ پس پھر کو خداوند تعالیٰ نے ایجاد کیا ہے۔ وہ درحقیقت معدوم نہیں ہوتی۔ ایٹم جان لو کہ تمہاری ہڈیوں کو بھی خداوند تعالیٰ بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کریگا اور ان کے پریٹان ذروں کو اکٹھا کر دیگا۔ اسی واسطے تمہارے لیے ضروری ہے کہ اپنی معرفت کی ہڈی کو قبر جہالت کے ساتھ نہ توڑو۔ بلکہ ذکر الہی اور حسن طلب میں مشغول ہو فَسُبْحَانَ الَّذِي يَبْدَأُ الْمَكُوتَاتُ كُلَّ شَيْءٍ وَالْبَيْتُ يُرْجَعُونَ

## تیسری فصل پٹھوں کی تشریح میں

معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے پٹھے کو قوی اور نرم ہڈیوں کا محافظ پیدا کیا اور تمام اعضاء بدن کو ان کے ساتھ جکڑ دیا ہے \*

پٹھوں کا معبثہ دماغ ہے اور نخاع سے بھی پیدا ہوتے ہیں اور نخاع مؤخر دماغ سے شروع ہو کر عظام عصص کے پاس پہنچتا ہے۔ ان کا ذکر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں نخاع سے دو پٹھے نکلتے ہیں۔ ایک دائیں طرف جاتا ہے۔ اور دوسرا بائیں طرف جاتا ہے اور ان پٹھوں کا نزع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا میں زوجیت ہی اس شے کے بقا



کاسب ہے پتہ بخیر اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ وَمِنْ مَّحَلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا رُوحَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ یعنی ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے ہیں۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ کل پٹھے زوج ہو کر ایک پٹھا آخر میں فروں جاتا ہے۔ اس کاسب یہ ہے تاکہ کل اعداد ایک ہی طرف رجوع کریں۔ جس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ واحد ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے پس ہڈیوں اور اعضا کا قوام بدن انسانی میں اعصاب پر موقوف ہے ایسے ہی دین میں انسان کی بقا دنیا میں رکعات نماز کی حفاظت پر منحصر ہے چنانچہ نماز فرض اور سنت کی رکعتیں بمنزلہ زوج اعصاب کے ہیں اور توجہ نہایت نماز شب ہے بمنزلہ وتر عصب کے ہے پس اسے طالب فرض اور سنت نمازوں کی حفاظت کر اور اعداد رکعات کے پٹیوں کو مضبوط بنا اور جیسا کہ اعصاب کا مثبت دماغ اور مخاع ہے۔ ایسے ہی نماز بھی انہیں مقاموں سے ادا ہوتی ہے۔ اور تم کو لازم ہے۔ کہ اہل معصیت سے اپنے تعلق کے ٹپھے کو قطع کر لو۔ اور اہل معصیت وہ لوگ ہیں۔ جو خدا اور رسول مسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔

معلوم ہو کہ وہ اعصاب جو طہ اور شریعت کے محافظ ہیں۔ وہ خلفاء راشدین ہیں۔ اور یہ زوج ہیں۔ جب ان میں سے ایک قضا کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا قائم کرتا ہے جیسے بادشاہ اور ولی عہد کیونکہ ہر چیز کی بقا زوجیت سے ہے۔ پس روحیت ہی سے کل احکام اور حلال و حرام ظاہر ہوئے ہیں۔ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْعَرْشِ الْمَعْلِيِّ وَالْعَرْشِ الْمَعْلِيِّ

## چوتھی فصل عروق اور شریانیں کے بیان میں

معلوم ہو کہ رگیں جگر کی جانب عصب سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور جگر کی شکل محدب ہے۔ اور جو جانب کہ باہر کی طرف سے محدب ہے وہی اندر کی طرف سے محدب ہے۔ پس موضع محدب سے ایک بڑی رگ پیدا ہوتی ہے جس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ ایک بڑی ہے جس کے

ذریعہ سے نیچے کے اعضاء بدن کو خون پلایا جاتا ہے۔ دوسری شلخ اوپر کو گئی ہے۔ تاکہ اعضاء عالیہ کو خون پہنچائے اور یہ رگ حجاب صدر کے پاس ہو کر گزری ہے۔ اور یہاں پھر اس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ پھر جب یہ دونوں شاخیں حجاب کو طے کر کے تگے چلی ہیں۔ وہاں ان میں سے چھوٹی چھوٹی بہت سی رگیں پیدا ہوئی ہیں۔ اور قلب کے خلافت سے مل گئی ہیں۔ پھر ان میں سے ایک بڑی شلخ قلب کے دائیں طرف آ کر تین شاخوں میں منقسم ہو گئی ہے ایک شلخ قلب کے دائیں تجویف میں داخل ہو گئی ہے۔ اور دوسری قلب کے گرد چکر لگاتی ہے اور تیسری سینہ کے نیچے کی جانب سے متصل ہوئی ہے۔ پھر قلب سے گزر کر یہ رگ براہ راست ترقوتین کے مقابل پہنچتی ہے۔ اور یہاں بھی اس کی بہت سی شاخیں ہو گئی ہیں۔ پھر بیل کے مقابل پہنچ کر ایک بڑی شلخ اس کی بیل کے رستہ سے ہو کر ہاتھ میں گئی ہے۔ اس کو باسلیق کہتے ہیں۔ اور جس وقت یہ رگ ترقوہ کے نیچے مقابل میں پہنچتی ہے۔ وہاں بھی اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک دائیں طرف جاتی ہے دوسری بائیں طرف۔ پھر ان دونوں شاخوں سے دو شاخیں نکلتی ہیں۔ جن میں سے ایک ایک شاخ شانہ پر سے گزر کر ہاتھ میں آتی ہے۔ اس کا نام قیغال ہے اور ایک شلخ جسم کے اندر گستی ہوئی گردن میں پہنچتی ہے۔ اور وہاں سے کھوپری کے اندر داخل ہوتی ہے۔ تاکہ اعضاء دماغی کو سزا پہنچائے۔ اور گردن سے گزرنے کے وقت اس کی بہت شاخیں ہو گئیں ہیں۔ اور باقی ایک شلخ سامنے کی طرف آ کر چہرہ اور گردن اور ناک پر سے گزر کر سر میں پہنچتی ہے۔ تاکہ ان اعضاء کا تسقیہ کرے۔ ان دونوں رگوں کو وحبین کہتے ہیں۔ وہ دونوں رگیں جو شاخیں کے اوپر سے گزرتی ہیں۔ ان میں سے چھوٹی چھوٹی بہت سی شاخیں ہو کر جسم کو غذا پہنچاتی ہیں۔ ایسی ہی وہ دونوں رگیں جو بیل میں سے گزری ہیں۔ ان کی دو چھوٹی شاخیں اندر کے جسم کو خون پہنچاتی ہیں۔ اور جبکہ بیل اور شانہ کی دونوں رگیں کہتی کے جوڑ کے پاس پہنچتی ہیں۔ اور وہاں سے نیچے اترتی ہیں۔ تب ان میں سے ایک شلخ پیدا ہوتی ہے۔ جس کا نام اکل ہے۔ اور ایک دوسری شلخ کلائی کے اوپر سے ہو کر پہنچتی ہے۔ اس کا نام جبل الزلزل ہے۔ اور بیل کی رگ میں سے ایک چھوٹی شلخ کلائی کے اندر سے ہو کر نیچے پر پہنچتی ہے۔ پھر



اُس میں ایک شلخ خضر اور بنصر کے بیچ میں جاتی ہے۔ اس کا نام اُسِلم ہے۔  
وہ رگ جو بدن کے نیچے کی طرف جاتی ہے۔ اس میں سے پہلی شلخ گردوں میں آتی  
ہے۔ اور وہاں اُس کے دو حصے ہو کر گردہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ پھر اس کی دو  
شاخیں خصبیوں میں جاتی ہیں اور دوشاغیں دونوں طرف سے گذر کر اعضاء قریہ کو شل  
رحم اور مثانہ وغیرہ کے غذا پہنچاتی ہیں۔ پھر اسی بڑی رگ کی دوشاخوں میں سے ایک  
شلخ دائیں پیر کی طرف اور دوسری بائیں پیر کی طرف جاتی ہے۔ اور ان میں سے بہت  
سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر رانوں کو خون پلاتی ہیں۔ اور جب یہ رگ گھٹنے کے جوڑ کے  
پاس پہنچتی ہے۔ وہاں اس کی تین شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک شلخ پنڈلی کی مچھلی کا  
تسقیہ کرتی ہے۔ اُس کا نام مابض ہے اور ایک شلخ پنڈلی کے اندر گھس کر ٹخنہ کے  
پاس ظاہر ہوتی ہے اُس کا نام صافن ہے۔ اور تیسری پنڈلی کے اوپر سے ہو کر ٹخنہ  
کے باہر کی طرف سے گذرتی ہے۔ اُس کا نام عرق النساء ہے۔ پھر ان تینوں شاخوں میں  
سے قدم کے پاس اگر بہت سی متفرق شاخیں ہو گئیں ہیں۔ وہ شلخ جو خضر اور بنصر کی  
طرف ہے۔ عرق النساء سے آئی ہے۔ اور جو انگوٹھے کی طرف ہے صافن سے آئی ہے۔

## شرین کا بیان

جلد شرین قلب کی بائیں تجویف سے نکلی ہیں۔ ران میں ایک سب سے چھوٹی ہے۔ جو  
پچھلے پھڑے میں داخل ہوئی ہے۔ اور وہاں اس کے بہت سے حصہ ہو گئے ہیں۔ اور  
ایک سب سے بڑی ہے۔ اس کی دوشاغیں ہوئی ہیں۔ جن میں ایک قلب کی دائیں تجویف  
کی طرف آئی ہے۔ اور یہ چھوٹی ہے۔ اور دوسری قلب کے گرد پھرتی ہے۔ پھر ان دو  
شاخوں کے علاوہ دوشاغیں اور ہیں جن میں سے ایک بدن کے نیچے کے حصے میں آئی  
ہے۔ اور ایک اوپر کے حصے میں گئی ہے۔ اوپر جانے والی شاخ کی پھر دوشاغیں ہوئی  
ہیں۔ اور ان میں سے ایک شلخ اعضاء پر سے گذرتی ہوئی بغل کے مقابل پہنچی ہے یہاں  
لے شرین بینی حکم کرنا الی رگیں۔ اور عروق وہ رگیں ہیں جو حرکت نہیں کرتی ہیں۔

اُس میں سے ایک شاخ نکل کر بغل کی رگوں کے ساتھ کہنی تک آتی ہے۔ اور یہاں سے پھر اوپر کو چڑھ گئی ہے۔ بعض لوگوں کے بدن میں یہ رگ اوپر سے معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر یہ بغل کی رگ سے ٹٹی ہوئی نیچے کو اترتی ہے۔ پھر بدن کے اندر گھس کر ایک شاخ کلائی کے جوڑ کے پاس ظاہر ہوتی ہے۔ اور جب کلائی سے آگے بڑھتی ہے۔ تب پہنچے کے پاس اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک پہنچے کے اوپر سے گذرتی ہے۔ جس کو حکیم دیکھتے ہیں۔ اور دوسری پہنچے کے نیچے سے آتی ہے۔ اور یہ چھوٹی ہے۔ پھر تفصیلی میں آن کر یہ شریان متفرق ہو جاتی ہیں۔

اور وہ شریان جو ہاتھ کے پاس دو شاخوں پر منقسم ہوئی تھی۔ اُس میں کی ہر شاخ کی دو شاخیں ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک دوہین سے گذر کر کھری کے اوپر پہنچتی ہے اور جب اُس کے اندر داخل ہوتی ہے۔ وہاں اس کی عجیب شکل ہے۔ اس شکل کو اطباء شبکہ کہتے ہیں معنی مثل جال کے کچھی ہوئی ہے۔ پھر وہاں سے واپس ہو کر اس میں سے برابری دو شاخیں نکلتی ہیں۔ اور دماغ کے اندر چلی جاتی ہیں۔ اس شریان کی دوسری شاخ جو چھوٹی ہے۔ گردن اور چہرے اور سر کی طرف آتی ہے۔ اس کی کوئی شاخ کان کے پیچھے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اور وہ شاخ جو بدن کے نیچے حصہ میں اترتی ہے۔ وہ پشت کی طرف جا کر دو شاخوں پر تقسیم ہوتی ہے۔ ایک دائیں طرف دوسری بائیں طرف پھر ان میں سے ایک شاخ پیٹ پر کی طرف جاتی ہے۔ اور ایک شاخ اس عضلہ کی طرف جاتی ہے جو پیٹیلوں کے بیچ میں ہے اور دو شاخیں حجاب کی طرف آتی ہیں۔ اور معدہ اور جگر اور طحال پر سے گذرتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک شاخ نکل کر باہر کے عضلہ کے پاس پہنچتی ہے۔ پھر پشت سے نیچے آن کر ان سب شاخوں میں سے دو شاخیں رہ جاتی ہیں۔ جو ایک ایک پیر کا راستہ لیتی ہیں۔ اور عروق کی طرح ان کی بھی شاخیں نکلتی ہیں مگر یہ بدن کے اندر گھسی ہوئی ہوتی ہیں۔ کوئی کوئی ان میں سے ایڑی کے پاس ٹخنہ کے نیچے ظاہر بھی ہو جاتی ہے۔ اور پیروں کی پشت پر بھی ظاہر ہوتی ہے۔ عروق اور شریان کی مختلف



تشریح ہے جس کی تفصیل اطباء کی کتابوں میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان عروق اور شریانوں کو جو جسم میں اس طرح پیدا کیا ہے جیسے زمین پر نہریں ہیں۔ اور خون بھی ان میں اسی طرح بہتا ہے۔ جیسے نہریں میں پانی۔ اگر یہ پانی صاف ہوگا تو اعضا کی ٹہنیاں اور اطراف کی شریانیں اچھی طرح نشوونما پائیں گی۔ اور اگر نہریں پانی سی سبب سے رک گیا۔ اور اس کی صفائی باقی نہ رہی تب بغیر اس پانی کے خارج کیے چارہ نہ ہوگا۔ ورنہ یہ پانی بسبب روکنے کے حد اعتدال سے بڑھ کر نہر کے کنارے توڑ دیا گیا۔

یہ خون جو رگوں میں جاری ہو۔ اسی کے بخروں سے زیادتی کے وقت قوت شہوانی اور غضبی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ الشیطان فی یخمر فی فی بنی آدم جھومی الدنم۔ یعنی شیطان بدن انسان میں رگ رگ کے اندر پھرتا رہا پس جیسے کہ رگیں بدن کی نہریں ہیں۔ ایسے ہی خواطر نفس کی نہریں ہیں جن کی طرف ان کے اندر صاف پانی بہتا ہے اور اس کی امداد سے مہنت فکر میں درجست بصیرت پیدا ہوتا ہے۔

اب واجب ہے کہ خون کے اعتدال کی رعایت سے زیادہ خاطر کے اعتدال کی رعایت کی جائے۔ کیونکہ خون فاسد بدن کا مفسد ہے اور بخیر اس کے خارج کرنے کے اور کوئی تدبیر اس کی اصلاح کی نہیں ہے۔ ایسے ہی فکر فاسد جس پر کہ ورت غالب ہوگئی ہے یعنی ذات الہی میں فکر کرنا یہ نفس کا مفسد ہے۔ مثل ثون فاسد کے پس اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کی رگیں اور شاخوں کو صحیح قلب کے بالکل کاٹ کر جڑ سے کھیر دیا جائے۔ اس لئے کہ فکر کا فساد خون کے فساد سے بدجہاڑھ کر پئے۔ خون کثیف اور ردی غذاؤں کے کھانے سے فاسد ہو جاتا ہے۔ اور فکر انسانی جاہلوں کی جھوٹی باتوں اور گمراہوں کی گفتگو سے فاسد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی حکمت سے خداوند تعالیٰ نے خماث کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔ لَّا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیتا ہے۔ کُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ حلال چیزوں کو کھاؤ یعنی کلمات حق سنو۔ اور قول صدق کی پیروی کرو اور یہ وہ کلام موزون ہے جس کو عقل مستبول

یعنی شیطان و وسوسوں کی پیروی نہ کرو۔

کرتی ہے۔ اور شرع نے اسی کا حکم فرمایا ہے بخلاف اقوال طہیدین اور جمالی کے کیونکہ یہ منکر اور خاطر کو فاسد کرتے ہیں۔ اور وارث غیب ان کے سبب سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اور وہ نفس اور ذات قلب کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

خاطر کے اندر فکر اس طرح جاری ہوتا ہے جیسے رگوں میں خون بہہتے ہیں کہ طیب وہی ٹھیک ہو جو فساد بھی ہو۔ کیونکہ جس وقت بیمار کے پاس آئے۔ اور خون کا غلبہ دیکھے فوراً فصد کھول دے اور فصد کھولنے کے متعلق سب سامان اُس کے پاس ہونا ضروری ہے تاکہ اُس وقت فصد کی جگہ کو درست کر دے اور فاسد خون کے خارج ہونے کے بعد باقی خون کو اودویہ سکے سے روک دے۔ کیونکہ جب خون فاسد ہوتا ہے۔ اور پھر فصد کھولی جاتی ہے۔ تب فصد کے بعد بھی فساد کا اثر باقی خون میں قائم رہتا ہے۔ مگر فصد کے سبب کم رہ جاتا ہے جس کی تدبیر اودویہ سکے و مطفیہ سے کرتے ہیں

پہل بھی پائی ہے۔ جس کے سبب سے مرشد کمال اپنے مرید کو سخت ریاضت اور مشقت کا حکم فرماتے ہیں۔ اور ترددات سے خاطر کے بچانے اور فکر کو راہ حق کے انحراف سے محفوظ رکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور قلب سے بشری و مہاس اور شیطانہ خطرات اور فکر سے حُبتِ دنیا کے نکلنے کا ارشاد دیتے ہیں کہ کیونکہ یہ سب باتیں بمنزلہ خون فاسد کے ہیں جس کو رگوں سے تنقیہ کے بعد نکالا جاتا ہے۔ اور پھر اُس کو ڈکراہی کی مداومت کا حکم کرتے ہیں کہ جو بمنزلہ اس فاسد خون کی تسکین کے ہے جو رگوں میں باقی رہ گیا ہے۔

پھر جب یہ خون ذکر کی کثرت سے تسکین پا کر عمدہ ہو گیا۔ اُس وقت اس کو کھانا غیب میں فکر کرنے اور عالم شہادت کے ساتھ اعتبار کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ کیونکہ جب مرض فصد و تنقیہ کے ساتھ زچاں ہو گیا۔ اور پرہیز کے دن بھی گزر گئے۔ تب اس کے بعد اپنے مطلوب کی درمیانی چال سے کوشش کرنی چاہیے۔

پس اسے طالب ہماری ملاس طب میں تامل کرادرجان لے کر فکر کا فساد بہت بُرا



ہے تیرا فکر اس سُوءِ مزاجی سے پیدا ہوگا۔ جو غیر سے ذہن میں ظاہر ہوئی اور سو مزاجی کثیف اور ضیث کھانے اور ایسی غذا سے پیدا ہوتی ہے جو طبیعت کے موافق نہیں ہوتی پس تجھ کو فضول باتوں کا قلب سے خارج کرنا ضروری ہے۔ جیسے کہ فصد سے رگوں کا خون خارج کیا جاتا ہے۔ اور جب دماغ یا سر میں حرارت ہو جاتی ہے تب قیخال کی فصد کا حکم کرتے ہیں۔ اسی سبب سے خداوند تعالیٰ نے بھی تجھ کو جو اس کے نہیں محرمات سے محفوظ رکھنے اور اپنی خطاؤں پر رونے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ رونا غزلہ قیخال ہے۔ اور جب تمام بدن کے تقیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تب اکل کی فصد لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ نمر بدن ہے۔ اسی واسطے شرع شریف نے بھی تھک کو حسب دنیا جو ب خطاؤں کی سردار ہے۔ اس کو اپنے دل سے جو نمر بدن ہے خارج کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور حرص کے خون فاسد کو توکل اور قناعت کی نشتر سے نکال ڈال۔ پھر خواطرِ رویہ اور اخلاقِ ضیثہ کو سکنتہ ادویات سے دفع کر جیسے تسلیم اور رضا بالقضا اور یقین اور احکامِ الہی پر نظر رکھنا ہے۔ معلوم ہو کہ تمام عروق اور شریان مع اپنی کل اقسام کے اطباء کے نزدیک تین سو ساٹھ کے قریب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کر کے اس کے برجوں کے بھی تین سو ساٹھ حصے کیے ہیں۔ چنانچہ احکام انہیں آسمان کے درجوں سے جاری ہوتے ہیں۔ اور خون تیرے رگوں کی نہروں میں تیرے قلب سے جاری ہوتا ہے۔ یعنی قلب ہی سے خون بواسطہ عروق و شریان تمام بدن میں پہنچتا ہے۔ اے طالبِ السبب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو نظرِ الہی کے ساتھ فصدات کے نسکین دینے سے نبردہ ہی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ **رَأَى اللَّهُ تَعَالَى يَنْظُرُ إِلَى قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِنٍ فِي كُلِّ نَفَسٍ ثَلَاثًا كَلِمَةً وَاسْتَيْنَ نَفْسًا فِي كُلِّ نَفَسٍ يَبْدِي وَبَعِيدٌ** یعنی اللہ تعالیٰ ہر سانس کے قلب کی طرف روزِ دین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے اور ہر نظر میں ابتدا اور اعادہ کرتا ہے۔ اور یہ محض اس کی اپنی مخلوق کے ساتھ محبت کا باعث ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ خدا کی نظر محدود یا منقطع یا متصل نہیں ہے بلکہ اس کی مثال درجاتِ فلک کی سی ہے۔ کیونکہ فلک کے وسیع فوائد اور تاثیرات کے ساتھ متنقسم ہیں اور زمین کے خطوط پنجین کے ذہنوں میں تقسیم کے ساتھ جمع ہوئے ہیں۔ حالانکہ

حقیقت میں فلک انقسام اور تجزی کے قابل نہیں ہے۔ پس اسی طرح نظر الہی کے فوائد تیرے قلب میں تیرے خون کے ساتھ منقسم ہو کر تیری رگوں میں جاری ہوتے ہیں۔ اور ان رگوں ہی ذریعے سے نظر الہی کا فائدہ تیرے بدن کے تمام اعضاء کو پہنچتا ہے۔  
نظر الہی کی حقیقت یہ ہے کہ قلب کو زندہ کرنا اور روح کو مدد پہنچا کر جوہر نفس کو اسما پ مذکورہ اور آلات مشہورہ کے ساتھ کامل کرنا۔

تیرے قلب کو خداوند تعالیٰ نے عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا۔ بلکہ اُس کو ایک حکمت عظیمہ کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اور بدن انسانی کی ترکیب میں جس قدر عروق اور عضلات اور اعصاب رکھے ہیں۔ وہ سب تعداد میں کو ایک آسانی سے موافق ہیں۔ یا ان سے زیادہ ہیں۔ اور ہڈیوں کو بدن کی کڑیاں بنایا ہے۔ پھر تجھ سے بندگی کی خواہش تگاری کی ہے۔ اور میدر ربوبیت میں مفاسل کے ساتھ تجھ کو مقید کیا ہے۔

پس اے طالبِ حکمت الہی میں غور سے دیکھ کہ روح لطیف کو اس نے کس واسطے اس ہیکلِ گشایف میں رگ پٹھوں کی زنجیروں کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور پھر ان قصلوں کو کس طرح سے اس نے ان فیار کے کھولنے سے محفوظ رکھا ہے۔ اور بے شک یہ فضل اُس نے اپنے اسمِ اعظم کے ساتھ لگائے ہیں۔ پس تو بھی بجز اس کے اسمِ اعظم کے اور کسی چیز سے اُن کو نہ کھول۔

اور اپنے قلب کی کثرت اور قلت دونوں باتوں سے حفاظت کر دیکو کہ خون کی قلت حرارت غریزی کو بھجھا دیتی ہے۔ اور خون کی کثرت اصلی حرارت کو فاسد کر دیتی ہے چنانچہ ان دونوں حالتوں میں تیرا قلب ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس اعتدال کے ساتھ اس کی حفاظت کر یعنی ہما ہوں کی گفتگو سے پرہیز کر اور احاعت خدا و رسول کے حلقہ میں اپنی محنت کو محفوظ کر دیکو کہ صحت اور نفیست کا یہی ایک راستہ ہے۔ باقی اس کے سوا سب جھوٹ اور بہتان ہے۔ اگر تو اس راستہ کو اختیار کرے گا۔ تو بجز حسرت اور ندامت اور محرومیت کے اور کچھ تجھ کو حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر اس سے تو پرہیز کرے گا۔ تو بیشک جنت میں داخل ہو کر روح و ربیحاں اور نعیم رضواں پائے گا۔



# تیسرا باب

## نبض اور اسکی کمیت اور کیفیت کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

**پہلی فصل نبض کے بیان میں**۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب پہلی انسانی کو مرکب کیا تھا اس کے قالب کی عمارت کو تیار کیا۔ سلطان روح کو تخت قلب پر تنگن کیا اور قلب کو سرچشمہ زندگی کا ٹھکانہ بنایا۔ اور جس حرکت کی قوتیں اس سے ظاہر فرمائیں۔

معلوم ہو کہ باطن خفی ظاہر علی کے ساتھ پوشیدہ ہے اور دونوں قلب کے ساتھ متعلق ہیں۔ کیونکہ قلب ہی بادشاہ ہے اور جگر بمنزلہ وزیر کے ہے۔ اور حواس اور اطراف اور اعضا اور آلات سب نثر علیہ یا خدیم کے ہیں۔ اور باطن یعنی اندرون جسم ہی میں خیر اور شر اور نفع اور ضرر اور ألم و صحت اور تغیر و استحالة وغیرہ کے کل معاملات واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ سب ان انعکالات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو قلب اور جگر پر براخلاط اربعہ کے اختلافات احوال سے حادث ہوتے ہیں اور صحت کو حفظ بدن کی اور مرض کو دفع ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر جو چیز کہ اندرون جسم میں واقع ہوگی۔ طبیب معالج کے حواس اس کو کیسے دریافت کر سکیں گے اور جب تک کہ وہ مرض کو نہ معلوم کرے۔ علاج کیسے کر سکتا ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت لطیف اور کمال رحمت سے ظاہر جسم میں باطن جسم کا حال معلوم کرنے کی دو دلیلیں ظاہر قائم کیں۔ اور دو عادل گواہ مقرر کیے تاکہ طبیب کل حالات معلوم کرنے کے واسطے ان کی طرف رجوع کرے۔ اور حقائق افعال کی دان سے خبر لے اور وہ دونوں گواہ نبض اور قارورہ ہیں۔ قارورہ جگر کی خبر دیتا ہے اور نبض قلب کی خبر دیتی ہے۔ مگر نبض قارورہ سے افضل ہے۔ اور قارورہ کو تفسیر بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ احوالات جگر کی تفسیر کرتا ہے۔ اور اس کے اوصاف و امراض و اعراض سب کو بیان کرتا ہے۔

قارورہ مکے واسطے دلائل اور کمیات اور کیفیات انوان و اوضاع وغیرہ سے بہت ہیں۔ اور اس کی حرکت اور جدت اور غلظت اور رقت اور مقدار یہ سب دلائل ہیں جو ایک حالت مخصوصہ کو ظاہر کرتے ہیں تفصیل اس کی نہایت طویل ہے۔ جس کو منظور ہو۔ فت خون میں دیکھ لے۔

نبض قلب کی شاہد ہے۔ ایسی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی کی حالت بیان کرتی ہے اور یہ ایک رگ ہے جو قلب سے پیدا ہو کر تمام بدن میں پہنچتی ہے۔ اس کی شاخیں بہت ہیں۔ اور سب شریانات ہیں اور سب کی ابتدا قلب سے ہے۔ ان میں سے دو شاخیں پیروں کے نیچے چلی گئیں ہیں۔ اور دو مانع کے اوپر چڑھ گئی ہیں۔ اور دو ہاتھوں کی طرف گئی ہیں اور اور بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں ران میں سے نکلی ہیں۔ اور ان سب شریان میں زیادہ قوی اور ظاہر اور قلب کے حال کی بتانے والی یہی دو رگیں ہیں۔ جو ہاتھوں کے اوپر حرکت کرتی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں جو کچھ حال ہو بتلاتی ہیں اور ان کا فائدہ ظاہر اور ان کی ولایت نہایت زبردست ہے۔ یہ دونوں قلب سے پیدا ہو کر ہاتھوں کی طرف جاری ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ جب یہ ہاتھ کے سر پہنچیں جو نبض دیکھنے کی جگہ ہے وہاں ان کی حرکت رحمت خدا سے ظاہر ہوتی تاکہ ان کے ذریعہ سے قلب کا حال معلوم ہو۔ اور طبیب مرض کی حالت ان سے معلوم کرے اور طالب کو ان سے قلب کے اخبار کی خبر پہنچے۔ پس نبض عمدہ دلیل اور زبردست احساس کرنے والی ہے۔ باطن قلب سے بہرہ دیتی ہے۔ اور قارورہ عمدہ شاہد ہے۔ جو جگر کے اسرار کھولتا ہے۔ اور جگر ہی طبیعت کا محل ہے اور قلب روح کا منبع ہے۔ اور نبض قلب کی دلیل ہے۔ اور قارورہ جگر کا دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ چھوٹی چیز سے بڑی چیز کی خبر دیتا ہے۔ یہی اس کی وحدانیت کی دلیل ہے اور اس کی معرفت کا شاہد ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ جیسے نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

لے قاذن سفیخ الزنیں بوسلی سینا ۲



عارف جیب نبض کے حال میں تامل کرتا ہے۔ اور اس کی حرکات کو پہچانتا ہے۔ تو جان لیتا ہے کہ ایک ضعیف رگ خف حرکت کرنیوالی کشف کس طرح اپنی حرکات مختلفہ سے پوشیدہ احوال کی خبر دیتی ہے۔ جس سے توصیف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

جاننا چاہیے۔ کہ نبض قلب کی دلیل ہے۔ اور قلب عالم کی نبض ہے۔ پس جس طرح کرب قلب کا حال نبض سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم کا حال قلب سے معلوم ہوتا ہے۔

حکیم شیخ الرئیس فرماتے ہیں۔ قلب تمام بدن کا شریان ہے۔ اور شریان قلب عضو ہے پس ایسے ہی شریان عنوان قلب ہے۔ اور قلب عنوان عالم ہے۔ چنانچہ علم ظاہر میں نبض قلب پر دلالت کرتی ہے۔ اور علم حقیقت میں قلب تمام مخلوقات پر دلالت کرتا ہے۔ پس وہ کائنات کی نبض ہے۔ اور اسی طرح سورہ کس نبض قرآن ہے جو تمام قرآن شریف کی خبر دیتی ہے۔ چنانچہ انہیں منوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا فِي حَسْبِ الْاَدْرِجِ لَمْضَغَةٍ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ بِهَا سَائِرُ الْبَدَنِ الْاَوْحَى الْقَلْبُ۔ یعنی جسم انسان میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو اس کے سبب سے تمام بدن درست ہوتا ہے۔ جان لودہ پارہ گوشت دل ہے۔ پس نبض کی حرکات مثل ہیجان قلب کے ہیں۔ جو بدن کے تمام احوال سے خبر دیتی ہیں۔ ایسے ہی قلب کا ہیجان احوال ملکوت کی خبر دیتا ہے۔ نبض کی جگہ دونوں ہاتھوں میں ہے۔ اور قلب کی جگہ ررحمن کی (دونوں انگلیوں میں ہے۔

طیب جب نبض دیکھے تو اس کو ہاتھ کے کنارہ پر نبض کی رعایت کرنی واجب ہے ایسے ہی طالب کو مراقبہ کے وقت صحیح قلب پر خواطر کا متنبہ کرنا لازم ہے پس قلب بدن کی نبض ہے۔ اور خواطر اس کی اقسام حرکات ہیں۔ اگر یہ تمام باطن کی خبر دینے والی نبض نہ ہوتی تو آفتیں غالب ہو کر قالب کو امراض داخلہ کے ساتھ تلف کر دیتیں۔ اور اس وقت نہ معالج کا علاج چلتا نہ طبیب کی طب بکار آمد ہوتی۔

پس حکمت الہی کو دیکھو کہ اس نے کس طرح بدن کے اندر سے مدہن ہر ہاتھوں کی طرف جاری کی ہیں۔ اور پھر ان میں قلب سے خون جاری کیا ہے۔ تاکہ خون مصیم قلب

میں اس طرح حرکت کرے جیسے دریا میں پانی لہریں مارتا ہے۔ اور حیاۃ اس کے اندر سمندر کے پانی کی طرح سے لہریں ملے۔ تاکہ خون کی کثرت پیدا ہو جیسے کہ دریا کے جوش سے موجیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور نبض کے مقام پر جزر و مد کی طرح سے اضطراب اور اختلاف ظاہر ہوں جیسے کہ موج کے وقت دریاؤں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور نفس میں قبض و بسط کا ہونا بالکل دریا کے جزر و مد کی مثل ہے۔ اور بعض کا ماتھ بعض کے اوپر ہے۔ اور ظاہر باطن کی خبر دیتا ہے۔ اور سب اس بات کے گواہ ہیں کہ بیشک اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہو اور بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اُس کے قبضہ میں آسمان وزمین کا ملک ہے۔ اور اُسی کی طرف کل امر کار جو غ ہے پس اُس کی عبادت کر۔ اور عبادت پر قائم رہ اور اسی پر بھروسہ کر اور (جان لے کہ) تیرا رب بند و نیر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

## دوسری فصل اُس کی کمیات اور کیفیات میں

معلوم ہو کہ قلب ایک روشن چمک ہے جس میں زندگانی کی آگ روشن ہوتی ہے اور یہ آگ ہمیشہ اسی بات کی محتاج ہے۔ کہ اُس کو باہر سے تسکین دی جائے۔ اگر یہ تسکین منقطع ہو جائے تو شدت حرارت سے قلب جل جائیگا۔ اور یہ تسکین سانس کے ساتھ باہر سے ٹھنڈی ہوا کا جذب کرنا ہے۔ ہوا بھی بمنزلہ پانی کے غذا میں داخل ہے۔ پانی اس واسطے ہے کہ اس کے سبب سے طعام لطیف و دقیق ہو کر جگر کی رگوں میں پہنچایا جائے اور اندروں جسم کو فضلات روئے سے دھو کر صاف کر دیا جائے اور طبیعت کو تسکین دی جائے ایسے ہی ہوا قلب کے استنشاق اور سینہ کو فضلات خمیت سے دھونے اور روح کو ٹھنڈک پہنچانے اور حیات کو تسکین دینے اور قلب کی آتش مستعدہ کے اعتدال کی حفاظت کرنے کے واسطے ہے اور جس طرح کہ کھانا معدہ سے جگر میں پانی کی وساطت سے پہنچتا ہے۔ ایسے ہی شریان میں خون قلب سے پہنچ کر سانس کی وساطت سے حرکت کرتا ہے۔ سانس کی پیدائش پیپٹری میں ہوتی ہے۔ اور یہ اس ہوا سے پیدا ہوتا ہے جو مونہ کے راستہ سے قلب کے اندر دنی حصہ میں پہنچتی ہے پس یہ سانس کی آمد برآمد ہی رگوں میں خون



کا متوجہ پیدا کرتی ہے۔ اور انقباض انبساط کی دو حرکتیں اس سے حادث ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ بات ہے کہ جو چیز ایک حال سے دوسرے حال کی طرف حرکت کرے گی۔ پس اُن دونوں حرکتوں کے درمیان میں سکون ضرور ہوگا۔ پس اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔ کہ انقباض اور انبساط کی دونوں حرکتیں مع ران کے سکون کے ایک حرکت ہے۔ اور عید روح سے جو مرکب ہے۔ انقباض اور انبساط سے۔ اور نظر اس میں یا کبھی طور سے ہے یا جزوی طور سے۔ جیسا کہ اطباء نے بیان کیا ہے۔

اطباء نبض کے حالات دس اجناس سے معلوم کرتے ہیں۔ ایک جنس وہ ہے۔ جو مقدار انبساط سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو کیفیت قریح حرکت سے انگلیوں کو معلوم ہوتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو ہر حرکت کے زمانہ سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو قوام آلہ سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو خلار اور امتلا سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وہ ہے جو نبض کے گرم یا ٹھنڈا معلوم ہونے سے لے جاتی ہے۔ اور ایک جنس نبض کے استواء اور اختلاف سے اور ایک جنس نبض کے نظام میں اختلاف نظام کے چھوڑ دینے سے لی جاتی ہے۔ اور ایک جنس وزن سے لی جاتی ہے۔

وہ جنس جو مقدار نبض سے لی جاتی ہے۔ وہ اپنی تینوں مقداروں یعنی طول اور عرض اور عمق سے دلالت کرتی ہے۔ پس نبض کے نو حالات بسیط ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے طویل۔ قصیر معتدل عرض۔ ضیق۔ معتدل۔ منخفض۔ مشرف۔ معتدل۔ اور جو نبضیں کہ ران سے مرکب ہوتی ہیں۔ اُن سے بعض کے نام ہیں۔ اور بعض کے نام نہیں ہیں۔ پس طویل وہ ہے جس کے اجزاء طول میں زیادہ ہوں۔ اور جس کے اجزاء طول اور عرض اور ارتفاع میں زیادہ ہوں گے۔ اس کا نام عظیم ہے۔ اور جو نبض ران سب باتوں میں کم ہے اس کا نام صغیر ہے۔ اور جو ران دونوں کے درمیان میں ہے وہ معتدل ہے اور جو نبض عرض اور ارتفاع میں زیادہ ہے۔ اس کا نام غلیظ ہے۔ اور جو عرض و ارتفاع میں کم ہے۔ وہ دقیق ہے۔ اور جو ران میں درمیانی درجہ کی ہے۔ وہ معتدل ہے۔

اور وہ جنس جو زبان حرکت سے لی جاتی ہے۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ سرخ

بطبی معتدل۔ اور وہ جنس جو کیفیت قریع عرق سے لیجاتی ہے۔

اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ قوی ضعیف معتدل۔ اور وہ جنس جو قوام آگ سے لی جاتی ہے  
اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ یکن۔ صلب۔ معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے خلل اور استواء  
سے لیجاتی ہے۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ متنی غالی معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے گرم  
یا ٹھنڈا معلوم ہونے سے لیجاتی ہے۔ اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ حار۔ بار۔ معتدل  
اور وہ جنس جو زمان سکون سے لیجاتی ہے۔ اُس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ متواتر۔ متفاوت  
معتدل۔ اور وہ جنس جو نبض کے استواء اور اختلاف سے لیجاتی ہے۔ وہ یا تو مختلف مستوی  
ہے۔ یا مختلف غیر مستوی ہے۔ اور وہ جنس جو نظام اور غیر نظام سے لیجاتی ہے۔ وہ یا مختلف  
منتظم ہے یا مختلف غیر منتظم اور جب ہم جنس مستوی اور مختلف کو جان لو گے تو دسیں جنس  
کا حال خود ہم کو معلوم ہو جائیگا۔

یہ بھی جان لینا چاہیے۔ کہ نبض میں مویقاری طبیعت ہے یعنی جس طرح کہ قانون منقہ  
راگ کے آثار چہ ہاوا و حرارت و ثقل سے مرکب ہوتا ہے۔ ایسی طرح نبض کا حال ہے۔ پس  
نبض کی نسبت زمانی سرعت اور تواتر میں راگ کی نسبت ایقاعی ہے۔ اور نبض کا مقام  
میں قوی یا ضعیف ہونا راگ کی نسبت تالیفی ہے۔ پس جیسے کہ راگ کے ایقاع اور غموں  
کی مقدار کے زمانے کبھی متفق اور کبھی غیر متفق ہوتے ہیں ایسے ہی نبض کے اختلافات کبھی  
منتظم اور کبھی غیر منتظم ہوتے ہیں۔

اور نیز قوت اور ضعف اور مقدار میں نبض کے حالات کبھی متفق اور کبھی مختلف ہوتے  
ہیں تفصیل ان کی طویل ہے جس کو منظور ہو قانون میں دیکھ لے۔ اور وہ جنس جو وزن  
سے لیجاتی ہے۔ وہ بقیاس چاروں زمانوں کی نسبت مقدار سے ہے جو دونوں حکمتوں اور  
دونوں دقوفوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

نبض مرکب کی اقسام یہ ہیں عوالی یہ وہ نبض ہے جس کی حرکت جزو واحد کے  
اختلاف سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً یہ بہت ہی چھوٹی نبض ہے اور تواتر اس میں زور کے  
ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً وہی موجی کے ساتھ شہوق اور عرض اور عظیم و تانیہ میں اختلاف



اجزاء کے ساتھ مشابہ ہوتی ہے۔ اور انہیں مرکبات میں سے ایک ذنب القارہ اور متلی ہجر اور ذوالقرعین ہے۔ اور ذوالقرعہ ہے جو وسط میں واقع ہوتی ہے۔ اور انہیں میں سے نبض مسخ اور نبض مرتش اور نبض ملتوی ہے۔ یہ سب نبضیں نبض کلی کی جزویات ہیں جو شخص نبض کلی کو جانتا ہے وہ ان کا بھی عالم ہے۔ پھر ان کی تدبیریں ان کے اختلاف و اذکار کے موافق مختلف ہوتی ہیں۔ نبض کی اصل محض انقباض اور انبساط ہے۔ جن کے درمیان میں قلب کا خون شریان کے اندر مروج زن ہوتا ہے۔

اکثر اطباء ایسے ہیں کہ فقط مرض کو معلوم کر کے نبض کی حقیقت کو محسوس نہیں کرتے بلکہ اسرار علم سے غافل ہو کر اپنے ظاہر علم پر قناعت کر لیتے ہیں عقلمند کو چاہیے کہ طبیب حاذق نبض کے حالات اور اس کی کیفیات و کمیات کے جاننے والے ہی کے قول پر اعتماد کرے۔ نیم حکیم خطرہ جان کے قول کو ہرگز نہ مانے۔ کیونکہ علم طب میں خطا کا واقع ہونا بڑی بھاری اور سخت آفت ہے۔ بہ نسبت اور علموں کے خطا کے سوا ایک علم شریعت کے کیونکہ علم شریعت اور علم طب قریب قریب ہیں۔ علم شریعت علم ادیان ہے۔ اور علم طب علم ابدان ہے۔ اور ابدان ہی موانع ادیان ہیں۔ یعنی ابدان ہی ادیان کی جگہ ہیں اور ادیان اس کے اندر موضوع ہیں جب تک جگہ کی حفاظت نہ ہوگی۔ اس کا موضوع کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

## تیسری فصل نبض کی حقیقت اور اس کے اشارات میں

معلوم ہو کہ قلب کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ یعنی ایک نام ہے اور ایک حقیقت ہے پس ظاہر قلب جو چیز ہے۔ وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جو سینہ میں بائیں طرف لگا ہوا ہے۔ یہی سیات کا سرچشمہ اور روح حیوانی کا محل اور مقام ہے اور اسی سے نام اعضا میں جس و حرکت جاتی ہے۔ اور قلب کی حقیقت وہی عقل ربانی جو ہر لاثانی موضوع ہے اور وہی خدا کا خلیفہ اور رتبہ انسانیہ کے ساتھ مخصوص ہے اور وہی نفس ناملقہ اور نفس مطمئنہ ہے اور اسی سے حدس اور ہمت اور فکر برابر ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے گوشت کے ٹکڑے یعنی ظاہر قلب میں نبض کو پایا ہے جو اس کے حالات پر دلالت کرتی ہے

اور اس کے وسطے علامات اور کیفیات ہیں ایسے ہی حقیقت قلب کو بھی ہم نے حقیقت ایمان کی نبض پایا ہے۔ اور اس کی بھی اوقات مختلفہ کی رو سے مختلف کیفیات کیفیات ہیں۔ اور جیسے کہ بدن کی نبض کے احوال وقت اور عمر کی حیثیت سے مختلف ہوتے ہیں یعنی بچپن اور جوانی اور بڑھاپے میں اور شہروں اور اقلیموں کے حساب سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کا ایک خاص حکم ہوتا ہے۔ کیونکہ شہر کی نبض وہاں کی ہوا کے تابع ہوتی ہے۔ اور ہوا کا حال وہاں کے لوگوں کی نبض سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر شہر کی نبض اپنی آب و ہوا پر دلالت کرتی ہے۔ اور نیز مرد اور عورت کی نبض بھی ضعف اور قوت کے ساتھ مختلف ہوتی ہے۔ پس ایسے ہی جو اہر قلوب اور ضربان نفوس عالم ملکوت میں اور انکات علوم اور استقاضات غیب کے اندر اختلاف اوقات کے ساتھ مختلف ہوتے ہیں۔ کسی وقت خون محبت کے جوش زن ہونے سے اُس کی قوت تیز ہو جاتی ہے۔ اور کسی وقت قہر خشیت اور شدہ ہیبت سے اُس پر ضعف طاری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے۔ کہ خوف الہی صحت ایمان کی دلیل ہے۔ رَآئِمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ مومن وہی لوگ ہیں کہ جب خدا کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی کہیں مضطرب ہو کر شدت شوق کے ساتھ حرکت کرتی ہیں وَلَا إِذَا بَلَغَتِ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بَدَّؤُا زُجْرًا ثُمَّ لَا يَمِينًا اور جب اُن کی آیتیں اُن پر پڑھی جاتی ہیں۔ اُن کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔ یہ زیادتی کی حرکت بسط کا ہے۔ اور وہ خوف کی حرکت قبض کی تھی۔ وَ عَلَيَّ زُجْرُهُمْ يَتَوَكَّلُونَ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ انقباض و انبساط کی دونوں حرکتوں کے درمیان میں سکون کی حالت ہے۔ اور نبض کا اسم حرکت اور سکون دونوں حالتوں پر مصلو آسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اب یہاں نبض کی اقسام کو اس طرح معلوم کرنا چاہیے کہ جنس نبض طویل یاں قلب کا خوف ہے۔ اور اُس کی تین قسمیں ہیں نبض وجل (یعنی خوف) نبض رجاء (یعنی امید) نبض توکل۔ پس نبض وجل فقیر سلج ہے۔ اور نبض رجاء طویل شاہق ہے۔ اور نبض توکل



ان دونوں کے درمیان میں مستدل ہے۔ نبض وجل: پچوں کی نبض پر دلالت کرتی ہے۔ اور نبض رجھاؤ ہوں کی نبض پر اور نبض توکل جو انوں کی نبض پر جو فصل ربیع کے مقابلہ میں ہیں۔ یعنی جیسے کہ فصل ربیع میں موسم معتدل ہوتا ہے۔ ایسے ہی جو انوں کا مزاج بھی معتدل ہے۔

نبض کی حقیقت قلب کا غم ہے۔ اور قلوبوں میں تفاوت ہے۔ اور تفاوت میں اختلاف ہے اس سبب سے نبضوں میں بھی اختلاف ہے۔ اور اسی صورت سے نبض مرکب پیدا ہوتی ہے۔ یہی قول اسلام کا ہے۔ اور نبض بسیط متلب کی تصدیق ہے۔ جس سے دس قیاس پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے فصل میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ غم نبض طویل ہے۔ طمع نبض قصیر ہے۔ ہمت نبض قوی ہے۔ حرص نبض ضعیف ہے اور عقل کا حس پر غالب ہونا اور علوم خفیہ کے حقائق کا ظاہر ہونا اور توکل جو بین الخوف و الزلجہ اور تسلیم جو قدر اور جبر کے وسط میں ہے اور رضا بالقضا و خویشہ و شر کی دونوں حالتوں میں کبھی میں ہے اور میزان شرع میں حرکات کا وزن اور جیسا کہ تم جان چکے ہو کہ نبض اور حرکات و آثار میں موسیقی مناسبت ہے۔ پس یہی حقیقت باطن قلب میں روح کے سماع کے ساتھ لذت حاصل کرنے کے وقت پائی جاتی ہے۔ اور یہی ضربان قلب کی نسبت ہے حرکت اوتار کے ساتھ اور احرکات قلب اور نغمات موسیقی میں موافقت حفظ ثقل اور آہ موسیقی کے بجانے اور طول اور قصر اور ضعف اور قوت کی نحوہ اور قلب کے اندر حفاظت کرتے ہیں۔ یہ کیونکہ ہم بعض قلب ایسا پاتے ہیں جو پانچ دن سے بھی پہلے ملکوت کی سیر کر لیتا ہے۔ اور بعض قلب ایسا ہوتا ہے کہ تمام عمر میں بھی اس کو ایک نظر نصیب نہیں ہوتی۔

پس نبض کی رجاس بھی دس ہیں۔ اور قلب کی خواہر بھی دس ہیں اور ان کی حرکات بھی دس ہیں۔ اپنا پانچ حضور علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ اسلام کے دس حصے ہیں جس کو ان میں سے ایک حصہ بھی نصیب ہوا۔ وہ نہایت نقصان والا ہے۔ یہ حدیث کتابوں میں بخوبی منقول ہے۔ پس جیسے کہ مردہ کی نبض حرکت نہیں کرتی۔ ایسے

ہی جاہل کے دل میں خدا کا خطرہ نہیں گزرتا۔ کیونکہ جہالت موت سے زیادہ سخت ہے اور  
 خطرہ نبض سے زیادہ تیز ہے۔ اور علم زندگی سے بہتر ہے یعنی یہاں تک کہ زندگی سے کیونکہ  
 انسانی زندگی بغیر علم کے حاصل نہیں ہو سکتی اور علم کی روح معرفت کو خاطر کی رگ میں پیونچا  
 دیتی ہے۔ کیونکہ خاطر قلب کی شریان ہے اور قلب ہی سے نسبت خداوندی اُس کے اندر  
 جاتی ہے اور اس نعم کی طرف سے توفیق آتی ہے اور معرفت کی صحت اور فکر کا مرض سب  
 اسی سے معلوم ہوتا ہے اور زندہ آدمی کی نبض کی طرح اس کی حرکت کے ضعف اور قوت  
 کا اختلاف بھی ہوتا رہتا ہے۔ جاہل کے قلب میں خاطر نہیں ہے کیونکہ وہ مردہ کی مثل ہے  
 جس کی نبض نہیں ہوتی پس یہ مردار ہے۔ اُس کا کھانا حلال نہیں مگر اُس شخص کو جو سخت  
 فاقہ میں گرفتار ہو قسطنطنیہ غلبہ متبکایف رکھتا ہے یعنی جو شخص کہ  
 محصور میں گرفتار رہا اور گناہ کا قصد نہ رکھتا ہو اُس کو مردار کا کھانا جائز ہے۔ مگر شک  
 شیر ہو کر نہ کھائے۔ بلکہ رفع استہار کرے۔ تاکہ زندگی قائم رہے چنانچہ تمام علوم بمقابلہ  
 علم حقیقت کے مثل مردار کے ہیں۔ ان کا حاصل کرنا محض رفع ضرورت کے واسطے جائز  
 ہے۔ اور یہ علم یعنی علم حقیقت بغیر نبض معتدل کے حاصل کیے جو ستوی اور مختلف کے  
 درمیان میں ہے حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ نبض بغیر شرک خفی کے معدوم کیے حاصل  
 نہیں ہوتی۔ اور شرک خفی نبض خفی سی حرکت کرتا ہے۔ جس سے ظن اور شک کے  
 درمیان میں علم کا تردد دوم ادب ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت  
 میں شرک اندھیری رات میں چوینچی کی آہٹ سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوگا۔ پھر  
 جب یہ علم حقیقی حاصل ہوا۔ اور قلب کی آنکھ کھل گئی۔ تب وہ اشیاء کی حقیقت  
 دیکھ لےگا۔ اور جمالت کے ماویہ سے نجات پائیگا۔

پس اے طالب تحقیق حق کے حرص کرنے والے ہم نے جو نبض کے حالات ذکر کیے  
 ہیں مران کو اختیار کر اور فرض و فضل میں تمیز حاصل کر اور طول و عرض میں غور کر۔ اور  
 جان لے کہ قلب بدن کا بادشاہ ہے اور نبض اس کی معرفت ہے اور اسکی صحت کی دعویٰ  
 ہے۔ اور اعمال صالحہ نبض حقیقی سے صادر ہونے والی دلائل ہیں وہ نبض حقیقی جو خواطر



لغیہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور خواطر لغیہ بحر عقل میں علم و معرفت کے موجزن ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بعض انقباض اور انبساط کی دونوں حالتوں میں ظاہر ہوتی ہے پس اس شخص کو تلاش کرو۔ اور صبر کی تعلیم دو۔ اور خدا سے ڈرو تاکہ خلاصیت پاؤ۔

## چوتھا باب

### امراض اور ادویہ کے بیان میں

اس میں دو تفصیلات ہیں  
 پہلی فصل جسمانی امراض اور ان کی دواؤں کے بیان میں اور اس فصل میں طبع میں پہلی طرف عقل اور امراض کلیہ کے بیان میں معلوم ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے انسان کو دو مختلف جوہروں سے پیدا کیا ہے۔ ایک جوہر جسمانی ہے۔ جو استحالہ اور فساد اور تحلل و تکرر کے قابل ہے۔ اور اسی پر امراض اور آلام اور عقل کے عوارض وارد ہوتے ہیں اور دوسرا جوہر روحانی لطیف کامل عاقل عالم ناطق ہے۔ اس کے امراض بھی روحانی ہیں جن کو ہم عنقریب بیان کرتے ہیں۔ جسمانی امراض بعض ایسے ہیں۔ جو ظاہر جسم میں واقع ہوتے ہیں۔ اور بعض باطن جسم میں اور بعض ظاہر و باطن دونوں میں واقع ہوتے ہیں۔ وہ امراض جو ظاہر جسم میں باطن جسم کی مشارکت سے واقع ہوتے ہیں مثلاً زخم اور پھسوس وغیرہ کے ہیں اور وہ امراض جو باطن جسم میں ظاہر جسم کی مشارکت سے واقع ہوتے ہیں مثلاً دوسر اور درد جگر وغیرہ کے ہیں اور وہ امراض جو ظاہر اور باطن دونوں میں واقع ہوتے ہیں مثلاً گرم و سرد بخار کے ہیں اور جس بخار کے شروع میں گرمی محسوس ہوگی وہ صفراوی یا دوسری ہوگا اور جس کے شروع میں سردی محسوس ہوگی وہ بلغمی ہوگا۔ مگر ان کی تفصیل کا بیان کرنا میرا مقصد نہیں ہے۔ میرا مقصد روحانیات کے متعلق بحث کرنا ہے۔ چنانچہ ان کے متعلقہ میں حسب موقعہ انکی تفسیر کرونگا اور باطنی بخار کا بھی اُس کی جگہ میں ذکر کرونگا۔

جسم انسانی میں جس قدر بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اُن اعضا کی رو سے بیان کیا جاتا ہے جن سے اُن کی ابتداء ہوتی ہے۔ پس ہم پہلے سر کی بیماریوں کو بیان کرتے ہیں کیونکہ سر سب اعضا میں اشرف اور بلند مرتبہ ہے۔ اور اُس میں نقص کا واقع ہونا اَوحد خطرناک ہے۔ کیونکہ محض ایک سُر اکثر حواس کو شامل ہے۔ اور بہت سے قولے انسانیہ اس کے اندر ہیں۔ اور اس کی آفات بھی بہت ہیں۔ بعض جزویہ اور بعض کلیہ جزویہ تو وہ ہیں جو سر کے اندر کسی خاص جگہ پیدا ہوں سارے سر میں نہ ہوں۔ مثلاً آنکھ میں تکلیف ہو جائے اور ناک میں نہ ہو یا ناک میں ہو اور آنکھ میں نہ ہو داخل سر میں کوئی جزوی آفت پہنچے مثلاً فکر کا آلہ بیکار ہو جائے یا ذکر کا بیکار ہو جائے۔ اور باطن دماغ میں کلی آفت پہنچے جن سے تمام قوی اور حواس میں خلل پڑ جائے مثلاً صرع یعنی مری کی بیماری ہو کیونکہ صرع والے کو جب دورہ ہوتا ہے۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ اور کوئی عضو اس کا حرکت نہیں کر سکتا ایسے ہی دیوانہ جس کے آلات عقل میں فتور آ گیا ہو۔ اُس کی عقل کا نور زائل ہو جاتا ہے۔ اور وہ بالکل حیران اور سرگشتہ رہتا ہے۔ ایسے ہی دوسرے بھی حواس گم ہو جاتے ہیں کیونکہ روح اپنے کاموں سے بیزار ہو جاتا ہے اور سر حیران ہو کر اپنے خاص کاموں سے معذور ہو جاتا ہے۔ درد سر کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو دایئیں طرف ہوتا ہے۔ اور ایک بائیں طرف ہوتا ہے۔ اور ایک تمام سر میں ہوتا ہے۔ اور اکثر اس کی پیدائش گرمی اور خشکی کی زیادتی سے ہوتی ہے۔ پوری تفصیل اس کی کتب طب میں مذکور ہے۔

راس کے بعد سینہ کے امراض مثلاً کھانسی نزلہ۔ ورم الصدر۔ ضیق النفس پینہ پیرے کی خرابی۔ حلق کا دکھنا۔ حلق میں زخم کا ہونا وغیرہ اور اس کے بعد معدہ کے امراض ہیں مثلاً درد شکم۔ گرمی سے ہوا سردی سے۔ معدہ کے موندہ کا کھل جانا یا بند ہو جانا۔ معدہ کے موندہ میں درد ہونا۔ جگر میں درد ہونا۔ مثلاً میں درد ہونا اور ورم ہو جانا اور رگوں کا بند ہونا طحال کا بڑھ جانا قلب میں منعف ہونا۔ یہ ایک علیحدہ مرض ہے۔ اور اس کی حرارت یارودت دونوں بذاتہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ ان سب امراض کی اصل حرارت و ثبوت صفراء ہے۔ اور اوپر کے جسم میں اکثر یہ امراض مضر اور خون ہی کے غلبہ سے پیدا ہوتے ہیں۔



اور بچے کے جسم میں اکثر بغم اور سودا سے پیدا ہوتے ہیں۔ خون جب جوش کھاتا ہے۔ تو اوپر کی جانب چلا جاتا ہے۔ اور جب سوختہ ہو جاتا ہے۔ تو بچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور بواسیر شقاق المقعد اور انٹریوں اور فرج و ذکر میں زخم اور پھوٹے پیدا ہوتے ہیں۔ ہر مرض کے سبب جدا گانہ ہوتے ہیں۔ اور ہر سبب کی ایک علامت ہوتی ہے۔ اور ہر علامت کا معالجہ ہوتا ہے۔ اور ہر مرض کی دوا ہے۔ مگر موت اور بڑھاپے کی کوئی دوا نہیں اور بدن انسانی زن امراض جسمانی سے خالی نہیں ہوتا۔

مرض ایک حالت ہے۔ جو بدن میں ہیئت اصلی کے خلاف پیدا ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مرض تو وہ ہے جو اصل فطرت میں داخل ہوتا ہے۔ یعنی پیدائشی مثلاً کسی آلہ یا عضو میں نقصان ہو۔ یہ مرض معالجہ اور طب بشری سے دفع نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا مرض وہ جو فطرت میں داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ فساد مزاج سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی مزاج اپنے اعتدال طبعی سے خارج ہو جائے۔ اور اس سے مرض پیدا ہو پہلے مرض کی مثال یہ ہے۔ کہ مثلاً کوئی شخص اندھا یا گونگا یا ماتھ پیر کا ناقص پیدا ہو۔ تو یہ مرض اس کا علاج سے دفع نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص صحیح اور تندرست پیدا ہوا پھر اس کے ماتھ یا پیر میں کچھ درد ہو تو وہ علاج سے زائل ہو سکتا ہے۔ بدن میں اعضا رئیسہ تین ہیں۔ دماغ قلب اور جگر۔ ان تینوں اعضا میں سے جس عضو میں مرض واقع ہوگا۔ اس کا فساد بہت سخت ہوگا۔ اور زندگانی کے متعلق سب سے زیادہ سخت آفت قلب کی ہے۔ ایسے ہی عقل کے متعلق دماغ کی آفت بہت شدید ہے۔ کیونکہ دماغ عقل سے وہی نسبت رکھتا ہے جو زندگانی قلب سے رکھتی ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ جگر کے ساتھ مشغول رہتی ہے اس سبب سے یہ بھی اعضا رئیسہ میں سے ہے۔ اور غصے بھی اعضا رئیسہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ بعض اہباء کا قول ہے کہ وہ روح جو خصبیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ منس روح حیوانی کے سے جو قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ اور روح طبعی کے جو جگر میں پیدا ہوتی ہے۔ اور روح انسانی کے جو دماغ میں پیدا ہوتی ہے۔ غرض کہ سب اعضا سے اشرف قلب اور دماغ ہیں۔ اور انہیں میں مرض جلد سرایت کرتا ہے۔ مگر مکرار دماغ کے درد

سے آسان ہے۔ اور مرض اسی بات کا نام ہے کہ عضو اپنی اس ہیئت سے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ خارج ہو جائے۔ اور صحت یہ ہے کہ پھر وہ عضو اس ہیئت کے طرف رجوع کر آئے جو مرض سے پہلے تھی۔ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ ہم امراض جزویہ کا بیان کریں بلکہ ہم تو کلیات پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ جزئیات کا بیان نہایت طویل ہے۔

جالیئوس کہتے ہیں۔ انسان کے بدن کی تین حالتیں ہیں۔ ایک صحت یہ وہ حالت ہے جو انسان کے مزاج اور اس کی ترکیب سے مشابہ ہر یعنی کل افعال انسانی اس سے صحیح و سالم صادر ہوں۔ دوسری حالت مرض ہے۔ اور یہ وہ ہیئت ہے جو اس کے برعکس ہو۔ اور ایک حالت وہ ہے جس کا نہ صحت میں مشابہہ نہ مرض میں بلکہ دونوں کے درمیان میں ہے جیسے بڑھوں اور بچوں کی حالت ہے۔

شیخ الیاقیم فرماتے ہیں۔ امراض کی کل چار قسمیں ہیں۔ امراض خلقت اور امراض مضر اور امراض عدد۔ امراض وضع۔ پھر امراض خلقت کی بھی چار قسمیں ہیں۔ امراض شکل اور وہ یہ نہ شکل کی شکل اپنی صورت اصلی سے متغیر ہو جائے مثلاً سیدھا عضو سیدھا ہو جائے اور بڑھا سیدھا ہو جائے۔ دوسرے امراض ہجارت ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہجارتی اپنی اصلی اندازہ سے زیادہ وسیع ہو جائیں۔ مثل آنکھ کے انتشار کمر ہجارتی بند ہو جائیں جیسے جگر کی رگیں بند ہو جاتی ہیں زہیرے امراض اور غیہ و تخریرت ہیں۔ بلکی جارتیں ہیں۔ ایک تھوہ کہ اوہ وسیع یعنی کشادہ ہو جائیں۔ جیسے اثنی عشر بڑھانے میں یا تنگ ہو جائیں جیسے معدہ تنگ ہو جاتا ہے۔ یا بطون دماغ صرع کے دورہ کے وقت تنگ ہو جاتا ہے یا بالکل بند ہو جاتا ہے جیسے بطون دماغ سکتے ہیں ہو جاتا ہے یا خالی ہو جاتا جیسے قلب خون سے خالی ہو جاتا ہے۔ از حد خوشی یا از حد غم کے سبب ہے۔ جس سے ہلاکت ہو جاتی ہے چوتھے امراض مغلض اعضا ہیں۔ اور امراض مقدار اور قسمیں ہیں ایک وہ امراض ہیں جو مقدار کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں مثل دماغ الضبل وغیرہ کے اور ایک وہ ہیں جو مقدار کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے دماغ



اور امراض عدد کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو عدد کی زیادتی سے ہو اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ زیادتی جو طبعی ہو جیسے پانچ انگلیوں کے ساتھ چھٹی انگلی بھی ہو اور پانچ زیادتی غیر طبعی ہو جیسے سنگریزہ۔ اور دوسرا مرض عدد وہ ہے جو عدد کی کمی سے ہو جیسے یہ کمی طبعی ہو یا غیر طبعی مثلاً کسی شخص کی پیدائشی چار انگلیاں ہوں یا کسی کی ایک انگلی کٹ جائے۔

اور امراض وضع یہ ہیں کہ کسی شخص کا عضو اپنے جوڑے سے اتر جائے یا اپنی جگہ سے زائل ہو جائے۔ یا اس میں کوئی حرکت غیر طبعی پیدا ہو جائے۔ مثل ریشہ وغیرہ کے یا عضو اپنی جگہ کو ایسا پکڑے کہ وہاں سے حرکت نہ کر سکے

یکل امراض جسمانیہ بمقابلہ روحانی امراض کے نہایت سہل ہیں۔ کیونکہ یہ جسمانی امراض محض جسم کی ہلاکت تک محدود ہیں۔ اور روحانی امراض روح اور قلب کو تلف اور ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ نہایت سخت اور دشوار ہیں اور جب تم نے اس بیان کو معلوم کر لیا۔ تو پھر سر سے پیر تک کل امراض تک کو معلوم ہو گئے۔ مرض استسقار کا علاج یہ ہو۔ جب پیٹ بڑا ہونے لگا اور اس سے پہلے درد جگر اور بخار بھی تھا۔ اور زناٹ کا سورخ باریک اور سفید ہو گیا۔ اور اسی اثنا میں پیٹ کے اندر سے حرکت اور آوازیں بھی معلوم ہوتی تھیں۔ پس اگر اس حالت کے ساتھ پیشاب بھی منج تھا۔ تو اس میں مرض رجا تھوڑا ہے۔ اور اگر بول زیادہ ہو۔ اور پیٹ خشک ہو۔ تب جب ریوند جو مادیوں سے مرکب ہوں کھلا دیں۔ جب ریوند کی ترکیب یہ ہے۔ ریوند عصارہ غافقہ شحم کاسنی ہریک سدہ درم غاریقون ۵ درم مادیون دس درم انا کی گوبیاں بنا کر ایک ہفتہ دھانی درم نوش کریں۔ اور اگر پیٹ میں افسال ہو۔ تو اذاعہ سردار بس کھلائیں۔ اور شوربا کھلنے کو دیں اور اگر پیٹ میں زنی زیادہ

استسقار کا علاج

ہو۔ تو غلطی جی کا رب کھلائیں اور اگر ان علتوں کے ساتھ پیشاب میں سرخی اور حرارت نہ ہو۔ تو یہ گوبیاں کھلانی چاہیئے۔ مادیون ۵ درم۔ نمک ہندی ایک سینی درم۔ ورق الحام ایک لافق یہ گوبیاں استسقار کے پانی کو جذب کر لیں گی۔ استسقار کے واسطے یہ منہاد نہایت مفید ہے۔ جو کا آٹا سعد بکری کی پرانی سیننی بوقرقل ارمنی

ہموزن پیکر پیٹ پر لیپ کریں۔ اس سے پانی خشک ہو جائیگا۔ اور اگر ٹپکوں اور اطراف میں نرم درم ہو اور خبیثہ بھی سوچے ہوئے ہوں۔ اور سارا بدن اور چہرہ دبلا ہو گیا ہو تو یہ استسقاء لمحی ہے۔ اس کے واسطے اقراص لک مار الاصول کے ساتھ دینے چاہئیں۔ اور ہر ہفتہ میں جب ریونڈ کا مسل دینا چاہیے۔ اور اس شخص کو لازم ہے کہ گرم ریت میں ٹوٹا کرے۔ اور ریاضت میں مشغول ہو۔ پیاس اور بھوک کو ضبط کرے۔ اور اگر پیٹ پھولا ہو اور کھینچا ہوا ہو تو اگر اسپرمانڈ مایس تو بیل کی سی آواز ہو پس یہ استسقاء طبلی ہے۔ اس مرض والے کو ہر ایک نفع کرنوالی چیز سے پرہیز چاہیے۔ مثلاً ساگ وغیرہ اشیاء سے اور پچھنے سے بچ لگائے جائیں۔ اور جاو رس کا لیپ کیا جائے۔ اور نفع کی تحلیل کرنے والے ادویات کا استعمال کر لیا جائے۔

**بہق ابیض یعنی سفید و صہون کا علاج یہ ہے۔** شاترہ ہندی تخم فجل ہینگ کندش رازی ران سب کو ہموزن پیکر تیز کر کے میں ملاویں۔ اور دھوپ میں بیٹھ کر لیپ کریں۔ اگر اس سے فائدہ ہو جائے تو بہتر درنہ دو درم اطریقل صغیر ایک درم تربد ایک درم لیاچ قیقا ربع درم تخم حنظل ران سب ادویات میں سے مہینہ میں چار بار اور فقط اطریقل روزانہ تین درم نوش کریں۔ برص کا بھی بعینہ ہی علاج ہے۔ مگر اس میں تے بھی ہونی چاہیے۔ اور خشک کرنوالی دواؤں کا استعمال اور یہ جلد لگانا ضرور ہے ترابچ شیطیح کنیکج سیوہرج ہموزن پیکر ہینگ کے جوش دیئے ہوئے پانی میں ملائیں۔ اور لیپ کریں۔ اور اس سے پہلے اس جگہ کو مونے پکڑے خوب مالش کریں۔ اور اگر موصی چھوٹا ہو۔ تو اس کو داغ دیں۔ جب داغ اچھا ہو جائے۔ پھر اس پر موہرج ہینگ دردنی صخر معقرہ شبت ران سب کا بہت دفعہ لیپ کریں۔ اس علاج سے بیس روز کے اندر آرام ہو جائے گا۔

**سیاہ برص کا علاج یہ ہے کہ** گشخص کی فصلی جائے۔ اور گئی بار اقیتموں کے سہل دیے جائیں۔ اور یہ لیپ لگایا جائے تخم فجل کندش اور حمام میں جا کر غسل کیا کرے۔



اور ٹھنڈی غذا کھائے۔

**تشنگ کا علاج** یہ ہے کہ اگر ایک عذوق یا کئی اعضا میں بیٹھنیاں ہوتی ہوں اور اعضا کچھنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ تو اس کو تشنگ کہتے ہیں۔ یہ تشنگ یا تو کیکارگی ہوتا ہے اور یا تھوڑا تشنگ شروع ہوتا ہے۔ اگر کیکارگی ہو تو اس کا علاج مشل قلع کے ہے۔ روغن قسط کی خوب روزہ کے ساتھ مالش کریں اور وہ تشنگ جو آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ یہ بخار یا دستوں کے پیچھے واقع ہوتا ہے۔ ادیر بہت روتی ہے۔ اس کا اچھا ہونا نہایت دشوار ہے۔ اس میں کوہن کو لازم ہے کہ ماہا شیر اور روغن شوربا پیوے۔ اور خالص سیٹھے پانی میں مینھا کرے۔ اور روغن بھنڈے اور روغن کدو کی بدن پر مالش کرے۔ اور ٹھنڈی غذاؤں کا استعمال رکھے۔

**کان میں نقل کا پید ا ہونا**۔ اگر کان میں بھاری پن ہو جائے۔ اور آواز اچھی طرح سنائی نہ دیتی ہو تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ کان میں مہل ہے یا نہیں۔ اگر میل ہو تو اس کو کان میں سے نکلوا دے۔ اور اگر اس سے نہ نکلے تو بڑی دوا کے خارج کرے۔ اور اگر میل نہیں ہے بلکہ کسی زخم یا مرض سے یہ بھاری پن ہو گیا ہے۔ تب یہ ہسپارہ لینا چاہیئے عجز خوش فستقین۔ فوٹیج جو ان سب چیزوں کو خوش دے کر جس ترکیب سے ممکن ہو۔ اس کی ہسپاں کان کے اندر لیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو ان سب دواؤں کو خوش دے کر ایک لمبی گردن کی شیشی میں بھریں۔ اور پھر اس کے مونہ پر کان رکھ لیں اور سب طرف سے کپڑا ڈھانک لیں۔ تو اس صورت میں خوب ہسپارہ ہوگا۔ اور اگر اس علاج سے بھی فائدہ نہ ہو تو ان دواؤں کو کان کے اندر ڈالیں۔ شمع حنظل ایک ورم بورق تین دم جنبہ بتر نصف ورم زیر بوند مدح نصف ورم عصارہ فستقین نصف ورم فریمون ایک دانق۔ گاج کا پتہ قسط چار ورم پتہ میں ملا کر کان میں نہکائیں۔ اور اوپر سے روٹی رکھ لیں۔ اور اگر کوئی مرض سبب شقت اور روزہ رکھنے اور جاگنے کی کثرت سے پیدا ہوا ہے۔ تو اس صورت میں تمام کے اندر جانا اور عمدہ غذا کھانی اور کان میں تیل ڈالنا اور خالی پانی سے سردھونا لازم ہے۔

زبان کا بھاری پن۔ جب فقط زبان بھاری ہو جائے۔ علاوہ اور اعضا کے احتیاط

کو بخاریا اور کوئی گرمی کی علت نہ ہو تب نوشادر فلفل زنجبیل رائی عرق قحا سورج ورنی  
صغیر نمک ہندی گلوچی مرچ خوش خشکدان سب کو پانی میں جو شس دیو بر غمرہ کرے  
اور گھونٹ لگنے سے پرہیز کرے۔ اور اگر زبان کے ساتھ اور گل حواس میں بھی ثقل ہو تو  
مثل فلج کے اس کا علاج کیا جاوے۔ اور اگر گرم بخاروں کے ساتھ فقط زبان ثقیل ہو  
اور ورم کراوے۔ اور تشنج بھی ہو تب گدھی کوتیل کی مالش کریں اور مونہ میں بھی خالص  
تیل رکھ کر کلی کریں +

جوع کلی جب انسان کو ہر وقت بھوک معلوم ہوتی ہو۔ اور ہر چند کھاتا ہو۔ مگر سیری نہ  
ہوتی ہو۔ تو ایسے شخص کو مرغن کھانا کھلانا چاہیے۔ اور پُرانی شراب پلائیں۔ اور اگر کھانے  
کے بعد سیری ہو جاتی ہو مگر بہت کھاتا ہو تو ایسے شخص کو گائے کا گوشت اور دودھ چاول  
کھلاویں۔ اور شراب پلائیں۔ اور ٹھنڈا پانی پلائیں اور ٹھنڈی ہوائیں بھائیں۔ اور اس سے  
کو کھنی اور قابض دینا تیز چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے چکنی اور سنہنی چیزیں خوب کھائے۔

بخار کا بیان۔ بخار کی بہت قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جسکو اطباء حشی رومی کہتے ہیں۔ یہ  
بخار فقط ایک ہی دن آتا ہے۔ اور اس کی خاص علامتیں ہیں۔ اس میں پھر بریاں آتی  
ہیں نہ انگریزاں۔ اور اس سے پہلے ضرور کوئی ایسا سبب حادث کے مخالف ہوتا ہے جس  
سے یہ بخار پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً سخت مشقت کا تحمل ہونا یا سخت غصہ آنا یا مارچ پہنچنا یا تیز  
شراب دینا یا کثرت سے شراب پی جانا یا دھوپ میں دیر تک بیٹھا رہنا یا گرم ہوا میں رہنا  
یا بدن کو چوٹ اور مدھم پہنچنا وغیرہ وغیرہ یہ بخار ایک ہی دفعہ آتا ہے۔ اور اس کا  
علاج حمام میں بیٹھے پانی سے غسل کرنا ہے۔ مگر چاہیے کہ بیچ میں دروازہ کے پاس  
بیٹھے تاکہ رگوں کے مسامات نہ بالکل کھل جائیں اور نہ ان میں حرارت مشتعل ہو۔ پھر اپنے  
جسم پر پانی ڈالے اور غسل کے بعد تدریجہ اور جڑوں کا شور بافوش کرے۔ اور اگر اس کو  
شراب نوشی کی عادت ہو تو عادت کی مقدار سے کم شراب بھی پی لیوے اور اگر  
شراب کی عادت نہ ہو تو شکر طہرزد اور گلاب کا جلاب نوش کرے +

حمی غشی یہ وہ بخار ہے جو ایک روز آتا ہے۔ اور ایک روز نہیں آتا۔ اس میں کچھ سردی



نبی معلوم ہوتی ہے۔ اور انگریزیاں بھی آتی ہیں۔ اور جلدی سے بدن گرم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو ہاتھ لگائے۔ تو اس کے ہاتھ کو سوزش معلوم ہوتی ہے۔ اور اس بخاریں پیاس اور درد سر بھی ہوتا ہے اور بعض دفعہ ششی اور کرب اور صفرادی تھے ہونے لگتی ہے۔ اور کبھی دست آنے لگتے ہیں۔ گرم و خشک مزاج والوں کو اکثر یہ بخار آتا ہے۔ اور جو شخص مشقت اور جلاگنے اور روزہ رکھنے کا عادی ہو یا جس نے گرم غذاؤں کھائی ہوں یا گرم مکوں اور گرم وقتوں میں پرانی شراب پی ہو۔ وہ بھی اس بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ بخار بارہ گھنٹے سے زیادہ نہیں رہتا۔ بلکہ اس سے کم ہی چار یا آٹھ گھنٹہ کے اندر اتر جاتا ہے۔ پس جب یہ علاماتیں پائیں جائیں۔ تو جان لو کہ یہ مٹی غبی ہے۔ اور اس بخار ڈالے کو بخار کے روز سے پہلے بھی درم بڑی ہر ایک رات دن پانی میں جوش کر کے جب وہ صوب ہو جو جادے صاف کر کے میں درم ترغیبین کے ساتھ پلائیں اور ایک درم مقویا انطاکا اور پے سے کھلاویں۔ اور اگر گیارہ بہت کم زور ہو تو ہر روز شام کے وقت دس درم الہی اور میں آلو بخارے سیر بھر پانی میں جوشن سے کر خوب ملکر چھان کر دس درم شکر طبرزد ڈال کر سوتے وقت پلائیں۔ اور صبح کو آپ جو پلائیں۔ اور لکڑی کھیرے کا گودا کھلا کر کہو کا عرق پلائیں۔

**جے محرقہ جسکو تپ محرقہ کہتے ہیں۔** یہ بھی شے غبی ہی کی قسم ہے مگر اس میں اس سے زیادہ سخت حرارت ہوتی ہے۔ اور یہ بخار اترتا نہیں۔ بلکہ ایک دن بیچ کر زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اس میں انگریزیاں بھی نہیں آتیں اور پسینہ بھی نہیں آتا۔ مگر اترنے کے وقت باقی کل باتیں مٹی غبی کی اس میں زیادتی کے ساتھ ہوتی ہیں اور زبان پر سے سیاہی نکلے اور سختی ہو جاتی ہے۔ علاج اس کا وہی ہے جو مٹی غبی میں بیان کیے ہیں اور بارہ اشیر اور اقراص کا فور کی ملازمت کی جائے اور عرق کدو عرق ترلوز کے ساتھ ملا کر گھری گھری پلائیں۔

**جے مطبقہ یہ دمنوی بخار ہے۔** اس میں انگریزیاں اور پھریریاں نہیں آتیں گرمی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور آنکھوں اور چہرہ اور کان اور ناک میں سرخی اور کرب

اور سوزش پیدا ہوتی ہے اور سانس بھی بڑے بڑے آتے ہیں۔ اس بخار سے پہلے دن میں بھاری پن اور سستی اور نیند کی زیادتی اور زبان میں بھاری پن پایا جاتا ہے۔ خاص کر پیشانی اور سر بہت بھاری ہوتے ہیں۔

یہ بخار جوانی کی عمر اور ریح کی فصل میں اکثر آتا ہے۔ اس کے واسطے فصد کی ضرورت ہے تاکہ خون کی زیادتی کم ہو جائے اور بخار کی حرارت میں انقطاع ہو اور اگر یہ بخار نہ اترے یہاں تک کہ زبان سیاہ ہو کر حتیٰ محرقہ کے آثار ظاہر ہوئے تب اُمی کا علاج کرنا چاہیے۔ مگر یہ دوائیں بھی اضافہ کریں جیسے یوں کارب اور شربت انار اور ریواس اور صہم ہے اور یہ مسلسل پلائیں۔ آپ کو بخار اتر مہندی شکر طبرزد آب انار ترش جسکو چھلکوں سمیت شکہ کے ساتھ کوٹ لیا ہو۔ اور جب بخار اتر جائے تو پورے طور سے تندرست ہونے تک گوشت خوب کھلائیں۔ انہیں بخاروں میں سے اور بہت سے بخار ہیں جیسے جٹا بنغیہ وغیرہ ہم فرمان میں سے تھوڑا سا ذکر کیا جس کو تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو۔ وہ علم طب کی بڑی بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

حساق مینی گلا آنا۔ جب یہ مرض گلے میں ہوتا ہے تو گلاب بیج جاتا ہے۔ اور جس قدر گلا زیادہ تنگ ہوتا ہے۔ اُمی قدر مرض سخت ہوتا ہے۔ اگر گلا دکنے کے ساتھ چہرہ اور آنکھیں بھی سسرخ ہیں تو پہلے یفقال کی فصد لیں اور کچے انار کو چھلکے سمیت کوٹ کر پانی میں جوش کر کے غرغہ کرائیں۔ اور تدریجاً شہتوت پلائیں یا حساق کو گلاب میں بنا کر غرغہ کریں۔ اور اگر بیماری کو تین روز سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ تب زردا سیر کو جوش کر کے اس کے پانی سے غرغہ کرائیں۔ اور آب نیار شہنار الفصل کے ساتھ بطور منہج پلائیں۔ پھر آو بخارا زلی خیار شہنار ترجمین کا مسہل دیں اور اگر چہرہ میں سرخی نہیں ہے۔ بلکہ مونہ سے لعاب بہت جاری ہو اور رطوبت کی علامتیں پانی جاتیں تب مسہل قرقا کا استعمال کریں اور مکیبیں مسلی کے ساتھ غرغہ کرائیں۔ اور اگر زبان

مٹے سنیک بڑا مضاعف ہے۔ اس کے پین کا چھلکا کر آو بخار ہے۔ اس کا اس مرض کے دے دے دنا گلے میں بلکہ مٹا ہی نہایت مفید ہے۔ جس سے افی سانپ کا مٹھ مٹھ کر اس کو مار ڈالا ہو۔



کے نیچے کی رگوں کی فصدیہوں کو یہ بھی مفید ہے۔ اور گردن میں بچکنے لگانا بھی فائدہ کرتا ہے اور اُسے بلا درد سے گردن کا لپ کرنا۔ اور یہ سفوف حلق میں لگانا بھی نافع ہے۔ رات کی نوشادر عقرقہ حلیت نظر و نفل قوت بخ

دوران کا علاج۔ اگر انسان کو اپنے گرد کی چیزیں چکر کھاتی معلوم ہوں اور آنکھوں میں اندھیرا ہو جائے اور گردنے کا قصد کرے۔ اور ان باتوں کے ساتھ چہرہ اور آنکھیں گرم ہو جائیں۔ اور کان کے پیچھے کی رگیں پھول جائیں۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ گدی اور پٹلیوں پر بچکنے لگائیں۔ اور اگر چہرہ میں سُرخی بھی ہو تو باسلیق کی فصد کھولیں اور پٹلی پر بچکنے لگائیں۔ اور ایک علاج اس کا یہ بھی کہ سر پر سرکہ شراب اور دھن گلاب کی دھن کریں اور بڑی ہشر کے عرق کے ساتھ جس کا صلع میں نوکر ہو چکا۔ مہل میں۔ اور اگر دوران کے ساتھ کھانسی اور کرب بھی ہو اور چہرہ پر سُرخی نہ ہو۔ تو اقل طبیعت اور انحراف سے دماغ تنقید کریں اور معدہ کو قوت پہنچائیں۔ اور قدرے شربت تو قابا استعمال کریں اور ساتھ پیروں کو گرم پانی میں رکھیں۔ تاکہ مادہ اوپر سے نیچے کی طرف صُغ آوے اور شربت یا تر ہندی اور آلو بخارا اسفول کے ساتھ پینا بھی نافع ہے

ذات الجنب یعنی دروہیلی۔ اگر انسان کی پسلیوں کے نیچے درد ہو۔ اور اس کے ساتھ بخار اور خشک کھانسی بھی ہو۔ پس اگر درد اوپر کی پسلی کے کنارے پر ہو تب ہی طرف کے باسلیق کی فصد کھولیں جس طرف درد ہو۔ مگر جس وقت بدن میں اشتہار بہت ہو تب جانب مخالف سے فصد کھولیں یعنی جس طرف درد نہ ہو۔ اور اگر پسلی کے نیچے کے کنارے میں پشت کی طرف درد ہو تو اس مطبوع کے ساتھ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں مہل دیں۔

زکام اگر زکام میں کھانسی یا گل خشک ہو تو حیرہ بنفشہ آب جو کے ساتھ پلائیں۔ اور جب ریزش لگتی شروع ہو۔ تو ہر روز آب جو سے پیلے وہ جو شانہ جو زکام میں پلایا جاتا ہے پلائیں۔ اور اگر بخار کو تسکین ہو۔ اور بیمار زور سے سختی کے ساتھ پھونک مارتا ہو تب مریض کو وہ دوا پلائیں۔ جو ربو کے بیان میں مذکور ہے۔ اور اگر ریزش سیاہ یا بہت

رزد ہو۔ اور اسی حالت میں رہے۔ اور بخار اور حرارت کو سات روز تک تسکین نہ ہوتا اس  
مرض سے خوف ہے۔ اور اگر اس کے پہلو میں باہر سے سرخی پیدا ہو اور جب اس پر ہاتھ  
سے دبائیں۔ تو درد ہوتا ہو۔ پس اس پر پچنے لگائیں۔ اور انجیر اور رائی کا لپ کریں۔  
رند چشم جب آنکھیں سرخ ہو جائیں۔ اور آنسو بہنے لگیں۔ اور گوشہ چشم میں گچ  
آویں۔ تو بیشک رند چشم ہو گیا۔ اور جس قدر یہ سب باتیں زیادتی کے ساتھ ہوں گی اسی  
قدر رند بھی زیادہ ہو گا۔ اور زیادہ خوفناک وہ مدہ ہے جس میں آنکھ کی سفیدی اس قدر  
پھول جائے کہ سیاہی کے اوپر چڑھ آئے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے قیصال کی فصدیں  
اسی ہاتھ سے جو چشم بیمار کی طرف ہو۔ اور کثرت سے خون نکالیں پھر اسکے بعد بڑی  
ہڑاؤ پر بخین اور مارالو کہ کاسل دیں گوشت شراب میٹھی اور ثقیل غذا سے پرہیز کریں  
اگر یہ علاج کافی ہو تو خیر ورنہ شیاف امیض کو زک والی کے دودھ میں حل کر کے آنکھ کے اندر  
ڈالیں۔ اور بیشافی اور پوٹوں پر اس لپ کا لگانا بھی مفید ہے۔ جس کی ترکیب یہ ہے  
ماہیہ ورد صبر حنظل صندل سح فو قل زعفران ران سب کو ہون لیکر پیس  
اور گولیاں بنا کر رکھ چھوڑیں۔ اور بوقت حاجت ایک گولی دھینے یا کاسنی یا گلاب  
کے عرق میں حل کر کے آنکھ میں لگائیں۔ اور شیاف امیض کی ترکیب یہ ہے۔

سفیدہ مغسول دس درم۔ انشروت تین درم نشاستہ ایک درم کثیرا ایون نصف  
درم۔ ان سب کا شیاف بنایا جائے +

زکام کا باقی بیان گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد جب انسان سر کھلا رکھے۔ اور  
شمالی سر ہو اس کو ٹک جائے۔ تو اس سے ناک میں کھچلی اور دغدغہ پیدا ہو جاتا ہے  
اور چھینکیں بھی آتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ کپڑے کو گرم کر کے دماغ پر رکھیں  
یہاں تک کہ دماغ کو اس کی گرمی محسوس ہو۔ اور شک و کلوخی وغیرہ گرم چیزیں سنوئیں  
پانی بہت کم پیویں اور چت نہ سوویں۔ غذا بھی کم کریں۔ شراب بالکل چھوڑ دیں۔ پس  
اگر اس طریقے سے فائدہ نہ ہو تو بہتر ہے۔ ورنہ قیصال کی فصدیں اور اس مطبوخ کے  
ساتھ مسہل لیں۔ صفت اس مطبوخ کی یہ ہے یعنی جو شادہ جو زکام اور کھانسی



کے واسطے مفید ہے عتاب ۲۱ عدد سپتاں ۳۰ عدد موز منقہ دس درم بنفشہ ۱۰ درم  
ملٹھی ۵ درم رز و انجیر ۳ عدد ران سب کو ڈیڑھ سیر پانی میں اس قدر جوش دیں کہ آدھ  
سیر بچ جائے پھر سات درم املتاس کا گودا اور دس درم زنجبین اس میں ہلکا کر نوش  
کریں۔ اور اگر قصد اور اس مہل سے فائدہ نہ ہو۔ بلکہ زکام سینہ کی طرف رجوع کرے کھانسی  
بخاریں شدت ہو۔ تب اس وقت فصیدنی ضرور ہے۔ اور گوشت کے کھانے سے  
بالکل پرہیز چاہیے۔ اور آپ جو کے ساتھ گل بنفشہ جوش کر کے نوش کریں۔ پس اگر اس  
علاج سے بخار کو نشکین ہو۔ مگر کھانسی بدستور رہے اور کھانسی میں ریزش ملگنی شروع ہو  
تب یہ چوشاندہ ہر روز خمیر بنفشہ کے ساتھ استعمال کریں یہاں تک کہ سینہ صاف ہو جائے  
اور آواز بھی صاف ہو۔ اس مطبوخ کی صفت یہ ہے۔ انجیر زردہ عدد عتاب دس عدد  
سپتاں بیس عدد سپید منقہ دس درم ملٹھی کو فٹہ ۵ درم ران سب ادویہ کو اس قدر  
جوش دیا جائے کہ گل کر آتا ہو چائیں پھر صاف کر کے تین اوقیہ کی مقدار روزانہ  
خمیر بنفشہ کے ساتھ نوش کریں +

مرض سرسام (یہ لفظ فارسی مرکب ہے سر اور سام سے۔ سام کے معنی ورم کے  
پس یعنی سر کا ورم) جب انسان کو حٹی مطبقہ دامنگیر ہو اور اس کے ساتھ سر میں اور  
آنکھوں میں بھاری پن اور سرخی اور سر میں سخت درد ہو اور روشنی بری معلوم ہوتی  
ہو۔ اور نبض میں تیزی ہو۔ تو یہ سب سرسام کی نشانیوں ہیں۔ اور جب زبان سیاہ  
یا زرد ہو گئی اور عقل میں فتور آگیا اور نیند نہیں آتی۔ اور ہڈیاں شروع ہو گیا۔ تو ان علامات  
سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسام پورا ہو گیا ایسے مریض کے واسطے لازم ہے کہ ان علامتوں  
کے پورا ہونے سے پہلے اس کی فصیدیں اور مار الفواکہ کا مسهل دے کر طبیعت کو صاف  
کریں اور دن بھر میں ایک یا دو بار صرٹ مارا شیر بجائے غذا کے کھانے کو دیں جیسے کہ  
صحت کی حالت میں اس کو کھانے کی عادت ہو اس کے سر پر سرکہ شراب اور روغن  
گلاب کی مالش کریں۔ اور اگر نیند بالکل نہ آتی ہو تو اس دوا کا استعمال کریں گل بنفشہ  
پوست خشکاش شیر مقشر ہذر امس بیخ تفلح ران سب کو ایک برتن میں جوش

کر کے گرم پانی سے اس کے سر کو ایک طشت میں دھوئیں اس دوا کے استعمال سے اس کا جاگنا بالکل دفع ہو جائیگا۔ اور خوب سوئے گا۔

**شقاق المقعدة** (یعنی مقام جواز کا پھٹ جانا) بطح کی چربی سے جو قیر طعی بتائی ہو۔ اس کو اور زعفران اور اونٹ کی نلی کے گودے سے اس کا علاج کریں اور اگر یہ گودانہ ملے تو گدیس کی نلی کی چربی موم اور روغن سوسن یا روغن زکس میں ملا کر لگائیں اور اگر مقام میں حرارت زیادہ ہو تو مہم سفید کاکھی اس میں اضافہ کریں۔ اگر قبل (یعنی عورت کی پیشاب گاہ) میں شقاق یا پھچن ہو تو یہ دوا استعمال کریں کہ ایک سیسہ کا ٹکڑا لیکر اس کو بقعدہ الحمقہ کے عرق یا ماراغس میں اس قدر گھسیں یا لعاب اسبنول میں کہ سیسہ سب حل ہو کر گاڑا ہو جائے۔ پھر اس میں روغن گلاب ملا کر استعمال کریں یہ دوا اس پھوڑے کے واسطے بھی مفید ہے۔ جو عورت کے رحم وغیرہ مقامات میں پیدا ہوتا ہے۔

**صداع اور شقیقہ** (یعنی سانس اور آدھے سر کا درد) اگر صداع اور شقیقہ کے ساتھ سرخی اور کچن اور چہرے اور آنکھوں میں بوجھ بھی ہے۔ اور ہاتھ لگانے سے سر اور چہرہ گرم معلوم ہوتا ہے اور نبض میں بھاری پن ہے۔ تو اس کا علاج اس طور سے ہے کہ پہلے قیال کی اس ہاتھ سے نبض لیں جس کی طرف سر میں درد ہے پھر اس کے بعد گلاب اور روغن گلاب اور سرکہ شراب کو یک شیشی میں آمیز کر کے برف کے اندر ٹھنڈا کریں پھر مریض کے سر پر مالش کریں گوشت شراب اور گرم چیزوں سے اس مرض میں پرہیز چاہیے۔ ٹھنڈی ترکاریاں اور میوے خوب کھائے اور اس سہل سے طبیعت کے مرض کی صفائی کرے۔ بڑی ہڑا کو بخار ارا ملی شکر طبرزدہ اور اگر اس علاج سے بھی آرام نہ ہو تو خلی کو شراب میں پیس کر سر پر لپیٹ کریں۔ اور اگر صداع کے ساتھ نبض میں سرعت اور ہاتھ لگانے سے سر میں گرمی محسوس ہو۔ مگر آنکھوں اور چہرہ میں سرخی نہ ہو۔ اور نہ کھینچی ہو۔ تب اس کا علاج مسہلات سے کرنا چاہیئے۔ اور روغن بنفشہ یا روغن کدو شیریں کی ناس لیں یا روغن نیلوفر غلاف ناک میں ٹپکائیں۔ اور اگر خون میں غلطت ہو گئی ہو تب صداع دیر پا ہو جائے گا۔ اس کے واسطے اس دوا کا استعمال کرے۔ زفیون کا فور ہوزن



ان کو پیکر روغن خلاف میں ملائے۔ اور مریض کے ناک کان میں تپکائے۔ اور اگر صداع کے ساتھ ان علامتوں میں سے کوئی علامت نہ ہو تب علاج کو ہا سہال کے ساتھ شروع کریں۔ اور یہ سہل تو قایا نہایت مفید ہے اور مجرب ہے یا بارج فیرا دس تولہ طعیم حنظل ۳ تولہ سقونیا ۲ تولہ تربدہ تولہ طعیم دوس ۵ تولہ ان سب دواؤں کی دس خوراکیں بنائیں اور سہل کے بعد روغن بان دروغن زنبق کی سر اور پیشانی پر مالش کریں۔ اور صداع حار میں یہ نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔ پذیر الحس شبیاف مامیشا صندل سرخ صندل سپید فلفل افیون ان سب دواؤں کو میکسر کر کہ اور گلاب میں ملائیں اور سر پر لپیٹ کریں۔ اور لیپ کے اوپر ایک کپڑا سر کہ اور عرق گلاب میں تر کر کے رکھیں۔ پھر جب وہ خشک ہو جائے پھر اس کو ترکردیں۔ اور اگر درد سر دھوپ میں رہنے سے ہوا ہے۔ تو روغن گل اور سر کہ شراب کو برت میں ٹھنڈا کر کے اسی کا لیپ کریں۔

**ضعف بصر** (یعنی بینائی کی کمزوری) اگر ضعف بصرات کے ساتھ غلبہ رطوبت کی بھی نشانیاں ہوں مثلاً بھوک اور محنت کے وقت آنکھ سے اچھا دکھائی دیتا ہو اور بعد وقتوں میں ایسا نہ دکھائی دیتا ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رطوبت کا غلبہ ہے۔ پس اس مریض کو بلاناغہ شربت توقلیا پلانا چاہیے۔ اور قے سے تنقیہ کریں۔ اور یہ سر کہ لگائیں اور اگر ضعف بصر کے ساتھ بدن میں خشکی بھی ہو۔ تو مریض کو مقوی غذا کھلائیں اور سر پر خالی پانی ڈالیں۔ سر کہ کی ترکیب یہ ہے۔ یہ سر کہ رطوبت کے غلبہ سے کمزور ہونے والی آنکھ کو خوب تیز اور روشن کرتا ہے۔ تو تیا مشغول ضعف ۳ تولہ کو پیکر رکھ لیں پھر دمخوش تر کو پیچو کر اس کا عرق نکالیں اور ایک رات رہنے دیں صبح کو صحت کر کے تو تیا اسکے اندر ڈالیں اور خشک ہونے تک رہنے دیں۔ پھر زنجبیل اور فلفل اور دار فلفل اور میرا ہریک دو دو تولہ اگر تو تیا ۲۰ تولہ ہو تو نو سادر دو تولہ ان سب کو عرق رازیانج میں حل کر کے خشک کریں اور پھر حل کر کے کام میں لائیں آنکھ میں سرخ دانہ پڑنے کا علاج جب آنکھ میں ضرب یا کسی اور سبب سے سرخ دانہ داخل پڑ گیا ہو۔ اور اس میں درد ہو تو اس کے تحلیل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ پس چاہیے۔ کہ ہر سال صرخ (یعنی منسل) کندر

مر اشق ران سب اجزاء کو ہم وزن پسک عرق دھنیا میں حل کر کے آنکھ میں لگا نہیں اور اگر پھر بھی درد ہو تو اندھے کو روغن گل میں ملا کر جاگتے میں آنکھ پر لپ کریں۔

آنکھ میں ناخونہ پڑ جائیگا علاج۔ جب تم کو آنکھ میں ناک کے پاس کے گوشہ سے لیکریا ہی یعنی پتلی تک ایک جھلی سی معلوم ہو تو یہی ناخونہ ہے۔ اس کا نقصان بہت بڑا ہو اگر یہ پتلی کی طرف آجائے جب تک یہ جھلی پتلی رہتی ہے۔ اس کا علاج شیاف اخضر اور شیاف قلعندہ سے ہو سکتا ہے۔ اور جب عرصہ کے بعد سخت اور سوئی ہو جاتی ہے۔ تب لوہے کے

اوزار سے اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ شیاف اخضر کا نسخہ یہ ہے۔ زنجار ۳ تولہ قلعقطار محرق ۲ تولہ زرنیخ احمر ۱ تولہ بورق ۱ تولہ زبدالجوا ۱ تولہ دوسا در ۱ ماشہ اشق اشقال ان سب ادویات کو عرق سداب میں حل کر کے چھان لیں عجیب نفع کی چیز اور مجرب ہے۔ اور شیاف قلعندہ جو ناخونہ کے واسطے نافع ہے۔ اس کا نسخہ یہ ہے۔ رو سنج ۵ تولہ زنگار ۲ تولہ دوسا در ۱ تولہ بورق ۱ تولہ زرنیخ مصور ۱ تولہ ران سب کو پیس کر حل کریں۔ اور کئی ہفتہ تک چھوڑ رکھیں۔ پھر صاف کر کے ناخونہ پر لگائیں +

عسر بول یعنی خنک جب پیشاب رک رک کر تھوڑا تھوڑا آئے اور اس کے ساتھ زیر ناف انتفاخ نہ ہو۔ اور نہ درد ہو نہ پیٹ میں ثقلات ہو پس ایسے موقعہ پر پیشاب بہانے والی ادویات کا جلدی سے استعمال کرنا چاہیے ورنہ اس مرض سے استسقا کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے پیشاب جاری کر نیو الا نسخہ یہ ہے۔ بذکر فس اسالیول اسپارون۔ ناخنواہ تخم رازیخ تسبل بادام تلخ صمغ ابہل قوہ سب کو سموزن لے کر بمقدار دس درم کے جوش کو کہہ بیویں۔ اور یہ دوسرا نسخہ بھی نہایت مفید ہے ذرا آج کے سہا اور پر جد اگر کے ایک درم لیں اور تین درم اشق کو شراب میں حل کر کے دوا مذکور اس میں ملا کر گولیاں بنالیں۔ اور ایک درم سے نیل درم تک استعمال کریں یہ دوا نہایت سیلح الاثر لے رہدی میں اس کو بول بکتے ہیں۔ یہ ایک درشت کا گوند ہے۔ تیسرے درج میں گرم اوروں میں خشک ۱۱

۱۲ اشق ایک گوند ہے درد لگ کا دوم یا سوم درج میں گرم اوروں میں خشک ۱۱

۱۳ نوہ یعنی میٹھ ۱۲ ایک جڑ ہے سرخ تیرگی مال اور پختہ ہونے پر سیاہ ہو جاتی ہے۔ دوسرے درج میں گرم و

خشک درج ۱۲



ہے۔ اور اگر عسر بول کسی ضرب یا صدمہ سے جو زیر ناف یا پیشاب گاہ پر پہنچا ہوا ہے۔ تو اس کے واسطے باسیق کی فصد کھولیں اور گرم پانی سے مقام کو دھاریں دوپہر تک پھر بیض سے کہیں کہ پیشاب نکالنے کی کوشش کرے۔ اور اگر عسر بول کے ساتھ متانہ بھی بھرا ہوا ہو اور اس کے بعد خون بھی پیشاب میں آنے لگتا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ اس مریض کو ایسی دوائیں دینی چاہیں جن سے خون کی حدت بند ہو جائے۔ یہ نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔ قرومانا و مردوقہ الصنع و اہل و اثنق و حلیت۔ اثنق کو پہلے حل کر کے سب دوا اس میں ملائیں اور گولیاں بنا کر روزانہ چار بار استعمال کریں۔ اس جو شانہ بجز بذورات کے ساتھ جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

زبان کے نیچے غدود۔ جب زبان کے نیچے غدود پیدا ہو کر تکلیف دیں۔ تو انکو نو سادر اور مازو سے مالش کریں۔ اگر فائدہ ہو تو بہتر ورنہ ان دواؤں کا استعمال کریں جو کتے کو فائدہ کرتی ہے۔ اور وہ نسخہ یہ ہے۔ زرنج، عمر زرنج، اصغر، زرخض، پھٹکری سب اجزاء کو ہونزن پیسکر سرکہ میں ملا کر قرص بنالیں اور بوقت حاجت ایک یا دو دانق کے مقدار میں کھردر لیں جیسے کہ کتے پر زور سے ملتے ہیں۔ اور کتے کے مرض میں روغن گل بھی موثرہ میں لیتے ہیں۔ اور غدود کے واسطے نمک سرکہ میں ملا کر اس سے کلی کرے۔

**فبا** جب انسان اپنے کسی عضو یا کئی اعضا کو حرکت نہ دے سکے یا ان سے حس بھی نہ کر سکے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اسکو فبا لگے۔ ایسے مریض کو پہلے وہ گولیاں کھلائی چاہئیں جن کا نسخہ محمد بن زکریا رازی نے تیار کیا ہے۔ اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ نسخہ یہ ہے۔ ایاج، فبقرا، دس درم، شحم حنظل، ۵ درم، قطوبوں، دقیق، عصارہ قنار، الحمار، سرکہ پانچ درم، فیفون، ڈھائی درم، جندبید، ستر فلفل، حلیت، سبکینج، جاویشیر، شیطرج، ہندی۔ خردل ایک ایک درم پہلے جس قدر گوندیں دان کو عرق سداب میں حل کر لیا جائے۔ بعد ازاں سب ادویات کو ملا کر گولیاں بنالیں۔ اہد ایک روز پہلا کر تین روز آرام دیں

لے تو ماناس کو تو دمانی اور تو دمانی بھی کہتے ہیں ایک قسم کے نبات ہے۔ تیسرے درجے میں گرم نمک ۱۱

اور ان تین روز میں ہر روز صبح کو آبِ بخوریت اور رانی کے ساتھ پلاویں۔ بھران گولیوں کی دوسری بخوراک دیں۔ پھر تین روز آرام کر لیں غرضیکہ اسی طرح تین بار کرنا چاہیئے۔ اور گرم قلیوں یا چوزوں کے ساتھ غذا دینی چاہیئے۔ اور بدن پر روغنِ قسط کی مالش کریں جسکی ترکیب یہ ہے۔ قسط ایک اوقیہ فلفل تین اوقیہ اسی قدر عاقرقحا اسقدر رفہیون چند بیدستر نصف اوقیہ۔ اور پھران سب ادویات کا نصف رطل روغنِ نیر ویا روغنِ خرس میں تیل بنائیں۔ اور استعمال کریں۔ اور اگر فالج کسی ضرب یا صدمہ سے پیدا ہوا ہو۔ پس اگر فوراً ہی درد پیدا ہوا اور اسی حال پر قائم ہو گیا۔ تو اس کو آرام نہ ہوگا۔ اور اگر فالج تھوڑا تھوڑا پیدا ہوا ہے پس لائق ہے۔ کہ اس جگہ پر جہاں ضرب واقع ہوا ہے۔ یہ لیپ لگا دیں لیپ کا نسخہ یہ ہے۔ آرد حلبہ حب البان حب اللہ حب الحزوع مقل اثلث بلخ کی چربی موم۔ روغنِ سوسن ان سب دواؤں کا لیپ بنا کر لگا دیں یہ ایک نسخہ فالج اور لقوہ اور رعشہ کو نہایت مفید ہے۔ زنجبیل عاقرقحا حبتہ السودا قسط فلفل دار فلفل ورج سب چیزیں دس دس درم و روق السداب یا پس حلیت حنطیانہ زراوند حب الغار چند بیدستر شیطرج خردل غسل بلا ذہر ایک پانچ پانچ درم ان سب کو روغنِ جوز میں ملا کر شہد میں گوندھیں اور دو درم کے انداز میں نوش فرمادیں۔

**قونج** جب پیٹ کے درد کے ساتھ طبیعت کی بندش اور غشی ہو۔ اور بخار و حرارت کچھ نہ ہو۔ تو چاہیئے کہ بیمار کو ایسی دوا دیں جس سے اس کو دست آجائیں۔ مگر قے نہ ہو جیسے جوارش السک ہے اور اس کا نسخہ یہ ہے۔ صطکی قزقل فلفل دار فلفل زنجبیل قزو جوز بوا سک دس دس درم سقونیا تازہ چند بیدستر دس دس درم ان سب ادویہ کو کوٹ میں اور چھان کر تیار رکھیں۔ پھر وہی کاشیہ بقدر ضرورت نکالیں۔ اور اس کے برابر شہد اس میں ملا کر آگ پر رکھیں نہ یہاں تک کہ جب وہ تھوڑا تھوڑا گاڑھا ہونے لگے اس وقت اس میں ادویات مذکورہ ڈال کر قوام تیار کریں۔ اور بوقت ضرورت کام میں لائیں مقدار خوراک اس کی درم سے ڈھائی درم تک ہے۔ اور اگر مریض غشی نہ ہو۔ تو اس کو حسبِ اقتراح استعمال کرو جس کا نسخہ یہ ہے۔ شحم حنظل دس درم اس کی گولیاں



دن ایک مثقال روز نوش کریں دفع قویج میں اس کی عجیب تاثیر ہے۔ اور اگر قویج بخت ہو۔  
اور ادویہ سہل سے کچھ فائدہ نہ ہوتا ہو تب بعض کو یہ شافہ دینا چاہیئے۔ نسخہ اس کا یہ ہے۔

مصدق الحروش دم تقویا دھانی دم تخم حنظل دھانی درہم ان سب ادویہ کے بے بے شافہ  
بنا کر بعض کو دینے چاہیئیں۔ اور اگر اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہو تب اس حقیقہ کا استعمال

کریں تدبیر اس کی یہ ہے دس دم تخم حنظل ۵ دم آر دقلیہ دو دم بجز مریم ایک دم  
عوطیثان قویج سداب ہریک چھوٹی ہتھیلی کی مقداران سب کو ڈیڑھ سیر پانی

میں اس قدر جو شش کریں کہ ڈیڑھ پاؤ پانی رہ جائے۔ پھر اس کو صاف کر کے یہ دو این  
اس کے اندر اضافہ کریں تین دم قطران اسقدر شہد ایک دم جندیہ ستر ایک دم سبب

ایک دم جاوشیر اور ایک مثقال اششیاف سے اس کے اندر ملائیں اور ٹھنڈیوں۔ اور اگر  
مریض کو درد کے ساتھ قویج اور قرا اور انتہا دہمی علوم ہوتا ہو تب اس کو حب الفار کھلانی

چاہیئے جس کا نسخہ یہ ہے۔ سداب خشک اک پتے دس دم ناخواہ کون کلو نجی کا شہ  
صغیر کرو یا قطر آسیون باوام تخم فلفل دار فلفل قویج فرات حب الفار جندیہ ستر

ہریک دو دو دم سبب چار دم ان سب ادویہ کو شہد میں ملا کر گولیاں بنائیں اور دن میں  
کئی بار شراب کشنیک اوقیہ بار الاصول کے ساتھ استعمال کریں نہایت نافع ہے۔

کابوس جب انسان سوتے سوتے بڑھ جائے اور خواب میں دیکھے کہ گویا ایک بڑی بیماری  
چیز اس پر گر پڑی اس کو کابوس کہتے ہیں اس کے علاج سے غافل نہ ہونا چاہیئے کیونکہ

یہ مریض کا پیش خمیہ ہے۔ اس بیماری میں اگر چہہ شرح ہو۔ اور رگیں بھری ہوئی معلوم  
ہوتی ہوں۔ آپس چلبیہ کہ صافن کی فصدیں۔ یا پندلیوں پر پچھنے لگائیں اور شراب

اور بیٹھی چیز کا استعمال ترک کریں اور کل چیزیں جو خون کو کثرت سے کرتی ہیں  
ان کا کھانا چھوڑ دیں اور اگر مبالغہ ہو تب قویج کا سہل کی باریبیوں۔ اور

نیچے کے اعضا کی خوب مالش کریں۔  
لقوہ جب انسان کا چہرہ میٹھا ہو جائے اور وہ اپنی کسی آنکھ کے بند کرنے پر  
قادر نہ ہو اور جب تم اس کو دیکھو اور اس سے کہو کہ بھونک مار پس جب اس نے بھونک

ماری اور تم نے دیکھا کہ ایک طرف سے پھونک نکلتی ہے اور ایسے ہی جب کئی گراؤ۔ تو سیدھی کئی نہیں کر سکتا۔ پس ایسے شخص کو ہم کہتے ہیں۔ کہ اس کو لقوہ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس شخص کو شروع مرض میں محلات کا استعمال کرائیں جیسے جوز بو اور عرق قرعہ وغیرہ میں انکو چھایا کرے۔ اور غذا اس کی وہی ہونی چاہیے۔ جسکو ہم فالج میں بیان کر آئے ہیں +

**مالخولیا**۔ جب انسان کے اندر خیالات فاسد خود بخود پیدا ہو کر ان سے بے رحم و غم لاحق ہو۔ تو یہ مالخولیا کی ابتدا ہے۔ پھر جب یہ خیالات اس درجہ قائم ہو جائیں کہ گفتگو میں انکو ظاہر کرنے لگے اور انہیں کے مطابق افعال بھی اس سے سرزد ہوں پس مالخولیا خوب تکلم ہو گیا۔ اس واسطے چاہیے کہ جس شخص میں خیالات فاسد اور بے رحم کی ابتدا شروع ہو۔ وہ فوراً ان کا علاج کرے کیونکہ جب وہ خیالات قوی ہو جائینگے۔ ان کا علاج دشوار ہو گا۔ پس اگر مالخولیا کیس تک پہنچ میں در اور نفع بھی ہو تب باسلیق اور سلیق کی فصد لینی چاہیے یا اس بات میں سے پھر اگر تم دیکھو کہ فصد میں سے سیاہ رنگ کا خون نکلا ہے۔ تو خون کو زیادہ نکالو اور اس کے بعد طبع اذیتوں جو کتوں میں مذکور ہے اس کو پلائیں اور اگر مالخولیا کے ساتھ یہ علاماتیں نہیں ہیں۔ یا سرسام کے بعد پیدا ہوا ہے۔ یا احتیوپ میں زیادہ چلنے یا سر میں چوٹ لگنے سے ہو گیا ہے۔ تب قیصال کی فصد کھولیں۔ اور جودتدیریں گزر چکی ہیں۔ سبب عمل میں لانی جاویں۔ اور غذاؤں میں سے اس کے واسطے بحری کا قورمہ اور سیدہ کے پراٹھے اور شراب رقیق مناسب ہے۔ یہ گولچل کا ایک نسخہ ہے۔ اس سے سودا بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس کا استعمال بہت سہل ہے کیونکہ ہر ایک شخص طبع اذیتوں کو نہیں بی سکتا ہے۔ اجزاء اس کے یہ ہیں اذیتوں میں درم بمضاج دس درم فاریقون دس درم۔ غزالی سیاہ۔ نمک ہندی پانچ درم اسطوخودوس سعدیارج فیرا پانچ پانچ درم۔ ان سب اجزاء کو ملا کر گویاں بنائیں۔ اور تین درم روز نوٹش کریں۔

**لفظ الدم**۔ اگر تھوک کے ساتھ کچھ خون آتا ہو سہو سہو سہو کے واسطے کچھ خطرے کی بات نہیں ہے۔ لکھ کے دیکھنے میں جن دواؤں کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ان سے غرغہ کرے اور اگر تھوک کے ساتھ خون آئے۔ تو اس میں بھی کچھ زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ فصد کھول



دیں۔ اور قابض ادویات مثل ساق و حیزم وغیرہ کا استعمال کریں۔  
 اور بگل ارمی۔ صبح عربی۔ جاناروم الاخوین۔ کندرتین تین درم۔ خالص بھی کے  
 مریۃ کے ساتھ نوش کریں +

وجع المعده اگر درمعدہ کے ساتھ کرب اور غشی بھی ہو۔ تب مریض کو خالص پانی پلا کر  
 تے کرانی چاہیے۔ اگر تے سے آرام ہو جائے نہا۔ ورنہ ایاج فقر کا سہل دیں اس کا نسخہ یہ  
 ہے۔ گلاب مقطی سنبل عیدان بلسان دارچینی سیلغہ اساروں ہریک پانچ یا پندرہ۔ صبر  
 سقوطری سب دواؤں سے ڈگنا پہلے سب کو جدا جدا پیس کر ملائیں اور پھر پیسکر چھائیں  
 اس کی خوراک ایک شقال سے دو شقال درم تک ہے اور اگر درد کے ساتھ ڈکاریں بھی  
 آتی ہوں۔ تب اُن معجونوں کا استعمال کرے جو ریاحوں کو توڑتی ہیں۔ جن کا قویج میں ذکر  
 ہو چکا ہے +

میریضہ جب انسان اپنے پیٹ میں غذا کا فساد معلوم کرے۔ تو لازم ہے۔ کہ گرم پانی پنی  
 کر چھٹ پتے کر ڈالے۔ اور کئی بار تے کرے اور غسل کرے اور جب اشتہا بہت  
 غلیظ کرے تو خیف غذا کھائے۔ اور اگر تے اور دست شدت سے شروع ہو جائیں۔  
 اور ہولناک آثار پیدا ہوں۔ تب اقراص کندر کا برف کے پانی کے ساتھ استعمال کرے۔  
 اور اس کے اوپر آنا کارب نوش کرے۔ پھر اگر جبر سے زیادہ تے ہو۔ تو مریض کے بازو  
 اور رانوں کو خوب مضبوط باندھ دیں۔ اور برف کا ٹھنڈا پانی اُس کی پینڈلیوں پر بہائیں  
 اور عرق گلاب میں صندل اور گلاب اور کا فور اور سک میکرو پیٹ پر لپ کریں۔  
 اور شراب کنہ کو انار کے رب میں ملا کر تھوڑا تھوڑا پلائیں۔ اقراص کندر کی صفنتہ  
 ہے۔ طین غراسانی دس درم کباب صینی جھوٹی الیچی ہر ایک ایک درم ونصف کا فور  
 یک دانق سک یک دانق قزفل یک دانق میں سب کو ملا کر اقراص بنالیے جائیں۔  
 ایک شقال تے کے واسطے نہایت نافع ہے۔ اور اگر اس سے بھی تے بند نہ ہو۔ تب  
 معدہ پر سنبل لگائیں +

یرقان۔ اگر یرقان کے ساتھ مریض کو بخار بھی ہو۔ تب یہ نسخہ پلائیں۔ کاسنی  
 کومار الشیور کسک کمری کا شہد باغدا میں دین اور کنبین ترش پلاوین اور صندل سپید

صندل سچ کا جسر پر پائیں اور شکوہ کے ساتھ آؤ بخارے کے آپ زلال سے سہل دیں۔ پس اگر اس علاج سے نفع ہو گیا تو بہتر ورنہ اقراض کا فوراً ترش کے عرق کے ساتھ استعمال کر انہیں اقراض کا فوراً نسخہ یہ ہے۔ کافور، زرشک، ہر یک تین درم، طباشیر تین درم، گلاب، سنج، رنگ تین درم، تخم کاسنی، تخم کدو، تخم خیار خس، بقولہ المحققا صندل زرد۔ ہر یک یک درم۔ ان سب دواؤں کے قرص بنالیں دو درم کی مقدار میں اور ایک قرص ایک رتی کافور کے ساتھ نوش کریں۔ لکھنؤ، یرقان بخاریہ ہے تو اس دوا سے آلام ہو جائیگا۔ یہ گولیاں بھی یرقان کو بہت نافع ہیں۔ نسخہ ان کا یہ ہے۔ صبر سقوی، یک درم، غارینقون، ایک درم کی دو تہائی، عصا رے غافشدہ تین درم، ان سب ادویات کو شیرہ کاسنی میں ملا کر گولیاں بنائیں۔ یہ گولیاں یرقان کو از حد مفید ہیں۔ اور تین ہفتہ برابر دوسے کے پانی کا پینا بھی بہت نفع کرتا ہے۔ یہ تمام وہ امراض کلیہ ہیں۔ جو بدن السانی میں واقع ہوتے ہیں۔ اور ہر مرض کی ایک حقیقت فطری ہے جو ہر قلب کے اوپر۔ اور معلوم ہو۔ کہ امراض روحانی کا فساد ان امراض جسمانی سے کہیں زیادہ اور نقصان دہندہ ہے۔ اور ان کی ادویات بھی بمقابلہ امراض جسمانی کی ادویات کے زیادہ کارآمد اور نافع رسال ہیں۔ ہم ان روحانی امراض سے متغیر بحث کریں گے۔ مثلاً تخم کو معلوم ہو کہ قلب کا ایک سر ہے جس کو تذکرہ کہتے ہیں۔ اور معدن اس کے تذکرہ کا اس سے نکل جانا وغیرہ وغیرہ۔ اس بحث سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مختصر طور پر چند مفرد دواؤں کا بھی ذکر کریں اگرچہ یہ ہمارا ذکر کرنا کچھ کافی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے ہر حرف میں صرف ایک دو دواؤں کو ذکر کیا ہے۔ مگر تاہم اس مضمون سے بھی کتاب بخالی نہ رہے۔ اور جو کہ ادویات کا حال شرح طور پر دیکھنا ہو وہ علم طب اور خواص کی مبسوط کتابوں میں ملاحظہ کرے۔

**حسن الکاف** الحوان سرد خشک ہے۔ کھلی اور خارش کو نفع کرتی ہے اور انتڑیوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اور بڑی ہڑ سے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور بہتر اس میں سے بڑی بڑی ہوتی ہے۔ مقدار شربت اس کا پانچ درم ہے۔

**فستقین** مزاج اس کا گرم خشک۔ چودہ صفر کے واسطے سہل اور صوف کو مضر ہے اور





معدہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کا منع غری ہے۔ بہتر اس کا وہ ہے جسکی بوتیر ہو مقدار شربت نصف  
حرف الزاء زعفران گرم خشک ہے۔ بلغم اور نیان کو نفع کرتی ہے۔ اور ضرر اس  
کا یہ ہے۔ کہ عقل کی خفت پیدا کرتی ہے۔ مصلح اس کا شہد ہے۔ بہتر اس میں وہ ہے جوئی  
اور خوشبودار ہو۔ مقدار شربت ایک درم

حرف اللین سعد گرم خشک ہو۔ دانتوں کے درد کو نفع کرتی ہے۔ اور پھینچنے کے کو نقصان  
کرتی ہے۔ مصلح اس کا انیسوں ہے۔ بہتر اس میں سے وہ ہے جو سبج ہو۔ مقدار شربت دو درم  
حرف البشیر شیطاح۔ اس کی طبیعت گرم خشک ہے پرانے درد دل کو نفع کرتی ہے  
اور درد پہلو کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے پھینچنے کو مضر ہے۔ مصلح اس کی مصطکی ہے۔ بہتر  
قسم اس کی وہ ہے جو کاسنی کے کھیت سے اٹھیری جائے۔ مقدار شربت دو درم  
حرف الصاد صدف محرق (یعنی سیپ سوختہ) سرد خشک ہے۔ خاصیت اس کی  
یہ ہے۔ کہ درد دل کو نفع کرتی ہے۔ اور شانہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کا شہد ہے۔ بہتر اس کی  
قسم میں سے وہ ہے جس میں سے سچا موتی نکلتا ہو۔ مقدار شربت ایک درم  
حرف الصاد صنفیع یعنی سینڈک مزاج اس کا تر ہے درم کو نفع کرتا ہے اور سرد اور جلد  
کے واسطے بہت عمدہ چیز ہے۔

حرف الطاء طبا شیر مزاج اس کا سرد ہے۔ خاصیت اسکی یہ کہ درد جگر کو فائدہ کرتی ہے  
اور پھینچنے کو مضر ہے۔ مصلح اس کا سبج گلابی ہے۔ اور بہتر قسم اس کی سپید اور لمبی ہے۔  
مقدار شربت نصف درم حرف الطاء ظلف یا بس دار تلکے لپ میں نہایت کار آمد  
ہے۔ خاص کر ظلف الجھار کے ساتھ بہت جلد فائدہ کرتا ہے حرف العین حو و اس  
کی طبیعت گرم خشک ہے خاصیت اس کی یہ ہے۔ کہ معدہ کا تنقید کرتی ہے۔ اور پیٹ  
کے جس کو دور کرتی ہے مقعد یعنی مقام براز کو مضر ہے۔ مصلح اس کی گلاب ہے۔ بہتر قسم  
اس کی وہ ہے جو جزائر ہند سے لائی جاتی ہے۔ مقدار شربت نصف درم  
حرف الغین عاف۔ اس کا مزاج سرد خشک ہے۔ خاصیت اس کی یہ ہے۔ کہ صفراء  
معتزقہ کو نفع کرتی ہے۔ اور طحال کو مضر ہے۔ مصلح اس کا انیسوں ہے۔ بہتر قسم اس



ہاتھ کی وہ ہے جو سیاہی کی طرف مائل ہو مقدار شربت دو درم  
**حرف الفاء فریقون** مزاج اس کا گرم و خشک ہو۔ اور خاصیت اس کی یہ ہو کہ بلغم لزج میسنی  
 لیسہ اور کو نفع کرتی ہے۔ اور انشبین کو نقصان پہنچاتی ہو۔ مصلح اس کا کثیر ہے۔ بہتر قسم  
 اس کی وہ ہے جو سفید ہے۔ مقدار شربت دو درم **حرف القاف فیصل** اس کی  
 طبیعت گرم خشک ہے۔ اور خاصیت یہ ہے کہ پیٹ میں سے کینچوے اور کدو دانہ کو  
 دستوں کے ساتھ خارج کرتی ہے۔ اور انتریلوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ مصلح اس  
 کا شیج الرنی ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے جس میں بختہ زردی ہو۔ مقدار شربت  
 دو درم **حرف الکاف** کھر بار اس کی طبیعت گرم و خشک خاصیت اس کی یہ ہے۔  
 کہ نکسیر اور خون جیض کو روکتی ہے۔ اور سر کو مضر ہے۔ مصلح اس کا ارزقاری ہے۔ بہتر  
 قسم اس کی وہ ہے جو موم کی رنگت ہو یعنی زردی مائل مقدار شربت دو درم  
**حرف اللام** لولو یعنی موتی سرد و خشک ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہو کہ درد قلب  
 کو فائق کرتی ہے۔ اور مثانہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کا شکر ہے۔ بہتر قسم اس کی وہ ہے جو زرم  
 ہو مقدار شربت دو درم **حرف المیم** مسک اپنے خشک مزاج اس کا گرم خشک ہے  
 خاصیت اس کی یہ ہے کہ معدہ کا منقیہ کرتی ہے۔ اور ذہن کو صفائی بخشتی ہے اور ضرر اس  
 کا یہ ہے کہ سبب انتہاء فرحت کے خفت عقل پیدا کرتی ہے۔ مصلح اس کا شہد ہے۔ اور  
 بہتر قسم اس کی وہ ہے جو زنت سے لائی جاتی ہے۔ مقدار شربت اس کا ایک رتی۔  
**حرف النون نیلو فراس** کی طبیعت سرد تر ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہے کہ درد  
 شقیقہ اود اور ام سر اور صدام کو نفع کرتی ہے۔ اور مثانہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کی شکر  
 ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ ہے جس کو آسمان چونی کہتے ہیں۔ مقدار شربت تین درم  
**حرف الواو ورج** اس کی طبیعت گرم و خشک ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہو۔  
 کہ ہڈام کو فائق کرتی۔ اور مثانہ کو مضر ہے۔ مصلح اس کا شہد ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ  
 ہے جو سپید ہو۔ مقدار شربت تین درم **حرف الھاء** بلبلج اس کی طبیعت سرد و خشک  
 ہے۔ اور خاصیت اس کی یہ ہے کہ صفر کی مہل ہے۔ اور مقعد کو نقصان کرتی ہے مصلح

اس کا آب عذاب ہے۔ اور بہتر قسم اس کی وہ ہے جس کا رنگ زرد ہو یہ مقدار شربت اس کی دس درم فض الیاء یا سمین یعنی پھنسی سفید نسبت زرد کے زیادہ تیز ہے۔ اور فرج اس کا گرم و خشک ہے چہرہ پر کی چھائیوں کو نفع کرتی ہے۔ اور نقصان اس کا یہ ہے کہ خفیت عقل پیدا کرتی ہے پیمپٹوں کے سروامض کے واسطے مفید ہے۔ اگرچہ ہر حرف کے ساتھ بہت سی دوائیاں ہیں۔ مگر ہم نے طول کلام کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا ہے کیونکہ ہمارے مطلب کے واسطے یہی کافی ہے۔

اے حق کے طالب تحقیق حق پر عرض کرینو لے تیجھ کو لازم ہے کہ محض طب جسمانی پر قناعت نہ کرے اور نہ باقی اور حیوانی دواؤں کی طرف التفات کرے کہ چونکہ یہ چیزیں غیر حقیقیہ میں خداوند فرماتا ہے۔ وَلَا تَدْنُ عَنْهُ عَنِ الثَّانِ مَا مَتَعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ تَرَاهَا كَالْمَيِّتَةِ الْدَانِيَا۔ یعنی اے رسول ہم نے جو دنیا و ادوں کو ان کی آزمائش کے واسطے زینت اور رونق کے سامان بنے میں تم ان کی طرف نگاہ نہ کرنا اور اپنی آنکھوں کو مضمحل اور دوا کی حقیقت سے بھی باز نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ مرض کی حقیقت کیا ہر طبیعت کا غلبہ اور دوا کی حقیقت کیا ہے شریعت کے احکام۔ اور انبیاء علیہم السلام روحانی طبیب ہیں۔ وہ جسموں کا علاج نہیں کرتے بلکہ روحوں کا علاج کرتے ہیں۔ ایسا علاج جس سے جسم بھی صحیح اور تندرست ہو جاتے ہیں مثلاً انہوں نے طاعات کے احکامات کا حکم فرمایا۔ اور فرائض اور سنتیں مقرر فرمائیں۔ اولیہ ایسی دوا میں ہیں جن سے جسم اور روح دونوں کو صحت ہوتی ہے۔

دنیا میں کوئی ایسا طبیب نہیں جو مردہ کو زندہ کر سکے سوائے انبیاء علیہم السلام کے پس یہ شیک جہالت کے مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ اور جنہی نابینا اور کوہڑی کو تندرست کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح سے حکایت فرمائی ہے وَأُتِرْنَا مَنَافَاً كَمَا نَمُوْا وَآخِي الْمَوْعِدِ بِإِذْنِ اللَّهِ عِيسَىٰ مَسِيحَ ابْنِ مَرْيَمَ الَّذِي كُنَّا نُنَادِي بِرَبِّهِمْ وَأَنَّا كُنَّا فِي شَكٍّ مِّنْهُ وَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ كُنَّا فِي شَكٍّ مِّنْهُ وَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ كُنَّا فِي شَكٍّ مِّنْهُ وَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ كُنَّا فِي شَكٍّ مِّنْهُ



سے صحت ملی نصیب ہو اور خداوند تعالیٰ تکوینی زندگی گانی عنایت کرے جس کے بعد موت نہیں ہے۔ اور وہ صحت ستر ہو جس میں کبھی مرض نہیں ہوتا۔ اور کل قلبی اور روحانی امراض سے خونہایت ہی بدترین امراض ہیں تم نجات پو۔

## دوسری فصل امراض روحانی اور ان کی ادویات کا بیان

معلوم ہو کہ شریعت میں قلب منزله ایک قالب کے ہے۔ اور صرف قلب ہی پر معلول ہے اور جو امراض کہ ہم نے جسم کے متعلق ذکر کیے ہیں۔ انہیں کے مثل قلب کے بھی امراض ہیں۔ کیونکہ قلب انسانی حقیقی ہو اور اس کے اعضا کے حقائق اور ہشیا کی صورتیں بغیر آلہ اور عضو اور جارجہ کے ہیں قلب بدن کا بادشاہ ہے۔ اور بدن اس کی رعیت اور سلطنت ہے پس جب رعیت کے اعضا ہیں جیسے سر اور ہاتھ اور پیر اور پیٹ اور پٹھہ وغیرہ قلب کے واسطے بھی ان کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اس کی سیسے بستر اس کے واسطے شریع شریف ہے۔ قلب کا ایک ستر ہے جس سے اس کی زندگی گانی ہے جیسے کہ بدن کا ستر ہے اگر اس سے کو کاٹ لیں تو بدن زندہ نہیں رہ سکتا ایسے ہی اگر قلب کا سر کاٹ لیں تو اس کی زندگی بھی قائم نہیں رہ سکتی قلب کا ستر اس کا لطائف غیب کو اور اک کرنا ہے پھر اس کے اندر پانچ قسمیں ہیں جیسے کہ سر میں پانچ حواس ہیں بصیرت تذکرہ مراقبہ تمیز تفکر پس بصیرت قلب کی آنکھ ہے۔ اور تذکرہ قلب کی زبان ہے۔ اور مراقبہ قلب کا سنا یعنی اس کے کان ہیں۔ اور تفکر قلب کا خیال ہے اور تمیز قلب کا تجربہ اور اس کا فعل ہے۔ جب خداوند تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے یعنی نیکی کی اس کو توفیق دیتا ہے۔ تو اس کے قلب کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ اور اس کی زبان کو کھولتا ہے اور اس کے کانوں کو مٹاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شر اور برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کی آنکھوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور اور اک سے اس کو باز رکھتا ہے۔ جیسے کہ مرض جسمانی سے دماغ کے اور اکاٹ رک جاتے ہیں۔ پس قلب کے ان اور اکاٹ کارک جانا یعنی اس کی آنکھ کان اور زبان کا یکساں ہو جانا بھی مرض روحانی ہے۔ اور اسی

سے صدرِ القلب کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ اور جب یہ مرض اور ترقی کرتا ہے۔ تو اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اور غفلت قلب کی واسطے بمنزلہ صدر کے ہے یعنی جیسے کہ بدن پر صرع کے دورہ سے غشی طاری ہوتی ہے۔ اور مثل مردہ کے گر پڑتا ہے۔ اور اعضا بالکل بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں ایسے ہی جب قلب پر غفلت کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو غفلت کی صرع سے اس کے اور اکات پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور سکتہ والے کی طرح فنا کی جگہ میں گر پڑتا ہو۔ اور کچھ حس و حرکت اس سے سرزد نہیں ہوتی۔ اور فاسد گمانوں کا قلب پر غلبہ کرنا بمنزلہ مایخو لیا کے ہے یعنی جیسا کہ مایخو لیا سر کو خراب کرتا ہے ایسے ہی فاسد گمانوں کا غلبہ قلب کو خراب کرتا ہے جب انسان مایخو لیا کی علت میں مبتلا ہوتا ہے اُس کے حواس ضبط ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے اقوال مختلط ہو جاتے ہیں بخوبی کتنا کچھ ہے۔ اور موعظہ سے ٹکنا کچھ ہے۔ اور کرتا کچھ ہے۔ اور ہوتا کچھ ہے۔ اس کے کل کام بظنی اور نامنا سبت سے ہوتے ہیں ایسے ہی قلب میں جب غفلت فاسدہ اور خیالات کا سدہ کی کثرت ہوتی ہے۔ تب اس میں بہتے تخیلات یعنی ضبط الحواس پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کے کل کاموں میں تشویش پر جھاتی ہے۔ اور اپنے بڑے بڑے کاموں سے باز رہتا ہے مثل دیوانہ اور مجنون کے حیران وار معرفت الہی سے اور خدا کے ساتھ حسن ظن سے رُک جاتا ہے حضور مہول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلب سے اس مرض کے دفع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ خدا کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔ کیونکہ خدا کے ساتھ نیک گمان رکھنا جنت کی قیمت ہے۔

قلب کا طمع کی فضولیات سے بھر جانا بھی استسقاء القلب ہے یعنی جیسے کہ استسقاء حوالے کی پیاس پانی سے نہیں بھرتی ایسے ہی طمع والے کا دل مال و دولت دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔ پس حرص قلب کے رجحان ایسی ہے جیسے استسقاء۔ چنانچہ اس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اگر آدمی کے پاس دو چنگل سونے سے بھرے ہوئے ہوں تب بھی وہ پیسرے کو تلاش کرے گا۔ اور آدمی کے پیٹ



کوئی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی ہے غفلت کا دھواں بصیرت کو اندھا کر دیتا ہے۔  
 کیونکہ جب بصیرت اُس کے سبب سے اندھیری ہو جاتی ہے۔ تو اُس کا نور بھی ہوا کے  
 دھوئیں سے کم ہو جاتا ہے جیسے کہ دنیا میں آنکھیں دھوئیں سے اندھیری ہو جاتی ہیں  
 اور کثرتِ گریہ قلب کے واسطے ایسی ہے جیسے قالب کے واسطے مدِرات بول یا قصد  
 کھولنا اور جیسے کہ قصد کے ذریعہ زیادہ خون لینے سے بدن میں ضعف پیدا ہوتا ہے  
 ایسے ہی گریہ کی کثرت سے قلب میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ اگر عقلند کو شش کرے۔ تو  
 امراضِ قلب کو عین بصیرت کیساتھ دیکھ لے۔ پھر معلوم ہو کہ ہر مرض کے واسطے شفا ہے  
 اور ہر دار کی دوا ہے۔ بعض دوائیں عقلیہ ہیں اور بعض شرعیہ ہیں۔ جن کو حضرت شاعر  
 علیہ السلام نے اپنے نورِ نبوت سے ظاہر فرمایا ہے۔ اور جس نے قلب کے امراض اور ان  
 دواؤں کو معلوم نہ کیا وہ انسانیت سے خارج ہے کیونکہ انسانیت اسی کا نام ہے۔ کہ  
 ظواہرِ شبیہ اور اُن کی حقائق کا علم ہو۔ اور مذمومات کو دور کر کے محامد کو حاصل کرے۔  
 جس قلبیہ امراض روحانی کو معلوم کر کے ان کی دوائیں حاصل کیں اور ان کی  
 ترکیب کے موافق جس طرح کہ حکیم نے اس کو حکم دیا ہے ان کا استعمال کیا۔ وہ کل امراض سے  
 نجات پائیگا۔ اور صحت ملی اس کو حاصل ہوگی اور حیاتِ سرمدی سے سرفراز ہوگا۔  
 اپنی ذات کے ساتھ کامل اور صفات کے ساتھ زندہ ہو جائیگا۔ اور خداوند تعالیٰ اس کے  
 قلب کو ایک ایسے بنا دیگا۔ جس میں جبروت کے آثار اُس پر ظاہر ہوں گے۔ اور لاہوت کے  
 انوار یہ اُس کے اندر ملاحظہ کریگا جیسے کہ حضرت رائفہ اسدی سے روایت ہو کہتے ہیں  
 میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوا تاکہ خیر و شر کی نسبت  
 آپ سے سوال کروں اور لوگوں پر پھیلانگتا ہوا آپ کے نزدیک پہنچا۔ جب آپ سے  
 نزدیک ہوا تو فرمایا اے رائفہ! تو مجھ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہے۔ میں تجھ کو  
 بتاؤں وہ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ بتلائیے۔ فرمایا تو مجھ سے  
 خیر و شر اور نیکی اور گناہ کی نسبت سوال کرنے آیا ہے۔ پھر اپنے اپنی انگلی میرے سینہ میں  
 مار کر فرمایا اے رائفہ! حیات ہو اپنے قلب سے پوچھ لے کیونکہ نیکی وہی ہے جس کا نفس

کو الہام ہو اور دل اُس کی طرف قرار پکڑے اور اس پر اطمینان کر لے اور بدی وہی ہے جو دل میں کلکتی رہے۔ اس کو چھوڑ دے۔ اگرچہ فتویٰ دینے والے اُس کا تجھ کو فتوے دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صحابی کے قلب کی صحت اور حیات معلوم تھی۔ اسی سبب سے اُن کا فتویٰ اُن کے قلب کے سپرد کیا کہ جو قلب صحیح ہے۔ وہ ہر ایک بات کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ اور جو بات قلب کے علم سے فوت ہو جاتی ہے۔ وہ محض اس قلب

کی بیماری سے فوت ہوتی ہے۔ ورنہ جو قلب صحیح اور ہر ایک علت سے سالم ہے۔ اس پر معلومات ملکوت سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ قلب صحیح حق کا وطن ہے جیسا

کہ اس نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے مَا وَسِعَتْ شَيْءٌ مِنْ مَلَكُوتِي وَلَكِنْ وَسِعَتْ قَلْبِي عَبْدِي الْمُؤْمِنِ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے ملکوت میں سے کسی چیز میں میری

سمائی نہیں ہے۔ مگر میرے مومن بندہ کے دل میں میری سمائی ہے۔ پس حق تعالیٰ جس قلب میں ہو اُس قلب کے نیکہ میں تمام علوم خداوندی منتقل ہو جاتے ہیں اور

معلومات غیب و شہادت میں سے کوئی بات اُس قلب پر پوشیدہ نہیں رہتی۔ پھر جب قلب کی ذات صحیح و سالم ہو گئی اور کمالات اشیا کا اُس کو علم ہو گیا تب وہ قلب

امراض و علل سے پرہیز کرتا ہے۔ اور اپنی صحت کے قیام کی کوشش کرتا ہے اور جان لیتا ہے۔ کہ سب سے مقدم اور بہتم اِثانِ الہی علیہ السلام ہے۔ کہ شریعتِ ظہری کی پیروی کی جائے

کیونکہ شریعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ یہی دوارِ اعظم اور حجونِ نافع کل مزاہجوں کے موافق ہے کیونکہ شریعت کی حجون سے نہ مرضِ مخالفت کر سکتے ہیں۔ نہ تندرست

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کل دواؤں کو شامل ہے جیسے صرع قلب کا علاج بھی ہے اور روح کی گرمی کے تسکین دینے کا بھی اور استسقاء کے دور کرنے کا

بھی اور صداع اور سکتہ قلبی کا بھی۔

کسل اورستی قلب کی فالج ہے اور غیبت سکتہ ہے اور غفلت صرع اور فضول

صداع ہے۔ اور صرع اس کی گرمی ہے۔ اور طبع استسقاء ہے۔ اور طبیعت کے موافق

ہونا اس کا فساد مزاج ہے۔ اور گمان فاسد یا لٹیہ لیا ہو۔ اور جھوٹی رائیں اور خیالات



اس کی بصیرت اور سماعت کا نقص ہے۔ اور محبت دنیا کی اس کا یرقان ہو۔ اور خواہش اس کی برص ہے۔ اور حسد اس کی دق ہے۔ کیونکہ حاسد کا دل ہمیشہ جلتا اور گھٹتا رہتا ہے جیسے کہ جوان آدمی کا جسم مرض دق سے کھل جاتا ہے۔ ان امراض میں سے ہر ایک مرض کا علاج ہے اور دوا ہے۔ جواز الہ مرض میں اعانت کرتی ہے۔

حضرت رسول خدا صلعم نے بہت سی عبادتوں کو مرکب کر کے اُن سے معجونیں بنائی ہیں۔ اور طباعت کی نفع دوائیں مقرر کی ہیں مریض پر واجب ہے۔ کہ اگر اس میں حبت دنیا کی حرارت ہو۔ تو پہلے فصد کھوئے یا سہل لے۔ اگر اس کے اندر اخلاق کے فضیلت بھرے ہوئے ہیں۔ اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرے کیونکہ انسان کے اسلام کی حمد گدی ہی ہے۔ کہ غیر ضروری باتوں کو ترک کر دے پھر اس فصد اور سہل اور پرہیز کے بعد اپنی مزاج کے موافق نماز روزہ وغیرہ ادویات کا استعمال کرے۔ اور شب و روز ذکر آہی میں مشغول رہنا بھی اس کی ایک بڑی دوا ہے۔ اور تندرست وہ شخص ہو جو خوش اور گناہوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اگرچہ وہ طریقہ علاج اور دواؤں کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔ اور نہ ان کی کیفیات افعال سے واقف ہے۔ مگر طبیب کی بات مانتا ہے۔ جس نے اس کو دوا بتائی ہے۔ اور اس بقدر علم پر قناعت کر کے عمل میں مشغول ہوتا ہو کیونکہ دوائیں مریض کے جسم میں صحت پیدا کرتی ہیں۔ اگرچہ مریض اُن کے حقائق سے واقف نہ ہو۔ اور اگر مریض اس بات کا انتظار کرے کہ اس کو مایات ادویہ سے واقفیت ہو۔ اور معالجہ کی کیفیت کو معلوم کرے۔ تو اکثر اس انتظار ہی انتظار میں مریض مر جاتے ہیں۔ اور علم کے حاصل ہونے سے پہلے مرض کی شدت ہو جاتی ہے۔ پس عاقل کا راستہ یہ ہو کہ اگر خود نہیں جانتا ہے۔ تو حکیم کے کہنے پر عمل کرے اور جس ترکیب سے حکیم علاج بتائے اس کو عمل میں لائے۔ اور عاقل کا بل وہ ہے جو علم رکھتا ہے۔ اور علم کے موافق عمل کرتا ہے۔ تاکہ اُس کے نفس کو صحت اور قلب کو قوت حاصل ہو۔ اور امراض مزمنہ سے نجات پائے۔ جیسا کہ رسول خدا صلعم علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے علم حاصل کر کے ماہر عمل کیا۔ اس کو خدا ان چیزوں کا علم دیگا جن کو یہ نہیں جانتا تھا۔ اسے طالب تو

یہ سمجھ کہ شریعت کی پیروی محض مرض ہی کو اچھا کرتی ہے۔ نہیں بلکہ یہ مردہ کو بھی زندہ کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکم کتاب میں فرمایا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ** یعنی اے ایمان والو! خدا اور رسول کی نصیحت مانو۔ کیونکہ وہ تم کو اسی واسطے بلاتے ہیں کہ تم کو روحانی زندگی کے ساتھ زندہ کریں۔ خود اس نے حکم فرمایا ہے۔ کہ اس کے نبی مردہ کو زندہ کرنے والے ہیں یعنی جہالت اور شرک کے مردہ کو پھر رسولوں کے بسوا اور کون سا طبیعے جو مردہ کو زندہ کر سکے۔ حضرت سچ علیہ السلام کا کیا اچھا کلام ہے۔ فرماتے ہیں۔ اور زانا بننا اور کوہری کو میں نے اچھا کیا اور مردہ کو میں نے زندہ کیا۔ ان باتوں سے میں نہ تھکا۔ مگر جاہلوں کے معالجہ سے میں تھک گیا۔ کیونکہ جاہل سب مریضوں سے سخت اور بدتر ہے۔ اور ایسے ہی علم سب دواؤں سے بہتر ہے۔ پس تم کو چاہیے۔ کہ اپنے مزاج کی تبدیل کرو۔ اور جہالت کی غلطی سے اُس کو علم کے نور کی طرف لاؤ۔ رسی سے پہلے تم کو محبت الہی کی حرارت غیری حاصل کرنی چاہیے۔ اور علوم حقائق کی حرص لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّ اللَّهَ كَاتِبٌ لِّمَنَ أَعْمَلُ** یعنی اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔ اے طالب ہم غمقرب تم سے کلیات ان اقوال کا حفظ صحت کے باب میں ذکر کریں گے۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے امراض جسمانی کو ترتیب وار ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ہم امراض روحانی کو بھی ذکر کریں۔ پھر ان کے بعد ہم ادویہ روحانیہ کو ذکر کریں گے۔ اور امراض روحانی کو آسانی کے لحاظ سے حروف مجملہ کی ترتیب پر ذکر کرتے ہیں۔ عالم کو چاہیے کہ ان کو سمجھ لے۔ اور ان کی ترکیب سے واقف ہو جائے۔ کیونکہ جس کو مرض کو علم ہو اور دوا کو بھی اُس نے پہچان لیا۔ تو اب اس کو لائق ہے۔ کہ معالجہ میں مزاج کے موافق دوا کے اجزاء اور ان کی مقدار تجویز کرے۔

**الْكَامِلُ** یہ ایک روحانی مرض ہے۔ اور قدرت الہی اور اُس کے بندوں کے ساتھ کمال عنایت میں شک لانے اور جہالت سے پیدا ہوتا ہے۔ **وَاللَّهُ كَاتِبٌ لِّمَنَ أَعْمَلُ** یعنی اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔ اے طالب ہم غمقرب تم سے کلیات ان اقوال کا حفظ صحت کے باب میں ذکر کریں گے۔



ہے۔ رزق عطا ہے اور وہ صاحب قوت اور صاحب عزت ہے اور وہ جس کا ساتھ نیر تم کرنے اور اجل کے پہنچانے پر قادر ہے۔ درحقیقہ کہ اس بندہ کی دوزی قدرت کی جو ایسے ہی اُن کی موتیں بھی مقدر کی ہیں۔ وَلَآ اِجَاءَ اَجَلُمْ فَلَا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً وَاَلَا يَسْتَغْنُونَ یعنی جب بندہ کے دل کی چشم بصیرت قدرت الہی کی طرف سے اور اپنی حقیقت موت سے اندھی ہو گئی۔ اور خداوند تعالیٰ کے اس فرمان سے غافل ہو گیا۔ لَئِكَ اَجَلٌ جَمَالَتِ کے ساتھ تنہا ہی احوال سے اور تمناؤں کے دریا میں ڈوب گیا۔ پھر یہ امید کرتا ہے کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ دار آخرت سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب موت اس کے پاس آئی تو ب طرف سے آتی ہوئی اس کو معلوم ہوئی۔ اور یکایک موت نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ وہ اہل جو جہل سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی رگ کو موت کے مطالعہ کی تلوار سے کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ موت کو سلنے رکھنا اہل کی بنیاد کو ڈھادیتا ہے۔ اس لئے کہ اجل کل کی دشمن جو۔

الْبَغْضَاءُ: یہ بھی ایک روحانی علت ہے۔ اور یہ ایش اس کی اہل سے ہے۔ کیونکہ جب قلب میں اہل کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں دنیا میں ہمیشہ زندہ رہوں گا اس واسطے مال و مقام سے وہ محبت کرتا ہے۔ پھر اس ضمن میں اس کی ابتلا دینا سے جنگ ہوتی ہے۔ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے جس شخص میں یہ بیماری ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ زندگی کے مانے اور لوگوں کے ہلاک کرنے کی کوشش اور فکر کرتا رہتا ہے۔ تاکہ لوگوں کے ہنس جو کچھ مال و دولت ہو۔ وہ سب اس کے پاس آجائے۔ یہ مرض بخل نفس امارہ کے خبیث ترین اخلاق میں سے ہے۔ جب قلب اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور محبت کی خند رستی جو اس کے اور مومنوں کے درمیان میں تھی وہ بالکل منقطع ہو جاتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اہل کا مرض جو قلب کے اندر ہے پہلے اس کا استیصال کیا جائے۔ پھر نفس کو مسلمانوں سے جو تکلیف پہنچے۔ اس کے صبر کرنے پر مجبور کرے۔ اور ان سے محبت کرنے پر صابر بنائے۔ تاکہ بغض محبت سے مبدل ہو۔ کیونکہ بغض جماعت کو متفرق کرتا ہے۔ اور شہروں کو اجاڑتا ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ نے شراب کو مسلمانوں پر اسی سبب سے حرام کیا ہے کہ اس کے پینے سے بغض پیدا ہو تب سے چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّهَا زُرِيْدَةُ الشَّيْطَانِ اَنْ يُّوَفِّعَ بِبَيْنِكَمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْكُمْرِ الْمَيْسِرَةِ یعنی بیشک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے اندر شراب خوری اور تمار بازی کے ذریعہ سے عداوت اور بغض پیدا کرے۔ پس معلوم ہوا کہ بغض شیطان فی اخلاق میں سے ہے۔ اور انہیں روحانی امراض میں سے ایک مرض نحل یعنی مال کو بندگان خدا کے منافع اور فوائد سے روک لینا اور اسی چیز کو جو فنا ہونے والی ہے۔ حرص کے سبب سے مقید کرنا نفس جب اس مرض کے ساتھ میاں ہوتا ہے۔ جنت کی خوشبو تک اُس کو نصیب نہیں ہوتی کیونکہ نخل جہنم میں ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دنیا کے اندر ہیں جس نے ان میں سے ایک ٹہنی بھی پکڑ لی وہ اس کو جہنم میں کھینچ لیتی ہے ۛ

تَقْصِلُ یہ روحانی مرض ہے سب مرضوں کی جڑ اور ب کا سردار ہے۔ جو مرض بھی ہے وہ جہالت سے کم ہے۔ اور اُس کا علاج بھی سہل ہے۔ اور جہل جہنم کا درک اسفل ہے۔ اندر غیثِ روح کو اس کے ساتھ اس کے سبب سے عذاب کرتا ہے جیسے کہ طیب روح کو علم کے سبب سے ثواب دیتا ہے۔ اور یہ جہالت کیا چیز ہے دل کی آنکھ کا اندھا ہو جانا۔ اُس کے کانوں کا بہرہ ہو جانا۔ اس کی زبان کا گونگا ہو جانا۔ کیوں کہ جہل جب قلب پر غالب ہوتا ہے۔ معارف کے انوار قلب سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور کمال کے حاصل کرنے سے رہ جاتا ہے۔ جو اس قلب کے بالکلیہ گم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ مثلِ پتھر کے بن جاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ خداوند تعالیٰ جاہل کی عبادت قبول نہیں کرتا اور نہ اُس کی دعا کو سنتا ہے۔ نہ اُس کی نذر کا جواب دیتا ہے۔ یہ مرض جہل عقل کا دشمن اور علم کی ضد ہے۔ اور نہایت ہی مہلک مرض ہے جس وقت یہ مزاج کو فاسد کر دیتا ہے۔ اُس وقت اُس کا علاج ممکن نہیں ہوتا اور اسے اور بھی زوائد میں جیسے کہ الجبن روحانی امراض میں سے بزدلی بھی ایک مرض ہے۔ کیونکہ جاہل کا قلب بزدل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ قصا و قدر کے راز و دل سے واقف نہیں ہوتا۔ راہِ خدا میں قدم رکھنے سے بزدلی کرتا ہے۔ علاج اس مرض کا تقویٰ ہے۔ کیونکہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



نے فرمایا ہے جس نے خدا تعالیٰ سے تقویٰ کیا وہ قوت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے دشمن کے ملکوں میں امن کے ساتھ پھرتا ہے۔ جہل کا علاج یہ ہے کہ علم دین حاصل کرے کیونکہ تعلیم علم حق میں مشغول ہونے والا وہی مرض جہل کا علاج کرنا والا ہے۔

۳  
اَلْجَهْلَاءُ امراض روحانی اور جہل کے زوائد میں سے ایک مرض جہل ہے۔ جاہل دوسرے پر کیونکر جفا کریگا۔ حالانکہ جب خود اس نے یہ حالت کے ساتھ اپنے نفس پر جفا کی ہے اور جہل سے بڑھکر اور کون سی جفا ہو سکتی ہے۔ پس جاہل کی سب سے بڑی جفایاں ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو بہات کی قید میں بند کر رکھا ہے۔ اور تعلیم کے انوار سے محروم کر دیا ہے۔ جہل کی اور بھی بہت خرابیاں ہیں جن کا ذکر کرنا نہایت طویل ہے۔ غرضیکہ جہل ایک کانٹوں دار درخت ہے۔ ہر جز اور ہر حصہ اس کا کاٹنا ہے جو قلب میں چھب جاتا ہے۔ اور اس کے دامن کمال کو پھاڑ ڈالتا ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْجَاهِلُ عَدُوٌّ وَالْعَاقِلُ صَدِيقٌ یعنی جاہل میرا دشمن اور عاقل میرا دوست ہے اَكْهْوَى۔ یہ امراض روحانی میں سے ایک مرض کلی ہے جب قلب اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ تب اس میں بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسد تم فرماتا ہے اَوَّلَئِكَ مِّنْ اَتَّخَذَ الْاَلَهَ اَهْوَاۤئِهِنَّ کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے پس ہویٰ یعنی خواہش وہ مرض ہے۔ کہ اس مرض کے سبب سے مصلح قلب کی بصیرت سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر قلب جس وقت مصلح سے حجاب میں ہوا۔ اور مہات سے رک گیا اس کے آسمان میں چار طرف سے ہویٰ کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ اور وہ جادہ معرفت سے منحرف ہو جاتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر ٹیٹھا رہتا ہے۔ اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ ہویٰ ہدایت کی ضد ہے۔ اور ہویٰ کا علاج ہدایت خداوندی ہے یہ تمام آفتیں جو دنیا کے ہر گوشہ اور ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جس نے ملی نظام میں خلل ڈال رکھا ہے۔ یہ سب ہویٰ ہی سے پیدا ہوئی ہیں۔ کیونکہ ہوائے جب قلب پر غالب ہوتی ہے۔ تو اُس کو انصاف کے راستہ سے روک دیتی ہے

اور شریعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سرسجود کافی سے باز رکھتی ہے۔  
پس ہر شخص اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے۔ اور اپنی خواہش میں اپنی نجات تلاش کرتا ہے۔

پس اسے طالبین الہی میں غور کرو اور اس فرمان الہی کو دیکھو **فَضْلًا وَكَفْلًا عَنْ**  
**سُوءِ السَّبِيلِ** یعنی خود گمراہ ہونا۔ اور اوروں کو بھی سیدھے راستے سے گمراہ کیا۔ پس خدات  
باری جل شلہ میں شک کرنا اور بتوں کی پرستش کرنا اور ترک کرنا اور نبوت سے منکر ہونا  
اور عبادت میں سستی کرنا اور احکام الہی کی مخالفت اور فحاشی کا ارتکاب یہ سب ہوا کے  
لوازم ہیں جسوقت نبوی ایسے قلب پر مستولی ہوتی ہے۔ جو اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے۔  
اور جس بات کا اس کے خیالات تقاضا کرتے ہیں۔ جس کے ساتھ تمسک کرتا ہے یہاں تک  
کہ خدا کے شریک بنا لیتا ہے۔ اور خدا کے سوا دوسروں کو معبود ٹھہراتا ہے۔ سو اس  
خیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جوں سے بریت ظاہر کی اور اس سے اعراض کرنا  
فرمایا جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ **وَإِخْنِيْ وَيَنْيَ اَنْ تَقْعَدَ اَمْوَئِنَامَ رَبِّ**  
**اَتَمَنَ اَصْلَافًا لِّلْاٰمَنَ اللّٰہِ**۔ اس پر رور و گامچہ کہ اور میری اولاد کو اس بات سے  
بچا کہ تم بتوں کی پرستش کریں اس پر رور و گامچہ کہ ان بتوں نے بہت سے  
آدمیوں کو گمراہ کیا ہے۔ نبوی کی بہت سی شاخیں ہیں۔ مخلصان کے ایک ایسی مختلف  
اور متفرق ہوسیں ہیں۔ جو جاہلوں کے دلائل میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور مجموعہ فاسدہ میں  
جو جاہلوں کے سینہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور حق کی طلب اور صدق کی پیروی سے ان کو  
باز رکھتے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جاہل جاہل کی پیروی کر لیتا ہے۔ اور ایک دوسرے  
کو لے کر تباہی۔ پس ہوسات فاسدہ نبوی کا ایک کنارہ ہیں۔ اور نبوی نبوی کا دروازہ ہے  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس طرح علم کو نہ اٹھائے گا  
کہ محض علم ہی کو اٹھائے بلکہ علم کی وفات کر کے علم کو اٹھائے گا یعنی قیامت کو قریب  
علم اٹھ جائے گا۔ مگر یہ بندہ ہوگا کہ لوگ نہ جاننا نہ سمجھنا نہ جانیں بلکہ یہ ہوگا کہ جو علم ہوں گے  
ان کی وفات ہو جائیگی۔ اور پھر لوگوں کو علم کے حاصل کرنے کی رغبت نہ ہوگی۔ اس



صورت کے علم اٹھ جائیگا یہاں تک کہ جب دنیا میں ایک عالم بھی نہ رہیگا۔ تب لوگ  
 جاہلوں کو اپنا مفتی بنائینگے۔ اور اُن سے مسئلہ پوچھینگے اور وہ بغیر علم کے اُن کو فتویٰ  
 دینگے پس خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے سے گمراہ کرینگے چنانچہ  
 اسی طرح کہ فرقہ اسلام میں پیدا ہوئے ہیں جیسے خارجی رافضی معتزلی زنادقہ قدریہ  
 جبریتہ وغیرہم ان کے اصول و فروع سب الہی ہوئی اور محاب ہوس گئیں۔ جن کو خداوند  
 تعالیٰ نے جادہ حق سے محروم کر کے خواہش کا پیرو کیا۔ اور اپنے واضح راستے سے باز رکھا  
 پس درحقیقت اُنہوں نے خواہش کی پیروی کر کے اپنے نفسوں پر آپ ظلم کیا ہے۔  
 اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الظّٰلِمِیْنَ۔ خبردار۔ خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔ اگر ہوا کے پردے  
 لوگوں کی آنکھوں پر سے اٹھ جائیں تو بیشک حق کا جمال قلب کے نور سے دیکھ لیں اور  
 کل نفس اراض اُن سے دور ہو جائیں۔ مگر خدا نے اُن کو اس واسطے روک دیا ہے۔  
 تاکہ اُن کو عذاب کرے وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي  
 لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِّنْ تٰمِیْمَتِهِۦ وَالنَّٰسِ أَجْمَعِیْنَ یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت  
 عنایت کرنے۔ مگر ہمارا فرمان صادر ہو گیا ہے کہ جہنم کو جن انسان دونوں سے پر کرینگے۔  
 وَسَوَاسِیْ رُوحَانِیْ اِمْرَاضٍ مِّنْ سَیِّئَاتِ مَرَضٍ دوسو اس بے یہ مرض قلب میں حق کے  
 راستے سے خاطر کے پریشان ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور فاسد اور جھوٹے گمان  
 اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور ہوا بھی اس کو مدد پہونچاتی ہے۔ اس مرض سے قلب کے  
 اعمال میں خطا الحواسی واقع ہوتی ہے۔ جیسے کہ مایخو لیا سے دماغ کا حال ہو جاتا ہے  
 اور اکثر اوقات یہ وسوسہ باہر سے بھی قلب کے اندر جاتا ہے۔ مثلاً شریر شخص کسی غریب شاگرد  
 کو ہکڑے اور فاسق سلیم مبتدی کے دل میں وسوسہ ڈالے اور عبادت سے اُس کو  
 روک دے اور کبھی یہ وسواس قلب کے اندر سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے کہ قلب  
 اندر رحمت الہی اور اس کی وسعت اور مغفرت کا خبیال پیدا ہو کر خوف سے  
 روک دے اس قلب میں شیطان اس صورت سے وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہ جو چاہے  
 کر۔ خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ تجھ کو بخش دیگا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے افعال

کرتے کرتے دوزخ میں اُس کو گرا دیتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اسی وسوسہ کی نسبت فرماتا ہے  
 مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ  
 کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں خداوند تعالیٰ سے شیطان کے وسوسوں سے جو لوگوں کے دلوں  
 میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور نظر نہیں آتا۔ اور انسان اور جنات دونوں کے  
 وسوسوں کے شر و فساد سے۔ شائع علیہ السلام نے اس سخت مرض کی دوا بھی مہیا کر دی  
 ہے یعنی استعاذہ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلْ زَيْتُ أَعْوَذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ  
 الشَّيْطَانِ وَأَعْوَذُ بِكَ أَنْ يُخْضِرُونِ۔ اور کہو اے رب میرے میں پناہ مانگتا  
 ہوں تجھ سے شیطانی وسوسوں سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بات سے کہ  
 شیاطین میرے پاس آئیں۔ اور استعاذہ کے پڑھنے کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے  
 فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ عَنِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ یعنی خدا سے شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگ اس طرح اَعُوْذُ بِاللّٰهِ  
 مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے ساتھ شیطان مردود کے شر سے  
 پس استعاذہ یہ ہے کہ قلب کو ان وسوسوں سے مراقبہ اور ذکر الہی کی مواصلت کے  
 ساتھ پاک و صاف کیا جائے۔ اور خدا نے تعالیٰ کی بندگی و طاعت میں کوشش  
 کی جائے۔ انہیں امراض میں سے ایک یہ بھی مرض ہے۔ کہ نمازی کی نماز میں وسوسے  
 واقع ہوتے ہیں۔ اور وہ نماز میں بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ اس کو دوبارہ  
 نیت باندھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ الغرض یہ مرض وسوسہ ایک جیسا کہ شیطانی  
 ہے۔ اور اس مرض میں وہ قلب مبتلا کیا جاتا ہے۔ جو خواہش کے دھوئیں میں شہید  
 ہو گیا ہے۔ ایسے مریض کے حق میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ  
 الشَّيْطَانُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُلْقُوْهُ اَنْ يُهْدِيَ اللّٰهُ  
 هُوَ اَهْدٰى وَاَوْفَرُ نَاصِيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ  
 ترجمان اوست یہ ایک مرض ہے جو قلب میں ناشکری کے غالب ہونے اور پرہیزگاری کی  
 قلت اور جہالت کے غلبے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مرض شہرہ کفنی سے مشابہ ہے۔ اور  
 اس کے پھل ایسے ہیں۔ جیسے اندرائن کا پھل کرہ وا۔ اور زہر تامل کیونکہ اس



مرض کے اثر سے قلب ہر کام میں زیادتی کا طالب ہوتا ہے۔ اور اعتدال کا راستہ اس سے چھوٹ جاتا ہے۔ پس جیسے کہ ہر کام میں نقص اور کمی نقل ہوتی ہے ایسے ہی زیادتی میں خلل ہوتی ہے۔ اور بچہ اس زیادتی کے ساتھ انسان فضولیات میں پڑ جاتا ہے جن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اکثر اوقات ان فضولیات ہی سے فوجش میں بھی گر جاتا ہے۔

مرضِ قور۔ یہ مرض قول میں بھی ہوتا ہے۔ اور فعل میں بھی۔ اور اصل اس کی طلب فضول کی حرص اور اپنے رائے فاسد کو اچھا سمجھنا اور اپنی خواہش کے شجاعت میں پھنس جانا ہے۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہر ایک قول و فعل میں زور کے داخل ہونے سے پروا نہیں کرتا۔ اور آخر کو یہ مرض اس کو ہلاک کر کے راہِ حق سے روک دیتا ہے۔

حَسَدٌ۔ نہایت مہلک مرض ہے محسود کو ضرر پہنچنے سے پہلے حاسد کو ہلاک کر دیتی ہے۔ حضور صلعم فرماتے ہیں۔ حسد نیکیوں کو اس طرح کھالیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھالیتی ہے۔ پس حسد ایسی آگ ہے کہ حاسد کی نیکیاں اور محسود کے گناہ جلا دیتی ہے۔ یہ مرض انسان کے قلب میں ایسا ہے جیسے جسم میں برص ہوتی ہے۔ برص والے سے سب لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ ایسے ہی حاسد کے دل سے فرشتوں کو نفرت ہوتی ہے۔ وہ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں کرتے ہیں۔ یہ مرض برص ہی کی طرح سے بڑھتا جاتا ہے۔ اور ان دونوں مرضوں کی واسطے بجز داغ و بیغ کے اور کوئی جید نہیں ہر صفا برص کے واسطے آگ سے داغ دیا جاتا ہے۔ اور اس قلب کی برص کو جہنم کی آگ سے داغ دیا جائیگا۔ حاسد کو نہ کھانا خوش گوار ہوتا ہے۔ نہ مینا کیونکہ ہمیشہ حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ اور اکثر اوقات اس کا حسد اس کی جان تلف کروا دیتا ہے۔ یہ مرض نہایت مہلک ہے۔ علاج کو قبول نہیں کرتی۔ اور اصل اس کی جہالت ہے۔ اور حقد اس کی ایک شلخ ہے۔ اور سب اس کا حرص ہو یعنی جب طبیعت غیروں کی چیزیں حاصل ہونے کی طرف رغبت کرتی ہے۔ اور نفس امارہ اس کو ابھارتا ہے۔ مگر کوئی راستہ

اُن کے حصول کا پیدا نہیں ہوتا۔ اُس وقت یہ حسد کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جس اُس کو ایسا غراب کرتی ہے کہ مثل کتے کے بن جاتا ہے۔ اسی کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ ابن آدم کے پیٹ کو بھرسٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھرتی۔ پس یہ حسد اس مرض ہے کہ جب انسان پرستونی ہوتا ہے۔ تمام طاغوتوں اور راجتوں سے اُس کو روک دیتا ہے اور ساری عسمر اس کی حسرتوں میں برباد ہوتی ہے۔ جب اپنے محسود یعنی اس شخص کو جس سے اس کو حسد ہے۔ کسی نعمت اور آسائش میں دیکھتا ہے۔ اس کا مرض دگنا اور چوگنا ہو جاتا ہے۔ اور سخت بچینی اور اضطراب اس کو لاحق ہوتا ہے پھر جب کوئی دیر اس کے حسد کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کی حاسدانہ طبیعت سے مطلع ہو جاتے ہیں اس کی طرف سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور عام طور پر دلوں کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ کسی مسلمان کو اس پر اطمینان نہیں رہتا۔ اس مرض لا دوا کا علاج یہ ہے کہ قصار الہی اور قدرتِ لمِ زلی پر شک کر ہو جائے اور احکامات الہی مشل عدل و فضل وغیرہ کو ہمیش نظر رکھے اور عالم غیب و شہادت میں غور کرے۔ اور اس قسم کی آیات میں فکر کرے۔ **لَا تَاْكُلْ شَيْءًا حَلٰلًا يُقَدَّرُ عَلٰیكَ** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور اسی مضمون میں ایسا یہ آیت ہے۔ **اَعْطٰی كُلَّ شَيْءٍ حَلٰلًا ثُمَّ هَدٰی** یعنی ہر چیز کو اُس نے اُس کا وجود عنایت کیا پھر اُس کو ہدایت کی۔ اور یہ حدیث شریف بھی اسی مرض کے معالجہ میں وارد ہے حضور علیہ التبیۃ والسلام فرماتے ہیں۔ **لَا يَبْلُغُ اَحَدٌ كَرْحَةً اَوْ اِيْمَانًا حَتّٰی يُوْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرًا وَشَرًّا وَحُلُوًّا وَمُسْرًا** یعنی تم میں سے کوئی ایمان کی حقیقت کو نہ چھوچھوگا جب تک کہ قدر کے خیر و شر اور میٹھے کر وے پر ایمان نہ لائے گا۔ پس جب یہ تدبیر کی جائے گی اور حاسد اس بات کو جان لیگا۔ کہ قضاء الہی کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُس کی بخشش کو کوئی روک سکتا ہے پس اس پر مشکف ہو جائے گا کہ حسد ایک امر محال ہے۔ اور یہ ایک عذاب الہی ہے جو حاسد پر نازل ہوتا ہے۔ محسود کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا خداوند تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں حاسدوں کی مذمت فرمائی ہے۔ **فَرَأٰنَا هٰے اَمْ نَحْشُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَا**



اَتْلَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ یعنی کیا حاسد لوگ اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ خدا نے ان کو اپنے فضل سے عنایت کیا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةً رَبِّكَ لَوْلَا فَسَدْنَا بَنِيَّاهُمْ مَعِيشَتَهُمْ یعنی کیا حاسد تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں ہو سکتی) ہم نے خود ان کی معیشت کو ان کے آپس میں تقسیم کیا ہے۔ رجبھر حاسدوں کا اس میں کیا چارہ ہے ؟

حِرْصُ اِمْرَاضِ رُوحَانِيَةٍ میں ایک سخت مرض حرص ہے۔ اس کا اندرونی سبب حسد ہے۔ جب دل میں دنیا کی محبت اور حرص پیدا ہوتی ہے پھر دوسروں کے واسطے اسیاب دنیا کو موجود اور رہتا دیکھتا ہے۔ تب حسد کرتا ہے اور حسد کی آگ اُس کے دل میں شعلہ زن ہوتی ہے پھر یہ آگ بباعث جہالت اور چشم بصیرت کی نابینائی کی ساعت بساعت قوی ہوتی جاتی ہے۔ حرص کا علاج بھی یہی ہے کہ قضا راہی پر راضی ہو جائے اور کل کام تقدیر کے حوالے کر دے اور جان لے کہ حرص رزق کو زیادہ نہیں کر سکتی اور نہ کسی کے بُرا چاہنے سے سید کا رزق کم ہو سکتا ہے اور اس آیت شریفہ کا ورد رکھے مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ لِلْعَاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا تُمْسِكْ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا يُرْسِلْ لَهَا مِنْ بَعْدِهَا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی خداوند تعالیٰ لوگوں پر جو رحمت کشا کرتا ہے۔ اُس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اور جس کو وہ روک دیتا ہے۔ اُس کا کوئی بچھنے والا نہیں ہے۔ اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اس قسم کے امراض کا بہتر معالج یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کو پیش نظر رکھے اور جان لے کہ خدا کے ہاں اُس کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہو سکتی۔

اچھی طرح سے جان لو کہ اگر خدا کے ہاں دنیا کی کچھ کے پر کے برابر بھی قدر ہوتی تو کسی کافر کو اُس میں پانی کا گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ اور نیز اس مرض کے واسطے ان ادویات کا سہل لینا چاہیے۔ قناعت۔ تسلیم کم رو بات پر عبور تفویض الامور الی اللہ یعنی کل اپنے کام خدا کو سونپنا۔ رضا بقضائے الہی۔ احکامات قضا و قدر پر نظر رکھنا۔ ان دواؤں کو اُس پانی میں حل کرنا چاہیے جو اس چشمہ سے برآمد ہوتا ہے قَوْلُهُ عَلَيْهِ اَفْضَلُ الْيَتِيَّاتِ وَالْشَّيْطَانِيَّاتِ قَدِيرُ الْمَقَادِيرِ قَبْلُ خَلَقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا رُبَّعَالْاٰلِیْنَ سَنَةٍ یعنی حضور صلی اللہ

حلیہ تسلیم فرماتے ہیں تقدیریں آسمان زمین کی پیدائش سے چار ہزار برس پہلے مقدر کی گئی ہیں۔ پس اس پانی یعنی اس صیغہ شریف کے مفہوم میں ان دواؤں کو حل کرنا چاہیے پھر اس کے بعد یہ سقمونیا اس میں شامل کر لے۔ حدیث قدسی ہے۔ **إِنِّي أَنَا اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا آمَنَ اسْتَسْلِمَ لِقَضَائِي وَصَبَرَ عَلَى بِلَائِي وَشَكَرَ عَلَى نِعْمَائِي لَكُنْتُ رَاسِمَةً فِي ذِيَابِ الْوَصِيدِ يَتَيْنِ وَمَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِي وَلَمْ يَصْبِرْ عَلَى بِلَائِي وَمَنْ لَمْ يَشْكُرْ عَلَى نِعْمَائِي فَلَيْطَلَّ كَيْدَ كَيْسَرَاتِي** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو جسے میری قضا کو تسلیم کیا اور میری بھیجی ہوئی بلا پر صبر کیا۔ اور میری نعمتوں پر شکر کیا میں اس کا نام صدیقیوں کے دفتر میں لکھتا ہوں۔ اور جو میری قضا کے ساتھ راضی نہ ہوا اور نہ اُس نے میری بلا پر صبر کیا اور نہ میری نعمتوں کا شکر بجا لایا۔ پس اُس کو چاہیے کہ میرے سوا کوئی اور اپنا رب تلاش کر لے۔ یہ سقمونیا ان ادویات میں طرا کر نوش کرے اور عودتین کو اپنا وظیفہ مقرر کر کے ان کلمات کی تکرار کیا کرے **مِنْ شَرِّ النَّفَثَاتِ فِي الْعَقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ** یعنی میں پناہ مانگتا ہوں ان عورتوں کے شر سے جو پھونک پھونک کر گریں لگاتی ہیں اور پناہ مانگتا ہوں میں حاسدوں کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔ یہ مریض جبوقت ہماری اس طریقہ کے موافق علاج کریگا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر خیرات و برکات کے دروازے کھول دیگا۔ اور حرص کی شقت سے اس کو راحت دیگا اور حسد کی آگ جو اُس کے دل میں شعلہ زن ہے اُس کو بجھا دیگا۔ یہاں تک کہ اُس کا دل حسد کی ٹہنی و تازیکی سے رضا اور مصالحت کے میدان میں آجائیگا۔ عام نفرت جو اس کی طرف سے دلوں میں پھیلی ہوئی تھی دور ہو جائیگی اور یہ عیش و عشرت کی زندگانی بسر کریگا۔ حقد و حسد کی رگیں۔ اس کے دل کی جڑیں سے نکل جائیں گی اور یہ سب کہ درتوں سے یہ پاک صاف ہو جائیگا۔

اور اگر مریض مریض نے ان ادویات کا استعمال نہ کیا حسد کا مرض اس سے دور نہ ہوگا اور نہ حقد کی جڑ کھڑکی بلکہ اس کے باطن میں حرص کی آگ ہمیشہ شعلہ زن رہیگی۔ طمع روحانی امراض میں سے طمع نہایت موزی مرض ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ مرض طاعون سے بھی زیادہ ایذا رسان ہے۔ فی الحقیقت یہ مرض شریعت میں طاعون



ہی کی مثل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ طبع کا مرض قلب سے حقائق ایمانی کو بالکل کھودیتا ہے۔ اور احسان کی رگوں کو عرفان کی جڑ سے کاٹ دیتا ہے۔ اور یہ بھی مرض کے درخت کی ایک شلخ ہے۔ اس کے اندر کانٹے بہت ہیں جن سے اسلام کے پورے پھٹ جاتے ہیں اور اس مرض طبع سے آزادوں کی روح کو ایسی ہی نکلنے پھینکنی ہے جیسے آگ کے کانٹوں سے کسی نے کیا اچھا قول کہا ہے۔ اَلْحُرُّ عِبْدٌ اِذَا طَمِعَ وَالْعَبْدُ حُرٌّ اِذَا قَنِعَ یعنی آزاد شخص جب طمع کرے۔ تو وہ غلام ہے۔ اور غلام جب قناعت کرے تو وہ آزاد ہے۔

حدیث قدسی مشہور میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہُوَ مَنْ رَضِيَ عَنِّي بِالْيَسِيرِ رَضِيَ مِنَ الرَّزَقِ اَرْضَى عَنِّي بِالْيَسِيرِ مِنَ الْعَمَلِ یعنی جو شخص میرے تھوڑے رزق کے ساتھ راضی ہوتا ہے میں بھی اُس کے تھوڑے عمل سے راضی ہوتا ہوں چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق وارد ہے۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے

ابتداء میں مرض طبع کا علاج آسان ہے۔ مگر جب اس مرض سے مزاج فاسد ہو جاتا ہے۔ اُس وقت اس سے شفا پانا ناممکن ہے اور بیماروں کا زور شور ہو جاتا ہے۔ جو کبھی اترتے نہیں بیمار طاعونی ہے۔ جو وقت اس کا دورہ ہوتا ہے۔ ہلاک کر دیتا ہے۔ شارع علیہ السلام کا حکم ہے۔ کہ جس شہر میں طاعون ہو اُس میں نہ جانا چاہیے۔ نہ وہاں سے نکلنا چاہیے۔ تاکہ

طاعونی ویا اسی شہر میں بند رہے۔ فرمایا ہے لَا تَدْخُلُوا اَرْضَ الْمَلَائِكَةِ وَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا یعنی نہ تم طاعون کی جگہ میں جاؤ۔ اور نہ وہاں کے لوگ اُس میں سے نکلیں۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ طماع سے مصاحبت اور دوستی یا اُس کے پاس

آمد و رفت نہ چاہیے۔ کیونکہ طمع مصاحبت کو مکر کر دیتی ہے۔ اور طماع اپنے مصاحب کی چیزوں میں طمع کرتا ہے۔ اس واسطے مصاحبت منہدم ہو جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا

کہ طمع مصاحب کی بھی آفت اور مصاحبت کی منہدم کرنے والی قساوٹ طبیعت کی موجب قلب کی طاعون حرص کی علامت حسد کی عنوان حسد کی سبب اور جہل اور حماقت کی علت ہے۔

علاج اس کا قناعت اور طمع کی چیزوں سے اعراض کرنا اور ادا امی میں مشغول ہونا ہے اور سب سے بڑا علاج اس کا یہ ہے۔ کہ دنیا میں زہراختیار کرے۔ اور طبیعت کو تحصیل

یسا اس امراض روحانیہ میں سے ایک مرض یا اس یعنی ناامیدی ہے روح کے واسطے یہ مرض سخت آفت ہے۔ اور غلبہ جہالت اور ذات و صفات الہی میں شک لانے سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اُس کی تجویز ہے۔ **لَا تَيْسَأُ سُوَامِنْ رَوْحِ اللّٰهِ لَانَّهُ** **كَلَامُ يَاسٍ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ كَلَامُ الْقَوْمِ الْكَافِرُونَ** یعنی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے ہیں مگر کافر۔ پس یہ ایسا سخت مرض ہے۔ کہ علت کفر اور نہایت غمراں کو شامل ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ رحیم رحمن کریم عظیم غفور شکور ستار ہے۔ وہ اُس کی رحمت اور مغفرت سے ناامید نہیں ہوتا ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو ناامیدی سے ممانعت فرمائی ہے۔ **وَمَا تَأْتِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ يَفْقَهُوا الَّذِي نُفِصِلُ لَهُمْ** **وَمَا تَأْتِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ يَفْقَهُوا الَّذِي نُفِصِلُ لَهُمْ** اور نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر زیادتیاں کیں ہیں۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک خدا سب گناہ بخش دینا بیشک وہ بخشنے مہربان ہے۔ پس یا اس ایسا مرض ہے۔ جو روح کی اس صحت کو جو حیرت الہی کی امید سے پیدا ہوتی ہے۔ روک دیتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ حسن ظن کو قاتل نہیں رکھتا **عَلَّاج** اس کا یہ ہے۔ کہ علوم حکمت کی امداد کے ساتھ قلب سے دوسرے دور کیے جائیں۔ اور رحمت الہی کی وسعت پر نظر کی جائے۔ اور اس مرض کا



سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ کلام الہی میں سے اس دوا کو استعمال کیا جائے۔ اِنَّ رَحْمَتَیْ  
وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فرماتا ہے بیشک میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور فرماتا ہے  
کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِکُمُ الرَّحْمَۃَ یعنی تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو فرض کیا ہے۔  
کسٹل امراض روحانیہ میں سے سستی بھی ایک مرض ہے۔ اور یہ مرض نضانی اور دل  
میں یہ اس طرح پیدا ہوتا ہے جیسے جسم میں زہانت یعنی اپا بھلی ظاہر ہوتی ہے جیسے ماتھے  
پیر کا سکار ہونا کہتے ہیں یہ مرض قلب کو علم و عمل میں کوشش کرنے سے روک دیتا ہے اور  
اس رنگ کو جس سے نیک کاموں کی نیت حاصل مراد ہے کاٹ دیتا ہے جیسے کہ اپانج آدمی  
مکان میں حرکت کرنے پر قادر نہیں ہوتا ایسے ہی سست آدمی غلوں ایمان کے ساتھ خدا  
کی عبادت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ کسل بھی کفر کا ایک جز ہے۔ اور رگوں کے وسطے مہات  
فاسد اور مفسد علت ہے۔ سعادت ابدیہ کے حاصل کرنے سے ان کو روک دیتی ہے  
کبوتر۔ امراض روحانیہ میں سے ایک مہلک مرض تکبر ہے۔ تکبر کی بنیاد کفر ہے۔  
اور کفر کے بعد یہی مرض بدترین مرض ہے۔ اور اسی سے کسل پیدا ہوتی ہے۔ جب  
انسان تکبر کرتا ہے اور تکبر کی گرمی اُس کے قلب پر غالب ہوتی ہے تب اُس کو قلب  
کے اندر کسل پیدا ہوتی ہے اور وہ اس درجہ ضعیف ہو جاتا ہے کہ حقوق الہی کے ساتھ  
قائم نہیں رہ سکتا۔ اور نہ بندوں کے حق اُس سے ادا ہوتے ہیں۔ پس ایسا سمجھنا چاہیے  
کہ کفر بظنرہ سرسام اور دوران کہ ہے جس سے قلب کی رگوں کے منافذ بند ہو جاتے  
ہیں۔ اور ایمان کے دروازے مسدود ہو جاتے ہیں۔ اس مرض کا سر اپنے فضولی خیالات  
کے گرد و چکر کھایا کرتا ہے۔ اور دین کے حقائق اُس پر شبہ ہو جاتے ہیں۔ سوار گھروں اور  
کیرے کوڑوں کے اور کچھ پڑا ہوا اُس کو معلوم نہیں ہوتا یہ تکبر کی ہی بیماری قلب کے  
وسطے ایسی ہی جیسے بدن کے واسطے خفاق اُس کے باعث سے قلب کا جو غیبی  
طرف راستہ ہو وہ بند ہو جاتا ہے۔ اور اس کا پیٹ غرور سے پُر ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ  
مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ کیونکہ من خفاق میں خون کا غلبہ ہو کر سانس کے منافذ بند ہو جاتے  
ہیں۔ اور سانس ختمی سے آنا جاتا ہے۔ ایسے ہی تکبر قلب کا خفاق ہے۔ خدا کی طرف

سے جو اسرار و انوار قلب پر نازل ہوتے ہیں۔ اُن کو روک دیتا ہے۔ اور ادا و ابی کو قلب سے منقطع کرتا ہے۔ اسی سبب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ لَا تَجْعَلْ عِلْمَکَ یَمَانُ وَ اَیْکُمْ فِی جَوْفِ عَبْدِ اَبَدًا کسی بندہ کے دل میں کبھی ایمان اور تکبر دونوں جمع نہیں ہوتے۔ مرض کفر لغت کے ساتھ ذلت کو اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ جیسا کہ ابلیس علیہ اللعنت کے ساتھ ہوا کہ پہلے وہ مرض کفر میں گرفتار ہوا۔ اور پھر اسی مرض کے سبب تکبر کی بیماری اُس پر غالب ہوئی چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ اَبٰی وَاَسْتَنْکَبَ وَ کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ یعنی اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور کافروں میں سے ہو گیا مطلب یہ کہ جب اس نے حکم الہی کے بجائے عینِ سستی کی خداوند تعالیٰ نے اس سے فرمایا۔ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِیْدَیْ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ یعنی تجھ کو کس چیز نے اس بات سے منع کیا کہ تو اُس کو سجدہ نہ کرے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ کیا تو نے تکبر کیا یا اپنے تئیں بڑا سمجھا۔ اس نے یہ جواب دیا جس میں اس نے اپنے کبر نفس اور اپنے تئیں بہتر سمجھنے کی طرف اشارہ کیا ہے اَنَا خَیْرُ مَنَ خَلَقْتَ مِنِّیْ نَارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ یعنی میں اُس سے بہتر ہوں (جس کو تو نے سجدہ کرنے کا حکم فرمایا ہے) مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور اُس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تب اللہ نے اُس کو سرزنش کی۔ اور اس پر لغت فرمائی چنانچہ اس کے تکبر اور کسل کے مرض نے اُس کو کفر تک پہنچا دیا۔ اور رحمت کا طیب اُس کے معاملہ سے ناامید ہو گیا چنانچہ فرماتا ہے۔ وَرَاٰ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ الْاُولٰٓئِیْمِ الَّذِیْنَ یعنی تجھ پر لغت ہے قیامت تک۔

کتاب انہیں امراض نفسانیہ میں سے ایک مرض جھوٹ ہے۔ جب دل کا مٹیہ فاسد ہوتا ہے۔ تب جھوٹ زبان کی گفت گو پر غلبہ کرتا ہے۔ کذب قلب میں ایسا ہے جیسے قالب میں حیض یعنی کذب مردوں کا حیض ہے جیسے کہ حیض کے سبب سے عورتوں کا دین اور عقل ناقص ہوتی ہے۔ ایسے ہی مردوں کا دین اور اُن کی عقل کذب کے سبب ناقص رہتی ہے جب نفس اس جھوٹ کے مرض میں گرفتار ہوتا ہے۔ تکبر کی پیدائش اس میں شروع ہوتی ہے۔ اور کسل و سستی کا غلبہ ہونے لگتا ہے



یہ بات کہ آخر کو خداوند تعالیٰ جھوٹے کو ایمان کے احاطہ سے نکال کر کفر ان کی جگہ میں قید کرتا ہے۔ کمال کا لباس اُس سے اتار دیتا ہے۔ اور ہلاکی اور زوال کا حکم اُس کے حق میں صادر فرماتا ہے۔ **وَاِذَا ارَادَ اللّٰهُ يَهْدِيْكُمْ سَبِيْلًا فَاَرَادَ مَرْدُكُهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ** یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے پس اُس کے اُس ارادہ کا کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اور نہ اُن لوگوں کے واسطے سوا اُس کے کوئی والی ہے۔

یہ بھی امراض روحانی میں سے انسان کے واسطے ایک آفت ہے سخت غصہ کے وقت یہ آفت قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ زبان اس کے ساتھ بھر جاتی ہے۔ اور سب اس کا یہ ہے۔ کہ حق اس کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور اصل اس کی انسان پر باطل کا غالب ہونا ہے۔ روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بدترین آدمیوں کا کون شخص ہے۔ فرمایا **اَلَّذِيْ فِيْهِ صَرَامٌ** یعنی سخت جھگڑا والا۔ یہ آفت اُن لوگوں پر زیادہ مستولی ہوتی ہے۔ جو علم کلام اور بحث مباحثہ میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ یہ لوگ میرے دل و حجت کی پیروی کرتے کرتے سخن پروری کے عادی ہو جاتے ہیں اور جناب حقیقت سے محرومیت نصیب ہوتی ہے۔ وہم و خیال کے دریا میں جمے وقت یہ غوطہ کھاتے ہیں۔ جدال اور بلجارجان کے دلوں پر غالب ہو جاتی ہے۔ پس یہ لوگ میرا ہیں۔ نذر رستوں کی صورت میں۔ خدا ان کے حال پر رحم کرے ان کے دلوں سے بلجارج اور جدال کا شر دفع فرمائے

مگر یہ ایک نہایت ہی خبیث مرض ہے۔ اور نفس کی خیانت سے پیدا ہوتا ہے۔ قلب کی سختی اس کو مدد اور تقویت پہنچاتی ہے۔ جب یہ مرض قلب پر غالب ہوتا ہے۔ تو مہربانی اور محبت سے اُس کو بالکل روک دیتا ہے۔ (اور امراض حرص و حسد وغیرہ سے بھی اس مرض کا تعلق ہے) علاج اس کا یہ ہے۔ کہ علم کی تحصیل کی جائے۔ اور اس بات کو جانا جائے کہ جسے بڑا کٹر کرنے والا خدا ہے۔ جس کے آگے کسی کا کر نہیں چلتا۔ بلکہ اس کی تدبیر خفیہ میں۔ بڑا لطف ہو کہ جس کے ساتھ وہ مکر کرتا ہے۔ وہ اپنی جہالت جہلی سے کبھی اُس مکر سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اور اس مرض کے گرفتار کو لازم ہے کہ اس

یہ بھی امراض روحانی میں سے انسان کے واسطے ایک آفت ہے سخت غصہ کے وقت یہ آفت قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ زبان اس کے ساتھ بھر جاتی ہے۔ اور سب اس کا یہ ہے۔ کہ حق اس کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور اصل اس کی انسان پر باطل کا غالب ہونا ہے۔ روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بدترین آدمیوں کا کون شخص ہے۔ فرمایا **اَلَّذِيْ فِيْهِ صَرَامٌ** یعنی سخت جھگڑا والا۔ یہ آفت اُن لوگوں پر زیادہ مستولی ہوتی ہے۔ جو علم کلام اور بحث مباحثہ میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ یہ لوگ میرے دل و حجت کی پیروی کرتے کرتے سخن پروری کے عادی ہو جاتے ہیں اور جناب حقیقت سے محرومیت نصیب ہوتی ہے۔ وہم و خیال کے دریا میں جمے وقت یہ غوطہ کھاتے ہیں۔ جدال اور بلجارجان کے دلوں پر غالب ہو جاتی ہے۔ پس یہ لوگ میرا ہیں۔ نذر رستوں کی صورت میں۔ خدا ان کے حال پر رحم کرے ان کے دلوں سے بلجارج اور جدال کا شر دفع فرمائے

قرم کی آیات کو پیش نظر رکھے و مکر و اومکر اللہ و اللہ خیر المناجیرین یعنی انسانوں نے بھی مکر کیا (اور اپنے خیال ناقص میں خدا کو دھوکا دیا) اور خدا نے بھی تدبیر کی۔ اور خدا سب سے بہتر اور زبردست تدبیر کر نیوالا ہے (کہ مکر کرنے والوں کے مکر کو انہیں پر الٹا کر دیتا ہے) اور اس آیت شریفہ کو بھی غور سے سنئے اِنَّهُمْ یَکِیْدُوْنَ کِیْدًا وَّ اُوْکِیْدُوْنَ کِیْدًا فَمِیْثِلُ الْکَافِرِیْنَ اَمْھَلَهُمْ سُرُودًا اَللّٰہُ تَعَالٰی فرماتا ہے بیشک یہ کافر اپنے مکر کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی اپنی تدبیر کر رہے ہیں پس اسے (یہ غمیرا) ان کافروں کو مہلت دو (اور زیادہ نہیں بلکہ) تھوڑی ہی سی مہلت دو۔

جب مکر کر نیوالا اس بات کو جان لیگا کہ خدا کا مکر اس کا قہر ہے یعنی جسکے ساتھ وہ مکر کرتا ہے۔ تو گویا اس پر قہر کرتا ہے۔ اور یہ قہر اس کا سبب مکر کرنے والوں پر حامی اور محیط ہے۔ تو اس کے دل سے مکر و فریب کی بنیاد اکھڑ جائیگی۔ اور اس کا دل اس مہلک مرض سے نجات پائیگا اور اس مرض کا غلبہ طبیعت کی شدت اور فساد اور عقل کی قوت میں فستور آجائے سے ہوتا ہے۔

نفاق۔ امراض روحانیہ میں سے اول درجہ کا مہلک اور بدترین مرض ہے۔ یہ نہایت کہ فساد مادہ اور تغیر اخلاط میں مرض کفر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس مرض کی پیدائش کے دو سبب ہیں۔ ایک جہالت کا غلبہ دوسرے نور معرفت کا منقطع ہو جانا۔ یہ مرض ایک نہایت سخت اور قوی آفت ہے سعادت کے چہرے پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نیکی جتنی سے محبوب رکھتا ہے۔ جب اس مخوس مرض کا قلب پر غلبہ اور تسلط ہو جاتا ہے اس وقت قلب کا اس کے پنجے سے نجات پانا اور صحت کا بحالہ دیکھنا دشوار ہے۔ رَاقِ اللّٰہُ حَاجِمِ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکَافِرِیْنَ فِی جَهَنَّمَ جَمِیْعًا یعنی اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں دو لوگوں کو اکٹھا جہنم میں جمع کریگا۔ یہ مرض نفاق دو سببوں سے مرکب ہے۔ ایک ضعف ایمان دوسرے قوت کفر سے اور اسی سبب سے اس کا نام نفاق رکھا گیا ہے کیونکہ نفاق نفاقہ سے مشتق ہے۔ اور نفاقہ جھگی چوہے کے بل کے مضہ یعنی دروازے کو کہتے ہیں۔ اس کے بل میں دو دروازے ہوتے ہیں۔ ایک نفاق دوسرے قاصد واجب نفاق کی طرف



سے اس کو پکڑنا چاہیں تو قاصعاً سے بھاگ جائیگا۔ اور جب قاصعاً سے پکڑنا چاہیں۔ تو نفاق سے بھاگے گا یہی حال منافق کا ہے کہ مومنوں میں مومن اور کافروں میں کافر۔ ان کو بھی خوش رکھتا ہو۔ اور ان کو بھی۔ اور دونوں کی اذیت سے محفوظ رہتا ہے یہ نہیں جانتا کہ خدا دلوں کے راز سے واقف ہے۔ اس مرض کی مثال اس بیماری کی سی ہے۔ جو دو سبب سے مرکب ہو مثلاً حرارت اور برودت سے کہ جب ایک کا علاج کیا جائے تو دوسری غالب ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کو کم کیا تو وہ زیادہ ہوتی ہے۔ اسی سبب سے اس مرض نفاق سے صحت پانا دشوار ہے۔ کیونکہ یہ مرض بھی مثل تپ کہہ اور ذات الجنب قدیم امراض مزمنہ کے ہے۔ منافقوں کے واسطے بحر دوزخ کے کوئی ٹھکانا نہیں اس لئے الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَاتِ الْاَسْفَلِ مِنَ الدَّرَجَاتِ مَنْفِقٍ دوزخ کے بھی سب سے نیچے درجہ میں ہونگے لِسَقَاتِہِ یعنی جہالت کی یہ فوقی یا حماقت روحانی امراض میں خفیف اور نہایت ناپاک ہے یہ دلائش اس کی کبھی تکبر سے ہوتی ہے کبھی نفاق سے شروع شروع میں اس مرض کا علاج آسان ہو۔ اس قسم کی دواؤں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ تو شروع یعنی پرہیزگاری حفظ لسان یعنی نجسیت اور جھوٹ و ہتان وغیرہ خرافات و مخرافات سے زبان کو محفوظ رکھنا۔ قَمَحْ هَوَى یعنی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرنی اور دل سے اُسکو بالکلینہ نکال کر پھینکنا۔ ان لہو اثر ادویات کے استعمال سے یہ مرض ابتدائی حالت میں دفع ہو جاتا ہے۔ مگر جب یہ مرض قدیم ہو گیا۔ اور طبیعت اس سے پر ہو گئی۔ اس وقت اس کا علاج دشوار ہے کیونکہ یہ مودی مرض قلب میں اس طرح گھس جاتا ہے جیسے دق کی حرارت خون میں شل کر جاتی ہے۔ پھر اس کا خارج ہونا ممکن نہیں اور اس سے غضب (یعنی غصہ) کا بخار شروع ہوتا ہے۔ تب چاہیئے کہ حلم سے اس کا علاج کریں تاکہ غضب کا بخار از جا گئے اور سفہ کی حرارت قلب سے منطفی ہو۔

عجب امراض روحانیہ میں سے عجیب یعنی خود پرستی و خود بینی عجب نالائق مرض ہے یہ مرض کفر سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کفر کی انتہا سی پر ہے (اور تشکر یعنی انزاہت وغیرہ امراض اس سے پیدا ہوتے ہیں) علاج اس کا یہ ہے۔ کہ اپنی نظر میں اپنے

نفس کو نہایت ذلیل و خوار کرنے۔ اور اپنے دل میں اپنے تئیں بے چھوٹا اور بچا کر رکھنے۔  
 مرض انتہاء درجہ کا مہلک اور برباد کرنے والا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضور علیہ السلام صلوٰۃ  
 والسلام فرماتے ہیں کُلُّ مَحَلَّاتٍ شَرٌّ مِّنْ مَّطْلَعٍ وَهُوَ مَحْمُومٌ وَاجْتَابَ الْمَرْءُ بِنَفْسِهِ يَتَنَبَّهَ  
 تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں پھل اطاعت کیا گیا۔ اور خواہش پیروی کی گئی اور  
 آدمی کا اپنے نفس کے ساتھ خوش ہونا یعنی اپنے تئیں بہتر اور افضل سمجھنا۔ چونکہ اس  
 مرض کا سبب کفر ہے۔ اور اسی کے مادہ سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا  
 علاج بھی وہی ہے جو کفر کا علاج ہے۔ مگر یہ دوائیں بھی اس نشہ میں اضافہ کرنی چاہیے  
 استمعاۃ الشتم یعنی دشمنوں سے برا بھلا اور گالیاں سننے اور پھر ان پر صبر  
 کرنا اور ہر ایک سخت بات اور معاملہ کی سہار کرنا اور جواب دینے سے خاموش ہو جانا  
 فہر طبع یعنی طبیعت کو ان باتوں پر مجبور کرنا کہ نفس یعنی اپنے نفس کو کسی سے  
 اچھا نہ سمجھنا اور نہ کسی سے اس طرح بات کرنا کہ جس میں اس کی حقارت اور اپنی عزت  
 سمجھی جائے بلکہ جس سے گفتگو کرے تو اس طرح سے کہ اپنے نفس کی حقارت متصور نہ ہو  
 جسوقت یہ مرض قلب پر مستولی ہوتا ہے۔ ایمان کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔  
 عشق یہ مرض نفسانی ہے۔ ہوسوں کی کثرت اور وسوسوں کے تراکم و تراوت سے  
 پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ ہوسیں اور وسوسے بڑے خیالات کے دوام سے پیدا ہوتے ہیں  
 اور شہوت کے ساتھ نظر کرنے سے ان کو قوت ہوتی ہے۔ بعض حکما کا قول ہے کہ مرض  
 عشق قلب کو کمزور اور ضعیف کر دیتا ہے۔ اس مرض کا عارض ہونا نفس کو ناقص اور علم  
 حق سے غافل کر دیتا ہے۔ اس مرض عشق کی ابتداء وسواس اور انتہاء افلاس ہے  
 اس کی پیدائش کا سبب نظر ہے یعنی نظر کے وسیلے سے یہ مرض قلب پر مستولی ہوتا ہے  
 پھر فکر اس کو قوی کرتا ہے۔ اور خیال اس کو امداد پہنچاتا ہے۔ اور علت اس ناقص مرض کی  
 غلبہ شہوت ہے۔ علاج اس کا یہ ہے کہ معشوق کی صورت کی قباحت اور بدنائی اور  
 اس کے عیوب کا خیال جائے اور قلب سے اس کی خوبیوں کا دھیان نکال دے  
 اور قلب کو ہرگز اس کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اور ایسی باتوں کا خیال جمائے کہ ایک



روز معشوق ضرور مجھ سے جدا ہوگا۔ پس آج وہی دن ہے۔ اور معشوق مر کر مجھ سے جدا ہو گیا ہے۔ اب گھبرانے اور پچھین ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اس مریض کو اس قدر صبر کرنا چاہیے۔ کہ یہ عادی ہو جائے اور رفتہ قلب اُس کا معشوق کے ذکر و فکر سے غافل ہو۔ یہ مرض قلب کے واسطے ایسا ہے جیسے کاہن کا مرض قلاب کے واسطے ہے۔

رُعلّاج اس کا وہی طریقہ ہے۔ جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں محققین نے عشق کی حقیقت میں عجیب لطائف فرماتے ہیں۔ اور امراض کے مرتبہ سے اس کو علیحدہ کر کے ادویہ کے درجہ میں شامل کیا ہے۔ میرے نزدیک عشق مرض بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ موافق لوگوں کے حالات یعنی کسی شخص کو یہی عشق اعلیٰ مقامات اور اخص الغایات میں پہنچاتا ہے۔ اور کسی کو افضل الدرجات اور ابعد الدرجات کا راستہ دکھاتا ہے جن لوگوں نے اس عشق کے درخت کی آبِ عفت و حیا سے پرورش کی اور زمینِ مجاز سے اُس کے سر کو آسمانِ حقیقت پر پہنچا یا وہ اُس کے ثمرات شوق نہایت ذوق سے نوش کرتے ہیں اور لذت وصل پاتے ہیں۔ پس یہ عشق اُن کے واسطے ایک تریاقِ مریضہ و انفعالی ہے جو ہر قسم کے زہریلے مادے اور غلبہ سودا و حرارت صدف کو دور کر کے مزاج کو معتدل اور روح کو یکسو و سخی متنبہ ہے۔ جس سے حیات ابدی اور بقا و سرمدی اُن کو نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ اس بات کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ ہمیشہ کی واسطے اُن کی صحت قائم ہو جائے اور قیہ کون و فساد اور تبخیر و احداث سے نجات پا کر فضا و قدرت میں آزادی سے زندگی بسر کریں اور جن لوگوں نے اس عشق کو بیجانی کا ذریعہ اور بزمانی کا وسیلہ ٹھہرایا اور خیالات فاسدہ کی پیروی کی ان کے واسطے یہ عشق خیر الدنیا والاخرہ ہے۔

مَحْسُوسۃ نہایت مہلک اور مضر مرض ہے۔ مگر جب اس کو معانی معقولہ اور احکام شرعیہ سے متعلق کیا جاوے تو نہایت عمدہ اور نافع دوا ہے۔ اس کا ذکر ہم نے مجمل کیا ہے۔

مَشُوق روحانی امراض میں سے یہ مرض نہایت خبیث اور ناپاک ہے۔ جب یہ مرض قلب میں پیدا ہو تو گویا قلب کی موت آگئی۔ یہ مرض علاج کو بہت کم مستیول کرتا

ہے۔ اور امتثال اور اطاعت سے اس کو بالکل روک دیتا ہے۔ شہوت کی حرارت قلب میں  
 اسی مرض سے پیدا ہوتی ہے جس کا ہیجان قلب کی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہر کر دیتا  
 ہے۔ اس مرض کی پیدائش قلب مرع سے ہے یعنی جب احتیاط کے ساتھ  
 پرہیز گاری پر قائم نہیں ہوتا جو قوانین محبت کا اصل اصول ہے تب یہ مرض پیدا ہوتا ہے  
 اور غلبہ ہواے اسکو تقویت پہنچاتا ہے۔ جب اس موزی مرض کا مادہ مستحکم اور مضبوط ہو جاتا  
 ہے۔ تب قلب کو اس سے وہی نقصان پہنچتا ہے جو جسم کو جنون کے مرض سے پہنچتا  
 ہے یعنی جس وقت مجنون پر جنون کا غلبہ ہوتا ہے شرم و حیا کی اُس کو کچھ خبر  
 نہیں رہتی اور نہ اچھے برے میں تمیز کرتا ہے۔ کپڑے پھاڑ کر برہنہ پھرتا ہے اور نجاست  
 وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتا۔ یہی حال اس قلب کا ہوتا ہے جو فسق کی مرض میں گرفتار ہو  
 ننگ ناموس کو بالائی طاق رکھ کر خواہش کے پیچھے دیوانہ وار پھرتا ہے۔ غیبیوں کو منہ  
 سمجھتا ہے جس کے باعث آخر کو دولت و عواری کی موت نصیب ہوتی ہے۔ اس سخت مرض کا  
 علاج یہ ہے کہ مراقبہ کے سہل سے غلط سوداوی کا اخراج کرے۔ اور ذکر الہی کی مجھون  
 مقوی سے قلب کے اعضا و دماغی کو قوت پہنچائے۔ اور عبادت کے باغ میں تفریح کے  
 واسطے اس کو سیر کرائے۔ تاکہ صحت کی نصیب ہو۔

صلف امراض روحانیہ میں سے یہ بھی ایک آفت ہے۔ اور تکبر سے یہ پیدا ہوتی ہے۔  
 اس کا قلب پر یہ اثر پڑتا ہے کہ اخلاق حسنہ حاصل کرنے سے اُسکو روک دیتی ہے۔ اور  
 بہت دفعہ نفس میں ایسے ارادے پیدا کرتا ہے کہ جو انیس اُس میں نہیں ہیں اُن کو وہ  
 ظاہر کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اَلْمُسْتَعْبِدُ لِمَا لَا يَشَاءُ مُلْكًا لِّسُوءِ زُورٍ  
 یعنی وہ شخص جو ایسی چیز سے پیٹ بھرا ہوا ظاہر کرے جسکو اُس نے نہیں پایا ہے۔ اُس  
 شخص کی مثل ہے جو جھوٹ کے دونوں کپڑے پہنتا ہے سر سے پیر تک سب  
 جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔

صُعُوبَةُ خَلْقٍ۔ امراض روحانیہ میں سے بدخلقی بھی ایک مرض ہے یعنی انسان سخت  
 قلب اور بدخلق ہو کیسے دکھ درد میں شریک نہ ہو۔ اور نہ کسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ



بات کرے۔ یہ علت نفس کی خباثت اور جہالت کے غلبے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اصلی مادہ اس کا ہوتے ہے۔ اور سبب اس مرض کا عجب مافوق کہنے۔ اس مرض کی مثال اُن پھوڑوں اور دنبلوں کی سی ہے جو کھال کے اوپر سے صمیم اور تندرست معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اندر سے بالکل پیپ اور کچھ لہو بھرا ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ مرض ہے۔ کہ جو شخص۔ مرض والے کی صورت دیکھے گا۔ ایک معقول انسان خیال کر کے اُس سے گفتگو کی طرف متوجہ ہوگا۔ مگر جس وقت اُس سے بات کرے گا۔ اسکی بد اخلاقی اور کج ادائی سے نہایت متعجب ہوگا۔ اس مرض کا علاج یہ ہے۔ کہ تواضع کے استعمال کو اپنے اوپر لازم کرے۔ اور جو دو ایسے تجربے کے بیان میں مذکور ہوئی ہیں۔ ان کا استعمال کرے۔ اور اس مرض بد خلقی کا یہ بھی علاج ہے۔ کہ علم اخلاق کی تحصیل کرے اور محاذ اخلاق کے ساتھ آراستہ ہو کر اخلاقِ نبیہ کو بالکل ترک کر دے۔ اپنی عادات کو اخلاقِ شرعیہ کے مطابق بنائے۔ اور

اُن کے حکامات پر کار بند ہو تاکہ تکلیفاتِ شریعت کا عادی بنے +

قَسْوَةُ الْقَلْبِ امراضِ روحانیہ میں سے سخت دلی بھی ایک شدید مرض ہے۔ یہ مرض جہالت اور حماقت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور تمام قلب کو سیاہ مطلق کر دیتا ہے۔ اور قلب میں انتہا درجہ کی سختی اور ورشتی پیدا ہو جاتی ہے۔ وَالْقَلْبُ الْقَاسِيُ بِعَمَلِكُنَّ اللّٰهُ قَاسِيًا اِلَى الشَّيْطَانِ اور سختی والا قلب خدا سے دور اور شیطان سے نزدیک ہے۔ پس جاہل کا دل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے۔ اور ہمارے دل سختی اور صلابت میں پہاڑ کی مثل ہوتا ہے۔ مگر دین کی صلابت دو ارتبہ بخلاف قسوت کے۔ کیونکہ وہ بیماری ہے۔ علاج اس کا یہ ہے۔ کہ اس مرض کے جوہر کو اُن آیات سے جو اس کے متعلق وارد ہیں طبع کر کے خوف کے تیزاب میں اس کو گلا دیا جائے + اس کے پھلانے کی دوائیں یہ ہیں۔ خدا پر توکل کرنا۔ کلماتِ الہی کا سنا ذکر الہی کی مداومت کرنا۔ قرآن شریف کی تلاوت عبادت اور اطاعت میں مشغول ہونا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرنا۔ ان ادویات سریع النفع کے استعمال سے بہت جلد یہ سخت مرض دفع ہوگا۔ اور صحت کلی حاصل ہوگی۔ موجب ہے

**رعونت** - امراض روحانیہ میں سے یہ مرض نہایت خبیث ہے۔ جب ہوی قلب پر غلبہ کرتی ہے۔ تو یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ اور عجب اور کبر سے اس مرض کو تقویت پہنچتی ہے اور یہی مرض ریا کی جڑ ہے۔ کیونکہ ریا کی آفت اسی مرض سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہاں دو مرضوں سے مرکب ہے۔ فخر اور کبر سے۔ اور رعونت حماقت سے شتق ہے۔ علاج اس مرض رعونت کا یہ ہے۔ کہ سامان عیش میں کمی خستیا کرے اور لبا سہارا خرو سراجنا کو لازمی سمجھے۔ اور ریا کا علاج یہ ہے۔ کہ خدا کے قہر سے آگاہ رہے۔ اور کمرے خوف کرے اور جان لے کہ خدا تعالیٰ بجز اخلاص کے کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **رَأَى اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ لِرَبِّهِ اَدَمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي فَاَنَا مِنْهُ بِرَحْمَةٍ** یعنی بیشک قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آدمی سے فرمایا گا کہ جس نے ایسا عمل کیا ہو کہ جس میں میرے غیر کو شریک کیا ہو یعنی کسی کے دلکھلا کے واسطے کیا ہو پس میں اُس عمل سے بری ہوں یعنی مجھ سے اُس عمل کا کچھ تعلق نہیں۔ میرے ذمہ میں اس کا ثواب دینا ہے۔ اور اس حدیث شریف کو بھی پیش نظر رکھے اور یہ **يَكْفُرُ لِلشِّرْكَاءِ** یعنی بیشک تھوڑی سی ریا بھی شرک ہو ریا کی مذمت میں کثرت کیساتھ حدیثیں ہیں جیسا کہ ان کے ملاحظہ کرنے کا شوق ہو۔ **ترغیب و ترہیب وغیرہ** حدیث شریف کتبوں میں ملاحظہ کرے۔ پس رعونت یہ مرض ہے۔ کہ نفس اسباب زینت کی طرف مائل ہو۔ اور اُن کے حاصل ہونے سے غور کرے۔ اور اُن کے فریب میں آجائے۔ یہہ مرض ریا کی مرض سے متصل ہے۔ اور یہ شرک سے پیدا ہوتا ہے۔ اور شرک ایسا ہلکا مرض ہے جس سے زندگانی کی امید تک باقی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **رَأَى اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ لِرَبِّهِ اَدَمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي فَاَنَا مِنْهُ بِرَحْمَةٍ** یعنی بیشک قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آدمی سے فرمایا گا کہ جس نے ایسا عمل کیا ہو کہ جس میں میرے غیر کو شریک کیا ہو یعنی کسی کے دلکھلا کے واسطے کیا ہو پس میں اُس عمل سے بری ہوں یعنی مجھ سے اُس عمل کا کچھ تعلق نہیں۔ میرے ذمہ میں اس کا ثواب دینا ہے۔ اور اس حدیث شریف کو بھی پیش نظر رکھے اور یہ **يَكْفُرُ لِلشِّرْكَاءِ** یعنی بیشک تھوڑی سی ریا بھی شرک ہو ریا کی مذمت میں کثرت کیساتھ حدیثیں ہیں جیسا کہ ان کے ملاحظہ کرنے کا شوق ہو۔ **ترغیب و ترہیب وغیرہ** حدیث شریف کتبوں میں ملاحظہ کرے۔ پس رعونت بنزلہ بت پرستی کے ہے۔ اور ریا بنزلہ شرک کے۔ **شکوہ** امراض روحانیہ میں سے خبیث ترین امراض ہے۔ اور قلب کے واسطے فرض ہرگز آفت ہے۔ قلب کے حواس کو یہ مرض بالکلیہ بند کر دیتا ہے اور سر سام قاتل سے



بالکل مشابہ جو جب یہ مرض قلب پر غلبہ کرتا ہے۔ آدمی کی اس سے نجات مشکل ہو جاتی جو  
 اور جب تک پورے طور سے اس کا معالجہ نہ کرے اس کے زور کو نہیں توڑتا۔ اس کے  
 شر سے مطمئن نہیں ہوتا۔ علاج اس کا یہ ہے۔ کہ نماز روزہ کی مداومت کے پانی سے  
 اسکی حرارت کو منطقی کیا جائے۔ یہ مرض شہوت مرض ہوا کے استحکام سے پیدا ہوتا ہے  
 پھر قوت قلب اس کی پرورش کرتی ہے۔ اور مضرت اس مرض کی نفس کی طرف رجوع  
 کرتی ہے۔ اس مرض کو ایسا سمجھنا چاہیئے۔ جیسے درندہ جانور جس کو دیکھتا ہے بھاگتا ہوا  
 اور جب کو پاتا ہے پھاڑ ڈالتا ہے۔ یہ مرض دفع نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اپنے مریض کو ہلاک  
 نہیں کر لیتا۔ علاج اس کا یہ ہے کہ اتباع شریعت کا استعمال کیا جائے۔ اور اتباع  
 طبیعت سے پرہیز کرے۔ اور لذتوں سے باز آئے۔ اور اپنی مرادوں کو اس  
 سے روک دے۔ اس مرض شہوت کی بہت شاخیں ہیں جن سے ایک شرہ جو یعنی  
 لالچ یا حرص یہ بمنزلہ کتے کے کاٹنے کے ہے اور ایک ان میں شرۃ الجوع ہے۔  
 اس کا علاج روزہ ہے۔ اور انہیں میں سے ایک شے ہے یعنی بخل یہ مرض قلب کے  
 مزاج کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور دین کی سعادت سے روک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
 وَمَنْ يُؤْتِ شَيْئًا نَفْسِهِ قُلُوبُكَ هُمْ الْمَقْلُوعُونَ یعنی جو لوگ کہ اپنے نفس کے بخل سے  
 بچائے گئے۔ پس وہی خلاصیت والے ہیں۔ شے کا مرض بخل کے مرض سے بھی زیادہ  
 موذی ہے۔ کیونکہ بخل لازمی مرض ہے۔ اور یہ مرض متعدی ہے۔ پس یوں سمجھنا چاہیے  
 کہ شے بمنزلہ خارش کے ہے۔ اور یہ شرۃ سے پیدا ہوتا ہے جو بمنزلہ کھجلی کے ہے۔ اور  
 یہ دونوں مرض زائل نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ان کے واسطے تنقیہ اور اسہال  
 نہ کیا جائے۔

تفاحِ امراض روحانی میں سے ایک بڑا مرض فخر کرنا ہے۔ اس مرض کی پیدائش  
 تکبر سے ہے۔ اور یہ عجب کی ایک شاخ ہے۔ اور سبب پیدائش اس مرض کا دولت و  
 باد کی محبت ہے۔ اور خواہش کا غلبہ کرنا۔ اور یہ مرض بمنزلہ حدری کے ہے یعنی  
 سینہ کے دانوں کے۔ اس مرض کی بہت سی شاخیں ہیں۔ مثلاً نکاتِ بغضِ مخالفہ

تباہ اور یہ سب اپنے مریض کو نقصان کرتی ہیں بعض دفعہ مریض ان سے صحت پا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ اُس کو قتل کر دیتی ہیں۔ علاج ان کا تکبر کے بیان گذر چکا ہے اور علاج ان کا عجب کے علاج سے آسان ہے +

شُر شرک۔ یعنی زیادہ گوئی یہ مرض بھی امراض روحانیہ میں سے نہایت مضرت سال اور قلب کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ اصلیت اس کی یہ کہ قلب کے حکم سے زبان باہر ہو جائے اور ایسی باتیں بولے جن کا قلب نے حکم نہ کیا ہو یعنی نہ بیان کی حالت ہو جائے جس کو کہتے ہیں کہ سوچنا سمجھنا جو مومن میں آیا بہک دیا۔ یہ مرض مقدمات صریح سے مشابہ ہے اور سبب اس کا جہالت اور عقل کی قلت ہے۔ کیونکہ عقل جب کامل ہوتی ہے تب انسان کم کلام کرتا ہے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اَلْقَمْتُ حِكْمَةً وَ قَلِيلٌ كَلَامٌ یعنی خاموشی حکمت ہے۔ اور اس کے کر نبوالے کم ہیں۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے مَا بَغِضَ الْعِبَادُ إِلَى اللَّهِ الْفَرَّارُونَ الْيَكْثَرُونَ یعنی خدا کے نزدیک سب سے بُرے بندے وہ ہیں جو زیادہ گوئی کرتے ہیں۔ علاج اس کا یہ ہے کہ زبان کو ذکر الہی کے ساتھ مقید کرے اور جبراً زیادہ گوئی سے اُس کو باز رکھے۔ یہاں تک کہ جب زبان کو ذکر الہی کی عادت ہو جائیگی نہ بیان کی آفت اُس سے دور ہو جائیگی اور قلب کی اطاعت کریگی وہی بات بولے گی جس میں اس کی بھلائی ہوگی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ كُلُّ كَلَامٍ لِّكَسٍ يَذْكُرُ اللَّهَ فَهُوَ لَعُوٌّ یعنی جس کلام میں ذکر الہی نہیں پس وہ کلام لعو ہے +

خِیانت روحانی امراض مزمنہ میں سے ایک آفت خیانیت ہے۔ قلت دیانت سے یہ آفت پیدا ہوتی ہے۔ اور قسوت قلب اور غلبہ حبش سے اس کو مدد پہنچتی ہے۔ یہ مرض نفاق کی علامات سے ہے جب یہ علت قلب پر غالب ہوتی ہے۔ اُس کی حیا کی چادر کو جلادیتی ہے۔ اور اکثر اوقات اپنے زہریلے اثر سے اپنے مریض کو آقا فنا ہلاک کر دیتی ہے۔ غر حکم نہایت موذی علت ہے۔ اس کے علاج کے واسطے بہت جلد کوشش کرنی چاہیے۔ یہ نسخہ اس کے واسطے نہایت مفید اور مجرب



ہے خشیتِ الہی و ذرخ کا خوف عار کا خیال کرنا بے غیرتی سے ڈرنا۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَكَذَا اَوْ وَعَدَ أَخْلَفَ وَكَذَا اَوْ تَمَنَّاهُ كَانَتْ يَنْفِقُ** یعنی منافق کی یہ تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرتا ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کا خلاف کرتا ہے۔ اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے۔ تو اُس میں خیانت کرتا ہے۔ اور یہ بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے خیانت کی وہ ہم میں سے نہیں ہے \*

**ذَنْبُ** امراض روحانیہ میں سے ایک بہت بڑا مرض گناہ ہے۔ یہ مرض غلبہ خواہش اور قلت حیا سے پیدا ہوتا ہے۔ اور دل میں گھس کر نیت اور قلب کو خراب کر دیتا ہے۔ ابتدا اس کی شیطانی وسوسوں سے ہوتی ہے۔ اور علاج اس کا یہ ہے کہ خواہش کی مخالفت کی جائے۔ اور گناہ پر شرمندگی اور ندامت حاصل ہو۔ اس تدبیر سے یہ مرض دفع ہو جائیگا۔ اور اگر یہ تدبیر نہ کی گئی اور مرض بڑھ گیا۔ تب یہ ایمان پر غالب ہو جائیگا۔ اور قلب کو اعتدال شرعی سے خارج کر دیگا۔ اور جو حرکت انسان کی جاوہ شریعت کے خلاف ہوتی ہو وہ معصیت ہوتی ہے۔ اور معصیت ہی ذنب ہے۔ اور ذنب آفت ہے۔ اور آفت قلب کے مزاج کو متغیر کر دیتی ہے۔ پس ذنب آفت کی ابتدا ہے۔ اور معصیت ذنب کے مستحکم ہوجانے کا نام ہے۔ ذنب کا علاج تو ندامت ہے۔ اور معصیت کا علاج توبہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو۔ کہ ذنب کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قوی ہے جیسے جھوٹ اور فحش اور گالی کا کوچ وغیرہ۔ اور ایک قسم فعلی ہے۔ جیسے ظلم خیانت خلافت دین کام کرنا۔ اور ایک قلبی ہے جیسے طاعت کی نیت نہ کرنا اور عقائد میں فرق لانا وغیرہ۔ سب گناہوں سے بدتر وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے صادر ہوتا ہے۔ اور سب سے سہل وہ ہے جو غیبی دل کے قصد کے صادر ہو۔ پھر ان گناہوں میں سے ہر ایک گناہ کا جدا گانہ علاج ہے مثلاً زنا کا معالجہ اُس کی حد لگانا ہے۔ اگر گوارا مرد یا عورت ہو۔ تو اُس کے واسطے تنہا دئے اور اگر شادی والا مرد یا عورت ہے۔ تو اُس کو پتھروں سے مار ڈالنا۔ اور چوری کا معالجہ یہ ہے۔ کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ چوری کا مرض ایک ایسا خسر ہے

جوانتھ کے پٹھے کو خراب کر دیتا ہے۔ اور جب پٹھا خراب ہو جاتا ہے۔ تو سہوا کاٹنے کے اور کوئی اُس کا علاج نہیں بعض گناہ قاتل ہیں اور بعض محض مُضر ہیں یعنی ہر ایک پُدا گناہ طبیعت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے بخاروں کی اقسام کا ذکر کیا ہے۔ کہ بعض یعنی ہوتے ہیں۔ اور بعض جٹی غبی ہوتے ہیں۔ اور بعض محرّقہ ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے مقابلہ میں گناہ ہیں۔ چنانچہ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے۔ اَلذَّنْبُ ذَنْبَانِ ذَنْبٌ بِاللِّسَانِ وَيَرْتَفِعُ بِالتَّوْبَةِ وَذَنْبٌ بِالْقَلْبِ وَهُوَ الشِّرْكُ لَا يُكَافِرُ اللهُ الشِّرْكَ يَعْنِيْ غِنَاهُ وَوَقْمُ كَيْسٍ - ایک گناہ زبان کا ہے۔ جو توبہ سے بمعاف ہو جاتا ہے۔ اور ایک گناہ دل کا ہے۔ جو شرک ہے۔ اور شرک خداوند تعالیٰ ہمیں بخشتا ہے۔

ضَعْفُ قَلْبٍ - امراض روحانیہ میں سے قلب کا ضعیف ہونا بھی سخت مرض ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اُس قلب کا ضعیف ہونا جو سرِ شمشہ حیات ہے۔ اس ضعف سے روح ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور حس و حرکت کو فاسد کرتا ہے۔ اور دوسرا ضعف قلب کی حقیقت کا ہے۔ یعنی نیت میں فتور ہونا اور عقل کے نور اور معرفت کی روشنی کا پردہ پوش ہو جانا یہ ضعف ایمان ہے۔ اور یہ قلب کی نظر بصیرت کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور توحید سے باز رکھتا ہے۔ یہ دوسری قسم پہلی قسم سے بہت زیادہ مضرت رسان ہے۔ یہ مرض اکثر اُس شخص کو عارض ہوتا ہے۔ جس کی عمارت غریبہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ اس کی قلت سے بھی حادث ہوتا ہے۔ اور علاج میں یہ قافہ کلیہ ہے۔ کہ ہر مرض کی دو امراض کی ضد ہوتی ہے۔ اور روحانی ضعف قلب یہ ہے۔ کہ معرفت کم ہونے کے سبب سے خواہش عقل کے نور پر غالب ہو جائے۔ کیونکہ عقل کا نور جب کم ہو جاتا ہے۔ تو قلب کی ذات ضعیف ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے کہ قلب حق کی طلب نہیں کر سکتا۔ اور جب عقل کا نور کامل طور سے ہوتا ہے۔ اس وقت قلب بھی متوکل آمد معرفت کے ساتھ قوی ہوتا ہے جب یہ ضعف قلب مرض عارض ہوتا ہے۔ تو اُس سے بہت سی آفتیں حادث ہوتی ہیں جیسے حق جو بحسب عقل کا



ایک حصہ ہے۔ اور سو ظن وغیرہ آفات سے زیادہ نقصان رسان ہے۔ اور حجب بہہ  
 صنف قلب برطرف ہو جاتا ہے یہ آفات بھی زائل ہوتی ہیں +  
 ظلم امراض روحانیہ میں سے ظلم بھی ایک عظیم آفت ہے۔ اور اس کی پیدائش شرک  
 سے ہے۔ اور ہر حالت اور قسوة قلب اس کو مدہم پہنچاتی ہے۔ کیونکہ ہر حالت کے ساتھ جو قلب  
 قاسمی ہوتا ہے۔ وہ ظلم میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور ظالم دنیا و آخرت میں ملعون ہے ظلم  
 کی آفت کفر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور ظلم قیامت کے روز ظالم پر ظلمات ہوگا کہ نہ کونہ  
 ظلم کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو اس کی غیر کی جگہ میں رکھنا۔ اور یہ ایسا نامعقول مرض ہے  
 کہ اس کا اثر دوسرے شخص کو پہنچتا ہے۔ مگر اس کا دیاں ظالم ہی کی جان اور اس کے ایمان پر  
 ہے۔ اور ظلم ہی میں سے یہ بھی امراض ہیں۔ خیالات فاسدہ کا انوار قبولات پر مسلط ہو جانا  
 اور حق کا باطل کے ساتھ مشتبہ ہونا۔ خداوند تعالیٰ اپنے اس کلام پاک میں ان لوگوں سے  
 خیر دیتا ہے جو اس ظلم کی مرض سے تندرست ہیں چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
 وَ لَمْ یَلْبِسُوْا اٰیٰتِنَا مَعَ ظُلُمٍ اَوْ لٰٓئِکَ لَہُمْ اَکْثَرُ اٰمَنٌ وَ ہُمْ یَحْتَدُوْنَ یعنی جو لوگ ایمان لا  
 اور اپنے ایمان کو انہوں نے ظلم کیساتھ خلط ملط نہ کیا انہیں کے واسطے امن ہے اور وہی  
 ہدایت والے ہیں۔ اور ان آیات میں ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ  
 وَلَا تَلْبِسُوا الشَّہَادَۃَ یَعْنٰی حق کو باطل میں نہ ملاؤ۔ اور گواہی کو نہ چھپاؤ۔ پس ظلم بمنزلہ سور مزاج  
 کے ہے۔ جو بدن میں وقع ہوتا ہے۔ اور کل آفتیں سور مزاج اور خروج اعتدال ہی  
 سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے ہی دہی اور روحانی آفتیں ظلم سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو سور  
 مزاج حقیقی ہے۔ اس کا علاج انہیں دواؤں سے کیا جائے جو اعتدال کو قائم کر کے  
 عدل پیدا کریں۔ اور سور مزاج کو برطرف کر دیں۔

غضب امراض روحانیہ میں سے یہ بھی ایک نفسانی علت ہے۔ اسکی قوت شہوت  
 کے اعتبار سے اور قلب کے اندر فضلات خبیثہ کے مجتمع ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور  
 سب اس کا نفس امارہ اور اس کا اعتدال سے خارج ہونا ہے۔ یہ مرض آتش سوزندہ  
 اور حیوان درندہ کے مشابہ ہے۔ اور یہ مرض اکثر اوقات سفک و فک اور

اور ظلم دینی کو پیدا کرتا ہے۔ اور کل فواحش کا موجب ہوتا ہے۔ شدت غضب سے بہت سے امراض جسمانی اور روحانی پیدا ہوتے ہیں جسمانی جیسے سوز مزاج اور حرارت کی شدت اور بخار اور درد سر وغیرہ اور روحانی جیسے حرارت غریزہ سے خون کا محرق ہو جانا اور دین کی روکشی کا قلب سے منقطع ہونا اور چشم بصیرت کا کور ہو جانا اور حق کا چشم غریبیت سے پوشیدہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ غضب کا مرض بنزلہ قویج کے ہے جب سخت ہوتا ہے۔ تو اپنے مریض کو قتل کر دیتا ہے۔ علاج اس کا یہ ہے کہ باطن کا تنقیہ کیا جائے کل فواحش سے اور ضمیر کو تمام قبائح سے پاک کیا جائے۔ اور خواہشوں کی کثرت کو قلب سے نکال دیا جائے۔

عمر و زرا امراض روحانیہ میں سے ایک مرض غرور ہے یعنی قلب کا خواہشوں کے دھوکے میں آ جانا۔ اللہ تعالیٰ اس سے منع فرماتا ہے۔ لَا يَغْرُرُ غُفْرًا تَلَكُمُ الْخَيْوَةُ الدُّنْيَا يَفِئُ اے لوگو دنیا کی زندگی تم کو فریب اور دھوکا نہ دے (یعنی تم اس کے دھوکے میں نہ آ جانا یہ مرض غضب کی شدت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب یہ قلب میں سنخ ہو جاتا ہے تو اس سے حسد پیدا ہوتا ہے پھر اس میں سے تکبر کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے جس سے چشم بصیرت کد رہ جاتی ہے۔ اور اس سے غرور کے دورے پیدا ہوتے ہیں اور قلب اپنے قبائح کے ساتھ متغیر ہو جاتا ہے۔ غرور کا علاج یہ ہے کہ معاملات قیامت اور خدا کی سزائش کو پیش نظر رکھتے چنانچہ وہ قیامت کے روز انسان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا كُنْتُمْ يَدْعُونَ اَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَكُمْ يَفِئُ اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے پروردگار کریم کی خدمت میں جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ نافرمان اور ستمناز کروایا۔ اور پھر اس وقت شرمندگی اور استغفار سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ غرور کا علاج یہ ہے۔ کہ گزرے ہوئے لوگوں کے حالات دیکھے۔ اور اُن سے نصیحت حاصل کر لے۔ اور موت کو ہر وقت یاد رکھے۔

غفلت امراض روحانیہ میں سے ایک مرض خبیث غفلت ہے۔ یہ غرور کی شدت ہے۔ کیونکہ قلب جب اپنی خواہشات میں مغرور ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے غافل ہو جاتا



ہے غفلت گویا ایک بادل ہے جو عقل پر گھرا تا ہے۔ یا صبح کا عارضہ ہے۔ جو دین کے مزاج کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور یہ ایک پردہ ہے جو عرفان کی روشنی کو روک دیتا ہے۔ مادہ اس مرض کا غضب کا مجموعہ ہوتا ہے۔ علاج اس مرض کا یہ ہے کہ تفتیہ کیا جائے۔ اور عذاب الہی سے خوف زدہ رہے۔ اور اس کے دکھ دینے والے عذاب سے ڈرتا رہے۔ اور اس کے غصہ اور غضب کو پیش نظر رکھے +

یہ جس قدر امراض اور عیبتیں ہم نے ذکر کی ہیں۔ ان کی علامات اور ابتداء انتہا کی تشریح نہایت طویل ہے عقل مند پر کچھ پوشیدہ نہیں ہم نے کتاب کی درازی کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ کسی علم کے کل حصے ایک کتاب میں نہیں سما سکتے اور ان امور کی تشریح کے واسطے جو ہم نے اس کتاب میں بیان کی ہیں۔ ایک کتاب علیحدہ چاہیئے کیونکہ ہر مرض کے واسطے سبب اور عرض اور علامات اور ابتدا اور انتہا اور علاج اور ادویہ جدا گانہ ہیں۔ پھر بعض ادویہ مفردہ ہیں اور بعض مرکب ہیں۔ دراصل جسمانی امراض بھی روحانی امراض ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر عقل طبیعوں نے تشریح امراض جسمانیہ میں روحانی امراض کو شامل نہیں کیا ہے۔ کیونکہ ان کا علاج ان کے قبضہ سے باہر تھا۔ حالانکہ ان کا علاج نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ امراض دنیاوی ہیں اور وہ امراض دینی ہیں۔ اور دینی امراض کی آفت زیادہ ہوتی ہے پس اسے طالب ہم نے اس کتاب میں تیرے واسطے امراض روحانیہ کے جو کلیات تھے۔ وہ بیان کئے ہیں اور مختصر طور پر ان کے اُسباب اور معالجات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اگر تو اس میں پورے طور سے تامل کریگا تو جزئیات کے دروازے بھی تجھے کھل جائیں گے۔ اور تو طبیب حاذق ماہر امراض روحانی کا معالج بن جائیگا۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ مجاہدہ جو نفس کے واسطے بہترین معاویہ ہے اختیار کرے تاکہ تیرا پردہ گار تجھ کو صحت کے راستہ کی ہدایت فرمائے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهَبَنَّ لَهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ یعنی جو لوگ ہمارے راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنا راستہ بتاتے ہیں اور بیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہر ملے طالب تجھ کو چاہیے کہ اپنی جسمانی صحت پر مغرور ہو کر قلب کی

امراض سے غافل نہ ہووے کیونکہ کل آفتیں قلب ہی کے بیمار ہونے سے پیدا ہوتی ہیں اور اگر تو قلب کے مرض سے غافل ہو یا یہاں تک کہ قلب بالکل سیاہ ہو گیا یا سوڑا جی اُس میں ظاہر ہوئی تو پھر وہ علاج قبول نہ کرے گا اور نہ دونوں جہان میں اُس کو صحت نصیب ہوگی۔ پس اسی واسطے تجھ کو نصیحت کی جاتی ہے کہ قلب کے صحیح رکھنے میں کوشش کر اور اور اُس کے مرض کو جلد زائل کر دے۔

## ادویہ روحانیہ کا بیان

معلوم ہو کہ قلب کو تندرستی اور کمال صحت بغیر کلام الہی کے حاصل نہیں ہو سکتی جسکی شان میں وہ خود فرماتا ہے۔ مَوْعِظَةٌ لِّلَّذِينَ يَدْعُونَ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُوَ الَّذِي يَرْحَمُ الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی یہ قرآن شریف نصیحت برتہلے رب کے پاس سے اور شفا اُن امراض کی جو سینہ میں ہیں اور ہدایت اور رحمت مومنوں کی واسطے۔ اور فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ یعنی ہم نازل کرتے ہیں قرآن سے وہ آیات یا مضامین جو شفا اور رحمت ہیں مومنوں کے واسطے۔ وَكَذَٰلِكَ يُزَيِّنُ اللَّهُ لِّلْغَافِلِينَ الْخُسْرَاءَ اور نہیں زیادہ کرتا ہے ظالموں کو مگر نقصان میں پس قرآن شریف موافق کی واسطے دوا اور منافق کے واسطے مرض ہے۔ مومن اس میں سے شفا پاتا ہے۔ اور کافر کو اس میں بلا اور صیبت دکھائی دیتی ہے۔ پس اسے طالبِ نعم کو لازم ہے۔ کہ کتاب الہی میں شفا تلاش کرے اور اُس کی جبلِ خطاب کو مضبوط پکڑے تا کہ اُس کے خطاب سے سرفراز ہو اور اس کے عذاب سے نجات پائے اور اب جو ہم امراض روحانیہ کے ذکر سے فارغ ہوئے ہیں تو ادویہ روحانیہ مفردہ کا بھی ذکر کرتے ہیں جو نفوس کا علاج ہیں۔ اور جن میں قلوب کی شفا ہے تجھ کو لازم ہے کہ ان ادویہ کو معلوم کر کے اپنی نعل کرے پھر جو مفرد استعمال کر نیکیہ لایق ہو۔ ایک مفرد استعمال کرے۔ اور جس کے مرکب استعمال کر لے کی ضرورت ہو اس کو مرکب استعمال کرے۔ وَمَا لِّلَّهِ مِنَّا ذِلَّةٌ لِّمَا نَسْتَعِذُّ بِكَ لَعَنَ الْغَافِلِينَ اَلْفَتْ اَدْوِيہ روحانیہ میں سے ایک تہایت موافق اور ہر خاص و عام کے لئے مفید دوا



الفت ہے بشرطیکہ اعتدال شریعت سے اس کو خارج نہ کیا جائے۔ اور یہ الفت رحمتہ الہی میں موجود ہے جیسے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا: **وَلَوْ اَنْفَقْتُ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلَفْتُ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اَلْفَ اللّٰهِ اَلْفٌ بَيْنَهُمْ** یعنی اگر تم زمین کے اندر جو کچھ مال و دولت ہو وہ سب بھی خرچ کر دیتے جب بھی اُن کے دلوں میں محبت نہ ڈال سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے آپس میں محبت ڈال دی۔

پس یہ الفت اسلامی مصلحت اور شرعی نعمت اور عقلی دوا ہے مخالفت اور تنافر کے امراض اس سے زائل ہوتے ہیں۔ اور دین و دنیا کی مصاعمتوں پر یہ شامل ہے۔

**البر** روحانی دواؤں میں سے پر یعنی نیکی بھی عیب سیح الاثر اور پرتاثر دوا ہے۔ کل امراض کی اس سے اصلاح ہوتی ہے۔ اور اس کی اقسام میں بہتر یا قسم وہ جو دوا شرعیہ کے قیام کے ساتھ ہو اور خود اللہ تعالیٰ نے اس دوا کے استعمال کا حکم فرمایا ہے۔ اور بر کے معنی کیا ہیں یعنی سب لوگوں کو بہتر یا تمیز اور انصاف کے جانے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَیْسَ الْبِرُّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِیْقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ** یعنی (اے لوگو) یہ ہی فقط نیکی نہیں ہو کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی اس شخص کی جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

**تقویٰ** روحانی دواؤں میں سے یہ دوا نہایت نافع ہو اور مومن کے واسطے قلب کے مغلوب کرنے اور اس کی اذیت دور کرنے کے واسطے نہایت مفید ہو اور اہل عقل کے سینہ کے واسطے شفا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے استعمال کا بھی حکم فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے: **وَالتَّقْوٰی اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَبٰیْغُوْا عَلٰی عِلْمٍ مِّنْهُ سَاعَةً وَّلَا مَنَافِعَ لَهُ** اور تقویٰ کرو۔ اور تقویٰ **وَنَزَّوْدًا فَاِنَّ خِزْیَ الْاَشْرَارِ النَّفٰی** یعنی توشہ حاصل کرو اور بیشک بہتر توشہ تقویٰ ہے۔

**التقویٰ** یعنی خدا پر بھروسہ کرنا سب سے بہتر دوا اور نہایت قوی الاثر ہے سینہ کا تنقیہ کرتی ہے۔ اور قلب کو قوت پہنچاتی ہے۔ یہ دوا مفتح نافع کل دیکھوں کی دفع اور مرضوں کے دور کرنے والی ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر حال میں خدا کی طاعت متقطع

جہاد یعنی نفس کشی عجیب دو اہم شہ اور شہوت کو بالکل روک دیتی ہے۔ اور غضب کو قلب سے نکال کر اصلاح کرتی ہے۔ اس کے ساتھ معالجہ کرنے کا بھی خداوند تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ اُس کا فرمان ہے۔ **وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادٍ** یعنی جہاد کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ اُس کے جہاد کا حق ہے۔ اور نیز فرمائیے **وَالَّذِينَ جَاهِدُوا فِينَا لَمَهْدِيْنَهُمْ مِّبْلَدًا** یعنی جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنا راستہ بتاتے ہیں یعنی ان کے دلوں کو اپنے مشاہدہ سے صحت عنایت کرتے ہیں۔ اور فراق اور دوری کا مرض ان سے دور کرتے ہیں۔

حکیمِ نہایت ناز و وابہ۔ کل قباخ اور فحش سے باز رکھتی ہے جو شخص احکاماتِ الہی کی مخالفت سے شرم کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُس کے عذاب سے شرم کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْحَبْلُ شَعْبِيَّةٌ مِّنْ اَزْلَمَانٍ یعنی حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

خوفِ اودیات رو انہیں سے ایک عجیب دوا ہے جفا اور فحور وغیرہ امراض کو دور کرتی ہے۔ اور گناہوں کی تکلیف اور دکھِ قلب کو پہنچنے نہیں دیتی اور یہ دوا دہرہ مسک ہے جو اپنے استعمال کر نوالے سے عذاب کو دفع کرتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس دوا کے ساتھ معا لوج کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ وَخَافُونَ لَانَ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ یعنی مجھ سے خوف کرو اگر تم مومن ہو۔

دین سب دواؤں سے افضل اور بہتر دوا ہے اور یہ دوا ہر ایک پیر و جوان کے واسطے  
مفید ہے اور مرد و عورت سب کو فائدہ دیتی ہے۔ اور دین کیا چیز ہے مگر ایسی سے نکل کر ہر اینٹ  
پر آجانا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَمْ يَكُنْ لَكَ فِی الدِّیْنِ قَدَسٌ مِّنَ الْمَشْرِئِ مِمَّنَ النَّحَىٰ مِمَّنْ نَّكَرًا  
بِالْطَّائِفَةِ وَیُؤْمِنُ بِاللّٰهِ نَفَسًا سَمَّكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ یَحْزِیْ دِیْنَ مِیْنَ زَبْرِ دَسْتِیْ



دل اطمینان دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور ثواب کثیر تیار کر رکھا ہے۔

ہیں اَہْلُ شَغْلِ اللہ فی الدُّنْیَا ہُمْ اَہْلُ شَغْلِ اللہ فی الْآخِرَةِ یعنی جو لوگ دنیا

میں خدا کے کاموں میں مشغول ہیں وہی آخرت میں خدا کے مشاہدہ دیدار میں مشغول ہوں گے اور حضرت یوسفؑ کے قصہ میں فرماتا ہے وَمَا أُوتِيَ مِنَ النَّفْسِ لَمَّا رَأَتْهُ بِأَلْبَتَعَيْنِي حضرت زین العارفینؑ میں اپنے نفس کی بریت ظاہر نہیں کرتی بیشک نفس برائی کا حکم کرنا والا ہے۔

آتشِ ہندی روحانی دواؤں میں زہد بھی ایک لاشانی دوا ہے۔ نفع اس کا نہایت بیش اور  
ظاہر ہے۔ مثنوی کے استعمال ہی سے ظاہر ہو جائے کہ حرص کی حرارت اور طمع کے بخار کو بہت  
جلد دور کرتا ہے۔ اور زہد کیا چیز ہے دنیا و مافیہا کو نظر حقارت سے دیکھنا اور قلب کے اس  
کی محبت کو دور کرنا اللہ تعالیٰ اس کے استعمال کی طرف اپنے بندوں کو ترغیب دلانے کے  
واسطے فرماتا ہے۔ مَا عِنْدَكَ يُفْنَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ يَبَاقُ یعنی تمہارے پاس جو کچھ مال متاع  
دنیا ہے یہ ایک روز فنا اور ختم ہو جائیگا اور اللہ کے پاس جو چیز ہے وہ ہمیشہ باقی رہیگی۔

اَلشَّكِيكَةُ اَدِيَات رُوحَانِيہ میں سَکینۃ یعنی اطمینان قلب بہت عمدہ دوا ہے مومنوں کے  
 سینوں کو اس سے شفا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي  
 اَنْزَلَ الشَّكِيكَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَذَرُوا مَا اَمَّاؤُا لِيَمْلِكُنَّ يُعْنِي خُذَا كِي ذَات  
 پاک دہی جو سَکینۃ یعنی اطمینان کو مومنوں کے دلوں میں نازل کرتا ہے۔ تاکہ ان کے ایمان  
 کے ساتھ اور ایمان زیادہ کرے۔ پس یہ سَکینۃ کی دو اہم تر نشروں و بطوس کے ہے۔  
 جو صارت غریزہ کو زیادہ کرتی ہے۔ یعنی ایمان کو

الشوق روحانی دواؤں میں عجیب سے اثر دیتا ہے۔ طلبِ لقائیں مردوں کی ہمت کو بڑھاتی ہے اور امید کی منزل گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنْ أَبَلَ اللَّهُ لَآتٍ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ لَمْ يَكُنْ فِي عِلْمِهِ لَبْسٌ مِنْهُ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ وَأُنْزِلُ السَّمَاءُ سَائِلَاجًا يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ أَسْفَاطٍ يَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُرْجَوْنَ إِلَى اللَّهِ عِوَابًا وَهُمْ لَا يُصَلُّونَ

الصِّدْقُ یہ ایسی دوا ہے کہ مرضِ کذب کے تمام زہریلے اثر دور کر دیتی ہے اور حقیقت کو  
 غیبت کر دیتا ہے اور دغا بازی کو دور کرتی ہے۔ فساد کی رگوں اور اعمال کی قباحتوں  
 کا استیصال کر دیتی ہے۔ اور اس کے استعمال سے صحت اور سلامتی

۱۰۔ یہ مترجم کی رسائی ذہن ہے اور دنیائی قوتِ ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول حضرت یونس علی نبینا وعلیہ السلام



اور کامیابی کی زندگی نصیب ہوتی ہے خداوند تعالیٰ اس کے استعمال کی ترغیب قرآن شریف میں فرماتا ہے چنانچہ اس کا کلام ہے **هَذَا يَوْمٌ نَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ** یعنی قیامت کے دن کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ دن ہے جس میں سچ بولنے والوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچے گا۔

**الْضُّرُوفُ** - یہ دوا مغفرت کی موجب اور ناکامیابی کو دور کرنے والی ہے اور حالت اضطراب میں صبر کرنا نہایت نافع اور زیادتی شفا کا موجب ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **يُجِيبُ الْمُضْطَرُّ إِذَا دَعَاكَ وَيُكَشِفُ السُّوءَ** یعنی خدا کے سوا کوئی ہے جو مضطر کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور برائی کو اُس سے دور کرتا ہے اور دوسری جگہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے **فَإِنْ أَضْطَرَّتْ بِمَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُبْتَغَاةٍ بِرَأْسِهِمْ وَلَقَدْ لَعَنَ اللَّهُ عُقُوبَةَ الْفَاسِقِينَ** یعنی ہمارے گوشت کھانے کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص انتہاء فساد و ناداری کے باعث مضطر ہو اور کھانے کو اُس نے کچھ نہ پایا ہے پس اگر وہ ہمارے گوشت کو اس معذوری سے کھالے نہ حکم الہی سے سرتابی کے قصبہ سے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور بیشک خدا اُس کو بخشے گا اور اُس پر رحم کرے گا۔

**الضُّرُوفُ** روحانی دواؤں میں سے یہ دوا نہایت پاکیزہ اور نفیس ہے اس کو استعمال سے نفس کی تمام خباثتیں اور کشافیتیں دور ہو جاتی ہیں۔ گویا کہ یہ فواحش کے قتل کو کھول دیتی ہے۔ اور ہر سہ کو رفع کرتی ہے طہارت کی دوا محبت الہی کو جذب کرتی ہے۔ اور یہ کئی دواؤں سے مرکب ہے جیسے اعضاء ظاہری کا دھونا پاک پانی سے اور خواص باطن کا میٹھے اور صاف پانی یعنی علم سے پاک کرنا۔ خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں سے خبر دی ہے جو اس کے استعمال سے شفا پاتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے **سَاءَ اللَّهُ يَشْفِي الْمُتَوَّابِينَ** و **يُجِيبُ الْمُضْطَرُّ إِذَا دَعَاكَ** یعنی بیشک خداوند تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور طہارت حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

**الضُّرُوفُ** یعنی تیک گمانی یہ دوا خاص کربہ گمانی کے مرض کیلئے نہایت مفید اور نفع دہ ہے۔ اس مرض کا اس دوا کے ساتھ علاج کرنا نہایت مجرب ہے۔ ورنہ

ورنہ یہ بالائے مرض بہت جلد ملاک کر کے دایرین کی قباحت کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ اَلطَّانِثُ يَلْقَىٰ اللّٰهُ طَلَّ الشَّوْءُ عَلَيْهِمْ دَاۤئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ لَّهٗمْ عَذَابُهُمْ كَوَسَاءٍ تَصٰوِيْرٍ اُولٰٓئِكَ مَشْرُكٌ لَّوْ كَفَرُوْا وَنَدَّ عَلٰى كُفْرِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ لِيَوْمِ يَوْمِئِذٍ خداوند تعالیٰ کے ساتھ بدگمانیاں رکھنے میں (خود) انہیں پر برائی اور حییت کے چکر میں اور خدا نے اپنا غضب بھول کر دیا ہے اور ان کو لعنت کی ہے۔ اور ان کو واسطے جہنم جو بہت برا ٹھکانہ ہے تیار کر رکھا ہے۔ نیک گمانی کا ثواب جنت و اسیہ دو گویا سون مگر ان ادویات نامہ سے رحمت الہی کی وسعت کا خیال کرنا۔ خدا پر بھروسہ رکھنا۔ اُس کے فضل کا اعتماد کرنا۔ اُس کی عنایت کے ساتھ شک کرنا۔ اُس کی کمان بخشش اور جو دو کرم کو جان لیسا اُس کی مغفرت کو محیط سمجھنا۔ اس کے کمال اور اپنے بشریت کے نقص کو پیش نظر رکھنا پس جب یہ سب دوایں جمع ہو گئیں۔ تب ان سب سے حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔ کسی بزرگ کا کیا اچھا قول ہے۔ مَنْ أَحْسَنَ ظَنَّهُ بِاللّٰهِ أَحْسَنَ اللّٰهُ نَظَرَ كَلَّا لَيْدٍ بَعِيْنٍ اَلْحَمْدُ وَغَيْرُهَا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ يَعْنِيْ جَوْشَنُ خُدا کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے خدا اُس کی طرف رحمت سے اچھی نظر کرتا ہے اور اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیتا ہے +

الحقیقۃً روحانی ادویات میں سے یہ دوا الزام امراض کے واسطے نہایت بھروسہ کی ہو۔ کل بُرے سے بُرے مرض کو دور کر دیتی ہے۔ اس کے استعمال سے مرض ہلکے کی قوت اور مرض غضب کی شدت باطل جاتی رہتی ہے۔ اور اس سے حیا اور وقار اور عیش کی راحت اور طبع کی قلت پیدا ہوتی ہے۔ اور عفت کیا چیز ہے۔ قلب کا ناسوا سے روگردانی کرنا اور گناہوں سے باز رہنا۔ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جس نے عفت اختیار کی خداوند تعالیٰ اس کی سب شقیں دور فرماتا ہے +

تجربۃً ادویہ روحانی میں سے ایک عجیب الماثر دوا ہے۔ پیدائش اس کی غصہ اور غضب کے پیچھے ہوتی ہے۔ یعنی غیظ و غضب جس وقت اعتدال پر قائم ہوتا ہے اور اس حرارت اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو روحانی اور قلبی مصلحتوں کی محافظ ہے۔



اسی وقت اس کو غیرت کہتے ہیں غیرتہ رائوں اور قیاحتوں سے روکتی ہے اور فواحش سے باز رکھتی ہے۔ اور چونکہ ان باتوں سے خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس واسطے یہ غیرت بھی اچھی ہر اسی سے جو روپوں اور جان مال کی حفاظت کیجاتی ہے اور بہت سے اس میں فوائد ہیں (اور بعض موقعوں پر یہ غیرت جمالت سے بھی پیدا ہوتی ہے جو جس سے خلاف شریعت کام سرزد ہوتے ہیں اس وقت یہ غیرت بُری ہو اسکو دور کرنا چاہیے) فقہ یعنی امرِ حرام کو اُس کی حقیقت کے ساتھ سمجھنا یہ نہایت تلف دوا ہے۔ کیونکہ اکثر روحانی امراض جو نفس پر طاری ہوتے ہیں جیسے شک اور بدعقائد اور غم وغیرہ یہ اکثر سورجہ ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور سورجہ فہم بنزلہ سورجہ مزاج کے ہے اور فہم بنزلہ حقیقت علم کے ہے جبکو اعتدال مزاج کہنا چاہیے۔ اور اعتدال مزاج ہی اصل صحت اور سب دواؤں کا سرور ہے۔ پس جب قلب نے حقائق اشیاء کو حاصل کر لیا۔ تو گویا اُن کو اُس حالت پر دیکھا جیسے خداوند تعالیٰ نے اُن کو یہ دیکھا ہے۔ اور اُن کا بیان فرمایا ہے۔ پس اُس وقت قلب شکوک کی آفات اور ظنون کی بیلائی سے نجات پائے گا۔ اسی فہم کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا فرمائی تھی اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ یعنی اشیاء جیسی کہ وہ ہیں (یعنی اُن کی حقیقت) مجھ کو دکھا اور نیز یہ بھی حضور نے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرِنَا الْجَنَّةَ جَنَّةً اِسے اللہ ہم کو حق بات دکھلا (ایسا نہ ہو کہ ہم حق کو باطل سمجھیں) اور ہم کو اس کے اتباع کی توفیق دے۔ اور باطل ہم کو باطل دکھلا (یعنی ہم باطل کو حق نہ سمجھیں) اور ہم کو اس سے پرہیز کرنے کی توفیق دے۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے شہر کو نہ میں سر منبر فرمایا۔ مرد کے واسطے دیرن کی خوبی اسی بات میں ہے۔ کہ کتاب اللہ میں اُس کو فہم اور سمجھ نہ ہو جسے + اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرے پاس کتاب اللہ کے فہم اور اس میری تلوار کے سیان میں جو کچھ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ہے۔ وہ خدا پر اقرب و ازی کرتا ہے (یعنی ان دونوں چیزوں کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں۔ آپ کی تلوار کے میان میں ایک کاغذ رہتا تھا۔ جس میں جہاد اور قصاص

کے احکامات لکھے ہوئے تھے یہ کاغذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عنایت کیا تھا۔ فرم فرم کران شریف میں بہت جگہ اس قسم کی آیات ہیں۔ اِن فی ذٰلِکَ لَا یَتَّبِعُ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ یَعْنِیْ جِسْمِکَ اس میں نشانیاں ہیں اہل عقل کی واسطے وَلِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ وَلِقَوْمٍ یَّتَذَنُّوْنَ اور اہل علم کی واسطے اور اُن لوگوں کے واسطے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ پس ان سب آیات کا مفہوم فہم اشیاء ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

قرآن القرآن یعنی قرآن شریف کا پڑھنا بھی اویہ روحانیہ میں سے ایک معجون کیریز ہر خاص و عام کو فائدہ کرتی ہے۔ اور بیمار و تندرست دونوں کی مقوی ہے۔ اس سے بہتر قلب اور روح کی واسطے کوئی دوا نہیں ہو۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنَّ الَّذِیْ کَفَرَا یَنْتَفِعُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی نصیحت ایمان والوں کو فائدہ کرتی ہے۔ پس کلام الہی نصیحت ہے۔ اور یہ ایسا دوا ہے جس سے اللہ تعالیٰ بہت سخت امراض کو شفا دیتا ہے۔ اگر پڑھنے والا قرآن شریف پڑھتا ہے اور اس کے مضامین کو سمجھتا ہے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی دوا سے اپنا علاج کرے جس کے افعال و خواص سے خود واقف نہ ہو۔ اور اگر پڑھنے والا اس کے مضامین کو نہیں سمجھتا تب وہ اس مریض کی مثل ہے۔ جو طبی کے حکم کے موافق علاج کرتا ہے۔ خود دوا کے کسی قسم کی واقفیت نہیں رکھتا بہر حال دونوں طرح سے دوا کا استعمال کرنا صحت کا موجب ہو اور شفا اس سے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ تقوینا مہسل صفا ہے اور ایک شخص نہیں جانتا ہے۔ پھر دونوں سہل صفا کے واسطے تقوینا کا استعمال کریں دونوں کو برابر فائدہ ہوگا۔ بلکہ جو بہل ضرورت کی وقت دوا کا استعمال کرے وہ اس عالم سے بہتر ہے جو وقت ضرورت استعمال نہ کرے۔ پس جو شخص قرآن شریف کے معانی و مضامین کا عالم ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے وہ نور کا طالب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْ یُؤْتِرْ اَمِنْ یُشَکُّ مَجْکُوْضًا وَّ نَدَمَ جَاہِلِیَّہِ اِیْنِے نور کی بدایت کرتا ہے اور جو شخص پڑھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا نہ اسکو سمجھتا ہے۔ وہ مثل مفقود کے ہے یعنی جس کی چیز گم ہو گئی ہو اور رحمت و مغفرت کا امیدوار ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَّا عِنْدَ ظِلِّ عِزِّیْ فِیْہِ اِیْنِے بندہ کے گمان کیساتھ ہوں جیسا میرے



ساتھ کرے (یعنی اگر بندہ بخشش کا گمان رکھتا ہے۔ تو میں اسکو بخش دوں گا) اور فرماتا ہے  
 اَلْمَا مَعْتَجِدْنَ يَدُ كُفْرِي يَفْعُ اور میں بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے  
 اور جو شخص نہ قرآن شریف پڑھتا ہو نہ اچیر عمل کرتا ہو۔ وہ ظلماتِ بَعْضُهَا قَوْی بَعْضُهَا  
 میں گھرا ہوا ہے۔ نہ اس کا دنیا میں کچھ حصہ ہو نہ آخرت میں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ حَرَفَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ يَكُلُ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ یعنی جس نے  
 کتاب الہی میں سے کچھ پڑھا اس کے واسطے ہر حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ہو  
 میں۔ نہیں کہتا کہ آٹھ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف  
 ہے اور سم ایک حرف ہو اور ان تینوں حرفوں کے بدلے اُس کے واسطے تیس (۳۰)  
 نیکیاں ہیں۔

اَلْكَفُّ عَنِ الْمَعَاصِي یعنی گناہوں سے رُکنا بھی روحانی دواؤں میں سے ایک  
 بڑی نایاب دوا ہے جیسا کہ یہ دوا عذابِ مرض کو دور کرتی ہے۔ کوئی دوا انہیں کرتی عقاب  
 کی سختی سب کی مشقت سب اس سے ہلکی اور دفع ہو جاتی ہیں صحت یعنی ثواب کے  
 فوائد اس سے بڑھ جاتے ہیں چنانچہ حضرت شافع علیہ السلام سے مروی ہے مَا تَزَكَّ عِبَادُ  
 مِّنْ عِبَادٍ مَّعْصِيَةٍ مِّنْ مَّعَاصِي اللَّهِ خَشْيَةً مِّنَ اللَّهِ لَا تَعْمُرُ لَهُ مَا عَمِلَ فِي عَمَلٍ كَيْفَ  
 بندہ نے خدا کے گناہوں میں سے کوئی گناہ محض خدا کے خوف سے ترک کیا خداوند  
 تعالیٰ اُس کی تمام عمر کے گناہ بخشت دیتا ہے +

یٰ اَيُّهَا۔ یعنی نرمی روحانی دواؤں میں سے یہ دوا تینہر کا نسخہ ہے۔ اس کے استعمال سے جو بوجھ  
 سب لوگوں کے دل اُس کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اس کی محبت کی کشش ہر طرف سے  
 اُن کو گھیر لاتی ہے۔ حرائش دوا کا حُب کے باب میں بڑا دخل ہے یہ پیدائش اس کی  
 زمرت الہی سے ہے۔ جیسا کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند تعالیٰ  
 مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ فَمِمَّا رَحِمَةً مِّنَ اللَّهِ اَلَيْتَ لَمْ تُؤْكَلْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ۔  
 کَا نَقْصًا مِّنْ حَوْلِكَ یعنی اے رسول مقبول تم رحمت الہی ہی کے سبب ان لوگوں کے  
 واسطے نرم ہوئے ہو اور اگر تم جاہل طبیعت اور سخت قلب ہوتے تو یہ لوگ تمہارے

پاس سے بھاگ جاتے۔ اب نرمی کی حقیقت کا بیان آیت کے اس آخری حصہ میں ہے  
 فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوْهُمْ فِي ذَلَّتِهِمْ فَأَذْهَبْنَا عَنْهُمْ أَزْوَاجَهُمْ فَمِنْهُمْ  
 اللَّهُ فَيُحِبُّ الْمُنْكَرَ لَكَ ۖ ایعنے پس ان لوگوں کی خطاؤں اور ناواقفیت کی گستاخیوں سے  
 درگزر کرو۔ اور ان کے واسطے مغفرت مانگو اور ہر ایک کام میں ان سے معذور نہیں  
 اور جب قصد صدمہ کرو تو بس خدا ہی پر بھروسہ کرو بیشک خداوند تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو  
 دوست رکھتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ ناواقف ہیں۔ ان کی خطاؤں کو درگزر  
 چاہیئے۔ اور جو گنہگار ہیں۔ اُن کے واسطے دعا و مغفرت چاہیئے۔ اور جو عقل مند ہیں اُن  
 سے مشورہ لینا چاہیئے۔ تاکہ اُن کے دل خوش رہیں یہ مطلب نہیں کہ تمہاری رائے  
 ناقص ہو۔ اس سبب سے کہ تم کو مشورہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ محض ان کی خوشی کی واسطے  
 اُن سے مشورہ لینا چاہیئے۔ اور جب تم کسی کام کا مصمم قصد کرو تب پھر تم کو کسی کے مشورہ  
 کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقت فقط تمہاری ہی رائے کافی ہے۔ پس اس وقت  
 خدا کی رحمت پر بھروسہ کرو کیونکہ جہاں تم ہو خدا تمہارے ساتھ ہے۔

یہ نرمی کا عمل محبت اور دلوں کے جذب اور تغیر کرنے اور شننا اور ثواب کے حاصل  
 کرنے میں عجیبے نظیر خاصیت رکھتا ہے۔ اور یہ ایسی دوا ہے کہ تن تنہا ہی بہت بڑا  
 کام کرتی ہے۔ کسی دوسری دوا کے ساتھ اس کے ملانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے  
 اس کے استعمال کرنے سے عیون الہی اور عنایت خداوندی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حضور  
 رسول کریم علیہ وسلم نے اذکار و آیات و تسلیم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ۱۱۷  
 اَلْعَيْنُ فِي عَيْنِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ ۖ یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی امداد میں رہتا ہے جیسے تک کہ بندہ  
 اپنے بھائی مسلمان کی امداد میں رہتا ہے ۛ

النسب الیٰ صحیح نفسانیہ کے کمالات میں سے۔ ایک کمال ہے۔ اور یہ کمال ان  
 دواؤں کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے کاموں میں اُن  
 کی نیابت کرنی۔ اور ضرورت کے وقت دل جان سے اُن کی امداد کرنا اور اُن کے کاموں

سے نجات کے سعی و تہجد اور اذکار و آیات و تسلیم کے ساتھ ہر کام کو پورا کرنا دینا ۛ



کی درستی میں ہمہ تن کوشش بلوغ کرنا آخرت کے کاموں میں جہان تک ہو سکے شقت  
 اخلاقی حقائق معلوم اور تہذیب اخلاق کو حاصل کرنا۔ جو وقت یہ سب دو امیں ملا کر استعمال  
 کی جاتی ہیں اسی وقت نبالت کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ حالت صحت اور راحت کا  
 کمال ہے۔ ہماری حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرَّجُلَ**  
**الَّتِي يَمْلِكُ الْوَرَاءَ** یعنی اللہ تعالیٰ پر ہیزگار نہیں شخص کو دوست رکھتا ہے جیسے شرعی کاموں  
 میں ورع کا اعلیٰ درجہ ہے ایسے ہی طبیعی کاموں میں نبالت کا افضل رتبہ ہے۔ غرض یہ کہ یہ  
 دو انہایت ہی نافع ہے جو شخص فضولیات میں تنفرق ہو اس کو اس کی از حد ضرورت ہے  
 جیسے کہ طبیعت کو لیلہ زرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ اس دو کا غرض تنہا ہے۔ مگر نفع بہت  
 رکھتی ہے۔ اور فائدہ بھی اس کا ظاہر ہے۔ جب حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے حضرت ابو ہریرہ کو وصیت فرمائی ہے۔ تو اس میں ورع کا حکم فرمایا ہے جس کے  
 الفاظ یہ ہیں۔ **يَا أَبَا هُرَيْرَةَ كُنْ وَرِعًا لَّكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ** یعنی اے ابو ہریرہ ورع

اختیار کر سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہو جائیگا

**أَكْهَدُ آيَةً** یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک شفا ہے۔ جو بندوں کو ہر ایک دوا کے تردد  
 اور سامان سے بے پرواہ کرتی۔ اور اس کے حاصل کرنے کے بعد معالجات کی کچھ  
 ضرورت نہیں رہتی۔ خداوند تعالیٰ کسی بلا واسطہ ہدایت کرتا ہے جیسے اپنے رسول  
 حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت فرمائی چنانچہ اس ہدایت کی حقیقت  
 سے وہ خود خبر دیتا ہے۔ **مَا كُنْتُ تَذَرِي مَا الْكُتُبُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْتَهُ مُفْعَلًا**  
**مُحْدِي بِهِ مَنْ لَشَاءُ مِنْ عِبَادِي** یعنی اے رسول ہمارے ہدایت کرنے سے پہلے تم  
 نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔ مگر ہم نے اس کتاب کو ایک نور بنا  
 ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور  
 کبھی اللہ تعالیٰ واسطہ سے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ واسطہ خیر البشر شفیع روز محشر سید  
 السادات و صاحب السعادات حضرت محمد بن عبد اللہ بنی ہاشمی مطہری ہیں۔ جن کی  
 شان میں فرماتا ہے **وَأَنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** صِرَاطُ اللَّهِ الَّذِي

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ یعنی بیشک اے رسول تم سیدھے رستہ کی ہدایت کرتے ہو۔ سیدھا رستہ اس خدا کا جسکے واسطے ہیں کل چیزیں آسمان و زمین کی خبر و خدا ہی کی طرف کل کام رجوع ہوتے ہیں۔ اور نیز حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے رَأَيْتُمَا أَنَّ رَحْمَةً مِّنْهُمَا؟ یعنی بیشک میں کی ہوئی رحمت ہوں ؟

الغرض جب بندہ ہدایت میں سے اپنا پورا حصہ لے لیتا ہے۔ پھر اُس کو مصلحت کی ضرورت نہیں رہتی بس اُس کے واسطے یہی ضروری ہوتا ہے کہ طبیعت کے موافق چیزوں سے اپنی صحت کو قائم رکھے۔ اور حفظِ صحت کے قوانین سے بولے طور پر تم کو آگے واقفیت ہوگی

الْبَاقِينَ۔ روحانی دواؤں میں سے یہ دوا یقیناً فائدہ مند ہو۔ اس کو ایسا خیال کرنا چاہیے جیسے اکیلے ملک تمام حکمہ درو اور تھکان اور قلب کی تنگی اور بے چینی اور سانس کے پھولنے کو فائدہ کرتی ہے۔ اس دوا سے بہت عکسِ امراض دور ہوتے ہیں۔ ہم نے اس وقت تک جس قدر دوائیں ذکر کی ہیں۔ اُن سب میں یہ دوا اول نمبر کی ہوگی۔ اس دوا کو استعمال کیا وہ دین کے حقائق سے مطلع ہو گیا۔ اور تنگی کی روح اس کو حاصل ہوئی اور تلویق کے امراض سے اُس نے نجات پائی۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملتے ہیں إِنَّ اللَّهَ مَعَالِي بَصَائِلِهِ وَلَطْفُهُ جَعَلَ الشَّوْحَ وَالْقَهْرَ فِي الْحَيَاءِ وَالْيَقِينِ وَجَعَلَ الْهَمَّ وَالْكَرْنَ فِي الشَّقِّ وَالسَّخَطِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و مہربانی سے خوشی اور فرحت کو امید اور یقین میں رکھا ہے۔ اور رنج و غم کو شک اور غصہ میں کھا کر اور اپنی کتاب مقدس یعنی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ یعنی اس میں بیشک نشانیاں ہیں اہل یقین کے واسطے۔ یقین کے بہت سے مراتب ہیں۔ جن کا ہم نے باب یقین کی نوع اول میں ذکر کیا ہے۔ طالب وہاں تلاش کرے

کے چارہ تنگیں شد و حق میں شوق کا غائب ہو نہ غیر وجود حق کے ۔  
کے نمونہ حق کا وہ غور ہے جو حق پر بارہ و ڈالتا ہوا دستِ ہدایت کو مشاہد سے روک دے ۔



روحانی صحت حاصل کرنے کے واسطے ان دواؤں کے استعمال میں مشغول ہونا چاہیے اور علاج کو اس بات کا معلوم ہو جانا نہایت ضروری ہو کہ شافی حقیقی خداوند تعالیٰ ہی دواؤں شافی نہیں ہیں دواؤں کو محض خداوند تعالیٰ نے شفا کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسی سے ربوبیت کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور اسی کے اور اساس عبودیت کی انتہا ہے **قَسَمَ بِرَبِّهِ** **اِنَّ يَمْلِكُ لِشَرْحِ صَدْرِهِ لِاِسْلَامٍ وَمَنْ يَزِدْ اَنْ يُّضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرًّا جَاكَاثًا** **يَصْغَدُ فِي السَّجْدَةِ** یعنی پس جس شخص کو خداوند تعالیٰ ہدایت کرنی چاہتا ہے اُس شخص کو قیولِ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے۔ اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اُس کے سینہ کو بہت تنگ و تاریک کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان میں چڑھتا ہے۔

وہ مجھ کو کیر جس میں کل ادویہ کے حسبِ اشاہل ہیں۔ اور تمام امراض کیلئے نفع اور مفید ہے۔ وہ ایسی محجوں ہے کہ اس کی مثل دوسری محجوں تیار کرنے سے تمام معالج عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اطباء کی عقلیں اس کی شکل میں گم ہیں۔ علما کے فہم اس کی اصیت میں حیران ہیں یہ وہ محجون ہے جس کو طبیب ابھی نے ترتیب دیا ہے۔ یعنی کلمہ طیبہ **لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**

اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے اسی سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ **يُضِلُّ بِاَمْرٍ اَوْ يَهْدِيْ بِاَمْرٍ اَوْ يَضِلُّ بِاَمْرٍ اَوْ يَهْدِيْ بِاَمْرٍ** یعنی اس قرآن پاک کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے اور نہیں گمراہ کرتا ہے اس کے ساتھ مگر فاسقوں کو۔ اس دوا کو خداوند تعالیٰ نے طبیعت کی تربیت سے نکالا ہے۔ شروع اس کا کلمہ ہے اور آخر اس کا پھل دار درخت ہے جسکی جڑ اور شاخ اور پتے اور پھول اور پھل سب کے سب کامل شفا میں اللہ تعالیٰ **رَبِّكَ** **اَللّٰهُ مُتَلَاكِمًا** **حَبِيْبٌ** **مُّنِيْمٌ** **طَبِيْبٌ** **اَصْلُهَا نَابِتٌ** **وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ** **تَوَقَّى اُكُلُهَا طَلٌّ** **حِينَ يَاذُنُ بَرْتَاوُ تَضَرِّبُ اللّٰهَ اَلَمْ تَلِمْ لِلنَّاسِ لَعَلَّكُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ** یعنی اور رسول کیا غم نہ لاطھ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح بیان فرمائی ہے جیسے کہ ایک پاکیزہ درخت ہے۔ جڑ اُس کی زمین میں مضبوط ہے۔ اور شاخیں اُس کی

آسمان میں پہنچی ہوئی ہیں۔ ہر موسم میں اپنا پھل دیتا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے اس لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

## ایک نفسین حکمت

اس کلمہ طیبہ میں دو طرفیں ہیں۔ ایک نفی کی دوسری طرف اثبات کی نفی کی جو طرف ہے وہ کروی۔ اور اثبات کی جو طرف ہے۔ وہ بیٹھی ہے۔ کروی طرف کو ایسا خیال کرنا چاہیے جیسے دوا کا مزہ کڑوا ہوتا ہے۔ اور بیٹھی طرف کو دوا کا نفع اور اس کی خاصیت خیال کرنا چاہیے۔ اگر ہم اس دوا کا پورا تفصیلی بیان کرتے ہیں۔ تو کتاب طویل ہوئی جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دوا اپنے خاص بیان کے واسطے ایک بڑی پوری اور ضخیم کتاب چاہتی ہے۔ ہماری اس مختصر کتاب میں اتنی گنجائش کہاں ہے۔ پس اسے طالب سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ پہلے تم ان دواؤں کو اچھی طرح سے حاصل کرو۔ بعد ازاں ان کے استعمال میں جہانتاک ہو ملے کوشش اور سعی بجالاؤ۔ اور ان کی مقداروں کو خوب اندازہ کر لو۔ کیونکہ جب دوا زیادہ ہوتی ہو۔ تو وہ بھی زہر کا کام کرتی ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے کہ تم اس دوا کو اس کے انداز ہی سے استعمال کرو۔ اور استعمال سے پہلے تم محل اور موقع اور زمانہ اور عمر اور بیماری کو خوب غور کر لو۔ پھر اپنی طبیعت کے موافق ادویہ کے ساتھ علاج شروع کرو۔ اور بات یاد رکھو کہ ان کے استعمال میں کسی کی تقلید نہ کرنا یعنی کسی کو کوئی علاج کرتے دیکھو تو خود بھی وہی علاج کرنے لگو۔ اس سے بڑے خطرہ کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہو کہ تمہاری جان جاتی رہے۔ کیونکہ پھر مرنے کے بعد زندگانی نہیں نصیب ہوتی۔ اور نہ گرفتاری کے بعد نجات ملتی ہے۔

پس اسے حریص اس بندہ ضعیف پر عنایت لھی کو دیکھ کہ اُس نے کس طرح میری چشم بصیرت کو حقائق کے ساتھ کھول دیا ہے۔ اور کس طرح حقائق کو ظواہر کے مقابلہ میں رکھا ہے۔ ان ادویہ میں سے ہر ایک دوا اور ان امراض میں سے ہر ایک مرض



کے متعلق بیماری بڑی آفت گویا مگر کیا کریں۔ کہ اس مختصر کتاب میں نہیں سما سکتی مجھے  
 اسکو قلب کے خون اور خواطر کی لحاظ میں پوست بیکر کر دیا تاکہ خداوند تعالیٰ اس کو اس روز جس  
 روز پوست بیکر ہو روز ظاہر ہو گئے پھر اس لازم ہے کہ شیطانی وسوسوں سے خدا کی پناہ چاہو  
 اور مرض کو اپنی طرف اور شفا کو اپنی رب کی طرف منسوب کرو۔ اور حضرت ابراہیم  
 خلیل اللہ علیہ السلام کی پیروی بجالاؤ۔ چنانچہ ان کے کلام کو خدا تعالیٰ نقل فرماتا ہے وَ  
 الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ وَالَّذِي هُوَ يُصَفِّيهِ أَفْوَاضِلُهُ وَكَاشَفِينِ  
 یعنی میرا رب وہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی مجھ کو ہدایت کرتا ہے اور وہی  
 مجھ کو دکھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اس کلام  
 میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مرض کو اپنی طرف اور شفا کو خداوند تعالیٰ کی طرف  
 منسوب کیا ہے کیونکہ کل امر اس کا سر شرف نفس ہے اور خداوند تعالیٰ شافی برحق ہے خداوند  
 کریم نے تم کو اپنی کتاب میں بتلادیا ہے۔ مَا آتَاكُمْ إِلَهُكُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا كُنَّا بِكُمْ  
 بِشَيْءٍ فَمِنْ تَحْتِ يَدَيْهِ یعنی جو کچھ تم کو پہنچے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو برائی تم کو پہنچے وہ  
 تمہارے نفس کی طرف سے ہے۔ اور یہ بھی وہ فرماتا ہے وَتَنَاجَاهُ فَتَنَاجَاهُ لِنَفْسِهِ  
 یعنی جو کوشش کرتا ہے وہ اپنے نفس کے واسطے کوشش کرتا ہے۔ اور یہ بھی اسی کا فرمان ہے  
 كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ أَلَّا تَصْغَبُ الْيَمِينَ یعنی سب لوگ اپنے اپنے اعمال کے  
 ساتھ رہن ہو گئے مگر وہیں طرف والے (وہ آزاد ہو گئے) پس سارے علاج معالجہ کا سردار  
 خدا و رسول کے ساتھ ایمان لانا ہے اور سب دواؤں سے فضل اور بہتر دوا رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور پیروی ہے۔ اور سب معجونوں سے اعلیٰ اور اولیٰ  
 اور نافع اور مجرب معجون یہ ہے کہ خدا کی محبت اور رسول کی متابعت اور خلیفہ وقت کی  
 اطاعت کو اپنے دل میں اکٹھا کرے پھر جو اس معجون کو کام میں لائے گا ظالموں کی  
 دستبرد سے نجات پائیگا۔ اسلام علی سیدنا و سید الانام و علی ابہ الکرام و صحابہ العظام  
 یعنی قیامت کے روز سب لوگ ان اعمال میں گرفتار ہوں گے۔ سارا جائز و حلال و طہ و ناپسند و حرام و حلال  
 کے نیک ہونے کے۔ اور بدہونے کے نذاب سے مرض کا چھٹہ ہی سی علاج کر لیا ہوگا۔

# پانچواں باب

## حفظ صحت کے قوانین میں

اس کے اندر دو فصلیں ہیں

**پہلی فصل** صحت جسمانی کی حفاظت میں یہ معلوم ہو کہ مرض کے دفع کرنیکا طریقہ بالصد ہے اور حفظ صحت کا قاعدہ بالمثل ہو یعنی مثلاً اگر مرض غلیہ حرارت و بیہوشی سے پیدا ہوا ہے۔ تو اس کا علاج ایسی دواؤں سے کرنا چاہیے جن کی مزاج میں برودت و رطوبت ہے۔ اور حفظ صحت کا یہ فائدہ ہو کہ جس کا مزاج گرم تر ہے اور سرد خشک چیزیں اس کے موافق نہیں تو اس کو گرم تر چیزوں کا استعمال رکھنا چاہیے۔ تاکہ مزاج اپنی حالت طبعی پر قائم رہے۔ اطبائے حفظ صحت کے متعلق جو قوانین بنائے ہیں مثلاً ایسا کھانا پینے اور ایسا کھانا کھاوے اور یہ کرے اور وہ کرے یہ باتیں قرین قیاس نہیں بلکہ عقل و ان کو قبول ہی نہیں کرتی۔ کیونکہ انسان ہمیشہ سے زمان اور مکان کا تابع ہے مکان کی حالت بھی زمانہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اور زمانہ بھی حرکات فلک کے سبب سے مدام تغیر میں ہے۔ اور حرکات فلک بھی اپنی نظرات اور تاثیرات کے اعتبار سے ایک حالت پر قائم نہیں ہیں نہ ان کا حد و حصر ہو سکتا ہے بلکہ یہ ام خارج عن النہای ہے قیاس سے بالکل باہر کل تو ہم ہونی شان ہر روز اس کا ایک نئی شان میں جلوہ ہے۔ **تَوَرُّجُ اللَّیْلِ فِي النَّهَارِ وَ تَوَرُّجُ النَّهَارِ فِي اللَّیْلِ**۔ اور روز کا تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ یعنی رات کو گھٹا کر دن بنا دیتا ہے اور دن کو گھٹا کر رات بڑھاتا ہے۔ یہ سب تیری ہی قدرت کا کرشمہ ہے اور تیری قدرت ہر چیز میں جدی ہو ایک چیز ایک وقت نفع دیتی ہے اور وہی چیز دوسرے وقت نقصان پہنچاتی ہے۔ کسی وقت دوا کا کم کھانا فائز ہو چکا ہے۔ اور کسی وقت نہیں پہنچا تا۔ کسی شخص کو ایک بار ام مبارک شہرت سے نقصان پہنچتا ہے۔ اور کسی کو دس بار سے نہیں



پہنچتا۔ پس جب یہ باتیں میں تب کو نسی غفل سے طبیعت کی کنہ اور حقیقت معلوم ہو سکتی ہے جس سے اشیاء کی کیا متینہ پر حفظ صحت کی واسطہ حکم لگایا جائے۔ اس واسطے طبیعت وقت کو لازم ہے کہ اپنے زمانہ کی حالت اور غصہ اور اختلاف ارکان کی کیفیت اور پھر اس سے اشیاء کی پیدائش کی مامیت اور فضا ہوا اور خوکی حالت اور فصلوں کے تغیر اور تبدل اور مکان کی جہات اور طبیعتوں کے غلبہ اور کو اکب کے تصرفات اور طبع انسانی سے اُن کے تعلقات کا خوب اندازہ کرے۔ پھر معالجہ اور حفظ صحت میں مشغول ہو۔ اور مزاج میں جو خلط اور خلطو پیر غالب ہے۔ اُس کو معلوم کرے اور اس بات میں بھی غور کرے۔ کہ کس طرح مزاج اصلی حالت پر قائم رہیگا۔ اور اُس وقت مناسب غذائیں تجویز کرے جب یہ سب باتیں کر لے گا۔ اُس وقت شوق سے حکومت کاؤنکا بجائے اور حفظ صحت کے قوانین پر لوگوں سے عمل درآمد کرے اور اُسی وقت اُس کی نذیر بھی اچھی نیکی۔ اور یہ بات ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص اس طرح سے تمام دنیا کا معالجہ کر سکے بلکہ ہر شہر کے رہنے والوں کو ہر وقت میں ایسے ہی طبیب کی ضرورت ہے۔ جو ان کے معالجہ کے طریقہ سے واقف ہو۔

پہلے زمانہ کے اطباء ان باتوں میں بہت غور و تامل کیا کرتے تھے چنانچہ بقراط سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا ہمارے شہر میں ایک پرندہ مچھلیاں کھاتا تھا۔ بقراط نے اُس کو دیکھ کر خود بھی ایک جزیرہ میں مچھلیاں کھانی شروع کیں اور چونکہ کوئی اور چیز زرق کی قسم سے وہاں دستیاب نہ ہوئی۔ اس سبب سے خوب کثرت سے مچھلیاں کھائیں۔ مگر پھر پاخانہ آیا بقراط پریشان ہوئے۔ اور اُس پرندہ کو تلاش کر کے اُس کے حال کی ٹھانی کی کہ یہ پرندہ مچھلی کھا کر کیا ترکیب کرتا ہے جس سے اس کی فضا حاجت ہوتی ہے چنانچہ دیکھا کہ پرندہ سمندر پر آیا اور اس نے اپنی چونچ میں پانی لیکر اپنی منقہ میں داخل کیا جس سے اُس کو پاخانہ آیا۔ بقراط نے اسی اصول پر حقہ کا عمل ایجاد کیا۔ اسی سبب حکماء نے مختلف طریقوں سے معالجات کے قوانین ایجاد کیے ہیں۔

باب کے واسطے ضروری ہے کہ ہر وقت کے لحاظ سے وہ دواؤں کی مقدار

کم یا زیادہ کرے اپنے وقت اور موقع اور مرض کے مناسب۔

حفظ صحت کے واسطے ضروری ہو کہ انسان اپنی عمر کے حالات میں غور کرے  
ابتداء سے لیکر اُس وقت تک اور دیکھے کہ کل میری طبیعت کیسی تھی اور آج کیسی ہو  
پھر اسی انداز سے دوا یا غذا کی کمی اور زیادتی کرے مثلاً اگر صفر کا غلبہ پائے۔ تو ایسی  
چیزوں کا استعمال کرے جن سے صفر کو تسکین ہو یعنی اُس کے زور کو کم کریں۔ اور  
باقی اخلاط کو قوت پہنچائیں۔ اور حجب خون کا غلبہ پائے تب ایسی چیزیں استعمال  
میں لائے جو اُس کی تلطیف اور تصفیہ کریں اور باقی اخلاط کو قوت دین اور اگر خون فاسد  
ہو جائے تب اُس کو نذریہ فصد کے خارج کریں۔ اور اگر صفر یا سودا فاسد ہو جائے تب انگو  
نذریہ مسہلات کے مزاج کی قوت اور صنعت کے موافق اخراج کریں بعض لوگ کہتے  
میں کہ صفر کی جدت دور کرنے اور تسکین دینے کے واسطے باسی اور ٹھنڈے پانی کے  
ایک دو گھونٹ پیئے مفید ہیں۔ اور سودا اس کے برعکس ہے۔ اُس کے واسطے پہلے  
ایسی دواؤں کی ضرورت ہے جو اُس کے مادہ کو اکھیر کھار کر تیار کر دیں۔ اور پھر نذریہ  
مسہلات کے خارج کریں۔ فصد کے واسطے بہتر وقت پھر دن چڑھے کا ہے۔ اُس  
وقت معدہ خالی ہونا چاہیے۔ اور ماہ قمری سے آدھا مہینہ گزر چکا ہو۔ یعنی چاند کی میں  
ہو زیادتی میں نہ ہو۔ اور فصد یعنی حجام کو لازم ہے کہ فصد کو خوب کثرت سے کرے کہ کھولے تاکہ غلیظ  
اور فاسد خون نکل آئے۔ ورنہ غلیظ خون تنگ سوراخ میں نہ نکلے گا لطیف نکل جائیگا  
اور فصد سے بجائے فائل کے نقصان پہونچیکا۔

اور مسہلات کا استعمال موسم خریف کے اعتدال یعنی درمیان میں کرنا چاہیے۔  
جب چاند ان آبی برجوں میں سے کسی برجوں میں ہو۔ آبی برج یہ ہیں۔ سرطان عقرب  
حوت۔ اور جب وقت چاند برج جوزا میں ہو۔ تب فصد نہ کھلوانی چاہیے اور جب ثور  
میں ہو تب پچھنے نہ لگوائے۔ حافظ صحت کے واسطے یہ بات خیال بھنی چاہیے۔ کہ  
ہمیشہ پیٹ بھر کھانے کی حرص نہ کرے۔ کیونکہ پیٹ بھر کھانا صحت کا دشمن ہے  
بلکہ اتنا کھانے کہ قدرے اشتہا باقی رہے۔ اور اسی وقت کھانا چھوڑ دے۔ اور



کھانے کے بیچ میں پانی نہ پیوے۔ مگر یہ حکم سخت نہیں ہو جس کے مزاج میں حرارت ہوگی۔ وہ پانی سے صبر نہیں کر سکتا ہے۔ میں نے بہت سے بڑے بڑے علما کو دیکھا ہے۔ کہ وہ کھانے کے درمیان میں پانی پیتے تھے۔ میں نے اُن سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا۔ کہ بعض طبیعتوں کے واسطے کھانے کے درمیان میں پانی پینا مضر ہے۔ اور بعض کے واسطے مضر نہیں۔ اور کھانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو دن میں تین مرتبہ کھانا کھائے۔ پہلے روز دوپہر کو۔ پھر دوسرے روز صبح کو اور پھر شام کو اور پھر تیسرے دن دوپہر کو۔ اسی ترتیب سے۔

جماع کا طریقہ یہ ہے۔ کہ جب پیٹ بکھرا ہو اور جب پیٹ خالی ہو جماع ہرگز نہ کرے بلکہ پیٹ بھرے ہوئے کی حالت میں جماع کرنا زیادہ نقصان کرتا ہے۔ اور جس وقت طبیعت جماع کی طرف راغب ہو اُس وقت جماع سے دریغ نہ کرے اور جب طبیعت راغب نہ ہو تو جماع پر اُس کو مجبور نہ کرے بلکہ بہتر جماع وہی ہے جس کے واسطے طبیعت بہت راغب ہو اور کھانا بھی اُسوقت ہضم ہو چکا ہو۔ اور جان کو راحت ہو یعنی کوئی تکلیف نہ ہو جماع کے وقت لازم ہے کہ عورت چت لیٹ جائے اور مرد اُس کے اوپر آجائے۔

جماع کی حالت میں سو جانا مضر ہے۔ اور ایسے ہی نشہ کی حالت میں بھی جماع کرنا مضر ہے۔ اور فصد کے روز اور اُس کے بعد کے روز اور مسہلات کے ایام میں اور خوف کی حالت میں اور حمام کے اندر ان سب صورتوں میں جماع کرنا بہتر نہیں ہے۔ ان صورتوں میں جماع کرنے سے جو نقصان پیدا ہوتا ہے بعض طبیعتیں اُس کی متحمل ہوتی ہیں۔ اور فوراً اس کا نقصان اُن کو محسوس نہیں ہوتا۔ اور بعض طبیعتیں متحمل نہیں ہوتیں۔ اُن کو فوراً اُس کی مضرت محسوس ہوتی ہے۔ اور جماع کے بعد ہی دوبارہ جماع کرنا مضرت سے خالی نہیں ہے۔ اور کھانے کے بعد کھانے سے بھی نقصان پہنچتا ہے۔ ایک کھانا ایک ہی دفعہ کھا لینا چاہیئے اور کھانے کے واسطے چاہیئے کہ اپنی طبیعت اور مزاج اور وقت زمانہ میں غور کر کے اُن کے موافق غذا کھائے اور لباس بھی ہر فصل کے موافق جدا گانہ یعنی جائزے کا الگ گرمی کا الگ برسات کا الگ گرم لباسوں کا جو ان آدمیوں کو پہننا مضر

ہے۔ خاص کر گرمی کے موسم میں +

کھانے سے چار ساعت بعد تک مشقت کے کام نہ کرنے چاہئیں حمام میں جانے کی بھی عادت چاہیئے۔ مگر حمام کی واسطے شرط یہ ہے کہ حمام وسیع ہو اور چھتیں اونچی اونچی ہوں غسل کرنے کے واسطے پانی بھی میٹھا ہو حمام کی نسبت کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ خَيْرُ الْحَمَامِ مَا قَدَّمَ بِنَاءَهُ وَطَابَ مَاءُهُ وَانْتَسَمَ قَضَاءُ لَوِ الشَّفَّ هُوَ اَوْ دَهْ عِنِّي اچھا حمام وہ ہے جس کی بنا قدیم ہو اور پانی صاف اور میٹھا ہو اور سیدہ ان وسیع ہو۔ اور ہوا شفات الہی ہو دہلے پتلے آدمی کو پسینہ لانا چاہیئے۔ بلکہ ٹھنڈا پانی ڈال کر نہانا شروع کریں اور جو آدمی فربہ اور چکنا ہو اس کی پہلے اس قدر مالش ہوونی چاہیئے جس سے اسکو پسینہ آجائے پھر گرم پانی ڈال کر نہائیں۔ حمام سے باہر آنے کے بعد صفروای مزاج والا ایسی چیزوں کا استعمال کرے جیسے سکنجبین یا شربت انار ہے۔ اور سوداوی مزاج والا سکنجبین علی نوش کرے۔ اور بلغمی مزاج والا صرف شربت نوش کرے + اور دھوبی مزاج والا انار کا عرق اور شربت آب بخار نوش کرے۔ حمام میں نہا رہو نہ اور کھانا کھا کر نہ غسل ہو بلکہ ایسے وقت جانے کہ کھانا ہضم ہو چکا ہو۔ خاص کر صفروای مزاج والا اس کو اس بات کی بات کی احتیاط ضروری ہے۔ گرم مزاج والے کو یہ خوشبو میں استعمال کرنی چاہئیں جیسے عود اور عنبر اور کارفور اور صندل ہے۔ سب کو ملا کر۔ اور مشک کا استعمال نہ کرے اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ سب خوشبوئیں بالوں کی سیاہی کو مضر ہیں گر قلب کو قوت دیتی ہیں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو بہت دوست رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہو۔ حَبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ الْيَطْبُ وَالْقِسَاءُ وَجُعِلَتْ قَرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ یعنی تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں میری مرغوب خاطر کی گئی ہیں۔ خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں کی گئی ہے۔ اور حفظ صحت ہی کے متعلق خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمایا ہے۔ کَلُوا وَاشْرَبُوا وَلاَ تُسْرِفُوا یعنی کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو۔ کھانے کے آداب یہ ہیں کہ بسم اللہ کہہ کر کھانے کو شروع کرے۔ اور خدا کے شکر کے ساتھ ختم کرے۔ اور سیر ہو کر نہ کھائے



یہ جھوٹی بھوک لگنے سے کھانے لگے۔ حضرت امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی پیٹ بھر کر گٹیوں کی روٹی نہیں کھائی مبالغہ کا اصل اصول اجتماع اور جمع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَجْمُوعُ طَعَامَ الصِّدِّيقِینَ یعنی بھوک صدیقوں کا کھانا ہے۔

حفاظتِ صحت میں سے جو شخص دو اپنے اور جلاب لینے کی عادت رکھتا ہو۔ اس کو چاہیے کہ گلاب اور شکر کا استعمال کیا کرے۔ کیونکہ یہ مقوی اور قلب کو ناف ہے اور حفاظتِ صحت کو قلب اور جگر اور دماغ ہی کی حفاظت زیادہ درکار ہے۔ کیونکہ یہی اعضا رئیسہ صحیح اور تندرست رہتے ہیں تو تمام بدن ٹھیک ٹھیک رہتا ہے اور جب ان میں سے ایک میں خلل پڑ جاتا ہے۔ تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ گرمی کے موسم میں آگ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ اور ایسے ہی گرم کپڑے بھی نہ پہننے چاہئیں۔ اور ٹھنڈی ہواؤں سے سر کی حفاظت رکھے خاص کر غریف کے موسم میں کیونکہ اس موسم میں ٹھنڈی ہوا سے زکام کھانسی اور درد سر پیدا ہوتا ہے۔

حفظِ صحت کے واسطے سب سے بڑی ذہ اقلب سے بچ کا دور کرنا ہے۔ اور مفرحات اور معونات سے قلب کو تقویت دینا اس لئے کہ بچ روح کا دشمن ہے اور غم قلب کا ختم ہے۔ اگر انسان تمام مبالغہ کرے گا۔ اور قلب اس کا نگین اور ربیبہ ہے ایک علاج فائن نہ کریگا۔ اور اگر اس کا قلب خوش ہے۔ تو چاہے جس قدر بے احتیاطیان کرے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حفظِ صحت کی جڑ قلب کی فرحت اور قوت کی حفاظت ہے اور اس قلب کی فرحت کی حفاظت کی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی اور روحانی۔ جسمانی تو خوارشوں اور معجونوں سے ہوتی ہے۔ غذاؤں اور عمدہ شربتوں سے اور روحانی تقویت اچھی اچھی صورتوں کے دیکھنے اور اچھی آوازوں کے سنے اور خوشبوؤں کے سونگھنے سے ہوتی ہے اور اس

اس روحانی تقویت کی یہ حی۔ کہ قضا و قدر پر شکر ہو کر حرص و ہوا کو چھوڑ دے اور سب کام خدا کے سپرد کر کے اُسی پر بھروسہ کرے غرضیکہ جب قلب کو بے فکری حاصل ہوگی بیخ و غم دور ہونگے۔ اور اُس کے واسطے اس بات کی ضرورت ہے کہ قلب جیسے نائل ہو۔ اُس کی مصاحبت میں ہو اور اس کا وصل ہو جائے۔ تمام بیخ و اندوہ سے قلب نجات پائیگا۔ اور صحت کلی نصیب ہوگی۔ پس جو شخص اس دوا کو حاصل کرے گا۔ گویا اُس نے منفح الکر کو استعمال کیا۔ اے طالب تیرے لئے ضروری ہے کہ اپنے قلب کا حکیم بنے تمام بیخ و غم اُس سے دور کر کے اس کو قلع اور قضا و الہی پر راضی بنائے۔ کیونکہ یہی فرحت اور بقا کی کنجی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی حقیقت کو معلوم کر **يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُفْعَلُ مَا يُرِيدُ** یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اور جو ارادہ کرتا ہے وہی حکم فرماتا ہے۔

## دوسری فصل صحت روحانی کی حفاظت میں

حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **صَوْمُومَا تَصِحُّومَا** معلوم ہو کہ صحت روحانی قلب کا ایمان لانا ہے۔ اور اس صحت کی حفاظت یہ ہو کہ ایمان کے جو اعمال ہیں۔ اُن پر موانعت رکھی جائے۔

صحت روحانی کا خیال رکھنا صحت جسمانی سے مقدم ہے۔ کیونکہ جسم فنا ہو تو روحانی چیز ہے۔ اور اُرواح فنا ہو تو روحانی نہیں ہے۔ اس واسطے جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہو۔ اُس کو امر میں کی قید سے نجات دینی زیادہ ضروری ہے۔ اور صحت اُس کی یہ ہے۔ کہ جن امراض کا ذکر ہو چکا ہے۔ اُن کو روح کے جوہر سے دور کیا جائے اور ایمان کی اُس پر محافظت کی جائے۔ ہم یہ بات پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔ کہ حفظ صحت بالمشغل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایمان کی مشغل ایمان ہی ہے۔ اور ایمان کے ارکان ایسے ہیں جیسے ہم مزاج کے موافق کھانا پینا۔ دنیا کی سب غذا میں ایسی نہیں ہیں۔ جو تمام میوہ و نبات کے مزاج کے موافق ہوں کیسے مخالف نہ ہوں۔ پس ایمان اور اعمال شریعت کی مشغل گینہوں

۵ یعنی روزہ رکھنا و تم کو صحت حاصل ہوگی



انہر پانی کی سی ہو جو ہر ایک کے مزاج سے موافق ہے۔ اور یہی طبیعت کے مخالف نہیں ہے۔ ہر عالم اور جاہل اور کامل اور عاقل کو ان کی حفاظت ضروری ہے۔ اور انہیں کے فریبہ سے اپنی صحت کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ اعمال اور عبادات بہت کثرت سے ہیں۔ مگر جن عبادات اور اعمال سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صلاحیت اور فلاحیت اور تحفظ و صحت کے واسطے خبر دی ہے وہ آدمیوں سے بے پروا کرتی ہیں جیسا کہ ان کو انسان بجالائے۔ تو پھر اور عبادتوں کی ضرورت نہیں رہتی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعَصِّمُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرْجِهِمْ حَافِظُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِمَا نَاقَبُوا وَعَمَلُهُمْ رَاغُونَ لِيَعْنِي فَلاحیت پائی ان مومنوں نے جو اپنی نماز کو خشوع و خضوع سے بجالاتے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے روگردانی کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے میں اور جو اپنی پیشابگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان شرائط کے ساتھ حفظ و صحت کا حکم فرمایا ہے۔ اور مومنوں کی حالت سے خبر دی ہے۔ کہ وہ نماز کو خشوع و خضوع سے بجالاتے ہیں اس سے مراد خدا کی رویت ہے۔ اور اُس کی حرمت اور ظاہر و باطن کے ساتھ اُس کی طرف رجوع ہونا اور قلب کا اُس کے ماسوا سے قطع کرنا اور زکوٰۃ کا فعل یہ ہے۔ کہ اچھے مال میں سے زکوٰۃ نکالے۔ اور مسلمان مرد و عورتوں کو جو اُس کے مستحق ہیں تقسیم کرے۔ اور امانت اور عہد کی حفاظت یہ ہے کہ خیانت اور بد عہدی کی آفات سے محفوظ رہے۔ اور خدا کے عہد کا پوشیدہ اور ظاہر میں لحاظ رکھے اور پیشابگاہ کا محفوظ رکھنا یہ ہے۔ کہ خواہشات نفسانیہ مثل زنا وغیرہ سے جستناہ کرے یہ دو اب سے بڑے فائدے کی ہے۔ کیونکہ فرج کی آفت بھی سب آفتوں سے بڑی ہوتی ہے۔ فرج کا آنکھ اور کان سے بھی تعلق ہو۔ پس جو اپنی فرج کو زنا سے محفوظ رکھنا چاہے۔

لے خدا کی رویت سے مراد ہے کہ یہ خیال کرے کہ میں ہر وقت خدا کو دیکھ رہا ہوں یا خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے جب یہ خیال مستحکم کر لگا۔ پھر گناہ اُس سے کہو کہ سرزد ہو سکتے ہیں ۱۲ از ترجمہ مسیحین علی نظامی

اس کو لازم ہے۔ کہ آنکھ کی حرام نظر سے اور کان کی ایسی باتوں کے سننے سے جو شہوت کو ابھاریں پرہیز کرے۔ اور اس کام کے واسطے روزہ بڑی عمدہ دوا ہے۔ شہوت کو بالکل توڑ دیتا ہے۔ اور اُس کی قوت کو زائل کرتا ہے۔ اسی سبب کے جناب شایع علیہ السلام نے روزہ کے ساتھ صحت طلب کرنیکو معلق فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے صُومُوا تَصِحُّوا یعنی روزہ رکھو تم کو صحت حاصل ہوگی۔ جب آدمی روزہ کی مدد سے صحت پاتا ہے۔ اس کی خواہشیں زائل ہو جاتی ہیں اور شہوت اُس کی ضعیف ہوتی ہے۔ اور ایسی کوئی بات وہ نہیں سنتا جس سے اُس کی شہوت زیادہ ہو یا کوئی آماجی پیدا ہو۔ پس قوت شہوانی اُس کی مقید ہو جاتی ہے۔ بلکہ نفس ہی اپنے عمل سے برکا ہو جاتا ہے۔ اور نفس کی اس کمزوری سے نقصان کم اور منافع زیادہ پہنچتے ہیں۔ اور اسی سبب سے صحت پیدا ہوتی ہے۔ جس شخص نے خواہشوں کے غلبہ کرنے کے سبب سے روزہ رکھنا اختیار کیا۔ اُس کو اس مرض سے صحت بھی حاصل ہوئی اور آخرت بھی حاصل ہوئی۔ اور آخرت میں بہت بڑے ثواب کا بھی مستحق ہوا۔ پس ایمان کے واسطے حفظِ صحت یہ ہے کہ شہوت کو بالکل دفع کر دے۔ اور خواہشوں کو توڑ دے اور خلافِ شریعت کاموں سے حواس کو محفوظ رکھے۔

حفظِ صحت کے قوانین میں سے یہ بھی ایک قانون ہے کہ کھانے کی حرام ترک کرے اور غضب اور غصہ کو بالکل جدا کر دے۔ ایک شخص نے حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو وصیت فرمائیے حضور نے اُس سے فرمایا تو غصہ نہ کیجو اُس نے عرض کیا اگر غصہ آئے تو کیا کروں فرمایا کھڑا ہو جائیو۔ اور وضو کر لو حضور نے اُس کو وضو کا اس واسطے حکم فرمایا کہ آگ پانی ہی سے بجھتی ہے غصہ کی برائیاں اور اُس کے سبب سے قلب میں حرارت پیدا ہونے کا بیان تم جان چکے ہو۔ پس حفظِ صحت کے شرائط میں سے غصہ کا دفع کرنا بھی لازمی ہے۔ اور انہیں میں سے حسد کا دل سے خارج کرنا بھی ایک ضروری بات ہے۔ بلکہ چاہیے کہ سب لوگوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کا خیال کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے



کے متعلق منقول ہے۔ کہ اپنے فریاد لایسے کمل ایمان اُحد کُمَحْتَجِّحُ کَاجِبِهِ مَا يُحِبُّ  
لِنَفْسِهِ یعنی تم میں سے کسی کا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے واسطے وہ  
بات نہ چاہے گا۔ جو اپنے واسطے چاہتا ہے۔ اور انہیں حفظِ صحت کی شرائط میں سے  
ایک شرط طاعات کے ادا کرنے پر مواظبت ہے خصوصاً نماز کا قائم کرنا کھانے کے  
بعد اس کے متعلق حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔ اَذْبِقُوا طَعَامَكُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ  
یعنی ذکر الہی کے ساتھ اپنے کھانے کو مضمم کرو۔ اور جب انسان کھانا کھا کر سورتنا  
ہے۔ تب اس سے بہت بہت برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو اس میں کدورت اور  
سرسین ثقالت ظاہر ہوتی ہے۔ اس واسطے حافظِ صحت کو چاہیے کہ کھانے کے بعد  
تماز میں مشغول ہو خاص کر شل کے وقت تاکہ شام کا کھانا ذکر الہی اور عبادت سے  
مضمم ہو جائے۔

ہم یہ بات پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ صحت کا اصل اصول قلب کی تقویت ہے  
ایسے ہی قلبِ حقیقی کی تقویت بھی اصل صحت ہے۔ اور یہ تقویت مغز  
کے یعنی علم معقول سے ہوتی ہے۔ پس جب تو نے علم الہی کے ساتھ قلب کو تقویت  
اور فرحت پہنچانی تمام شکوک اور اذیات اس سے برطرف ہو جائینگے اور ہمیشہ  
وہ خوش اور سرور رہیگا۔ پس اسے طالبِ تیرے واسطے بڑی ضرورت ہے۔ کہ سب  
سے پہلے ان دواؤں کو حاصل کرے۔ جن سے معرفتِ الہی جیسی کہ چاہیئے حاصل ہو۔  
اور علمِ توحید اور علمِ ذات و صفات اور علمِ حشر و قیامت اور علمِ نفس جو آئینہ ذاتِ الہی  
ہے پیدا ہو۔ اور علمِ شریعت جس سے منزلِ قناتِ ایل کی نظر مآد ہے۔ اور علمِ نبوت اور  
رسالت منکشف ہو پس یہی دوا میں قلب کی تفریح دینے والی ہیں اور وہ جو جنس جن سے  
قلب کو اعلیٰ درجہ کا نفع پہنچتا ہے۔ وہ قصصِ قرآنی کے اسرار اور کلماتِ فرقانی کی  
رموزات ہیں۔ یہی چیزیں حقیقی حفظِ صحت میں نفع دیتی ہیں۔ اور غذا و روحانی یعنی  
اعمال صالحہ و فرائض اور نوافل اور ان کی تقدیریں اور ان کی رکعتوں کی گنتی اور سب عبادتوں  
کے اوقات وغیرہ سب باتیں تم کو معلوم ہیں پس جب تم ان مہمات سے واقف

ہو گئے تو اب تمہارے اوپر واجب ہے کہ اپنے قلب کی صحت اور تقویت میں کوشش کرو اور ان دواؤں کا استعمال کرو جن کا نام مغفحات ازلیہ ہے۔ اور علم الہیات میں ہم نے ان کا ذکر کر دیا ہے۔

جب تم اس بات کو جو ہم نے کہی جان گئے اور جو ہم نے حکم کیا ہے۔ افسوس تم کا بند ہوئے۔ تو بیشک نماز میں تم کو خشوع و خضوع حاصل ہوگا۔ اور عہد اور امانت کے تم محافظ ہو گے غرضیکہ صالحین کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور ان لوگوں میں تمہارا شمار ہوگا جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِيْنَ يَكُونُونَ الْفِرَادُوسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ** یعنی وہی لوگ وارث ہیں جنت الفردوس کے اور وہی اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ جنت کے لوگ ہمیشہ صبح و تندرست رہتے۔ کبھی وہ بیمار نہیں ہونے نہ بوریس ہوتے ہیں نہ پیشاب کرتے ہیں نہ پاخانہ روزانہ جمع و شام خداوند تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔ معلوم ہو کہ حفظ صحت کے واسطے سب سے بہتر اور افضل معجون حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے اور آپ کے احکامات کو بجالانا کہ جو کہ طیب کامل اور نجات دہندہ اور امت کی روعوں کے زنج کرنے والے آپ ہی ہیں۔ اسی کے منعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِنْ تَطِيعُوْهُ فَاِنَّكُمْ لَعَلَّيْكُمْ سَعْدًا** یعنی اسے لوگو اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے۔ تو ہدایت پاؤ گے۔ اور نیز اسی کا فرمان ہو۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا أَهْلُوا لَكُمْ ذِكْرُ اللَّهِ** **يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَكُمْ ذِكْرُ اللَّهِ** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سو آگری تباہیوں جو تم کو دکھ دینے والے عذاب سے بچائے تو خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ۔ پس اے طالبِ ایمان متابعت اور مخرج حقیقت کا استعمال کرو۔ اور امام زمان خلیفہ وقت کی اطاعت اور محبت میں مشغول ہو۔ یہی سیکے اچھی دوا اور عمدہ تنقیہ ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يَحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** اے رسول کہہ دو کہ اے لوگو اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ خدا تم کو اپنا محبوب بنائیگا۔



# دوسرا مقالہ الہیات کے بیان میں

اس میں چھ باب ہیں

## پہلا باب

ذات باری کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل توحید اور ذات باری جل شانہ کے ذکر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَلِمَ أَنَّ لَكَ إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ يَفِيضُ حَسَنَاتٍ بِرَبِّهِ بَاتِ جَانِ لِي۔ کہ جو خدا کے کوئی معبود نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفَرَ لَكَ نِيكَ يَبْنِي اس بات کو خوب یقین کے ساتھ جان لے کہ جو خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اور اپنے گناہوں کی مغفرت مانگ معلوم ہو کہ توحید کی دو طرفیں ہیں۔ ایک نفی کی طرف جو اعتدا اور اشکال اور امثال اور شبہ اور کل عوارض کو ذات معبود سے نفی کرتی ہے۔ اور دوسری طرف اثبات کی ہے جو وحدت اور اولیت اور ربوبیت کو ثابت کرتی ہے۔ اس طرح کہ وہ صفات کثرت کے ساتھ آمیغہ نہوں اور یہ بھی واجب کہ نفی تعطیل سے خالی ہو اور اثبات تشبیہ سے مجرہ ہو کیونکہ تعطیل حقیقت نفی کی مفسد ہے۔ اور تشبیہ صفو اثبات کو فاسد کرتی ہے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نفی و اثبات دونوں سے منزه ہے جس قدر زوائد ہیں وہ اس کی ذات سے علیحدہ ہیں اس کی عزت اور ربوبیت کے ساتھ اور متبذنب ہیں اس کی ہوتیت کے ساتھ۔ اگرچہ جاہل اس کی ذات و صفات کی نفی کرتے ہیں اس

سے ایسی نفی نہ ہو جو ذات باری کی صفات باری کو نفی کرے اور نہ اسلاف اثبات ہو جس سے ذات باری کی صفات تشبیہ لازم آئے ۱۳

سے اُس کا کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور عارف و حواس کی عبادت اور مع سرائی کرتے ہیں۔ اس سے اس کی ربوبیت میں کچھ رُخ نہیں جاتا۔ وہ اپنی ذات کے ساتھ کامل اور صفات کے ساتھ مشکل ہے نہ کوئی چیز اُس کے مشابہ ہے نہ مقابل اُس کی ذات و صفات قدیم ہیں۔ اور ذات اُس کی صفات کے ساتھ موصوف ہے جنہیں سے بعض صفتیں ذاتی ہیں۔ اور بعض معنوی ہیں۔ اس کی شجہ اور تفصیل ہم صفات کے بیان میں کریں گے اس جگہ فقط ذات کا بیان ہو رہا ہے۔ جس کی حقیقت کے ظاہر کرنے سے عبارت کی زبان عاجز ہے۔ اور بیان کی طاقت سے اُس کا ذکر خارج ہے۔

ذات جناب باری میں لوگوں نے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ ذات کے معنی ہویت اور امانیت کے ہیں اور اس بات میں کوئی فرد مخلوق میں سے شک نہیں کرتا ہے۔ بلکہ تمام مخلوق اس بات کی گواہ ہے۔ کہ صانع ہی نے سب کو بنایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یعنی اگر تم اُن سے سوال کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے کہ خدا نے۔ پھر بعض لوگ جادہ توحید سے خوف ہو کر احکام وحدت سے بے خبر ہو گئے یہاں تک کہ اختلاف اُن میں پیدا ہوا اس وقت بعضوں نے عقل اول کو اپنا معبود ٹھہرایا۔ اور ان لوگوں کی نظر اُن لوگوں سے زیادہ باریک ہے جنہوں نے فلک اعظم کو معبود بنایا ہے۔ کیونکہ جو لوگ فلک اعظم کو معبود کہتے ہیں۔ انہوں نے صانع کو مجسم قرار دیا ہے۔ اور جو عقل کو معبود کہتے ہیں۔ انہوں نے جوہر کو صانع ٹھہرایا ہے اور جوہر فرد یعنی عقل جسم مرکب یعنی فلک سے اعلیٰ ہے۔ اور بعض نے کوکب کی عبادت اختیار کی ہے۔ اور اُن کو معبود قرار دیا ہے۔ پھر جب کام اور آگے چلا تو بہت سے لوگوں نے زمین میں عبادت گاہیں بنائیں۔ اور اُن میں ستاروں کی صورتیں بنا کر اُن کی عبادت میں مشغول ہوئے جیسے کہ حکماء صابین اور نصاریٰ نے مشری اور یمن وغیرہ ستاروں کی معذنیات وغیرہ سے ہیکلیں تیار کی تھیں اور کہتے تھے

لے لہذا عقل کو معبود ماننے والے فلک پرستوں سے باریک میں ہوئے حالانکہ وہ دونوں گمراہ ہیں ۱۲



کہ چھوڑیں اپنے اپنے کو اکب کی طرف ہمارے وسائل ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ہم ان سے امداد چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ان صورتوں پر انگ کٹ کر کے ان کی نفس میں مشغول ہوتے تھے۔ اور اپنی روحانیت کو ان کو اکب کی روحانیت سے متصل کر کے ان سے ہر طرح کی امداد اور معاونت چاہتے تھے (اس کی مفصل کیفیت کتب سحر و طلسم مثلاً سر مکتوم فخر رازی و کلید اسرار وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ اور اگر اس علم کو قانون شریعت کے موافق کیا جائے۔ تو نہایت کار آمد ہے۔ جیسا کہ بعض علماء اسلام مثل محمد غوث گوالیری و شیخ شہاب الدین نقول قدس سرہ و ابو حشر بنی و ابو نصر فارابی و غیرہ نے کیا ہے۔ مگر ان لوگوں نے کو اکب کی پرستش نہیں کی بلکہ محض اپنی روحانیت کو مذہب ریاضت کے اس قابل بنایا کہ کو اکب کی روحانیت سے متصل ہو گئے۔ اور ان کے آثار کو حاصل کر کے اُن سے فائدہ اٹھایا (مترجم) آدمی برسر مطلب اور بعض لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم کی صورتیں بنا کر رکھ لیں۔ اور کہنے لگے۔ کہ یہی ہمارے معبود ہیں۔ پس لوگوں کے خیالات جسمانی چیزوں کی عبادت میں منہمک ہو گئے۔ اور جو اہر اور کو اکب کے پوجنے والوں کے درجہ سے بھی گر گئے۔ پھر بہت سے لوگوں کی طبیعتیں اس طرف راغب ہو گئیں۔ کہ انہوں نے ایک خدا کے دو کردیے اور بعض نے چار کر دیے۔ ایک قوم یہ کہنے لگی کہ تین خدا ہیں۔ ایک عقل و دوسرا نفس تیسرا خدا یہ قول بہت سے فلاسفہ کا ہے۔ اور انہیں کے قائم مقام وہ لوگ ہیں جو ان تین کے اور نام رکھتے ہیں یعنی عیسے اور مریم اور اسد یہ قول نصاری کا ہے۔ اور ایک قوم وہ ہے۔ جو دو خدا کہتے ہیں۔ یہ مجوس ہیں۔ یعنی آتش پرست۔ جو عقل و نفس یا نور و ظلمت کو خدا کہتے ہیں۔ اور بعض لوگ چار خدا مانتے ہیں۔ یہ طبعی ہیں۔ اور بعض پانچ خدا مانتے ہیں۔ یہ مجوسیوں کے قریب قریب ہیں۔ اور رافضیوں میں سے بھی ایک سخت فرقہ پانچ خدا مانتا ہے۔ ان کو خمسہ کہتے ہیں۔ غرض کہ ذات جناب باری عز اسمہ میں جحد کثرت سے اختلافات ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ذات باری ذر ہے۔ اور اس آیت کو یہ لوگ دلیل

لاتے ہیں اللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَنُورُ الْأَرْضِ یعنی اللہ نور ہے آسمانوں و زمین کا حالانکہ ان لوگوں نے آیت کے سمجھنے کی کیفیت نہیں جانی اور یہ نہ سمجھا کہ نور کے معنی منور کے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو ایجاوے کے نور سے روشن کر دیا ہے۔ نور کے معنی آیت میں ایجاوے کے نور کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو ایجاوے سے اور بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ عقل ہے۔ اور یہ لوگ یہ نہیں جانتے ہیں کہ عقل ایجاوے سے یا غرض۔ اور جس چیز پر حکم کے اختلاف جاری ہوں وہ ممکن الوجود ہے۔ کیونکہ حکم کو اس پر اطلاق بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس سے دفع بھی کر سکتے ہیں۔ صانع کے حق میں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ صانع کے واسطے یہ بات ضروری ہے۔ کہ وہ واجب الوجود ہو۔ پھر اس کے ایداع اور ایجاوے ممکنات پیدا ہوں حالانکہ عقل دوسری چیز ہے۔ ذات باری سے اس کو کیا نسبت ہو ایسے ہی جسم بھی اس کی ایک مخلوق ہے۔ نہ اُس کی ذات۔ اُس کی ذات ان سب باتوں سے بری ہے تَعَالَى اللَّهُ مَعَنَا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عَلَوْا كَبِيرًا۔ بہت بلند ہے اللہ تعالیٰ اُن باتوں سے جو ظالم جاہل اس کے حق میں کہتے ہیں۔ عاقل کو چاہیے۔ کہ ذات باری کو کیفیت اور کثرت اور مشیت کے طریق سے ثابت نہ کرے۔ ورنہ اسکو اعراض مثل ستم اور این اور وضع کے لازم آجائینگے اور توحید کی حد سے نکل جائیگا۔ بلکہ عاقل کو چاہیے کہ فقط توحید ہی پر اکتفا کرے۔ اور یہی ذات اور ہویت کا اثبات ہے۔ هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ وَفِي الْأَرْضِ رَئِئُوهُ وہی ذات پاک ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ الْكَيْبُوتَ جَانِئًا ہر تمہارے پرشید اور ظاہر کو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اُس پر روشن ہے۔ وَهُوَ الْغَايُ تُنَوِّقُ عِبَادَهُ وَهُوَ الْكَبِيرُ الْغَيُّورُ وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ حکمت والا خبر دار ہے۔ مخلوق کو اُس نے عقل اور شریعت کے فتویٰ کے ساتھ اپنی توحید اور نفی عدوت اور اثبات وحدانیت کا حکم فرمایا ہے +

پھر موجدوں نے توحید میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ توحید کے کئی مرتبہ ہیں ایک

۱۔ یعنی عقل اور شریعت اسی بات کا حکم لگاتے ہیں کہ وہ ایک ہے +



توحید عام ہے۔ اس سے میری مراد عام لوگوں کی توحید نہیں ہے۔ بلکہ عام مسلمانوں کی جو بنفایہ اور لوگوں کے خواص ہیں۔ اس توحید کی شرط یہ ہے کہ ذات کو وحدانیت کے ساتھ پہچانا جائے اور اُس کے اسماء اور صفات کو بھی پہچانا جائے جیسا کہ عقرب سبب ہم اس کا ذکر کرتے ہیں اور اسماء و صفات ایجاب سبب کی دونوں طرفوں سے باہر نہ کر لے کیونکہ اگرچہ وہ حد و حصر سے باہر ہیں اور اُن کے استخراج اور معانی کثرت سے ہیں۔ مگر حکم درحقیقت ایک ہی معبود پر ہے۔ یعنی جتنے اسماء و صفات ہیں سب ایک ہی معبود کے ہیں صفات کے تشکیک سے ذات کا تشکیک لازم نہیں آتا۔ اور اثبات کے محض امتداد کا جو اپنی صفات کی جامع ہونا ثابت کرنا مقصود ہے۔ اور نفی سے اُن باتوں کی نفی مراد ہے جو ذات کے لائق نہیں اور اثبات سے اُن باتوں کا ثابت کرنا بھی مراد ہے جو کثرت میں ذات کے لائق ہیں۔ معبود کی عبادتوں میں نہ توحید کی حقیقت میں۔ اور چونکہ توحید واحد کی طلب میں تحلیل اسباب اور رفع حجاب ہے۔ اس سبب سے یہ توحید بغیر تکثیر اسمی کے آسان نہیں ہوتی۔ کیونکہ توحید بغیر شرک کے اور ایمان بغیر کفر کے حاصل نہیں ہوتا۔ تاکہ اثبات اور نفی کی دونوں طرفیں پوری ہوں۔ (یعنی جب سے لوگوں میں شرک اور کفر شروع ہوا اسی وقت سے توحید کی بھی ضرورت ہوئی اور توحید کا نام پھرا ہوا۔ اور نہ پہلے ایک ہی حق کا مذہب تھا۔ جب لوگوں نے اس میں اپنی راؤں سے غلطیاں کرنی شروع کیں یہاں تک کہ شرک کی حد کو پہنچ گئے۔ اس وقت جو ایمان والے تھے اُن کو اہل توحید یعنی ایک خدا کے ماننے والے کہا گیا۔ اور اہل شرک جنہوں نے کسی کسی معبود بنائے تھے۔ وہ اُن کی طرف منسوب ہوئے۔) اور بعض لوگوں نے صفات باری کو بھی ذات قرار دے کر دو دو اور تین تین ذاتیں مان لی ہیں۔ جیسے مجوس نے ایک معبود و صفت رحم کو مان رکھا ہے۔ جس کو وہ زرداں کہتے ہیں۔ اور ایک معبود و صفت قہر کو ٹھہرا رکھا ہے۔ جس کو اہل من کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں ایک ہی ذات واجب الوجود کی صفتیں ہیں۔ اور یہ اُن کی عقل کی غلطی ہے۔ جو انہوں نے ایسا اعتقاد کیا۔ اہل اسلام ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔ اور رحم و قہر کو اس کی صفتیں جانتے

ہیں یہی سب سے جوان کو اہل توحید کہا جاتا ہے۔ مگر یہ توحید اس وقت سے ظاہر ہوئی جس وقت سے شرک ظاہر ہوا۔ ورنہ سب ایک توحید ہی کی حالت میں تھے۔ اور جب اہل توحید نے اس اعتقاد کا انکار کیا جو اہل شرک رکھتے ہیں۔ پس یہی نفی کہلانی اور جب ذات واحد کا اقرار کیا تو یہی اثبات ہوا۔ کیونکہ ایک ہی ذات پر نفی اور اثبات کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ دونوں آپس میں ضد ہیں اور دو ضدیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ خلاصہ یہ کہ نفی سے مراد موشہ کے احکام کا باطل کرنا ہے۔ اور اثبات سے مراد واحد کے اوصاف کا باقی رکھنا۔ پس یہی ابطال لا الہ کی طرف میں پایا جاتا ہے اور یہ اقرار لا الہ کی طرف میں موجود ہے۔ اور یہ نفی اور اثبات کے درمیان کی گرہ بغیر کسی گرہ لگانے والے کے نہیں لگ سکتی۔ اور وہ گرہ لگانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے توحید کی دعوت کی اور لوگوں کو کلمہ حق تعلیم کیا۔ حالانکہ ہدایت کی کنجی اُن کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور نہ دلوں کا کھول دینا اُن کے اختیار میں ہے۔ بلکہ دل خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ جدھر چاہتا ہے۔ اُن کو پھیر دیتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدمہ کی پوری تفسیر سے خبر دی ہے چنانچہ فرمایا یَعِثْتُ دَاعِيًا وَلَيْسَ لِي مِنَ الْهَدَايَةِ شَيْءٌ وَكُفِّرْتُ بِاللَّيْلِ قَرْنًا وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الصُّلَاةِ لَوْ شَيْءٌ یعنی اگرچہ میں لوگوں کو ہدایت کی طرف بلانے والا بھیجا گیا ہوں مگر ہدایت کے معاملہ میں میرا کچھ اختیار نہیں ہے (یعنی جس کو میں ہدایت کرنا چاہوں وہ ہدایت پر آجاوے یہ میرے اختیار میں نہیں ہے) اور شیطان گمراہ کرنے کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ مگر گمراہی میں کچھ اُس کا اختیار نہیں ہے یعنی جیسو کہ وہ گمراہ کرنا چاہے وہ گمراہ ہو ہی جائے بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے) پس توحید کیا ہے ذات الہی کو وحدانیت اور ہونیت کے ساتھ پہچاننا۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ذات کو ہم اس طرح مانو۔ کہ نہ وہ مرکب ہے۔ نہ مولف نہ متخیز ہے۔

لے روح کے احکام سے مخلوقات کی صفات مثل حدوث و امتیاز وغیرہ مراد ہیں۔ جن کی خالق سے نفی کرنی چاہیے اور خالق کی صفات مثل قدم و خلق وغیرہ کو اُس کے ساتھ ثابت کرنا چاہیے۔ سید حسین عسکری مترجم کتاب ہذا لے تمیزہ چیز ہے جو ملک کی محتاج ہے۔



نہ متغیر نہ قابل ابدال ہے نہ محل اغراض اور نہ جسمیت اور جو ہریت اور عرضیت کے ساتھ  
موصوف ہے مکان سے وہ منزوب ہے اور زمان سے بلند ہے۔ حدوث سے خارج ہے  
وہ واحد ہے بلا مثل و لا وضع نہ اُس کا کوئی نظیر ہے نہ شریک نہ اُس کے کوئی برابر ہے۔ نہ  
اُس کے مشابہ ہے نہ حواس اُس کا ادراک کر سکتے ہیں۔ نہ قیاس اُس پر حکم لگا سکتا ہو  
جنے اُس کی ذات کو وحدانیت کے ساتھ پہچان لیا اُس نے اُس کو پایا یا نہ جس نے اُس  
کی توجہ بیان کی اُس نے اُس کی حمد ثنا اور تصنیف تجمیل کی و جس نے اُس کی تجمیل کی اُس نے اُس کو پایا  
اور جس نے اُس کو پایا اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرنے کا وہی بَلَّابِ بَاب ہے وہی سَبَّابِ بَاب ہے وہی  
واحد اور وہی ہے یہ ظاہری توحید کا بیان ہوا ہے۔ اب رہی باطنی توحید یعنی توحید  
خواص اس کی بحث اس قدر طول طول نہیں ہو۔ اور اس کا مختصر بیان یہ ہو۔ مَنْ  
عَرَفَ اللہَ کَلَّ لِسَانُهُ یعنی جس نے خدا کو پہچانا اُس کی زبان گونگی ہو گئی یعنی وہ اس  
توحید کو بیان نہیں کر سکتا۔ اس واسطے کہ یہ مرتبہ مشاہدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے  
اور مشاہدہ کی بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو مشاہدہ ہی سے سمجھ میں آتی ہیں نہ کہنے  
والا اُن کو کہہ سکے نہ سننے والا سمجھ سکے حالانکہ اس کے متعلق بھی ہم بہت کچھ لکھ سکتے  
ہیں۔ مگر اختصار کا پہلو ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور نیز عام فہموں کو اُس سے کچھ فائدہ  
نہیں پہنچ سکتا۔

معرفت الہی سے بھی مراد ہے کہ جن لوگوں نے اُس کو پہچانا ہے۔ اُن کی جبلت میں  
اس کی معرفت مرکوز ہے۔ ورنہ اس کی ہویت خاصہ کی معرفت ممکن نہیں ہے سب  
خاص و عام اس کے اشراق مبادی کے ادراک میں حیران ہیں۔ طالبوں کی عقل  
اُس کی تلاش میں گم ہو گئی اور جو بندوں کے نفس اُس کے شواہق سے سرگرداں

لے قابل ابداع جسم کہتے ہیں۔ جس میں ابدال و تبدل یعنی عرض حلول اور عین پائے جائیں۔ یعنی لہائی چوڑائی اور گہرائی کوئی جسم  
بنت سے خالی نہیں ہو۔ پس یہی وہی ہے جس کے اندر عرض حلول کرتی ہے۔ یہی ہے کہ پڑے یا  
پتھر کے اندر سپیدی۔ سپیدی جو عرض ہے۔ اور پتھر کا پتھر عرض ہے۔ یہی جسم یا جوہر ہے۔ یہی عین نظامی و جوی

سے سب پوششوں کا بادشاہ اور اسباب کا میکہ کنواں

ہو گئے مومنوں کے دل اس کے قہر سے خوف زدہ ہو گئے پس اسم الہی طالبوں کا ملجا  
ساکلوں کا ماوا مومنوں کا قرار گاہ اور موحّدوں کا سکن ہے۔ پس کلمہ اللہ کا اشتقاق  
عقول میں نہیں پایا جاتا بلکہ اسمی کا اشتقاق پایا جاتا ہے۔ خواص کی توحید لار الہ الا  
اللہ سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ ہویت آیت الذات ہے۔ بس اس سے زیادہ بیان ممکن  
نہیں اور نہ کلام میں طاقت ہے کہ اس کو ظاہر کر سکے۔ وہ فقط ہوئے جو کل اشارات  
اور استعارات سے بھی بعید ہے۔ عارف جب اس کی طرف اشارہ کریگا۔ تو محض ہو  
کہے گا۔ پس اوہام اُس کو کیا خیال کر سکتے ہیں۔ اور حواسوں کو اس میں کیا دخل ہے۔  
اور روحوں کے واسطے اس ہوتوں کوئی جگہ نہیں ہے

یہ توحید نہایت باریک ہے اس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے اور نہ اس سے بہتر  
کوئی درجہ ہے۔

اسم اللہ اپنے چار حرفوں کے ساتھ چار باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے علوم۔ اقرار  
اشارہ۔ عیان۔ اور لفظ ہو صرف دو معنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے کمال علم اور نفی اشارہ  
حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا و مولانا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے  
ہیں توحید یہ ہے کہ واحد کو وہم میں بھی نہ لائے۔ اور عدل یہ ہے کہ اُس کو اتہام نہ کرے  
پس معلوم ہوا کہ توہم سے احتراز اور اتہام سے اجتناب کرنا علم ہویت کا ایک بڑا  
درجہ ہے۔ اسم اللہ الہیت پر دلالت کرتا ہے۔ مگر ہویت بحر ہویت کے کسی چیز پر  
دلالت نہیں کرتی۔ اور ہویت درجہ میں الہیت سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ الہیت صفا  
کا اشارہ ہے اور ہویت ذات کا اشارہ ہے جو کامل اور عاقل ہوتا ہے۔ وہ پہلے ہویت  
کو جانتا ہے۔ اُس کے بعد الہیت کا اقرار کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ الہیت کا درجہ ہویت  
سے کم ہے جیسے کہ اقرار کا درجہ علم سے کم ہے۔ عوام کی توحید کے واسطے ایک موقف  
ہے۔ اور خواص کی توحید کے واسطے موقف انہیں ہے۔ بلکہ وہ اسی توحید کے سبب سے  
مواقف امکنہ پر جو اسمی اور اشارات کے سبب سے ہیں ترقی کر جاتے ہیں۔ پھر ہوت  
محضہ کو وحدت حق کے ساتھ جان کر توحید کا رنجاب اور تشبیہ کا سلب اور تعطیل



سے احتراز کرتے ہیں۔ پس یہی توحید کی انتہا ہے۔ توحید کی ابتدا یہ ہے کہ قلب کو ماسوا سے مجرود کرے۔ اور انتہا اُس کی یہ ہو کہ حق کی تفرید کل چیزوں سے معلوم کرے جو وحدہ و شہادہ اور وجود اور قدم اور ہم کے اندر داخل ہیں۔

## دوسری فصل وحدت ذات باری میں

اسد تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ کہہ دو الہ ایک ہے۔ الہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ اُس کے کوئی قبیلہ ہے معلوم ہو کہ اسم احد اسم واحد سے بھی متمیز اور مخصوص ہے۔ کیونکہ واحد کے مقابلہ میں آئین ہیں۔ اور احد لا شریک لہ ہے یعنی اس کے سامنے دو نہیں آسکتے کیونکہ آئین واحد کی ضد ہیں اور واحد ہی اعداد کا منشا اور مبدأ ہے۔ اور احد ایک اسم ہے جو ہویت جناب باری کے واسطے وضع کیا گیا ہے تاکہ طبع اور افہام کو حقیقت عرفیہ سے قریب کر دے کیونکہ طبیعتیں خواہش کی کدورتوں میں آلودہ ہیں۔ اور قلوب ظلمت کے ساتھ موصوفہ ہیں۔ مگر جس کو خدائے تعالیٰ ان شرور سے نجات دے اور اُس کے سینہ کو کھول دے۔ پھر جب فاسد گمانوں پر معدودات کا تصور غالب ہوا اور اعداد اور اُلکے مراتب گمانوں کے اندر ثابت ہو گئے اور قرآن کے اندر انہوں نے کثرت اور وحدت کو تلاش کیا۔ کثرت کے گمان کیا ہیں اعداد کا اجتماع اور وحدت کیا ہے۔ اسی کثرت کا افتراق اور قلت کا کرنا اور کثرت اضافات کی طرف سے ہے چنانچہ دس بیس سے کم ہیں اور پانچ سے زیادہ ہیں۔ وحدت ہی عدد کا منشا ہے جیسے کہ واحد معدودات کا منشا ہے۔ کیونکہ وحدت واحد کی صفت ہے جیسے اشیتیت آئین کی صفت ہو اور ہر صفت اپنے موصوف کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اسی سبب سے فاسد گمان کثرت سے طبعی ہوئے اور جالبوں نے یہ سمجھ لیا کہ کثرت ہی میں قلت سے زیادہ بھلائی ہے اور چونکہ وحدت بھی قلت ہی کے قبیل سے ہے۔ اس سبب سے انہوں نے الہیت کا نام ان چیزوں پر اطلاق کیا جو عدد کے اندر داخل ہوتی ہے جیسے عقل اور نفس اور فلک اور کوکب

اور طالع وغیرہ ہیں۔ اور پھر انہیں معافی کو اجسام انسانیہ میں فرض کر لیا مثلاً کہنے لگے کہ  
مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ خدائیں۔ اور عزیز خدائیں۔ اور پھر اس بات کے یہاں تک  
غلیب کیا کہ بعض لوگ خود دعویٰ خدائی کر بیٹھے۔ اور خواہش نے غالب ہو کر ان کی چشم  
بصیرت کو اندھا کر دیا۔ ایک نے کہا اَنَا اللہ یعنی میں خدا ہوں۔ اور ایک نے کہا اَنَا  
رَبُّکُمْ اَعْطِ اِلٰی غٰی میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں۔ اور ایک نے کہا اَنَا الْمَلِکُ الْعَظِیْمُ  
یعنی میں بڑا بادشاہ ہوں۔ پس جب ظن کے مزاج نے یہ دعویٰ ظاہر کیا اور خدا کے  
ساتھ بدگمانیاں کرنے والوں پر خواہش کا شکر غالب ہوا عقل کا ستارہ چمکا اور وسوساں  
اور وہم و خیال کے ستارے ڈوب گئے چنانچہ عقل کے نور نے اعداد کے مراتب کو ظاہر کر کے  
موجودات کی اقسام پر ان کو تقسیم کر دیا پس مراتب اعداد نے اشیاء مبتدعہ کی طرف  
رجع کی اور عقل اول بمنزلہ واحد ہوئی اور نفس اول بمنزلہ ثانی ہوا۔ کیونکہ وہ عقل  
اول سے استفادہ کرتا ہے۔ پھر سیوئی بمنزلہ ثلثہ ہوا۔ اور طبیعت بمنزلہ اربعہ کے اور حرکت  
مطلقہ بمنزلہ خمسہ کے۔ اور جسمیت بمنزلہ بستہ کے۔ اور اہلاک بمنزلہ سبعہ کے اور اجرام  
زراعت بمنزلہ ثمانیہ کے اور قسۃ ارکان بمنزلہ تسعہ کے پھر قابلیت روح سے عشرہ کا عدد  
پورا ہوا۔ پس واحد اثنین کا منشا ہوا۔ اور جوڑ بنا۔ اور اثنین ثلاثہ کے واسطے بمنزلہ والدین  
کے ہوئے اور چونکہ وحدت واحد سے زیادہ لطیف ہے۔ کیونکہ واحد کا اطلاق عدد میں  
سے کسی حرف پر نہیں کیا جاتا۔ اور وحدت کا اطلاق ایک عدد پر قلت اور کثرت کی  
دونوں طرفوں میں کیا جاتا ہے۔ پس وحدت صحیحہ ہے واحد کے واسطے اور مکمل ہوا اثنین  
کے واسطے اور مشبہ ثلاثہ کے لئے۔ اسی طرح اسکی خاصیت تمام اعداد اور ان کے  
مراتب و اجزائیں جاری ہے۔ یہ وحدت یا مجازی بنو یا حقیقی وحدت مجازی وہ ہے  
جو اپنے مقلد کو قبول کرتی ہو۔ اور یہ وحدت تمام محدثات میں جاری ہے۔ مثلاً کہتے  
ہیں جَمَاعَةٌ وَاحِدَةٌ وَامَّةٌ وَاحِدَةٌ وَبَنَاتٌ وَاحِدَةٌ وَفُلٌ وَاحِدٌ کیونکہ ایک جماعت  
کے مقابل میں دوسری جماعت ہے اور ایک الف کے مقابل میں دوسرا الف ہے

۱۰ اک جماعت۔ اور ایک ہزار اور ایک گروہ اور ایک تنہا اور ایک ہزار ۱۰۰



اور ایک لمحہ کے مقابل میں دوسرا لمحہ ہے۔ پس جب اس مقابلیت کو قائم رکھا جائے۔ تو واحد کا اسم اس سے منقطع ہو جائیگا۔ بلکہ اُس موضع سے اس کا حکم بھی اکٹھا جائیگا۔ بسبب مزاحمت متقابل اور متضاد کے۔ اور وحدت حقیقی وہ ہے جس میں کسی وجہ سے کثرت نہ ہو نہ محسوس اُس میں وضع کیا جاتا ہے۔ اور نہ معقول اُس میں سمجھا جاتا ہے۔ اور جس چیز میں تخریج ہے۔ وہ وحدت کے قابل نہیں۔ بلکہ وہ کثرت ہے۔ اور عدد و اندر داخل ہے۔ وحدت حقیقی میں وہی چیز داخل ہے جو تخریج کو قبول نہ کرتی ہو۔ اور نہ کثرت میں داخل ہو اور نہ اُس کی ضد اُس کے مقابل ہو۔ اور نہ اُس کے سامنے اس کا سایہ بھرتا ہو۔ پس یہی ہویت کاملہ شامل ہے اپنے مبدعات کی حافظہ ہے اپنی مخلوقات کی غیر متکثرہ ہے۔ متغیر اور متغیرہ نہیں ہو۔ نہ اثبیت اُس کے مقابل ہے۔ بلکہ یہ ہویت ہوا محض ہے اور دیومیت ہے۔ قیوم دائم کی۔ اس وحدت میں اعداد کے پر حمل جلتے ہیں۔ اور کثرت کے اوصاف اس میں پریشاں بستے ہیں اور اس وحدت کے لواحق اور لوازم کچھ نہیں ہیں۔ پس یہ وحدت نہ داخل ہے نہ خارج نہ کسی صفت کے ساتھ موصوفہ ہے۔ نہ تخریج اور تغیر کے قابل ہے۔ بلکہ اپنی ذات سے ضدیت کی نفی کرتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ وحدت تھی یا ہوگی۔ کیونکہ یہ وحدت ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رسیگی۔ پس یہ وحدت احدیت کی حقیقت ہے۔ اور احدیت کی ہویت ہے۔ اور اندر رک میں احدیت سے زیادہ آسان ہے۔ اور اعداد اور احدیت کی مثال محدثات کے حق میں ہو اور ہویت کی ہے۔ اور صفت اور موصوفات متفرق ہو کر کثرت اور قلت ان میں داخل ہو جاتی ہے۔ افتراق اور اجتماع کے ساتھ ج

ذات باری میں احدیت اور احد ہوا اور ہویت ہے۔ پس اس کے اوصاف کا شمار نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسا اور ایسا ہے۔ چنانچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہو اور واحد اور صمد اور ایسا اور ایسا ہے۔ بلکہ یوں کہیں گے **هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الْإِلَهِيُّ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ** یعنی وہی اللہ واحد احد صمد ہے جسے

یہ یعنی کسی چیز کا اس مقابل ہونا اس کے برابر نہ جانا

زمینانہ وہ جنا گیا۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اگرچہ اس طرح کہنے میں بھی وہی اسماء اور صفات  
 ہیں۔ مگر اس میں اشارہ ہے۔ اشارات متواترہ مترادفہ کے ساتھ واحد کی طرف کہ وہی بعینہ  
 ہوتے ہیں۔ اور وہی بعینہ واحد ہے۔ اور وہی بعینہ متحد ہے۔ اور وہی بعینہ اُحد ہے۔ اور  
 اور وہی بعینہ کم کیلئے ہے اور وہی بعینہ و کم یؤلئکہ ہے۔ اور وہی بعینہ لیس کہ کفوؤا ولا نظیرا ہے  
 پس یہ کلمات اگرچہ کثرت سے ہیں۔ مگر سب وحدت محضہ کی تبصیح کی طرف راجع ہیں۔  
 کیونکہ اس کا قول احد وحدت کی دلیل ہے۔ اور اس کے قول صمد سے یہ مراد ہے کہ اس  
 میں قرحہ نہیں ہے۔ اور نہ ظاہر ہے جو مخالف ہو۔ اور نہ باطن ہے جو متغایر ہو مخالف  
 ظاہر ہیں۔ پس یہ بھی اثبات وحدت ہی کی طرف راجع ہے۔ و لم یکن لہ کفو اُحد  
 اس میں بھی وحدت ہی کا اثبات ہے۔ کیونکہ جب انکار اٹھ گئے اور صمدین باقی نہ رہیں  
 تب واحد کے سوا اور کیا رہا۔ پس آیات اگرچہ کثرت سے ہیں۔ اور کلمات اگرچہ مطابق ہیں  
 اور دلائل اگرچہ شکر کم ہیں۔ مگر سب خدا و وحدہ لا شریک سے خبر دیتی ہیں اور اس  
 کی وحدانیت پر کہ وہی احدیت ہے دلالت کرتی ہیں۔ اور احدیت یہ ہے کہ وہ اُحد  
 لا شریک لہ اور احدیہ ہے۔ ھُوَ اللہ الَّذِیْ لَا اِلَہَ اِلَّا ھُوَ۔ پس کون سی عقل ہے  
 جو اس کو پہچانے اور کونسی زبان ہے۔ جو اس سے تبصیر دے۔ اور کونسا حس ہے  
 جو اس کی طرف اشارہ کرے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں مقام حدوث میں ٹہر گئی ہیں ساور  
 مراتب اعداد و کافی دھائی اور سیکڑے میں منقطع ہو گئے ہیں۔ پس پاک ہے وہ ذات جو سبحانہ  
 کہنے سے بھی پاک ہے۔ اور بلند ہے اس بات سے کہ علی الغریش استغوی کہا جائے۔  
 اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی آلہ اور علت نہیں ہے۔ اور نہ حدوث سے اس کا کوئی  
 تعلق ہے۔ اور نہ موجودات کی طرف التفات ہے اور نہ کوئی چیز بغیر اس کے علم و ارادہ  
 کے ہے۔ اور نہ اس کو کسی آلہ کی احتیاج ہے نہ اس کے کنارہ ہے نہ دربان ہے۔  
 اس کی توحید نہیں ہے۔ مگر اس کی احدیت کا علم اور اس کی احدیت کا علم نہیں ہے  
 مگر اس کی ہویت کی معرفت۔ اور اس کی ہویت کی معرفت نہیں ہے مگر اس کی اُبت

لہ انکار کوئی میں ہے۔ و مترادف سے نہ ظاہر ہے۔ کہ بہت ہیں کثرت کے ساتھ ۳



کی تصدیق اور اُس کی اُمت اور ہایت اور عزت اور وحدت اور وحدیت سب اُس کی  
ہویت کی طرف راجع ہیں۔ اور ہویت اُس کی وہی ذات محضہ **هَوَ الْغَزِيرُ الْمَلِكُ** جس نے  
عقل کو اتنی رسائی نہیں دی کہ اُس کی مثال بیان کر سکے۔ اُس کا فرمان ہے **فَلَا تَصِفُوهٗ**  
**لِلّٰهِ مِثَالًا** ۛ یعنی اللہ کی مثالیں نہ بیان کرو۔ کیونکہ وحدت کے اندر امثال کی کیا  
طاقت ہے کہ قدم رکھ سکیں ۛ

اُس واحد کریم معبود رحیم نے اپنے علم کے ساتھ اپنی تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا ہے  
اور اپنی ربوبیت کی مثال کو عارفوں کے دلوں میں اپنی عزت کے سمجھانے کے واسطے  
بیان فرماتا ہے۔ **چنانچہ فرماتا ہے۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی وَهُوَ الْغَزِيرُ الْمَلِكُ** یعنی اُس  
کے واسطے ہے بلند مثال اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔ اور فرماتا ہے **وَلِلّٰهِ**  
**الْمِثَالُ مَثَلُ مَغْفِرٍ** ۛ اِس لَعَلَّكُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ یعنی ان مثالوں کو ہم لوگوں کے خلعت اس واسطے  
بیان کرتے ہیں تاکہ وہ منکر کریں۔

پس رحمت ربوبیت کی وسعت میں امثال بٹرتی ہیں اور انکال حرکت کرتی ہیں۔ اور  
عقلیں دعویٰ کرتی ہیں مگر ہویت محضہ اور وحدت صرفہ میں نہ امثال کی مجال ہے نہ انکال کا ثناء ہے  
اور نہ معرفت کو چارہ ہو بجز اُس کے کہ عقل عاجز ہو جائے۔ اور قلب انکسار کرے۔ کیونکہ وہ ذات  
اپنی وحدت کے ساتھ اولیٰ ام کی حد سے اوپر ہے۔ اور انہام کے تصور سے باہر ہے چنانچہ  
اُس کا فرمان ہے۔ **وَمَا تَكُنْ لَّوَدَّ اللهُ حَقٌّ قَدْ رَآءَ** یعنی لوگوں نے خدا کی قدر جیسی کہ چاہیے۔  
وہی نہ کی۔ اِس کی شان ایسی ہے۔ کہ وہ سب آسمانوں کو پیٹ کر اپنی ایک انگلی پر رکھ لے گا  
اور زمینوں کو بھی پیٹ کر ایک انگلی پر رکھ لیگا۔ کوئی شخص اُس کی معرفت کے لائق اُس  
کو پہچان نہیں سکتا۔ کیونکہ اُس کی معرفت کا راستہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ  
اُس کی معرفت سے عاجز ہو کیونکہ عارف جب اپنی معرفت کے دعوئے سے عاجز ہوتا ہے  
اور اُس کے قلب پر معرفت کا نور غالب ہوتا ہے تب اُس کو اس بات کے کہنے  
سے حیا دامگیر ہوتی ہے کہ میں نے حق کو پہچان لیا۔ بلکہ وہ یہی کہتا ہے کہ میرے بعد کو پہچانا  
بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ کمال معرفت کا مقام ہے ۛ

اُس کی احدیت کی نہ صورت ہے نہ حقیقت اور احدیت کی روشنی تمام موجودات کو اس کا احاطہ کرتا ہے۔ اور اسی کا نام ربوبیت کا ملکہ ہے جس میں شرکاء کے لیے مجال نہیں ہے فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ لَا يَنْتَابُ لَوْ اَفْتَنَّا وَجْهَ اللّٰهِ یَعْنِیْ خدایہی کے واسطے مشرق اور مغرب ہے۔ پس جذہ تم کو نہ کرو۔ ادھر ہی خدا ہے۔

پس وحدت اور احدیت کی حقیقت ہویت محض کی عزت ہے۔ کہ جس کو نہ عبارت ممکن ہو نہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ نہ رنگا ہیں اُس کا اور اک کر سکتی ہیں نہ مقدار اُس کو گھیر سکتی ہے تنگی اور کشادگی دونوں سے وہ منزہ ہے۔ لیسَ هُوَ لَا هُوَ وَلَا اِلَٰهَ اِلَّا هُوَ وَلَا اِلَٰهَ اِلَّا هُوَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْعَلِیْمُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی لَیْمَا رِیْدُ

پس صورت احدیت کے وقت وہ حق حقیقی ہے۔ اُس کے سوا سب باطل متغیر متناہی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَتَمَّ اَيَّدَعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ الْبَاطِلُ یَعْنِیْ یہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہو اور اُس کے علاوہ جن جن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ سب باطل ہیں اور حقیقت احدیت کے وقت وہ ہویت محض ہے پس وہی حق ہے دینے والا۔ حق اور باطل اُس کی مخلوقات میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اُس کا فرمان ہے وَلِلْحَقِّ الْحَقُّ وَیَبْطُلُ الْبَاطِلُ اِنَّهٗ تَاکُ حَقَّ کُوْا یُنْهٰی کَلٰتِیْ سَاخِیْ حَقِّ ثَابِت کرے اور باطل کو باطل ثابت کرے اور فرماتا ہے یَحٰی وَنَمِیْتُ وَرَاٰی کُو الْمَصِیْرُ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ اور اُسی کی طرف سب کو جاتا ہے۔ پس اسے طالب

جھکنا معلوم ہو کہ وحدت کی حقیقت کے بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہیں۔ اور اُس کی ہویت کے اور اک سے فہم قاصر ہیں اور عقل کے لیے اس ذات کے ثابت کرنے کے واسطے کوئی راستہ نہیں ہے۔ جو محقق اور بطل محیی اور موجد ہے۔ بجز اس کے کہ عقل یہ اقرار کرے۔ کہ وہ ہوتا ہے۔ اور ہویت اُس کی بلا بدایت اور بلا نہایت ہے۔ عارفوں کا اس وحدت اور ہویت سے حاصل اقرار ہے اپنی استعداد کے موافق نہ اُس کے کمال کہنے کے برابر اور موصدوں کا اس سے حصہ غفلان ہے۔ اپنی بصیرت کے موافق نہ اس کے جلال کے برابر کیونکہ وہ کمال اور نام سے بھی اکتفا ہے اور خود و انعام سب اُسی سے ہے۔



دنیا میں نفوس کے واسطے بڑی لذت اس کی تعریف ہے۔ اور آخرت میں اس کی ملاقات نہیں اسی واسطے اسے طالب تجھ کو توحید میں پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جان لے کہ وہی سب چیزوں کا پیدا کرنا ہوا ہے۔ جو دکھائی دیتی ہیں۔ اُن کا بھی اور وہ افق اعلیٰ میں ہے۔ آسمان اور مٹی دونوں کی جہت سے یعنی سب چیز کو محیط ہے۔ اور اس کی احدیت امکان اور وجوب کی قسموں سے خارج ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی بعض مخلوقات کو ممکن الوجود اور بعض کو واجب الوجود بنایا۔ اور اپنے مقربوں میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے تاکہ وہی موجد اور مبدع اور مقدم اور مؤخر ہو۔ ہریت اور واحدیت کے ساتھ اور وہ منزه ہے حدوث اور حدود اور حلول اور نزول اور وصول سے اور ان اوصاف کے جو اس کی مخلوقات میں ہیں۔ پس اسے طالب جب تو نے احدیت کو بہانہ تک معلوم کر لیا اور خالق اور مخلوق میں تجھ کو تمیز ہو گئی۔ اور تو نے جان لیا کہ جو اوصاف مخلوقات میں ہیں خالق پر اُن کا اطلاق جائز نہیں اور یہ بھی تجھ کو معلوم ہو گیا کہ خالق کے وہ اوصاف نہیں ہیں جن کے ساتھ مخلوق متصف ہوتی ہے پس بیشک تو نے اپنی صافیت کے موافق اس کو پہچان لیا اور اس کی ہریت کو اپنے عقل کے نور سے معلوم کر لیا۔ اور جب تو نے حق کو پہچان لیا۔ تو بیشک باطل کی ظلمت سے تو نے نجات پائی۔ کیونکہ معرفت الہی میں ہی نجات ہے۔ اور معرفت کا کمال یہ ہے۔ جس کی معرفت کی جائے اس کو اس کی تمام مخلوقات سے یکساں مانا جاوے اور مخلوقات کی صفات کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔

امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا و مولانا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جس نے کہا فی اللہ یعنی خدا کے اندر اسے بیشک خدا کا وصف بیان کیا اس نے شکر کیا اور جس نے کہا فیہم اللہ یعنی اسے کس چیز میں ہے اس نے اسکو محدود کیا اور جس نے کہا علما اللہ یعنی خدا کس چیز پر ہے۔ اس نے بھی خدا کو محدود کیا اور جس نے خدا کو محدود کیا اس نے خدا کے ساتھ کفر کیا۔ پس توحید میں یہ انتہا کی نظر ہے۔ اس سے آگے کوئی مقام نہیں ہے۔

جن باتوں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے جب تم ان کو سمجھ گئے یعنی توحید اور احدیت کو۔ تو یہ نہ سمجھنا کہ اب میں پورا عارف ہو گیا یا اس کی معرفت کمال کے ساتھ مجھ کو حاصل ہو گئی کیونکہ یہ گمان کفر سے بھی بدتر ہے۔

معلوم ہو کہ ذات کی معرفت ذات سے زیادہ کسی کو نہیں ہے۔ وہ خود ہی اپنی ہویت کو آپ جانتا ہے۔ اور تو غیر میں داخل ہے تجھ کو وہ معرفت نصیب نہیں ہو سکتی جو خود اس کو اپنی معرفت ہے۔ وہی اپنا عارف ہے۔ اور وہی معروف ہے۔ وہی معرفت ہے۔ وہی علم ہے وہی عالم ہے وہی معلوم ہے۔ وہی اپنی ذات کا عاشق ہے وہی معشوق ہے۔ عشق ہے۔ عاشق کا حصہ اس میں سے یہی ہے۔ کہ اس کی ہویت کا علم اس کو حاصل ہو جائے۔ وہ بھی اس کی استعداد کے موافق۔ اور بیشک وہ ذات پاک تمام عالم سے بے پروا ہے۔ نشعر

لَقَوْلِهِمْ هَٰمِنْ وَجْهَهَا مَسْمُورٌ وَيَعِينَهَا مِنْ عَيْنِهَا كَحُلٍّ

اسطاطالیس کہتے ہیں یہی مقدار ہم کو اس کے عرفان سے حاصل ہوئی ہے۔ اور عرفان کی جلالت ہم نے پائی ہے اس کے آگے دنیاوی لذتوں کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس عرفانی لذت کو بیان کر سکتے ہیں۔ پس اب دیکھو کہ اس کے شہود میں کس طرح لذت حاصل ہوتی ہے اور پھر دیکھو کہ عرفان کی کیسی کامل لذت ہے۔ اور جب یہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ تو زبان کوئی ہو جاتی ہے۔ اور نظر سے مینائی جاتی رہتی ہے۔ اور اس کے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہیں نکلتا۔

یہی حقیقت عرفانی ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شب معراج میں غالب ہوئی تھی۔ اور نور عرفان اور جبروت ہویت جب آپ کے قلب پر مستولی ہوا۔ تو آپ نے یہ بلا فرمایا لَا أُحْصِي نَسَاءَ عِلِّكَ اَنْتَ كَمَا اَنْتَ بِت عَلَى نَفْسِكَ یعنی میں تیری ثنا و صفت ادا نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہو جیسی کہ تو نے اپنی آپ صفت و ثنا کی ہے۔ قَسَمَ اَنْ اَللّٰهُ جِئِن كَسُوْنَ وَجِئِن تَصْنَعُوْنَ وَلَهٗ اَلْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ وَعِشْيَا

سہ ماہ کے چوبیس کے واسطے اس کا چہرہ ہی چاند ہے اور اس کی آنکھیں اس کی آنکھوں کی طرح ہیں



وَحِينَ تَضَرُّونَ فِي بَيْتِكُمْ يَدْعُو كَرِيمًا كَرِيمًا  
اور اسی کے واسطے ہے حمد آسمانوں میں اور زمین میں اور عشا اور ظہر کے وقت بھی  
اُس کی پاکی بیان کرو۔ هُوَ لَا دُولَ وَلَا اٰخِرَ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ  
وہی اول ہے اور وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ اور وہی ہر چیز کے  
ساتھ علم رکھتا ہے۔

## دوسرا باب

### صفات باری کی تشریح میں

اس کے اندر دو فصلیں ہیں

پہلی فصل اسمی اور صفات کی تشریح کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ  
اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ  
هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ یعنی وہی اللہ ہے کہ اُس کے سوا  
کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے۔ منزه اور پاک سلام ہے۔ مومن ہے۔ مہمین ہے۔ عزیز ہے۔  
جبار ہے۔ متکبر ہے۔ خالق ہے۔ باری ہے۔ مصور ہے۔ اور کل اچھے نام اُسی کے ہیں۔  
معلوم ہو کہ صفت کے ثابت کرنے اور خاص صفت کے متعلق لوگوں نے بہت گفتگو  
کی ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ اور بعض صفات  
کی اُس سے نفی کرتے ہیں۔ اور یہ اختلافات خیالات سے پیدا ہوتے ہیں۔ عقل  
صافیہ سے۔ کیونکہ اہل عقل ذات باری کو اُسی وحدانیت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں  
جو اُس کے نمایاں ہے۔ اور اہل ظنون یعنی خیالات والے لوگ وہ پردوں کے پیچھے  
سے جمال عرفان کے منتظر ہیں۔ مگر اُس کی حقیقت کو چونکہ دیکھ نہیں سکتے۔ اس سبب  
سے خیالات سے کام لیتے ہیں۔ پس کبھی تو ایسی چیز کو ثابت کر دیتے ہیں جس کا  
ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور کبھی ایسی چیز کی نفی کر دیتے ہیں جس کا نفی کرنا نہ چاہیے

اور یہ ظنی اثبات اور ظنی نفی علم توحید سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ پس معتزلہ اور ایک اور جماعت جو انہیں کی مثل ہیں ذات باری سے صفات کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ وہ ذات کل حلفات اور اوصاف سے معزئی ہے۔ اور محض وہ ذات عالم ہے۔ اور علم بھی اُس کو ذات کا ہے نہ صفات کا۔ یہ لوگ فلاسفہ کے قدم بقدم اس مسئلہ میں چلتے ہیں کیونکہ فلاسفہ بھی ذات کے واسطے فقط ایک علم کی صفت جائز رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ذات باری کے واسطے صفات نہیں ہیں۔ وہ ایک وجود محض ہے۔ اور کل اوصاف اور صفات سے منزہ ہے۔ یہ سب طرح طرح کی مختلف گفتگوئیں ظنون قاصرہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ورنہ عقول باطنہ تو اس کو اثباتِ عد و اور نفی صفت سے خارج کرتی ہیں پس بیشک اللہ تعالیٰ اُن صفات کے ساتھ موصوف ہے جو اُس کی ذات کے لائق ہیں۔ اور اُس کی ذات اشیاء اور اشکال اور امثال سے منزہ اور پاک ہے ھُوَ اللہُ الْوَّاحِدُ ذُو الْکَرَمِ وَالْجَلَالِ وَہی اللہ واحد ہے کرم اور جلال والا۔ اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کر کے اُن کو ترتیب دیا ہے۔ اور اپنی کل مخلوق کو اپنے علم کے ساتھ صورت عنایت کی ہے۔ وہ اُن کے ماننے اور زندقہ کرنے پر قادر ہے۔ اُس کے علم نے کل مخلوقات اور موجودات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وَاصْطَلٰی كُلُّ شَيْءٍ عَدَدًا بَيْنِي وَبَيْنَکُمْ اِنِّیْ ہر چیز کی گنتی کو اُس نے معلوم کر رکھا ہے۔ جو لوگ علم حق اور ہدایت میں کامل ہیں وہ اللہ کی نقد پس کرتے ہیں۔ اور اُس کے اندر نوعیت اور جنسیت کو ثابت نہیں کرتے کہتے ہیں وہ اپنی وحدانیت اور ہویت کے ساتھ کل سیدعات اور مخلوقات کا مالک ہے اور اوصاف اور صفات اور اسمی اور معانی اور معانی سب اُس کے خلق و امر کے نیچے ہیں اور خلق و امر ایک واسطے ہیں کہ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی یعنی ایک واسطے ہی جو کہ آسمانوں و زمین کے درمیان میں ہی۔ اور وہ چیز جو تحتِ اشری میں ہے۔ غرضیکہ اُس کے سوا جو کچھ ہے۔ سب اسی کا ہے۔ بس یہی اتنا راہدیت ہے اللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَا اُنْثٰی لَا نَحْسَہُ یعنی اللہ کہ نہیں ہے معبود مگر وہ اُسی کے واسطے ہیں۔ اسماء رحسے جیسے

لے ظنون قاصرہ یعنی کوتاہ خیالات ۱۲ عہدِ باہر معنی۔ بعض عقول ۱۱



کہ اسی کے واسطے اجزاء سفلی اور علوی ہیں۔ اور جس جگہ کہ لکھا جاتا ہے۔ وہاں ہو کہنا جائز نہیں یہ باریکی احدیت جلال اور ہویت کمال میں تحقیق کے ساتھ ہے۔ لیکن کون ربوبیت اور وسعت الہیت میں۔ پس وہی مسئلہ ہے اسمی کثیرہ کا موصوف ہے صفات کثیرہ کے ساتھ اور بیشک وہی ذات واحد ان اسمی اور صفات کے ساتھ موسوم اور موصوف ہے جیسا کہ اُس نے اپنے ان اسماء اور صفات سے اپنی کتاب میں خبر دی ہے۔ اور صفات کے ثابت کرنے کے وقت اُس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صفات ذاتی اور ایک غیر ذاتی۔ پس ذاتی صفات وہ ہیں جن کے ساتھ اُس کی ذات ازلاً اور ابداً وصف کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ صفات ہیں۔ حیات قدرت علم سمیع۔ بصیر کلام۔ ارادہ۔ پس بیشک وہ حتی یعنی زندہ ہے اپنی حیات کے ساتھ۔ قادر ہے اپنی قدرت کے ساتھ سمیع ہے اپنے سننے کے ساتھ بصیر ہے اپنے دیکھنے کے ساتھ مرید ہے اپنے ارادہ کے ساتھ متکلم ہے اپنے کلام کے ساتھ علیم ہے اپنے علم کے ساتھ اور یہ صفات اُس کی ذات کے واسطے موجب کثرت نہیں ہیں۔ اور نہ اعراض ہیں۔ اور نہ اُس کی ذات کے لواحق ہیں نہ اُس کی ذات کے اجزاء ہیں بلکہ یہ صفات ذاتی ہیں یعنی جسوقت کہا جاتا ہے۔ اللہ تو سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ ایسی ذات ہے جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ تاکہ کمال ربوبیت پورا ہو پس وہ علم رکھتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ بغیر خاطر اور ضمیر اور رؤیت کے اور بغیر بادداشت کے۔ مگر ہم اسطرح کا علم نہیں رکھتے اور اُس کے علم میں نہ شک ہو نہ تردد نہ غلطی نہ خطا۔ نہ ایک ذرہ اُس سے پوشیدہ ہے زمین میں نہ آسمان میں اور نہ وہ چیز جو ذرہ سے بھی جھوٹی یا بڑی ہو۔ اور پوشیدہ اور ظاہر سب کو وہ جانتا ہے وہ جاننے والہ ہے غیب اور حاضر کا اور وہ بزرگ اور برتر ہے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اِلَّا بِمَا شَاءَ جانتا ہو جو کچھ کہ مخلوق کے آگے ہے اور جو کچھ کہ اُن کے پیچھے ہو۔ اور نہیں اسطرح کر سکتے ہیں۔ وہ اُس کے علم میں سے کسی چیز کا۔ مگر جس قدر کہ وہ چاہے۔ يَعْلَمُ مَا تَحْتِلُ كُلُّ اُنْثَىٰ وَمَا سُرَّتْ عَنْهُ

سہ روزانہ عمل میں جو کچھ ہو سکتی ہو نہ روزانہ ہو اُس کو اللہ ہی جانتا ہے اور ہم کے گئے بڑے کو بھی دیکھنا نہ ۱۲

تَقِيضُ الْأَرْحَامِ وَمَا تَزِدُّهُ أَذْوَ كُلِّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمَقْدَارٍ اور ہر ایک میں سے زمین آواز اور حرکت کو سنتا ہے۔ یہاں تک کہ اندھیری رات میں چیرنی کے چلنے کی آہٹ بھی اُسکو سنائی دیتی ہے۔ اور مارا علی میں اپنے مقربوں کی دعا کو بھی سنتا ہے۔ اور وہی ہے جس نے حضرت یونس کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ کے اندر تین اندھیروں میں کی تھی سنا تھا۔ ایک اندھیرا رات کا تھا۔ دوسرا دریا کا تیسرا مچھلی کے پیٹ کا اَمْرُ يَحْسِبُونَ اَنَّا لَا نَشْمَعُ مِنْهُمْ وَخَوُّهُمْ عَلٰی وُرُسُلِنَا الَّذِي يَتَّبِعُونَ ذَاكِيَہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم پوشیدہ ہیں اور ان کے مشورے نہیں سنتے۔ ہاں بیشک ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان پاس رہ کر سب کچھ لیتے ہیں غیب اور حاضر میں جو کہہ سے۔ سب کو دیکھتا ہے۔ اور جو کچھ بندوں کے لوں میں ہے کچھ اُس پر پوشیدہ نہیں ہے لَمَّا يَعْلَمُ بِمَا يَكُنَّ اللہ تعالیٰ کیا اس بات کو نہیں جانتا ہے کہ اللہ دیکھتا ہے۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اسی کے واسطے ہے جو کچھ کہ اسمائیل اور زمین میں ہے۔ اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے۔ اور جو کچھ ثری کے نیچے ہے۔ نہیں ہے مثل اس کے کوئی چیز۔ اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ وَهُوَ الْعَادُّ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ وَبَيِّدُا مِيقَاتُہٗ كُلِّ شَيْءٍ اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کنجی۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَا لَكَ الْمَلٰٓئِكَةُ تُؤْتِي الْمَلٰٓئِكَةَ مَنْ تَشَآءُ تَنْزِيۃُ الْمَلٰٓئِكَةِ مِنْ تَشَآءٍ وَتَعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَبِرُ ذَاكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہ اے اللہ مالک ملک کے تو جس کو چاہے ملک اور سلطنت دیتا ہے۔ اور جس سے چاہے۔ ملک اور سلطنت لے لیتا ہے۔ اور جس کو تو چاہتا ہے۔ عزت دیتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔ اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ منکلم ہے کلام قدیم کے ساتھ جو منزه ہے۔ حروف اور لغات اور اصوات سے اور تعاقب کلمات اور تراوٹ سے اور کل استعارات سے بلکہ وہ کلام کرتا ہے اپنی صفت کے ساتھ اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْۡئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ بیشک اُس کا حکم یہی ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس سے کہتا ہو کہ ہو



پس وہ ہو جاتی ہے قَسْبُكَانَ الَّذِي يَبْدِيهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ پس پاک ہو وہ ذات جس کے قبضہ میں ہے سلطنت ہر چیز کی اور اسی کی طرف تم واپس کیے جاؤ گے۔ مَرِيدٌ ہے اپنے قدیم ارادہ کے ساتھ نہ عاوت اور نہ ایسے ارادہ کے جو کسی خواہش سے تعلق رکھتا ہو۔ ارادہ کرتا ہے اُن باتوں کا جو بندوں پر بغیر انفعال اور تغیر اور فساد کے جاری ہوتی ہیں۔ وہ کَحْجٌ یعنی زندہ ہے اپنی حیات قدیمہ کے ساتھ نہ اُس حیات کے جو حس و حرکت اور اخلاط و شبلح سے پیدا ہوئی ہے۔ پس یوں سمجھنا چاہیے۔ کہ وہ زندہ ہے بغیر روح اور نفس کے اور مَرِيدٌ ہے بغیر انفعال اور حدوث خواہش کے اور متکلم ہے بغیر زبان اور حرف و آواز کے اور سَمِيعٌ ہے بغیر کان کے اور بَصِيرٌ ہے بغیر آنکھ کے اور قَادِرٌ ہے بغیر مہلت اور فتور کے۔ اور عَالِمٌ ہے بغیر خطا اور غلطی اور کھول چوک کے۔ پس یہ صفات قدیمہ ہیں نہ ذاتیہ ہیں نہ غیر ذاتیہ نہ ذات سے خارج ہیں نہ اُس کے اندر داخل ہیں شُحَّانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ پاک ہو تیری رب کی جو رب ہے عزت والا اُن کل اوصاف نالایقہ سے جن کے ساتھ جاہل اُسکو موصوف کرتے ہیں۔ غیر ذاتی صفات یہ ہیں جیسے خلق اور زرق اور قبض اور بسط اور رحمت اور عطا اور رضا وغیرہ جو اسرار حق میں مذکور ہیں۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خبر دی ہے سَأَلَ اللَّهُ تِسْعَةَ وَ تِسْعِينَ اسْمًا مَا أَكْبَرُ وَأَجْدَلُ لَنْ أَحْصِيَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ يَعْنِي بِشَيْءٍ اسد تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام میں جس نے اُن کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ مَلِكٌ يَعْنِي اِنْبِي اسطنت کا بلا شرکت غیر ی بادشاہ ہے۔ نہ اُس کا کوئی وزیر ہے۔ نہ شیر آسمان جو زمین اور اُن کے درمیان کی سب چیزیں اُسی کی ملک ہیں۔ قَدَّوْسٌ پاک اور سزہ ہے۔ اُس کی صفات قدس تشبیہ کے میل اور تعطیل کی کدورت سے آلودہ نہیں ہیں۔ سَلَامٌ اسی کی طرف مسلمانوں کا اسلام اور متوکلوں کی تسلیم رجوع کرتی ہے۔ اور قیامت کے روز اپنے خاص بندوں کو سلامت رکھے گا۔ مَوْمِنٌ اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے ساتھ امن دیتا ہے اور وہ اُس کی وحدت میں قرار پکڑتے

ہیں اور وہ اُن کو اپنے کلمہ اور رحمت کی نعمت کے ساتھ اُمن دیتا ہے۔ **مُحَمَّدٌ**  
 یعنی پناہ دینے والا ہے۔ دل اُس کی مغفرت کی تمنا کرتے ہیں۔ **عَمَّا نُوْغَالِبُ** ہے  
 اُس کے کئے جلال کو خیال باندھنے والوں کے وہم نہیں پہنچ سکتے اور نہ حیرت کرنیوالوں  
 کے فہم اُس کو پاسکتے ہیں۔ اور نہ اُس کی عزت گہان کرنیوالوں کی ضمیر میں سما سکتی  
 ہے۔ **جَبَّارٌ** ہے ظالموں کی گردنیں توڑنے اور مسلمانوں کی سستہ ذلی کا جبر نقصان  
 دینے کے واسطے متکبر مہمذی عزت کفاروں کے ذلیل کرنے اور متکبر فاسقوں کو خواہ  
 کرنے کے واسطے۔ **خَالِقٌ** ہے جو کچھ پیدا کیا ہے۔ اس کا۔ اور جو پیدا کریگا۔ اُس  
 کا بھی اسی نے مادہ اور صورت اور آلہ اور زمان اور مکان کو پیدا کیا ہو۔ پس وہ خالق ہر  
 ہر چیز کا خلق اور امر میں کوئی اُس کا شریک نہیں ہے باری ہے زمین میں تخم اور  
 رحم میں نطفہ کو ڈالتا ہے۔ اور پھر اُس سے روئیدگی اور پھل پھلاری نکالتا ہے۔  
 مصور ہے رحم کے اندر جیسی چاہتا ہے۔ صورتیں بناتا ہے بغیر تدبیر اور تامل اور  
 کسی پہلے نمونہ کے عفا رہے مومنوں کے گناہ بخشتا ہے۔ اور گنہگاروں کے سزوں  
 پر اپنی مغفرت کا منہفر یعنی خود پہناتا ہے (تاکہ عذاب سے محفوظ رہیں) **قَهَّارٌ**۔ اپنے  
 مشرک بندوں پر تہر کرتا ہے۔ یعنی اُن کے اعمال کے بدلہ ان کو عذاب کرتا ہو اور مومنوں  
 کے گناہوں کو اُن کی توبہ اور اپنی رحمت کے سبب سے بخش دیتا ہے۔

**وَهَّابٌ** بخشندہ ہے بغیر کسی غرض کے دیتا ہے۔ اور بغیر کسی معاوضہ کے عنایت کرتا  
 ہے جسکو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔

**رَزَّاقٌ** رزق دہندہ ہے تمام حیوانات اور حشرات کو رزق اور کل اُن کی ضرورت  
 کی اشیا پہنچاتا ہے۔ اور وہ کو وہ کھلاتا ہے۔ خود نہیں کھاتا۔ اور جس کو چاہتا ہے  
 بے حساب رزق دیتا ہے چنانچہ اُس کا فرمان ہے۔ **وَفِي السَّمَاءِ رِزْقٌ مَّا تَدْرِكُونَ**  
**لَا يُدْرِكُ السَّمَاءُ وَاقِعًا مَّا فِيهَا** یعنی آسمان میں ہوتا ہے رزق اور جو کچھ کم و  
 کثرت جاتے ہو پس قسم ہے آسمانوں و زمین کے رب کی یہ بات بالکل حق ہے۔

**فَتَّاحٌ** رحمت کے دروازے اُس کے اہل پر کھلا دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے



آسمان کے اور جنت کے دروازے کھولتا ہے۔ اور اپنے بندوں کے دلوں کو اپنے ارادہ کے ساتھ مفتوح فرماتا ہے۔ عَلَیْہِ اِس کی طرف ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں۔ قَابِضٌ بَاسِطٌ۔ تنگی کرتا ہے۔ اور فراخی کرتا ہے رزق کی جس کے واسطے چاہتا ہو۔ اور دلوں کو بھی قبض و بسط کرتا ہے۔ چنانچہ اسی کے ارادہ سے دلوں میں قبض و بسط پیدا ہوتا ہو۔ حَافِظٌ ہر چیز کی اُس کی جگہ میں نگہداشت اور حفاظت رکھتا ہے۔ اور زندگانی کی زندگیوں کے واسطے حفاظت کرتا ہے۔ اور اپنے ذکر کا بھی محافظ ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے اِنَّا اَلْحَنُّ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَرَآئِہٖ اَلْحَافِظُوْنَ یعنی ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اُس کے محافظ ہیں۔ رَافِعٌ ہر ایک شے کا اُس کی مقصد کی طرف بلند کر نیوالا اور اُس کی انتہا تک اُس کو پہنچا نیوالا ہو۔ خَافِضٌ جب کا نیوالا وہی اُن کو جھکا تا ہو اور وہی اُٹھا تا ہو۔ مُعِزٌّ مُدِلٌّ سرکش مشرکین کو ذلت دیتا ہے۔ اور مسکین اور منکسر المزاج مومنوں کو عزت دیتا ہے۔ سَمِیعٌ بَصِیْرٌ۔ اِس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حَکْمٌ عَدْلٌ قِیَامَت کے روز لوگوں کا فیصلہ کریگا۔ اور جو حکم لگائیگا وہ انصاف کا ہوگا۔ اور فرمایگا۔ اَلْیَوْمَ تَجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ اَلْیَوْمَ اِنَّ اللہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ آج کے دن ہر نفس کو اُن اعمال کا بدلہ دیا جائیگا۔ جو اُس نے کسب کیے ہیں۔ آج کے دن ظلم نہیں ہے۔ بیشک خدا جلد حساب لینے والا ہے۔ لَطِیْفٌ اپنے بندوں پر اپنا قرب عنایت کرنے میں مہربان ہو۔ خَبِیْرٌ ہر چیز سے خبردار ہے۔ اُس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ حَیْلٌ علم والا ہے۔ مَنَلُوْنَ مزاج نہیں ہے کہ کافروں کے کفر و فسق سے جلدی اسکو غصہ آجائے یا مومنوں کے ایمان سے خوشی کے مارے پھولانے سمائے عَظِیْمٌ اِس قدر بزرگ ہے۔ کہ اُس کے ملک میں سے کوئی چیز اُس کی گنجائش نہیں رکھتی اور نہ اُس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز اُس میں تفرقہ ڈال سکتی ہے۔ عَفُوٌّ بَرِّیْ سَعْفَتٌ والا ہے۔ اُس کی مغفرت کے آگے بندوں کے گناہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ شَکُوْرٌ تھوڑی سی عبادت بھی جو حضور قلب سے ہو قبول کر لیتا ہے۔ اور طاقت سے زیادہ بندوں کو تکلیف نہیں دیتا۔ عَلَیْہِ اپنی تمام مخلوقات سے بلند ہے۔ اور بلندی سے بھی بلند ہے۔

اس کے اوپر کوئی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ مقداریں اس کو قطع کر سکتی ہیں نہ حدود اس کو احاطہ کر سکتی ہیں۔ حقیقت چھوٹے بڑے سب کی حفاظت کرتا ہے حقیقت ایک کام اس کو دوسرے کام سے روک نہیں سکتا حسیب اس کا علم سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ جیل اس کے احکامات اس کی مخلوق میں با عظمت ہیں۔ عجیب بے حسنیوں اور مضطربوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ وایسے تمام معلومات اس کے اندر ہے۔ اور اس کی ذات کے واسطے کوئی جگہ گنجائش نہیں رکھتی۔ حکیم ہر کام کو پختگی سے کرتا ہے۔ اور ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہے۔ وودود بندوں سے قریب ہے اور ان کو اپنا مقرب بناتا ہے۔ عجیب بندوں کے ساتھ مہربانی اور محبت کرنے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں۔ بغیر کسی غرض کے عنایت کرتا ہے۔ باعث پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا اور ظاہر کرتا ہے۔ اور مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے نکالے گا۔ شہید اپنے قول و فعل پر اپنا گواہ ہے۔ اور بندوں کی ہر حالت کا نگراں ہے۔ متین نہنگ کی ربوبیت میں کچھ خلل پر سکتا ہے۔ نہ اس کی عزت پر بٹا سکتا ہے۔ وکلی مومنوں سے رحمت کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ عجیب بندوں کی عبادت بجالانے پر تعریف کرتا ہے۔ اور شایاں دیتا ہے۔ محض ہر چیز کے شمار اور اندازہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کے اندازے سے خارج نہیں ہے صمدی و معید چیزوں کو اس نے عدم سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر ان کو اس طرح معدوم کر دیا جیسی کہ وہ پیدایش سے پیدا تھیں۔ جب وہ پیدا کرتا ہے۔ تو اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ اور جب فنا کرتا ہے۔ تب کوئی تغیر نہیں آتا۔ عجب اپنے علم سے چیزوں کو زنجیر کرتا ہے۔ رعیت اپنے قہر سے زندوں کو مار ڈالتا ہے۔ سخی اس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ قیوم تمام چیزیں اس کے ساتھ قائم ہیں۔ اور وہ بحرانی ذات کے کسی چیز کے ساتھ قائم نہیں ہے۔ صاچد اس کا بھی ذکر گذر چکا ہے۔ و اجد کسی چیز کو گم نہیں کرتا۔ و احد اس میں کثرت نہیں ہے۔ صمد بے نیاز ہے۔ کسی کا محتاج نہیں قادر اس کا ذکر بھی پہلے گذر چکا ہے۔ مقتدر اپنے قدرت اس کی ذاتی صفت ہے کہیں



اور سے اس نے جاہل نہیں کی مَقْدَم نیک بختوں کو مہربانی کے وقت مقدم رکھے گا۔  
 مَوْجُوذ بختوں کو پیچھے رکھے گا۔ اَوَّل اس کی ابتدا نہیں ہے۔ اِخْو اس کی انتہا نہیں ہے۔  
 ظَاہِر بالکل ظاہر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ باطن پوشیدہ ہے۔ جو اس  
 اس تک گزرنیں کر سکتے۔ یَو عارفوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا ہے۔ تَوَاب گناہوں  
 کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور گناہ سے باز آنے کی اُن کو توفیق دیتا ہے۔ مُنْتَقِر و شَمْل  
 سے بدلہ لیتا ہے۔ اور ان پر نمر کرتا ہے۔ عَقُو نیکوں کی خطائیں معاف کرتا ہے۔  
 رَعُو اپنے بندوں پر مہربان ہے مَالِک المَلِک دُولِ الْجَلَال وَاَلَا کَرَام  
 وَاَلِی اپنی ولایت اور سلطنت میں تصرف کرتا ہے۔ مُنْعَالِ بلند ہے کوئی اس کی طرف  
 چڑھ نہیں سکتا۔ مُقْسِط ہر کام عدل و انصاف کے ساتھ کرتا ہے۔ حِجَامِع اس کی جمع  
 کی ہونے چیزیں پریشان نہیں ہو سکتیں غُثی اس کی تونگری اور بے پرواہی کی اتہا  
 نہیں ہے۔ مُعْنِی بخشش کرنے سے تھکتا ہے۔ اور نہ فقر و فاقہ اس کے پاس  
 گزرے۔ دَافِع حدود اور حدوث اور صفات مخلوقات کو اپنی ذات پاک سے دفع کرتا  
 ہے۔ نَوُثا یعنی مخلوقات کا اپنی ایجاد کے نور سے روشن کرنا والا اور عدم کی ظلمت سے  
 ان کو نکالنے والا ہے۔ ضَاہِ جو اس کے ساتھ کفر و شرک کرتا ہے۔ اسکو نقصان پہنچانے  
 والا ہے۔ نَافِع جو اس کے ساتھ ایمان لاتا ہے۔ اور اس کی توجید پر یقین رکھتا ہے اس  
 کو نفع پہنچاتا ہے۔ ہَاہِ اہل قبول کے واسطے اپنے عرفان کی طرف ہدایت کرنا والا جو  
 بَکِدَعِ آسمان و زمین اور اُن کے اندر کی سب چیزوں کا پیدا کرنا والا ہے۔ بَاقِ  
 مخلوقات کو فنا کر کے خود باقی رہنے والا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَاِنْ وَیَقْفِ وَجْہُ  
 رَبِّکَ دُولِ الْجَلَالِ وَاَلَا کَرَامٌ وَاَلَا کَرَامٌ وَاَلَا کَرَامٌ وَاَلَا کَرَامٌ  
 زمین کا وارث ہے۔ اور پھر آسمان و زمین کے پلیٹ لینے کے بعد اپنے تفرّد کا وارث  
 ہے۔ کَشِیْد اپنے دوستوں کو رشد یعنی ہدایت اور نیک بختی عنایت کرتا ہے۔ تاکہ  
 اس کو جیسا کہ چاہیے پہنچائیں صَبُوْر جاہلوں کی اذیت اور جفا پر صبر کرنے  
 والا ہے۔ حَالَانِک اُن کی جفا کا کوئی ضرر اس کی ذات کو نہیں پہنچتا۔

ان اسماء کی تفصیل ہے جو شرح میں وارد ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ ان میں سے انھائیں نام اسماء ذات ہیں اور انھائیں اسماء صفات ذاتی ہیں۔ اور چالیس اسماء صفات الفضل ہیں۔ ان اسماء میں سے ہر اسم کی تفصیل بہت طویل ہے جس میں اس کے اشتقاق اور معانی کی تفصیل اور محال اور مدارج اور تاویلات اور صورتوں اور اشکال کو بیان کیا جائے اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہو جیسے سب کو معلوم کر لیا۔ اس پر اسماء کی شرح اور ان کے معانی کا معلوم کرنا بہت آسان ہو و اللہ اعلم  
 الْحَسَنُ فَادْعُوهُمْ بِمَا وَدَّ الَّذِي يَلْجُدُونَ فِيْ اَسْمَاءِ الْيَوْمِ اللَّهُ يَوْمَ الْفِيَاةِ  
 وَ سَيَكْفِيْهِمْ يَوْمَ التَّدَاةِ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی واسطے اسماء حسنی ہیں پس ان کے ساتھ اس کو پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں الحاد اور کفر کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ دو عنقریب وہ ان کو اس کی سزا قیامت کے روز جو مذمت کا دن ہے۔ دیگا۔

ان ننانوے ناموں میں سے اکثر نام کتاب اللہ میں پائے جاتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب دیکھی ہے جو میرے ایک دوست کی تصنیف ہو۔ اس میں انہوں نے کچھ اوپر ذکر شدہ ہزار نام ذکر کیے ہیں۔ اور ہر نام کی شہادت میں قرآن شریف کی ایک آیت بھی پیش کی ہے مگر ضحکہ یہ کتاب انہوں نے نہایت ہی عمدہ لکھی ہو۔ صفات باری میں سو بہت سی صفتیں اس کے ناموں سے پہچانی جاتی ہیں۔ اور بہت سے اسماء اس کے علم اور قدرت اور کلام اور سمع و بصر پر دلالت کرتے ہیں جیسے خیر حکیم حسیب علیم وغیرہ اور بعض اسماء کلام پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے قایلین باسط۔ معطی۔ رحیم۔ غفور۔ رحیمی۔ بادوی رشید وغیرہ اور بعض سمع پر دلالت کرتے ہیں جیسے سمع مجیب وود۔ قریب سلام وغیرہ۔ اور بعض بصر پر دلالت کرتے ہیں جیسے رقیب۔ حفیظ۔ وکیل۔ کفیل۔ ذوقی۔ وائی۔ اور بعض اسماء قدرت پر دلالت کرتے ہیں جیسے خالق۔ رازق۔ جبار۔ منار۔ مانع۔ صور۔ شکور۔ ان کے علاوہ باقی اسماء اس کے افعال پر دلالت کرتے ہیں جیسے صانع باری۔ جاب مقدم۔ مؤخر وغیرہ اسماء قدرت سے مستخرج ہیں۔ اور صفات سمع و بصر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ صفتیں صفات کلام سے مستفیدہ ہیں اور کلام علم میں مستقر ہے۔



اور علم کا اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز کے ساتھ علم رکھتا ہے۔  
اب اسے حریف طاب سمجھ کر اس کے صفات میں فرق بھی معلوم کرنا چاہیے۔ کہ کس جگہ کس  
کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کس جگہ دونوں بولے جاتے ہیں۔ اسماء سے مراد وہی صفات ہیں  
کیونکہ موصوف اور مسمیٰ ایک ہیں۔ جو چیز بمنزلہ اسمیٰ ہے۔ مگر متکلمین کے نزدیک  
اسم اور مسمیٰ ایک ہے۔ مگر تسمیہ اسم سے جدا ہے۔ اس واسطے کہ اسم مسمیٰ کے لیے بمنزلہ  
صفت کے ہے واسطے موصوف کے اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی۔ اسی  
سبب سے اسم سے جدا نہیں ہوتا۔ پس اسم مسمیٰ کے ساتھ اور تسمیہ مسمیٰ کے ساتھ  
مثل صفت کے ہیں ساتھ موصوف کے اور وصف کے ساتھ وادف کے ہیں وصف  
بمنزلہ تسمیہ کے ہیں۔ اور صفت بمنزلہ اسم کے پس تسمیہ اگرچہ اسمیٰ میں متعدد ہوتا ہے۔  
مگر مسمیٰ کی ذات ایک ہی ہوتی ہے۔ اور اوصاف بیان صفات ہیں متعدد ہوتے ہیں۔ مگر  
موصوف کی ذات ایک ہی ہوتی ہے۔ جب تم اس نکتہ کو سمجھ گئے۔ اور تم نے جان لیا۔  
کہ صفات باری نہ ذاتی ہیں نہ معنوی ہیں۔ نہ غیر قدیم ہیں۔ پس جانو کہ کلام خداوند تعالیٰ کی  
قدیمی صفت ہے جو اس کی ذات سے جدا نہیں ہوتی مگر اس کا کلام مثل کلام مخلوقات  
کے نہیں ہے یعنی میں نہ آواز ہے نہ حروف ہیں نہ آک ہے نہ نغیر ہے۔ وہ محض کمال ہے۔  
اس کے ظہور علم کے لئے اس کے مقنیات معلوم ہیں۔ وہ اسباب جن سے کلام  
کے معنی لفظ اور قول میں ظاہر ہوتے ہیں وہ سب کون کو چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان  
باتوں سے بالکل منزہ ہے۔ اسی طرح سب صفات کو سمجھنا چاہیے۔ تاکہ مشرکین کے  
شبہوں سے نجات میسر ہو کہ ہدایت والوں کے زمرہ میں داخل ہو جو غیب پر ایمان  
رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے خیرات بانٹتے ہیں۔

دوسری فصل  
صفات کے متعلق اور زیادہ تحقیق کے بیان میں  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ ادْعُوا اللہَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیُّمَا تَدْعُوا فَاِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

الْأَسْمَاءُ الْمُتَّصِفَةُ وَلَا يَجْهَرُ بِصَلَاةِكَ وَلَا تَخْتَلِفُ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا رَكَدُو  
 اے رسول کہ اے لوگو! اللہ کو پکار دیا رحمن کو سارے اچھے نام اُسی کے ہیں۔ اور تم  
 (اے رسول) اپنی نماز کو نہ بہت پکار کر بلند آواز سے پڑھا کرو نہ بہت آہستہ سے۔ بلکہ  
 اس کے درمیان میں رستہ ڈھونڈ لو۔ معلوم ہوا کہ ربوبیت الہیت سے نیچے ہے اور  
 الہیت عزت سے نیچے ہے اور عزت وحدت سے نیچے ہے۔ اور وحدت ہوتیت سے  
 نیچے ہے۔ عاقل توحید کی حقیقت پر نہیں پہنچتا۔ تاکہ صفات کہ مدایج پر ترقی کرے  
 بلکہ یہ محابطہ اسمی کی طرف مخط ہو کر ان کے حقائق اور اطلاقات اور محامد سے واقف ہوتا  
 ہے۔ کیونکہ ہر اسم کے لیے ایک خاص معنی ہیں۔ اور اُس اسم کا سٹے پر اُسی وقت اطلاق  
 ہوتا ہے۔ جب وہ معنی اُس پر صادق آتے ہیں چنانچہ اسم خالق کا اطلاق خلق کے ظہور  
 سے پہلے جائز نہیں۔ اور نہ رازق کا اطلاق حصول رزق سے پہلے جائز ہے۔ کیونکہ  
 اگر یہ کیا جائے کہ خداوند تعالیٰ ازل الازل اور ابد الابد سے خالق اور رازق ہے۔ تو رزق  
 اور خلق دونوں قدیم ہونگے اور مخلوقات کی قدامت لازم آئے گی۔ پس اس سے معلوم ہوا۔ کہ  
 جب سے خلق ہوئی ہے جب ہی سے وہ خالق ہوا۔ اور جب سے رزق دیا تب سے  
 رازق ہوا علیٰ ہذا القیاس صفات لطف و قہر اور صبر اور غفران ہیں۔ یعنی جب سے یہ افعال  
 اُس سے صادر ہوئے جب ہی سے ان اسماء کا اُس پر اطلاق ہوا۔ اسی طرح اسم رب کو  
 سمجھنا چاہیے۔ کہ اس کا اطلاق بھی مَرَبُوب کے حصول کے بعد ہوتا ہے۔ اور اس اسم  
 رب کا اطلاق ذات باری اور دیگر چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور نیز یہ جائز نہیں ہو  
 کہ ان اسماء کا اطلاق ازل اور ابد کیا جاوے کیونکہ اسم رب مشتق ہے۔ رَبَّ رُؤُفٌ دَبَّارٌ  
 فَهُوَ رَبُّكَ وَذَلِكَ هُوَ رُؤُفٌ۔ اور اس سے بھی مَرَبُوبٌ مَرَبُوبٌ مَرَبُوبٌ  
 ذَلِكَ الشَّيْءُ مَرَبُوبٌ یعنی جو شخص جس چیز کی پرورش کرتا ہے۔ وہ اُس چیز کا اکرام کرتا ہے  
 پس وہ اُس چیز کا رب ہے۔ اور وہ چیز اُس کی مرہوب ہے۔ اور حدیث شریفہ میں وارد  
 ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یَا مَعْزَنُ السَّاعَةِ اِنَّ تِلْكَ الْاَمَّةَ  
 رُؤُفٌ یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو حقے دے یعنی جب



لوٹدی کا آقا اس سے ہم بستر ہوگا اور وہ اپنے آقا سے لڑکی جنے گی۔ تو یہ لڑکی چونکہ آقا کے  
نطفہ سے ہے۔ لہذا اپنی ماں کی بھی آقا ہوگی، اور باپ کو بھی بیٹے کا رب کہتے ہیں۔  
اور آقا کو غلام کا رب کہتے ہیں۔ پس اس حساب سے عقل کل نفس کل کی رب ہے۔  
اور آفتاب ربیع کا رب ہے۔ اور ربیع نباتات کی رب ہے +

ربوبیت کا درجہ الہیت سے نیچے ہے۔ کیونکہ رب مروب کو چاہتا ہے۔ اور اللہ بندہ کا  
محرمستکار ہے۔ جو شخص کسی پرورش کرتا ہو اسکو بھی رب کہہ سکتے ہیں۔ مگر اللہ نہیں  
کہہ سکتے جب تک کہ وہ مروب سے پرستش نہ کرانے۔ اس وقت اسکو اللہ کہینے پس  
الہیت ربوبیت سے اوپر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر اللہ رب ہے۔ اور ہر رب اللہ نہیں  
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی رب ہے تمام آسمانوں کا  
اور زمین کا۔ اور اسی کا فرمان ہے۔ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً  
یعنی وہی اللہ ہے جس نے زمین کو تہا سے واسطے جائے قرار و مسکن اور آسمان کو سقف  
مرتفع و وسیع و بلند فرمایا ہے۔ اور اسی کا فرمان ہے۔ هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي  
الْأَرْضِ رَحْمٌ اَللّٰهُ یعنی وہی ذات پاک معبود برحق ہے جو آسمان میں اللہ اور زمین میں بھی  
اللہ ہے۔ پس اسم رب اس ذات پر واقع ہوتا ہے جس کے مروب ہوں اور اسم الہ کا اس  
ذات پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ جسکے بندے ہوں۔ مگر ہوت الیت اور ربوبیت سب  
سے اوپر ہے۔ توحید میں اس طرح نہیں کہا جاتا اَللّٰهُ هُوَ اور رَبُّ هُوَ بلکہ یوں کہا جاتا  
ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ تاکہ ربوبیت اور الیت دونوں کی تعریف لفظ ہو  
میں حاصل ہو جائے۔ اور ہو کی تعریف اسم ربوبیت اور الیت کے ساتھ جائز نہیں  
ہے۔ پس وہ ہو ہے۔ ازلّا اور ابداً اپنی ذات اور وحدانیت کے ساتھ اور وہ رب  
ہے۔ اپنی مخلوقات کی حاجات کا اور اللہ ہے۔ اس لئے کہ اس نے اپنی مخلوقات سے  
پرستش کرائی ہے۔ پس وہ ہوت ہے اللہ اور رب کی کیونکہ وہ اپنی ربوبیت اور الیت  
کے ساتھ رب ہے۔ یہ نکتہ ایسا باریک ہو کہ اس کا انکشاف اسی قلب پر ہوتا ہے  
جس کو خداوند تعالیٰ نے اپنے نور سے معمور کر دیا ہے۔ اور رحمت اور رافت اور رضا

اور لطف اور تربیت اور رزق اور ربط اور غفران اور غفویہ سب ربوبیت کے لواحق اور  
 اوصاف میں سے ہیں۔ اور قہر اور غضب اور رفع اعداء اور قبض اور حساب اور منع  
 اور دفع یہ سب اکبیت کے اوصاف اور لوازم ہیں سے ہیں۔ اور دیونیت اور وحدانیت  
 اور علم اور قدرت اور خلق یہ سب ہوت کے لوازم میں سے ہیں حقیقت محض ہی ہوت  
 ہے یہ پھر اس کے بعد البیت ہو پھر ربوبیت ہو۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی ہوت کے ساتھ  
 اپنی ذات کا ماثق اور اپنی ذات ہی کا معشوق ہو۔ اس کی اپنے سوا اور کی طرف نظر نہیں  
 ہے اور نہ اور سے محبت ہے۔ وہ بندوں کا جمود الحق تھا رجبا متکبر بغیر یائنا اور محکم  
 اور بڑی ہے اور پھر وہ اپنے ربوں کے ساتھ جو باطل عاجز اور بے دست و پایا ہیں۔ رب بڑا  
 لطیف رحیم رحمن غفار ستار ہے گناہ اور نیکی اور کفر اور ایمان اس وقت ہو جب  
 اس کی البیت پر نظر کی جائے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ یَا أَيُّهَا النَّاسُ عَبْدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي  
 خَلَقَكُمْ اور فرماتا ہے یَا أَيُّهَا النَّاسُ انْقَرُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ  
 اور فرماتا ہے مَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ  
 اور فرماتا ہے۔ قَوْلَ رَبِّكَ لَسْتُ لَكُمْ رَحِيمٌ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ قَاصِدٌ بِمَا تَوَمَّرُوا عَمَّا  
 عَنِ الْمَشْرِكِينَ اور فرماتا ہے مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا  
 لَقَدْ أَحْضَمُّ وَعَدٌ قَدْ حُدِّدَ وَطَعْدُ أَمِينٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَرَّاهُ اور فرماتا ہے لَقَدْ أَرْسَلْنَا  
 نُوحًا بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعْ الْفُلَ فَإِنَّا نُمَطِّقُ الْفُلَ بِالْبَحْرِ مَعَ الْكَاثِرِينَ  
 اور فرماتا ہے۔ وَلَوْلَا إِذْ يَبْتَغِيكَ لَقَدْ لَدَّتْ رَحْمَتُ رَبِّكَ إِنَّمَا يُجِيبُكَ نَدَاكَ لَقَدْ أَرْسَلْنَا  
 ضَعْفَ الْحُكْمِ وَضَعْفَ الْمَنَاءِ اور فرماتا ہے یَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرِبْ مَثَلًا فَاسْمِعُوا لَهُ آيَاتِ  
 الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ إِنْ يَسْلُبْنَاهُمْ الذُّبَابَ  
 شَيْئًا لَا يَسْتَفِيدُونَ مِنْهُ ضَعْفُ الطَّالِبِ وَالطَّلُوبُ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ  
 ترجمہ رات کا یہ ہے۔ اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔  
 اے لوگو اپنے رب سے تقویٰ کرو بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جو شکر  
 کرتا ہے وہ اپنے ہی واسطے شکر کرتا ہے کیونکہ اس شکر سے اُسکو زیادہ نعمت کا



فائدہ پہنچتا ہے اور جو کوئی کفرانِ نعمت کرتا ہے۔ پس بیشک اس بے پرواہ تعریف کیا گیا ہے (اس کے کفران سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا پس قسم ہی تیرے رب کی ہم ان سب کے ان کے اعمال کا ضرور سوال کریں گے) (اے رسول تم کو) جو کچھ حکم کیا گیا ہے اس میں مشغول رہو۔ اور مشرکوں کی طرف سے مومنہ پھیر لو۔ آسان وزین میں جو کوئی بھی ہے وہ خدا کے سامنے بندہ (و بے چارہ) ہو کر آئیوا لائے۔ بے شک اس نے اُن سب کو گن گن کر جان لیا ہے۔ اور شمار کر لیا ہے۔ اور سب اس کے حضور میں قیامت کے روز تنہا حاضر ہونگے۔ اگر تو نے اس کے ساتھ شرک کیا تو جان لے کہ تیرے اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ اور تو نقصان والوں میں سے ہو جائیگا۔ بلکہ تجھ کو لازم ہے کہ خدا ہی کی فقط عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے بن جا۔ اور اگر تم کو ثابت قدم نہ رکھتے۔ تو بیشک تم بھی اُن (کافروں) کی طرف تھوڑے تھوڑے جھک جاتے اور اس وقت تم تم کو زندگانی اور موت کا دُکنا عذاب چکھاتے۔ اے لوگو ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ اس کو (ذرا غور سے) سنو جن کی تم خدا کے علاوہ پرستش کرتے ہو انہوں نے ایک مکھی ایک بید انہیں کی اور اگر مکھی اُن سے (ایک ذرہ) اچھین کر لے جاتی ہے۔ تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں۔ اور خدا کی قدر جیسی کہ چاہیے یہ لوگ نہیں کرتے۔ اس قسم کی سب آیتیں آیت سے نازل ہوئی ہیں۔ جب کہ اس نے اپنی ربوبیت کی طرف نظر کی۔ اور فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِعَوْمٍ يُحِيثُهُمْ وَيُجْزِيهِمْ وَيُجْزِيهِمُ اللَّهُ عَنِ الْعِقَابِ وَالْإِنْفِقَارِ الرَّحِيمِ** اور فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ** اور فرماتا ہے۔ **كُتِبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ** اور یوسف علیہ السلام سے حکایت کر کے فرماتا ہے۔ **رَأَى رَبِّيَ لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِمَّنْ تَاوَلِي الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّنَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَمَنْتَ وَبَنِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** **تَوْفِيقِي مُسْلِمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ** اور فرماتا ہے **رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ** **دِيَارِ** اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے۔ **رَبِّ هَبْ لِي مَلِكًا لَا يَسْتَفِيقُ**

لَا يَحِلُّ مِنْ بَعْدِي اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اور حضرت نوح علیہ السلام کے قول کی نقل فرماتا ہے۔  
 رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلَّذِي دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنَاتِ هٰۤؤُلَاءِ اور  
 اس کا فرمان یہ یقولون رَبَّنَا اَمْنًا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَبِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا اَمَّا  
 جَلْمُ النَّاسِ بِدَعْوَا رَبِّ فِيهِ اِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلِفُ الْمِيعَادَ رَبَّنَا لَا تَزِرْ وَظِرَّتُنَا عَذَابُ  
 هٰذِهِ النَّارِ رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي بِالْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاَمَّا زَيْنًا اَعْمٰۤى اَمَّا  
 ذُو بَيْنَةٍ رَبَّنَا اَمَّا فَاَكْتَبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ هٰذَا اَمَّا زَيْنًا فَاَلَيْسَ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفَاَلَا اَخْرَجَتْنِيْ  
 رَبَّنَا اَمَّا مِنْ تَخْلِيْلِ النَّارِ فَقَدْ اَخْرَجْتَنِيْ رَبِّ اَرْضِعْنِيْ اِنْ اَشْكُرُ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ  
 عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْ لَنَا لَكَ اٰثِمًا اَوْ اَخْطَاۤءً رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْ لَنَا لَكَ اٰثِمًا  
 لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَرْحَمٌ اَنْتَ عَلٰى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ  
 ترجمان آیات کا یہ ہے اے ربمان والو۔ تم میں سے جو لوگ اپنے نبی پر سے  
 پھر جائیگے۔ پس اُن کے بدلے خدا ایسے لوگوں کو لایا گیگا جن سے وہ محبت رکھتے ہوگا  
 اور وہ اُس سے محبت رکھتے ہونگے۔ بیشک میرا رب بلند حساب لینے والا ہوا اور بیشک  
 وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے ساتھ  
 غرور کرنے پر آمادہ کیا جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت  
 فرض کی ہے۔ بیشک میرا رب مہربان ہی اے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت عنایت  
 کی ہے۔ اور تعبیر خواب کا علم سکھایا ہے اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے ہی  
 تو ہی میرا دل ہے دنیا اور آخرت میں۔ ہاں مجھ کو مسلمان اور ملامجھ کو صاحب جن سے۔ لے  
 رب زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑا۔ اب کو ہلاک کر اے رب  
 مجھ کو ایسی سلطنت عنایت کر جو میری بعد کسی کو نہ عیب نہ ہو۔ بیشک تو بڑا بخشنے والا  
 ہے۔ اے رب مجھ کو اور میرے والدین اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہو اس کو اور  
 سب مومن مردوں اور عورتوں کو بخش کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے  
 میں پس ہمارے گناہ بخش دے اے خدا ووزخ کے عذاب سے ہم کو بچا اے رب ہمارے  
 تو لوگوں کو اُس دن جمع کرے والا ہے جس میں شک نہیں ہے۔ بیشک اللہ وحق

بہارِ نبوی



کاخلاف نہیں کرتا۔ اے رب ہمارے ہمارے دلوں کو ہدایت کرنے کے بعد ٹیڑھانہ کیجیو۔ اے  
 رب ہم نے سنا کہ ایک پکار نیوالا ایمان کی طرف پکار رہا ہے۔ پس ہم ایمان لے آئے  
 اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ہیں۔ ہمارے گواہوں میں لکھ۔ اے ہمارے پروردگار ہم  
 کو دنیا میں بھی نفعی دے اور آخرت میں بھی نیکی دے۔ اے پروردگار بیشک تو نے جس کو  
 دوزخ میں داخل کیا ہے۔ اس کو ذلیل اور خوار کر دیا ہے۔ پروردگار مجھ کو توفیق دے  
 کہ میں تیری نعمت کا شکر کرں جو تو نے مجھ کو اور میرے باپ کو دی ہے۔ اے ہمارے  
 پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے۔ تو ہمارے گناہ نہ کیجیو۔ اور نہ ایسا جو  
 ہم پر لکھیا ہو جس کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ ہم کو معاف کیجیو اور ہم کو بخش دیجیو اور ہم پر رحم  
 کیجیو۔ تو ہمارا سوا لا ہے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کیجیو۔

اس چیز کے ساتھ جو کہ داخل فرمائی اور اپنے رسول کی پیروی کی ہے

پس اس قسم کی سب آیتیں ربوبیت سے نازل ہوئی ہیں اور ان آیات میں رب کی  
لپٹنے ربوب کے ساتھ مہربانی کا بیان ہے۔ اور اپنی ہویت اور احدیت کی طرف نظر  
کر کے فرماتا ہے۔ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
الْحَقُّ الْقَيُّومُ وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَلَا تَدْرِكُهُ  
الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ لَيْلَ الْمَلِكِ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وَعَنْتِ الْوَجْهَ  
لِلْحَقِّ الْقَيُّومِ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔ سُبْحَانَكَ يَا اللَّهُ مَا تَهْوِي إِلَيْهِ الْعَيْنُ وَ

ہو ہی اس کی ہویت ہے۔ وہی اصرہی۔ یہوم

حق محق ہے۔ فرمایا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ترجمہ ان آیات کا یہ ہے۔

گو اسی وی ہے اللہ نے کہ نہیں ہے معبود مگر وہ - خالق ہی وہ ہر چیز کا نہیں ہے معبود

مگروہ۔ نہیں ہے مجبور مگروہ زندہ اور قاعم ہے۔ جان کو کہ نہیں ہے مجبور مگروہ۔ وہی

اول سے وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ لگائیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں

اور وہ نگاہوں کو دیکھتا ہے۔ آج دن کس کی سلطنت ہے اللہ کی جو واحد اور قہر

ہے۔ اور جھک گئے مومنہ خدازندہ و پابندہ کی بارگاہ میں پس برتر ہوا اللہ جو حقیقی بادشاہ

ہے۔ نہیں ہے محبوب و مکر و الگ ہے عرش کا ۔

پس اس قسم کی سبائیتیں جو بیت اور احدیت سے نازل ہوئی ہیں ۵

قرآن میں اقسام پر مثال نازل ہوا ہے ایک قسم اُس کی ذات پر دلالت کرتی ہے۔ اور ایک قسم صفات پر اور ایک قسم افعال پر دلالت کرتی ہے۔ پس مرج ربوبیت کا اور منسج الہیت کا حقیقت ذات یعنی ہویت اور احدیت ہو۔ اور فرقان کریم ان تینوں اقسام پر مثال نازل ہوا ہے۔ ہوا اور اصل پہلے جس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ وہ صفت الہیت ہے پھر اس کے بعد ربوبیت ہے پس معلوم ہوا کہ صفات کی اصل الہیت ہے اور اسماء کی اصل ربوبیت ہے کل اسماء کا اشتقاق رب سے ہے۔ اور کل صفات کا استخراج اسماء اور اس سے اور وہ حال و جمال کے مجاہبوں میں پوشیدہ ہو۔ جو الہیت اور ربوبیت سے اسپر پڑے ہوئے ہیں جن میں سے ایک عزت کی نار اور دوسرا رحمت کا نور ہے۔ اور ان کے علاوہ جس قدر باقی اسماء و صفات ہیں۔ وہ ان دونوں مجاہبوں کے اوپر نقش و نگار ہیں۔ جو شخص ان مجاہبوں پر نظر ڈالتا ہے صفات کی آیات اور اسماء کے آثار اس کے سامنے آتے ہیں۔ اور جو مجاہب سے پرے نظر ڈھکتا ہے۔ وہ الہیت اور ربوبیت سے اوپر حق واحد کو پہچان لیتا ہے اور اغیار کی غلامی سے چھٹکر پردہ کی ذلت و نجات پاتے ہیں۔ یہ نہایت ہی عجیب حکمت ہے جس نے اس کو سمجھا وہ مؤید من اللہ ہے۔

اے طالبان حقیقت ذات و صفات جانو اور پھر خوب جانو۔ کہ ذات وہ ہے کہ جس کے اندر شائدہ نہ جس سے عبارت ہو مگر اسی قدر کہ یہ کہا جائے ہو انوار الحق منہ منہ اور صفات میں قسم و نہیں ہو ان سب کی اصل دو صفتیں ہیں۔ ایک الہیت اور دوسرے ربوبیت باقی سب صفتیں انہیں کے اندر ہیں۔ الہیت کی صفت نے عقل کو مجاہب بنایا اور ربوبیت کی صفت نے نفس کو مجاہب بنایا۔ نفس مرہوب ہے۔ صاحب حق کا۔ اور عقل محق منہ منہ ہو محض کے پاس ہے۔ ان سب مراتب کو خوب سمجھو اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور شہادت کو پوشیدہ نہ کرو اور نہ

اے انبیاء جمع غیر کی ہو۔ یعنی فیض اسماء کی غلامی سے آزاد ہونا ہو ۱۲



خدا کے مکر سے امن میں رہو۔ اور سب کے سب خدا کے حضور میں توبہ کرو اور اپنے رب کے مغفرت مانگو بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اگر کو تم پر برستا ہوا بھیجتا ہے۔ اور مال و اولاد کے ساتھ تنہا رہی امداد کرتا ہے۔ اور تمہارے واسطے بارخ اور نہریں بناتا ہے۔ اور جو شخص خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا اور نہ خدا کی تعظیم و عزت بجالایا اس کا مال اور اس کی اولاد بجز تباہی اور بربادی کے اس کو کچھ نفع نہ پہنچائینگے۔ اسے پروردگار ظالموں کو بجز نقصان کے اور کچھ نہ دے گا۔

## تیسرا باب امراہی کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل ظاہرام کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ مَخْلُوْقًا مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ كَايْنِے خدا کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ مٹی سے اس کو پیدا کیا۔ پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا معلوم ہو کہ جو چیز تھی پھر ہوئی۔ وہ امراہی سے ہوئی یعنی اس نے معدوم کو عدم سے وجود میں آنے کا حکم فرمایا وہ آگئی اور ام اس کا حقیقی ہے مجاز سے آلودہ نہیں اور نہ خواہشوں سے صادر ہوتا ہے اور نہ ان ارادوں سے ہے جو تصورات سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ فقط یا دشاہ جبار قادر کا امر ہی جب وہ کسی چیز کے اختراع اور ایجاد کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس ارادہ کے ساتھ ہی فرماتا ہے ہو جا پھر چیز موجود ہو جاتی ہے۔ امر کے ساتھ ہی بلا تقدم و تاخر کے۔ کسی چیز کو یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ اس کے حکم سے پس و پیش کر کے (گویا یوں سمجھنا چاہیے۔ کہ اس کا ارادہ ہی اس کا امر ہے۔ اور اس کا امر ہی کن کا کنا ہے۔ یہ محض لفظی فرق سمجھنے کے واسطے ہیں۔ ورنہ علم توحید میں ان کے یکساں فی ہیں) اس کے امر کو ہم مخلوق کے امر پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مخلوق عیسیٰ محذات

اس سے پہلے امر کے متعلق چیز کا تصور کرتے ہیں اور اپنی غرض اور مصلحت کو اس کے اندر  
 دیکھتے ہیں۔ پھر اس کے اندر ان کو قوت اور انتظام اور آلات اور وقت اور کار و تدویر  
 کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاکہ ان کو اپنی اغراض کے متعلق اپنے کام کا حکم کریں۔ پھر بھی  
 باوجود ان سب سامانوں کے یہ لوگ جس کو حکم کرتے ہیں۔ وہ بعض دفعہ ان کے امر کو نہیں  
 بجا لاتا یا تو یہ کہ وہ امر اس مامور کے خستہ یا رے سے باہر ہوتا ہے۔ اور مامور میں اس کے  
 بجا لانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اور یا وہ کام جس کا امر کیا ہے۔ وہ ہی ایسا ہوتا ہے۔  
 کہ اس کا ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ پھر اگر مامور اس امر کو بجا بھی لایا تب بھی وہ کام غرض مامور  
 طبع یا خوف سے خالی نہیں ہوتا۔ بخلاف امر باری تعالیٰ کے کہ وہ غرض اور مدت اور  
 نور اور تصور اور فائدہ اور خوف سب سے پاک ہے۔ وہ حکم نہیں کرتا مگر عاقل بالغ کو  
 افکار و عزیمت کا اور اسی کو حکم فرماتا ہے۔ جس کے لائق اور اس کا قبول کرنے والا ہوتا ہے  
 اور اپنے علم و ارادہ ہی کے ساتھ اس کو حکم فرماتا ہے۔ وہ مامور کا موجب ہے۔ نہ اس کا  
 متحرک اور اس کا مبدع ہونے پر۔ کیونکہ تحریک ایجاد کے بعد ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایجاد  
 اور ابداع کی ہے۔ پس مامور کا حرکت کرنا وجود کے تابع ہے۔ اس لئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ  
 نے معدومیات کو وجود کے قبول کرنے کا حکم فرمایا اس کے بعد ادا و عبودیت کا امر کیا۔  
 پس اس کا امر ہی موجودات کے وجود کی علت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اس کا امر  
 موجودات کے وجود کا سبب ہے۔ کیونکہ سبب (مقابلہ علت کے) ضعیف ہے۔ اور  
 ممکن ہوتا ہے کہ یہ سبب کسی دوسرے سبب سے بھی پایا جائے بخلاف علت کے کیونکہ  
 معلول بغیر علت کے پایا نہیں جاتا اور یہ علت ملے ہوتی ہے۔ پس پہلا امر جو خدا نے کیا  
 ہے۔ وہ مخلوق کے ایجاد کرنے کا تھا۔ جو عدم کے پردوں میں پوشیدہ تھی اور یہ حکم  
 اس کا ہی ارادہ تھا۔ اور ارادہ وہی تھا جو اس کو منظور تھا۔ مگر اس کو ہرگز جائز نہیں کہ  
 پیدا ہو۔ مگر اس کے ارادہ کے موافق۔ اور آخری امر اس کا یہ تھا کہ اس نے مٹی کو خلیفہ  
 بننے کا حکم فرمایا۔ اور ان دونوں امروں کے درمیان میں اس نے آسمان و زمین کو حکم دیا  
 کہ تیار ہو کر میرے سامنے حاضر ہو۔ چنانچہ انہوں نے فوراً ہی عرض کیا کہ ہم دل و جان



سے حاضر ہیں۔ تب اُس نے دوروز کے مہر میں اُن کے سات طبقے بنائے۔ اور ہر طبقے میں جو کچھ کہ اُس کے لائق تھا مہیا کیا۔ پھر دنیا کے آسمان کو تاروں اور چراغوں کے ساتھ زینت دی۔ پھر آدم علیہ السلام کو حکم کیا۔ کہ ہو جاوہ ہو گئے قدرت اور صنعت سے نہ مادہ محسوس سے مدد معلومہ میں۔ اور آدم علیہ السلام حکم کے آنے سے پہلے مٹی میں پوشیدہ تھے اور اختیار اور اضطراب کے درمیان میں کھڑے ہوئے تھے۔ فیہی استفادہ کے انتظار میں پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو کل اسماء اور بعض معانی تعلیم کئے۔ پھر جب آدم کا زمانہ بہت دور ہو گیا۔ اور امم بالاجداد کی کیفیت پوشیدہ ہو گئی۔ مادہ عقل سے نہیں نہ موضع انفعال سے (بلکہ عوم الناس کی نظر سے) تب اللہ تعالیٰ عیسے علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور اُن سے اُن کی والدہ کے پیٹ میں فرمایا۔ ہو جا پس وہ ہو گئے بغیر والد کے اور بغیر نطفہ کے اور ام اتہی نے اُن میں اس قدر اثر کیا کہ انہوں نے وجود میں آتے ہی اُس کی صفت و ثناء کی یعنی مکی عبودیت کا اقرار کیا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ قَالَ رَاقُوا عَبْدُ اللَّهِ یعنی عیسے علیہ السلام نے کہا میں خدا کا بندہ ہوں \*

عقلندیہ بدگمانی نہ کرے کہ خدا کا حکم آدم سے منقطع ہو گیا۔ یا عیسے سے متصل ہوا۔ کیونکہ یہ بدگمانی اُس کی عقل ہی کی طرف رجوع کریگی۔ خدا کا حکم اس کی رحمت ہے۔ اور اُس کی قدرت کی شعاع کی روشنی ہمیشہ ہے جب تک اُس کا ارادہ معدوم کے ایجاد کا تضاہل کرتا ہے۔ پس کبھی تو حسن میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی عقل میں چھپ جاتا ہے۔ پس اسی ظہور حسی کے وقت عیسے علیہ السلام کا وجود ہوا اور اس اعتبار سے گویا آدم سے لیکر عیسے تک کچھ زمانہ نہیں گزرا بلکہ دونوں امر ساتھ ہوئے کیونکہ یہ امر غرضی نہیں ہے۔ جو آخر مگر ب سے صادر ہوا ہو۔ بلکہ یہ امر صفت لازمہ ہے۔ امر کے علم اور اُس کے ارادہ کے ساتھ جس کے نور کا فیضان مامورین پر کبھی عدم میں اور کبھی وجود میں صادر ہوتا ہے \*

مشکوکین امر کو صفات ذاتیہ میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں۔ جب اُس نے امر کیا جب ہی وہ آہر ہے جیسے کہ جب اُس نے خلق کیا۔ جب ہی وہ خالق ہوا

بخلاتِ علم کے۔ کہ وہ ہمیشہ سے عالم ہے۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمیشہ سے خالق ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ کہیں گے کہ وہ ہمیشہ سے خالق ہے۔ تو مخلوقات ازلیہ ثابت ہونگی۔ ایسے ہی اگر کو جب کہیں گے کہ وہ ہمیشہ سے آدم ہے۔ تو لازم ہوگا۔ کہ مائورین بھی ازلی ہیں۔ اور جو چیز ازلی ہے۔ وہ ابدی بھی ہے۔ پس وہ قدیم ہونی حالانکہ سوا خداوند کریم کے کوئی چیز قدیم نہیں بنے وہی قدیم بالحققت ہے۔ اور علم تحقیق میں یہ مسئلہ اس طرح ہے۔ کہ خلق اس کے واسطے ہے۔ جو وہ چاہتا ہے۔ برپا کرتا ہے۔ اور امر بھی اُس کے لئے ہے۔ جب چاہتا ہے۔ امر کرتا ہے۔

## دوسری فصل امر کی تحقیق میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا اَمَرْنَا الشَّيْءَ اَنْ يَكُنْ فَيَكُونُ ۝ بیشک ہمارا حکم یہ ہے کہ جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔ اے طالبِ تحقیق معلوم ہو کہ امر کمالِ قدرت ہے۔ جو منقطع نہیں ہوتا اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ وہ علم اور ارادہ کا فیضان ہے۔ اس کی نسبت جو خطاب کی استعداد اور امثال کی قدرت رکھتا ہو ۝

معلوم ہو کہ امر الہی کے تین مرتبے ہیں ایک حقیقتِ الہامیہ علم ذاتی ہے۔ جو شامل ہے کل چیزوں پر جو ہو گئیں۔ اُن پر بھی اور جو ہونگی ان پر بھی اور جو نہ ہونگی اُن پر بھی۔ اسی ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی سے قدرت متعلق ہے۔ اور اسی پر اثباتِ قولِ صحیح ہے خداوند تعالیٰ کا امر فعل و انفعال نہیں ہے۔ اور نہ اس میں انقطاع اور اتصال ہے۔ وہ فقط اس کا قول اور فعل اور کلام اور اس کی مراد ہے۔ اور اس کی مراد اس کے علم کے اسرار میں سے ہے۔ اور اس کا علم اس کی ہونیت ہے۔ پس اس کا امر اس کی اُتیت کی برہان اور اس کی ربوبیت کا محافظ ہے ۝

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ اُتیت اور ربوبیت صفاتِ باری ہیں۔ ذاتِ باری

۱۱۔ امثال یعنی علم کا بجالانا اور امثال کی قدرت یعنی حکم کے بکالانے کی قابلیت ۱۱



پس اس سے معلوم ہوا کہ امر کی حقیقت صفات سے متعلق ہے نہ ذات سے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات کی حیثیت سے اس بات سے برتر ہے کہ حکم کرے یا حکم کیا جائے اسکا فرمان ہے۔ **لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ** یعنی اسی کے واسطے ہے۔ خلق اور امر پس برکت والا ہے خدا جو رب ہے تمام عالم کا۔ پس امر اسی کے واسطے ہے جیسے کہ اُس کے واسطے ربوبیت ہے۔ اور الہیت ہے۔ اور جب وہ الہیت کی طرف بھی نظر کرتا ہے تو امر کی طرف بھی نظر کرتا ہے۔ پس اور اپنے بندہ کو امر کرتا ہے۔ مگر ربوبیت محض کی ذات نہ امر کے ساتھ وصف کی جاتی ہے۔ نہ نبی کے ساتھ۔ اُس کا امر محض معدوم کا موجود کرنا ہے۔ اور اُس کی نہیں محض موجود کا معدوم کرنا ہے پس جب کہا جائے کہ ہویت محض امر و نہی کرتی ہے۔ تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ وہ زنج کرنا ہے اور مارتا ہے۔ اس امر کی حقیقت لفظ اور فعل کی محتاج نہیں ہے۔ اور نہ رجز و توبیخ کی محتاج ہے۔

اس امر کو یہ نہیں کہا جاتا۔ کہ یہ صفات الہیہ میں سے کوئی صفت ہو۔ بلکہ یہ مقرب ملائکہ میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے ہاتھ میں روحوں کی کنجیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں خبر دی ہے۔ **وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ النَّارِ وَرُوحِ قُلِّ النَّارِ وَمِنْ أَمْرٍ يُبَيِّنُ** تم سے پوچھتے ہیں روح کا حال (کہ وہ کیا چیز ہے) کہ وہ روح میسر کے حکم سے ہے۔ پس ارواح امر سے مستفاد ہیں مگر نہ امر ذاتی سے بلکہ امر کے آثار سے۔ اور یہ اکیست سے ظاہر ہے۔ نہ وحدت اور ہویت سے۔

تیسرا مرتبہ کا صورت الامر ہے اور یہ شریعت منبغہ ہے۔ نبوت کی وحی اور رسالت کی دعوت سے۔ اس کام مرتبہ اثر کے نیچے ہے اور اثر خاص حقیقت امر کے نیچے ہے پس اس کی ترتیب یوں سمجھی چاہیے کہ حقیقت الامر امر الہی ہو۔ اور اثر الامر جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور صورت الامر ہمارے حضور سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ امر کے بیان میں یہ انتہا درجہ کی تحقیق ہے جو بیان ہوئی۔ لیکن حقیقت امر پس وہ خلق اور ایجاب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمانا اور یہ فرمانا لفظ اور عبارت کے ساتھ نہیں ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کا لفظ کن رجوع ہے۔ وہ کاف اور نوں سے مرکب نہیں ہے۔ بلکہ عقل کا فاضلہ اور نفس کا استفادہ ہے۔ اور اثر امر کلام کی تبلیغ اور شکیار کی اُن کے مراتب میں ترتیب ہے۔ اور یہ اثر امر ایک مقرب بارگاہ الہی فرشتہ سے صادر ہوتا ہے جو ہمیشہ اُس کے جلال کی طرف نظر کرتا رہتا ہے۔ اسی فرشتہ کا نام جبریل ہے اور طائوس ملائکہ اور امین وحی اور معلم الملائکہ اور صاحب شریعت بھی اسی کا نام ہیں۔ اور یونانیوں کی زبان میں اسی فرشتہ کو ناموس اکبر کہتے ہیں۔ اسی فرشتہ سے شرع کی تشریح اور تبلیغ ہے۔ اور اسی سے بندوں کو خدا کی طرف بلانے کی دعوت ہے۔ اور صورت امر پس اسی سے نبوت اور رسالت اور دعوت اور شریعت ہے۔ اور وہ اس زمانہ میں میں ہمارے حضور حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ صورتہ امر کو اثر امر سے امداد پہنچتی ہے۔ اور اثر امر کو حقیقت امر سے امداد حاصل ہے یعنی عقل اول نے نفس اول کو فیض دیا۔ اور اُس نے قبول کیا۔



ہوتی ہے پس چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صورتہ امر تھے۔ اسی سبب سے  
 اپنے اثر امر سے وحی کو قبول کیا اور اس سے پہلے علم کی کو حقیقتہ الامر سے حاصل کیا۔ جو  
 علم الہی ہے۔ پھر جب جبرائیل سے حوا اثر امر ہے امداد چاہی اس نے وحی نازل کی۔  
 خداوند تعالیٰ اپنی کتاب میں اس کی خبر دیتا ہے۔ نَزَّلَ بِالْقُرْآنِ عَلَی الْقَلَمِ  
 نَازِلَ کیا ہے۔ اس وحی کو تمہارے دل پر روح الامین یعنی جبرائیل نے۔ اس جگہ جبرائیل کا نام  
 روح الامین لکھا ہے۔ کیونکہ روح اثر امر سے ہے۔ اور جب کہ حضور نے علم کا استفادہ  
 ذات باری سے کیا۔ تو اس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَحْنُ عَلَی الْقُرْآنِ خَلَقَ  
 الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ثُمَّ نَزَّلَ الْقُرْآنَ عَلَی الْاِنْسَانِ کو پیدا کر کے بیان سکھلایا۔ پس  
 حقیقتہ الامر علم الہی ہے۔ اور اثر امر جبرائیل علیہ السلام ہیں اور انہیں سے وحی کی تسریلات  
 ہیں۔ اور صورت الامر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور شریعت  
 اور دعوت اور تکلیف اور اوامر و نواہی آپ ہی سے ہیں۔ پس آپ گویا بمنزلہ شب قدر  
 کے ہیں۔ کہ آپ میں اللہ تعالیٰ نے جو وسیلہ روح کے حقیقتہ علم کو نازل کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے  
 بندگان خدا کو امر کی صورت میں خدا کے دروازے کی طرف بلایا چنانچہ انہی معنوں پر اللہ  
 کا یہ فرمان شامل ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرَاکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ  
 خَیْرٌ مِّنَ الْاَلْفِ شَہِدَةٍ تَنْزِلُ الْمَلَائِکَةُ وَالرُّسُلُ فَمَّا یَاؤُنُّوْکُمْ مِنْ کُلِّ اَمْرِ وَّسَلَامٍ  
 ترجمہ ہم نے نازل کیا اس قرآن کو شب قدر میں اور تم کو کیا خبر ہے۔ کہ شب قدر کیا ہے  
 ہزار عیسوں سے بہتر ہے۔ ملائکہ اور روح (یعنی جبرائیل) اس میں اپنے رب کے حکم سے (یعنی)  
 اترتے ہیں۔ ہر امر سے سلام ہے یعنی جبرائیل الیت اور ربوبیت کے حکم سے نازل ہوتے  
 ہیں۔ اور ملائکہ رو میں ہیں۔ جو عبادہ جبرائیل کے پیدا ہوئی ہیں۔ اثر امر سے ہر امر سے  
 یعنی حقیقت سے طرف صورت کے سلام ہے یعنی شریعت ہے۔ حَتَّی مَطْلَعِ الْفَجْرِ  
 (طلوع فجر تک) یعنی روز قیامت تک اور اجزاء کے اپنے مضامین کی طرف رجوع کرنے تک  
 پس جو حقیقت امر سے ظاہر ہوا ہے۔ وہ بحر تحقیق اور تاویل کے حلقہ و عبارت

نے مصاعد یعنی مبداء اور اصلیت جہاں سے کہ پیدا ہوئی ہیں ۱۲

سے خالی ہیں۔ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اضداد سے نبرد ہے۔ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ اُس سے فرما تلبے ہو جاوے ہو جانتی ہے۔ لہٰذا میں جو ہو کی ضمیر ہے۔ یہ اُس ممکن الوجود کی طرف راجح ہے جو سراسر اوق علم میں پوشیدہ ہے کیونکہ ممکن الوجود اگرچہ معدوم فی الحقیقت ہے۔ مگر موجود فی العقل ضرور ہے۔ اور اسی حس محدودیت کے سبب سے وہ ایجاد اور موجود کی مختلف ہے۔ اور عقل میں اُس کا ممکن ہونا یہی خطاب ایجاد اور امکنوں کو قبول کرتا ہے۔ اور وہ چیز جو اثر امر سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ کتب منزلہ اور آیات یمینہ اور ولالات ہیں اور ان کے کلمات کے بحسب اوقات مختلف ہیں مثلاً تورات اور زبان میں ہے۔ اور انجیل اور زبان میں اور قرآن شریف اور زبان میں ہے۔ اور صورتہ امر سے جو چیز ظاہر ہوتی وہ شریعت اور دعوت ہے۔ اور شریعت تکلیف پر شامل ہے۔ اور تکلیف کے دو حکم ہیں ایک امر یعنی بندوں کو طبعیت سے شریعت کی طرف جذب کرنا اور روجوں کو دنیا سے عقبہ کی طرف رجوع کرنے پر مصیر کرنا۔ دوسرا حکم نئی ہے۔ یعنی بندوں کو دیر یا نحو اشش میں غوطہ لگانے اور شبہات ایمانی میں فرق ہونے سے باز رکھنا۔ امر شرعی کی دو قسمیں ہیں ایک علمی ہے یعنی اقوال اور تصدیق کا لازم پکڑنا جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَأَلَّامَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَیَٰ** لکھائیے کلمہ تقویٰ (جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے) ان کے ساتھ لازم کیا اور وہ اُس کے بڑے حقدار اور لائق تھے۔ دوسرا عملی ہے یعنی خداوند تعالیٰ کی عبادت اور شرع شریف کی متابعت جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِیۡفَ ۚ دِیۡنَ اِبْرٰہِیۡمَ ۚ الَّذِیۡ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَسْبٌ ۚ** اور فرماتا ہے **کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْقِیَامَ** یعنی تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں یہ عظیم حرکت ہے۔ اور نہی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک نہی شرک کے قول سے جیسے کہ فرماتا ہے۔ **لَا تَقُولُوْا ثَلٰثَۃٌ طَیۡسَۃٌ** یعنی تین (خدا) نہ کہو۔ اور دوسرے نہی فواحش سے منع کرنا ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک نہی ارتکاب معاصی سے جیسے کہ فرماتا ہے۔ **لَہٰ لَہٰ** کی ضمیر یعنی اس آیت میں حوالہ ہوتا ہے **اِنَّ اَکْزَبَ اَکْزَبًا اَنْ یَّقُولَ اَنَّہٗ یُحِبُّ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ** یعنی جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں یہ جادو ہے اس کا اشارہ اُس چیز کی طرف ہے۔ جو وجود کو قبول کرنے والی ہر عقیدہ کو اشارہ کافی ہو جاتا ہے۔

سے یعنی حرکت کا پابان



وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ ۖ بَعْنِي اس جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل کرنا خدا نے حرام  
کیا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّهَا لَخَمَرٌ وَّالْمَيْسِرُ وَاَلَا كَزَلَامٌ رَّجْسٌ مِّنْ عَمَلِ  
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ ۖ یعنی بیشک شراب اور جوا اور انصاب اور زلाम ناپاک ہیں شیطان  
کاموں میں سے پس ان سے پرہیز کرو۔ اور دوسرا نبی حیات کے ساتھ عبادت کے قریب  
جانے سے ہے مثلاً فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا  
وُجُوْهُكُمْ ۖ یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو اپنے  
مونہ دھو لو (آخر آیت تک) اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَانِي حَقِّ قُلُوبِكُمْ  
مَا تَقْرَأُونَ۔ وگرجنبائیے نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم کو اتنا پھوش  
ہو جائے کہ تم اپنی کہی ہوئی بات کو جان لو اور نہ جنابت کی حالت میں نماز کے قریب جاؤ  
وضو کا حکم اگرچہ امر کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ مگر اس سے بے وضو نماز پڑھنے کی یہی سمجھی  
جاتی ہے۔ اور وہ امر شرعی جس کو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں علمی اور  
عملی اس کے دو حکم ہیں ایک امر علمی یعنی معرفت کی طرف بلانا اس کا حکم اصول کا حکم ہے۔  
اور اس کی نافرمانی سے ہمیشہ کا عذاب ہے اور دوسرا امر عملی یعنی عبادت کی طرف بلانا  
اس کا حکم فروع کا ہے اور اس کی نافرمانی اگر خطایا سہو سے ہو تو وہ بخشنے والا اور مغفرت  
کرنی والا ہے۔ اور اگر اس کی نافرمانی انکار اور قصد سے ہے تو اس کے واسطے بھی عذاب  
الیم ہے۔ اور جس نے ان دونوں امروں کو مانا اور اطاعت کی اس کے واسطے ثواب  
بجریں ہے۔ پھر یہ امر دو قسموں پر منقسم ہوتا ہے۔ ایک کلی ہے یعنی دعوت اسلامی۔

اور دوسرا اجڑی ہے یعنی ارکان اسلام کا حکم جو شارع علیہ السلام نے فرمایا۔ پس خطاب  
یعنی شارع کا حکم امر کے نیچے ہے۔ اور امر جو بصورتہ امر سے صادر ہوا ہے۔ اثر امر کے نیچے  
ہے۔ اور اثر امر حقیقت امر کے نیچے ہے اور یہ ذات باری کی طرف مضاف ہے۔ اور  
اسی کی مخالفت سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیْ اَمْرٌ لِّلَّذِیْ  
تَسْتَعِیْذُوْنَ بِمُسْحٰنَا وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ اَلِیَاسَ اِمْرًا فَاذْکُرْ ۝

۱۰۰

پاک ہے وہ اور برتر ہے۔ ان چیزوں سے جو اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔  
 پس یہ امر یہی صورتہ امر ہے۔ اور یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔  
 اے طالب امر کے ان مراتب کو معلوم کر اور جان لے کہ امر حقیقتاً خداوند تعالیٰ ہے۔ اور  
 اُس کے بعد اُس کے رسول جو صاحب اثر ہیں اور جبریل ان دونوں کے درمیان میں  
 ہیں جو شخص ان دونوں کے علاوہ امر کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے خدا کے ساتھ پس روز قیامت  
 سے خوف کر دے مَا آدَمُكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ يَوْمَ لَا تَنفَعُكَ نَفْسُكَ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَلَا أَمْرٌ كَوْمِئِذٍ لِلَّهِ  
 اور تجھ کو کس چیز نے بتلایا کہ کیا ہے روز قیامت۔ وہ دن ہے کہ جس دن کوئی شخص کسی شخص  
 کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکیگا۔ اور کل کام اُس دن خدا کے اختیار میں ہوگا۔ پس تجھ کو لازم  
 ہے کہ اُس کے اوامر و نہای کو اطاعت کے ساتھ بجالائے۔ کیونکہ مومن خلیفہ خدا کا ہے  
 اور کافر خدا کا مخالف ہے۔ اور خلافت خلافت سے بہتر ہے۔ اور جب تو نے صورتہ امر کو جانی  
 لیا۔ کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو یہ بھی جان لے کہ ہر صورت کا ایک  
 دراز سایہ ہوتا ہے۔ اور صورت محمدی کا سایہ بادشاہ وقت اور خلیفہ عصر ہے۔ جو وسیع  
 شریعت ہو اس کی بھی اطاعت بجالا تا کہ تجھ کو خداوند تعالیٰ قیامت کے روز خاص اپنے  
 عرش کے سایہ میں جگہ دے۔

## چوتھا باب

### خداوند تعالیٰ کے فعل اور خلق کی بیان میں

#### اس میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل ظاہر افعال اور مخلوقات کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَلَا يَنْظُرُونَ  
 اِلَى الْاَوَّلِ كَيْفَ خَلَقَتْ وَ اِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ



فَصَبَّتْ وَارِثًا لِّاَلْاَرْضِ كَيْفَ سَطَحَتْ (یہ لوگ) دُف کی طرف کیا نہیں نظر کرتے ہیں۔ کہ اُس کی پیدائش کس طرح کی گئی ہو۔ اور آسمان کو نہیں دیکھتے ہیں کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے ہیں۔ اور زمین کو نہیں دیکھتے ہیں۔ کہ کیسی بچھائی گئی ہے۔ اور فرماتا ہے۔ قُلْ اَنْتُمْ لَكُمْ اَنْتُمْ اَلَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهَا اَنْدَادًا ذَلِكُمْ اَللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (اے رسول) کہہ دو کہ اے کافرو کیا تم اُس ذات پاک کے ساتھ کرتے ہو جس نے دو دن کے عرصہ میں زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور اُس کے ساتھ تم شریک کرتے ہو۔ وہی ہے پروردگار تمام عالم کا معلوم ہو کہ فعل قدرت کا اثر ہے۔ اور قدرت یا حقیقت وہی ذات باری ہے۔ پس تمام جزویہ اور کلیہ سب اسی کی طرف منسوب ہوئے۔ مگر جزویات باعث اپنے استیلاج اور ضرورت کے دفعات زمان سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس جزویات تدبیر کی جہت سے ہماری طرف منسوب ہیں۔ اور کلیات تقدیم کی جہت سے اُس کی طرف منسوب ہیں یَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيُخَيِّرُ مَا يَرِيدُ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم دیتا ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے۔ انسان کا فعل مادہ اور مدت اور آلہ اور غرض اور مقصد اور حرکت اور قوت کا محتاج ہے۔ مگر خداوند تم ایسا فاعل ہے جس کو ان اسباب کی مطلق ضرورت نہیں اور نہ ان میں سے کسی چیز کی ضرورت ہو۔ کیونکہ وہ مادہ اور مدت اور حرکت وغیرہ سب کا خالق ہے۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص تخت بنوانا چاہے۔ تو اُس کی لکڑی کی ضرورت ہوگی جو تخت کا مادہ ہے۔ اور بنانیوے یعنی برہمنی کی ضرورت ہوگی جو آدہ ہے اور حرکت کی ضرورت ہوگی یعنی بنانے اور تراشنے کی اور غرض ہوگی یعنی اس صورت کا تخت بننا چاہیے اور مقصد ہوگا یعنی بنانیوالا جو بنائیگا۔ تو اپنی مزدوری کی خاطر بنائے گا۔ اور مگر خداوند تعالیٰ کو ان استیلاج میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ بغیر ان اسباب کے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جیسے کہ اُس نے میوے اُولی کو بنزلہ مادہ کے پیدا کیا اور عقل اور نفس کو بنزلہ آدہ کے بنایا اور فلک کو بنزلہ زمانہ کے پیدا کیا اور حرکت پیدا کی پھر ان سب چیزوں سے باقی تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ پس حقیقتاً وہی فاعل ہے۔

فعل کے کئی مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ ابداع ہے۔ یعنی بغیر واسطے کے کسی چیز کو پیدا کرنا جیسے کہ اس نے عقل کو بلا واسطہ کے ایجاد کیا۔ اور واسطہ سے پیدا کرنا دوسرا مرتبہ ہے جیسے کہ نفس کو عقل کے واسطے سے خلق کیا۔ تیسرا مرتبہ صنعت کا ہے۔ یہ خلق سے بھی نیچے ہے۔ مخلوق جب کوئی چیز بنائے تو اس کو خالق نہیں کہہ سکتے بلکہ صانع کہہ سکتے ہیں۔ پھر صانع کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ترکیب دینا۔ جیسے بخاری اور خیاطی اور نوربانی کے کام ہیں۔ پس ان معنوں میں تو یہ اسم صانع بندول اور خدا کے درمیان میں مشترک ہے۔ اور دوسرے معنی صنعت کے کسی چیز کا ایجاد کرنا ہے۔ یہ خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور اس وقت صانع کے معنی خالق کے ہوں گے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** اور صنع کے معنی خلق کے ہو گئے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **صَنَعَ اللَّهُ**۔ **أَلَمْ يَلْقَ الْفَلَنَ لَمَّا تَشْتَرِ** اور چوتھا مرتبہ فعل ہے۔ یہ بھی بمنزلہ صنع کے ہے۔ مگر صنع سے نیچے ہے۔ کیونکہ صانع کو تو کبھی کبھی فاعل کہہ دیتے ہیں۔ مگر فاعل کو صانع نہیں کہتے پس صانع بمنزلہ استناد کے ہے۔ اور فاعل بمنزلہ شاگرد کے۔ پس صنع اور فعل کو بوسیت کے لوازم سے ہیں اور خلق اور ابداع آئیت کے لواحق سے ہیں۔

درحقیقت سب پر قادر وہی اللہ واحد تھا رہے۔ جیسا کہ خود اس کا فرمان ہے۔ **هُوَ الْغَايُ قَوْلًا وَعِبَادًا** وہی قادر ہے اپنے بندوں پر۔ پس جب تم کو صنع اور فعل اور خلق اور ابداع کا فرق معلوم ہو گیا۔ تو اب یہ جان لو کہ فعل سے نیچے عمل کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ فعل کسی امر و حکم سے جاری نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ فاعل خود مختار ہے۔ اور عامل خود مختار نہیں ہے۔ بلکہ وہ فاعل کے حکم سے کرتا ہے۔ پس درحقیقت فاعل خداوند تعالیٰ ہے۔ اور عامل اس کی عبادت کرنیوالا اور اس کا مطیع ہے۔ اسے طالبِ تجتہہ پر فرض ہے۔ کہ اس کے احکامات کو بجا لانے لے۔

خدا کے افعال بعض ظاہر ہیں اور بعض باطن ہیں۔ بعض محسوس ہیں اور بعض معقول ہیں۔ یہ محسوس ہیں وہی ظاہر ہیں۔ اور وہ وہ ہیں جن کی طرأت اعیان (یعنی فی الخبیث)



میں اشارہ کیا جاتا ہے جیسے آسمان زمین پہاڑ عناصر اور مرکبات میں سے نبات معدن حیوان  
 انسان وغیرہ اور اس جگہ انہیں محسوسات میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ کیونکہ بہ نسبت  
 معقولات کے یہ ہمارے ذہن سے زیادہ قریب ہیں اس سبب کہ ہماری طبیعتوں کا  
 میلان جس کی طرف زیادہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال ظاہرہ کو آیات باطنہ کا آئینہ  
 بنایا ہے۔ اور بنیات حقیقہ کو افعال محسوسہ کی اشکال میں پوشیدہ کیا ہے۔ پس یہ  
 اشکال محسوسہ بنزلہ حروف تہجی کے ہیں۔ کہ اسناد شاگرد کو پہلے انہیں کا سبق دیتا ہے۔  
 پھر اس کے بعد ان حروف کی ترکیب اور لفظ بنانے کی طرف ترقی کرتا ہے۔ اسی واسطے  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال محسوسہ مثل آسمان زمین وغیرہ کو بنزلہ حروف تہجی کے بنایا  
 ہے تاکہ بچکان کو سمجھیں اور علم ان کی قاصر طبیعتوں سے قریب ہو جائے ورنہ جو شخص  
 حروف تہجی کی تعلیم حاصل نہ کرے گا۔ وہ مکتوبات کو کیسے سمجھ سکیگا۔ پھر جب اُس نے اپنے  
 افعال ظاہرہ کیے اور فعل کی بنیاد کو قائم کیا۔ تب آسمان زمین اور جبال و بحال کو ظاہر کیا  
 چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ اَفْلَاکَ یَنْظُرُونَ اِلٰی الْاَوَّلِیِّ کَیْفَ خَلَقْتَ اَحْمَرٰنِکَ اور اونٹ کا ذکر  
 اس واسطے فرمایا۔ کہ اس کی بڑی حسیت اور قوت اور شدت مزاج اور بھاری بھاری بوجھ  
 اٹھانے اور قلت موت اور کثرت منفعت اور رفاقت اور نرمی اور انقیاد و اطاعت میں عجیب  
 و غریب قدرت کی نشانیاں ہیں اسی اعتبار سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 مومن کی مثال اونٹ سے دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ الْمُؤْمِنُونَ هِیْئَتُونَ لَیْسُونَ کَالْجَمَلِ  
 اَلَا تَرَ اَنْ فِیْہِمْ اَنْفَادًا وَاَنْ اُیْنِیْہُمْ عَلٰی اَصْحٰہِمْ اَسْتَسْتَاخِرُ یَعْنِیْ مومن نرم مزاج اور نرم دل ہیں  
 جیسے مدھا ہوا اونٹ جب اس کو چلائیں تو چلنے لگتا ہے۔ اور جب کسی پتھر کے پاس  
 اترنے کے واسطے بٹھائیں تو بیٹھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال ظاہرہ میں سے  
 اسی واسطے اونٹ کا ذکر پہلے کیا ہے۔ کہ وہ ہماری طبیعتوں سے زیادہ قریب ہے۔ تاکہ  
 طالب اُس سے اخلاق حسنہ حاصل کرے یعنی اطاعت اور نرمی اور خضعت و موت اور  
 قلت زاد اور بوجھ کا اٹھانا اور جو رزق ملے گا۔ اس پر قناعت کر لینی۔ اونٹ کے  
 بعد پھر آسمانوں کا ذکر کیا ہے تاکہ بندہ اونٹ کا حال دیکھ کر اور اُس کے اخلاق سے

اُس سے جو کہ آسمان کی طرف نظر کرے۔ اور بغیر ستون کے اُس کی بلندی اور رفعت اور حرکت کی شدت اور اُس کی لطافت اور صفائی جو ہر کو غور کرے۔ پھر اُس کے بعد زمین کا ذکر کیا ہے یعنی طالب زمین کے انقیاد اور اُس کی کیمت مقدار کو غور کرے۔ اور دیکھے کہ کس طرح اس میں بیج ڈالا جاتا ہے۔ اور روئیدگی کی تربیت ہوتی ہے۔ اور اپنے جواہر کی کیسی حفاظت کرتی ہے۔ اور اسرار کو کیوں کر چھپاتی ہے۔ اور کیسی مہربان اور نرم مزاج ہے۔ کہ نیک و بد سب ہی اپنے پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔ پھر اُس کے بعد پہاڑوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اُن کے وقار اور ثبات اور سطح اور پانی کے چشمہ بہانے اور جواہرات کی کانیں اپنے اندر رکھنے میں غور کریں۔ اور پہاڑوں ہی کے اندر درخت اور دریا اور معاون بھی شامل ہیں۔ دریا اگرچہ اپنے جسم کی حیثیت سے ظاہر ہیں مگر اُن کے اندر جواہرات وغیرہ کے بہت سے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور زمین کی صورت اگرچہ ایک دکھائی دینے والی چیز ہے۔ مگر اُس میں بہت سے اخلاق غیر محسوس ہیں۔ اور آسمان کی سیکل اگرچہ مٹی ہے۔ مگر اُس میں حکمت کے دوار اور لطائف غیر محسوس ہیں۔ اور اونٹ بھی اگرچہ ایک محسوس چیز ہے مگر اُس کے اندر جواہر صاف انقیاد اور قناعت وغیرہ کے ہیں وہ طالبان حقیقت پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو آسمان اور اُس کی رفعت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں شخص عالم اور اجزاء معقول کی طرف اشارہ ہے۔ اور زمین اور اُس کی سطح کا جو ذکر فرمایا ہے۔ اُس میں ظاہر مکان اور اُن چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو زمین میں مستقر ہیں۔ اور پہاڑوں کے ذکر میں پتھروں اور اُن کی اقسام اور معاون اور چشموں کی طرف اشارہ ہے اور اونٹ کا جو نام لیا ہے اس میں تمام حیوانات اور اُن کی اولاد و جنس کی طرف اشارہ ہے پس گویا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے تمام افعال ظاہرہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان کے سوا اللہ تعالیٰ کے اور ظاہری افعال نہیں ہیں یعنی تمام محسوسات ان چار کلموں میں مختصر الفاظ اور جامعیت معانی کے ساتھ آگئے۔

محسوسات یاد آئے ہیں یا مستحیل ہیں یا ساکنہ ہیں یا متحرک ہیں پس اوت سے توضیحات

لے محسوسات جو چیزیں ہیں جو اس نثر کے ذریعہ معلوم ہوتی ہیں۔ اُن کا ہم ذکر اپنے کچلے ہیں ہ مترجم





اُس کی مخلوق میں تبدیل نہیں ہو۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

## دوسری فصل حقائق افعال کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اَنْظُرْ مَا ذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اے رسول کو) دیکھو کیا کیا (نشانیاں) ہے آسمان و زمین میں۔

معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پہلے ظاہر عالم کی طرف نظر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ حواس اور فہم سے زیادہ قریب ہیں۔ پھر اس کے بعد ان کو معرفت اور احکام توحید کے پختہ کرنے کا حکم دیا ہے یعنی عالم کے اندر نظر کرنے کا۔ تاکہ ان عجائب و غرائب صنعتوں کو دیکھیں جو عالم کے اندر پیدا کی ہیں۔ کیونکہ ظاہر افعال حواس و حرکات ہیں۔ اور باطن افعال مینات اور آیات ہیں اور معرفت جو کبات ہی کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُلِّیْتُ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا زَادَتْہُمْ لَا یَسْتَاۤءُوْا یعنی جب نومنون کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں پس کل مقتولات نفوس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حس اور عقل کے درمیان میں اپنے افعال کے ساتھ انعام کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَ اَسْبَغْ عَلَیْکُمْ نِعْمَتَا ظَاہِرَتَا وَ بَاطِنَتَا یعنی اُس نے تم پر اپنی نعمتیں پورے طور سے کی ہیں۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔

ظاہری نعمتیں تو وہ ہیں جو ہم نے بیان کر دیں اور باطنی نعمتیں آفت اور نفوس میں اس کی آیات جلالیہ پر دلالت کرتی ہیں۔ آفاق میں جو آیات جلالیہ کے دلائل ہیں وہ روحانیات میں جو نام عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم فرشتے ہیں جن کو بجز انبیاء علیہم السلام کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا اور یہ خدا کی نافرمانی بالکل

شے اس بند میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا يَخْفَىٰ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ﴾ یعنی اے نبی! نہ دیکھنے کی بات نہ کہیں اور نہ وہاں کے نفوس کے اندر بھی۔ تاکہ اگر ان پر بات ظاہر ہو جائے کہ یہ کس شریف ہی ہو، سید کسین ہی تعالیٰ خواہزادہ حضرت محبوب الہی (علیہ السلام) کا تبار ہے یہ آیت علم جمیاتی یعنی سائنس کی ہی نامکرت ترقیب ہے۔



نہیں کرتے جو کچھ ان کو حکم دیتا ہے۔ وہی بجالاتے ہیں۔ اور انہیں میں سے ایک گروہ  
 کروڑوں کا ہے۔ جو خدا کی تقدیس کیا کرتے ہیں۔ اور روحانیات میں سے دوسری قسم  
 جنات اور شیاطین ہیں۔ ان میں بہت سے مختلف طبقہ ہیں۔ بعض ان میں سے  
 نہایت سرکش مفسد اور شریر و مکاری ہیں۔ دیو اور عفریت اور شیاطین انہیں کو  
 کہا جاتا ہے۔ اور بعض ان میں سے مسلمان جنات ہیں۔ یہ خدا اور رسول کے ساتھ ایمان  
 رکھتے ہیں۔ اور ان کا مسکن زمین کے گرداگرد ہے۔ وہاں بیٹھے ہوئے خدا کی عبادت کیا  
 کرتے ہیں۔ شیاطین زمین کے اوپر رہتے ہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ ساتھ پھرتے  
 ہیں۔ آسمان پر یہ نہیں جاسکتے۔ ان سب کی پیدائش خداوند تعالیٰ کے باطنی افعال  
 سے ہے۔ اور نیز خداوند تعالیٰ نے افلاک کے واسطے بھی روحانیات پیدا کی ہیں۔ اور سیاروں  
 اور ثوابت کے واسطے بھی چنانچہ خداوند تعالیٰ نے یرخ کی خاص روحانیات پیدا کی ہیں  
 ایسے ہی شتری اور شمس وغیرہ سب ستاروں کی روحانیات بنائی ہیں۔ اور یہ سب  
 خداوند تعالیٰ کے حقیقی افعال میں سے ہیں۔ اور کواکب ثابتہ میں سے ہر ستارہ کے  
 ساتھ پانچ پانچ روحانیات ہیں۔ اور حاملان عرش معنی عرش کے اٹھانے والے  
 فرشتوں کو پیدا کیا ہے۔ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے گرد وسیع میں  
 مشغول ہیں جو یہ سب اتفاق میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ اور بند و نکو اسے اسی  
 واسطے آسمان وزمین میں نظر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ ان آیات میں غور کریں۔ اور  
 ان مینیات سے نصیحت پائیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے وہ باطنی افعال جو نفوس کے اندر  
 ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ غطرہ۔ و ہم خیال۔ اچھی چیز کو اچھا سمجھنا بری چیز کو برا سمجھنا۔ اخلاق  
 حسنہ کا طبیعت میں پیدا ہونا دلوں کے اندر لطیف باتوں کا حاصل ہونا اور وہ قویں  
 جو خداوند تعالیٰ نے انسان کے اندر پیدا کی ہیں جیسے مفکرہ۔ حافظہ۔ متحیدہ وغیرہ اور  
 دلوں کے اندر کے ارادہ اور دلوں کا میلان اور عرفان الہی کی طرف کھینچ آنا یہ سب  
 خداوند تعالیٰ کے باطنی افعال ہیں۔ کیونکہ دلوں کی باگیں اس کے ہاتھ میں ہیں۔  
 اور سینوں کی کنجیاں اس کے قبضے میں ہیں۔ جدھر چاہتا ہے۔ اور جس وقت چاہتا

لے یہ باطنی خواص ہیں۔ غہ غور و غور کرنے والی ۱۲۔

ہے۔ اُن کو پھیر دیتا ہے۔ کھولتا ہے۔ اور بند کرتا ہے۔ قیض کرتا ہے۔ اور بسط کرتا ہے۔ اور  
 جیسے کہ قلب کے اندر اپنے مخفی افعال میں سے یہ افعال ظاہر کرتا ہے جیسے ایمان اور  
 احسان اور تقویٰ اور اعمال صالحہ کی توفیق اور نیک باتوں کا الہام کرنا ایسے ہی نفسِ امارہ  
 کے اندر اپنے مخفی افعال میں سے یہ افعال ظاہر کرتا ہے جیسے عقل کا شر اور تورہدایت  
 سے حجاب اور تبیہ اور تفسیر اور قلب کا نیکیوں سے پھر جانا اور دل میں بری نیت کا پیدا  
 ہونا۔ کیونکہ درحقیقت خیر و شر کا وہی فاعل ہے۔ اور یہ دونوں اُس کے فعل ہیں اسی سبب  
 سے شارع علیہ السلام نے اپنی امت کو تقدیر پر ایمان لانے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ  
 فرمایا ہے۔ کہ قدر پر ایمان لاؤ۔ اور اُس کا خیر و شر اور میٹھا اور کڑوا سب خدا کی طرف  
 سے سمجھو اور جب حضور علیہ السلام سے جبرائیل نے ایمان کی بابت سوال کیا۔ تو آپ  
 نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم خدا اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس  
 کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور جنت اور دوزخ  
 اور قدر کے خیر و شر پر ایمان لاؤ۔

پس خیر و شر اور نفع اور ضرر کے ساتھ قدر کا جاری ہونا سب خداوند تعالیٰ کے  
 باطنی افعال سے ہے۔ اور یہ باطنی افعال نفوس میں اس طرح جاری ہیں جیسے روحانیت  
 آفاق میں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آفاق اور نفوس کو اپنی نشانیوں کا منظر بنایا ہے۔  
 اور اُن میں اپنے افعال کو جاری کیا ہے۔ اور دونوں طرفوں میں اپنی مخلوق کو ظاہر فرمایا  
 ہے۔ تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ بیشک وہی حق منبع واحد فعال الٰہی برید ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے افعال ظاہرہ عالم اور اُس کے اجزا ہیں اور افعال باطنیہ وہ چیز  
 ہے جو نفس عالم میں ہے اور اُس کے اجزا ہیں۔ پس عالم محسوس ہے۔ اور عالم کے اندر  
 جو ہے وہ معقول ہے۔ اور معقولات محسوسات کے اندر پوشیدہ ہیں جیسے کہ اعمال  
 ظاہرہ کے اندر افعال باطنیہ پوشیدہ ہیں۔ اور اُس کے افعال ظاہرہ کے محل اشخاص  
 ہیں۔ اور افعال کے محل (یعنی اُن کی پیدائش کی جگہ) نفوس اور معقول ہیں۔ خداوند تعالیٰ

لے یعنی وہ کام کرے جس سے رحمت الہی سے دور نہ ہو۔ ۲۔ نیک کاموں سے نفرت کرنی ۱۱



کی باطنی آیتیں پہلے آسمان وزمین کے اندر ظاہر ہوئیں۔ پھر انسان کے اندر چنانچہ اسی کی نسبت فرماتا ہے۔ وَفِیْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ یعنی تمہارے نفسوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ کیا تم کو اُن کو نہیں دیکھتے (دیکھتے تو ہو مگر غور سے نہیں دیکھتے ہو) خداوند تعالیٰ نے پہلے اُن نشانیوں کے دیکھنے کا حکم کیا ہے جو عالم کے اندر ہیں پھر اُن نشانیوں کے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے جو نفوس کے اندر ہیں تاکہ آفاق اور نفوس دونوں کی نشانیاں جمع ہو جائیں۔ پھر اپنے افعال میں سے۔ سب سے زیادہ لطیف اور چمیدہ افعال کو قالب انسانی کے اندر ظاہر فرمایا۔ اور قالب انسانی میں سے بھی اس شرف کے ساتھ تین اعضا کو مخصوص کیا جو اعضا رُئِیَہ کہلاتے ہیں۔ ان تینوں اعضا میں سے ہر عضو کو اُس نے اپنے افعال خفیہ کا محل بنایا ہے چنانچہ دلغ میں اس کے افعال خفیہ یہ ہیں جس مشترک تین تذکیر حفظ خیال فکر و ہم۔ پھر حس مشترک کے پانچ حصہ کر کے اُن سے افعال خفیہ اُس نے ظاہر کیے ہیں جتنی حواس ظاہری چنانچہ آنکھ میں بینائی کی قوت رکھی اور کان۔ سینے کی اور ناک میں سونگھنے کی اور زبان میں چھکنے کی اور تمام کھال میں چھوٹنے کی یہ قوت سر سے پیر تک ساری جلد میں ہے۔ اور بعض افعال خفیہ اُس نے قلب میں ظاہر کئے ہیں جیسے حیات اور حسی حقیقی اور حرکت اصلی اور بعض باطنی افعال مگر میں رکھے ہیں جیسے طبعی قوتیں۔ مثل ہاضمہ اور دافہ اور غاذیہ اور اس کے اور شہوت کی قوت کو باطن میں جگہ دی ہے۔ یہ نہایت ہی اللہ کے پوشیدہ افعال میں سے ہے۔ یا وجود کہ اُس کے آثار ظاہر ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے واسطے ایک مخصوص آئینہ تیار کیا ہے جو اُس کی مملوک پورا کرتا ہے۔ اور اسی کام کے واسطے مخصوص ہے۔ اور کوئی کام اُس سے نہیں لے سکتے اور قوت مولودہ کو انٹلین میں جگہ دی ہے۔ خداوند تعالیٰ کے ان افعال میں سے ہر فعل کے اجزا اور جزویات بہت ہیں جن کی تشریح نہایت طویل ہے۔ اس مختصر میں ان کی گنجائش نہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال کو ظاہر اور باطن کی دو قسموں میں ظاہر کیا۔ اور فعل کو انسان پر رکھ دیا۔ اور حقیقت فعل میں بھر نکلا اور تدکار کے کچھ باقی نہ رہا تب فعل کو انسان ہی کے ساتھ

لازم کیا اور انسان کے ذمہ میں کر دیا اور انسانی سیکل میں اس فعل کو اپنی قدرت کا خلیفہ بنایا تاکہ یہ انسان بھی افعال الہی میں سے اس کام کے کرنے پر قادر ہو جو اس کی طاقت میں ہے۔ پس انسان بھی جس کے اندر مثل قدرۃ اُولیٰ کے فعل کا فاعل ہو گیا۔ اور جب انسان اپنی عقل کے ذریعہ سے افعال ظاہرہ اور خفیہ کا فاعل ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ نے صنعت کا دروازہ اس کے اوپر کھول دیا۔ اور آیتہ صل کو اسی پر ختم فرمایا تاکہ انسان حق کا منفعل بہادری خلق کا فاعل ہو فعل اور انفعال دونوں کے معنی اس کے اندر پائے جانے پس یہ انسان منفعل اس سبب سے کہ خدا سے نیچے مرتبہ میں ہے۔ اور فاعل اس سبب سے کہ کل مخلوقات سے مرتبہ میں بلند ہے۔ اور افعال الہی کا عمل اور خلق کا آئینہ اور صحن کا عنوان اور قدرت کی بزم ان ہے۔ اور یہ انسان اپنے نفس کے ساتھ فاعل اور اپنی عقل کے ساتھ محنت رہے۔ اور اپنی روح اور جس کے ساتھ شرف یافتہ ہے اس کا مرتبہ کل مخلوق میں بلند ہے حق اور باطل کے بیچ میں یہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اور کفر و ایمان کے درمیان میں کرویں بدلتا ہو نوع انسان میں سے جس نے یہ استفادہ حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی افعال کو دیکھے اور آفاق اور نفوس میں اس کی نشانیاں ملاحظہ کرے پس وہی کامل مومن ہے اور جو اس مرتبہ سے رہ گیا وہ درجہ انسانیت سے بھی محروم ہے۔ بلکہ جنس بہائم میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ** اللہ الصلوات علیکم والصلوات علیکم والصلوات علیکم۔ یعنی بیشک جانوروں سے بدتر ہیں خدا کے نزدیک وہ گونگے بہرے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

پس اسے طالب ہم نے افعال الہی میں سے جن اقسام کی طرف اشارہ کیا ہے ان کو خوب پہچان اور اپنی آنکھ سے سحران کے ظاہر کو دیکھ۔ اور چشم بصیرت سے ان کے باطن پر نظر کر اور آیات و حقائق سے عرفان کی جستجو کر اور جان لے کہ مستقبل محسوس میں چھپا ہوا ہے۔ اور محسوس مقبول کے ساتھ قائم ہے۔ اور افعال الہی ان دونوں سے خالی نہیں ہیں۔ پس جب تو افعال کے ان مراتب کو جان لیگا۔ تب نیز ایمان قوی ہو جائیگا۔ اور دین تیرا کامل ہوگا۔



اور یہ بھی جان لے کہ وہی حقیقی فاعل ہے۔ اور ہر چیز کا پیدا کنندہ ہے اُس کے سوا  
 نہ کوئی خالق ہے نہ فاعل کل مخلوقات اُس کی قدرت کے نیچے ہیں۔ پس خدا کا فعل وہی حقیقی  
 وہ ہے۔ اور مخلوق عورت ہے۔ کیونکہ توالد بغیر نر مادہ کے نہیں ہو سکتا اور اسی توالد  
 کا نام فعل و افعال ہے عقل سلیم پر یہ بات روشن اور واضح ہے۔ پس تجھ کو چاہیئے  
 کہ افعال شیا من کی متابعت سے نکل آئے اور افعال الہی میں نظر کرنے  
 آنا کہ تجھ کو وہ باتیں دکھائی دیں جن میں تیرے دین و دنیا کی بھلائی اور نجات ہو۔ اور یہ بھی  
 تجھ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خلافت کا جتنے افعال الہی میں سے بہتر صل ہو۔ موجودات میں  
 خدا تعالیٰ اس واسطے خلیفہ قائم کرتا ہے۔ تاکہ سب اخرا استغاثہ کے ساتھ خلیفہ کی طرف  
 رجوع کریں اور انتظام قائم رہے۔ اس واسطے خلیفہ کی متابعت بھی تجھ کو ضروری ہے  
 تاکہ تو صنع الہی سے مداف ہو۔ اور اس کے خاص مخفی اور مختار فعل کو افعال ظاہرہ و باطنہ  
 میں سے ملاحظہ کرے۔ اور تعالیٰ ہر متقی پر ہیز گار اپنی طرف رجوع ہونے والے کو دوست رکھتا ہے۔

## پانچواں باب

ترتیب موجودات کے بیان میں  
 اس کے اندر تین فصلیں ہیں

پہلی فصل :- پیدائش عالم کی کیفیت اور اس کی ابتدا کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور ایت  
 رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ  
 بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے چھ روز میں آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر انہیں اپنا نور عطا کیا

معلوم ہو کہ عالم ایک جامع نام ہے جس کے اندر بہت سے اجزاء ہیں۔ جیسے آسمان، زمین اور اُس کے اندر جو کچھ چیزیں ہیں مولیات اور ارکان وغیرہ اور اطلاق کے ساتھ جب یہ نام معنی عالم بولا جاتا ہے۔ اُس وقت یہ فلک اعلیٰ پر واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کل اشیاء پر شامل ہے۔ اور سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ عالم کے کل اجزاء خالق واحد کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں۔ اور ان اجزاء میں سے ہر ایک جز دوسرے جز سے خالق کی طرف محتاج ہونے اور امکان اور صنف اور فنا میں برابری کی نسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ خالق کا مخلوق میں تفاوت نہیں ہے۔ بلکہ تفاوت مخلوقات ہی میں ہے۔ مگر نہ خالق کی طرف سے بلکہ اپنی اپنی استعدادوں کی طرف سے کیونکہ عالم کی ہر صنف اور ہر نوع نے اپنی استعداد کے موافق اپنی مقدار کو قبول کیا ہے۔ اور وجود کے اندر وہی شکل اور ہیئت اختیار کی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ صورت کے غشتے والے نے نجات سے کیسکو بری صورت دی۔ اور کسی کی طرف مائل ہو کر اچھی صورت سے اُس کو سزا فرما دیا۔ کیونکہ وہ فیض الوجود بلا منع ولا بخل ہے۔ بلکہ موجودات میں سے ہر ایک نے اپنی قوت اور طاقت کے موافق اپنی صورت اختیار کی ہے۔

اسی جگہ قلت اور کثرت میں تقدم اور تاخر اور شرف اور نقص کے ساتھ مراتب کا اختلاف ظاہر ہوگا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ عالم کا حادث ہونا صحیح ہے کیونکہ عالم تغیر سے اور متحرک ہے۔ اس کے واسطے محرک اور متغیر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ تغیر کون و فساد کے درمیان میں ہوتا ہے۔ اور حرکت انتقال اور انتقال سے ہوتی ہے اور اگر متحرک بغیر محرک کے بذات خود حرکت کرتا ہو۔ تو لازم ہے کہ بذات خود بغیر محرک کے حرکت کرے۔ اور یہ بھی لازم ہے۔ کہ تمام حرکت کرینوالی چیزیں کمال کی طرف حرکت کریں۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ کمال محرک کے ساتھ ہو۔ کیونکہ اُس کو غیر سے استعانت چاہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ متحرک غیر کا مستلج بنو یا تحریک کے ساتھ یا تکلیف کے ساتھ

مطلوبہ حرکت دینے والا اور اُس کے اندر تغیر کو پیدا کرنا والا۔ یعنی جس میں کسی چیز کو حرکت ہوگی تب اُس کا کوئی حرکت دینے والا ہوگا۔ اور جب کوئی حرکت کرنا والی چیز نہ ملے گی۔ تب اس کا کوئی ضرر نہ ہوا ہوگا۔



سب سے پہلی حرکت وجود کی طرف ہے جو چیز کہ نہ تھی پھر ہوئی۔ اس کے واسطے  
تکون ضروری ہے۔ پھر اُس کا تکون اُس کو وجود کی طرف لاتا ہے۔ وہ تکون جس نے اُس  
کو تکون بخشا ہے۔ وہ غیر کے تصرف سے منزہ ہے۔ اور وہ خدائے واحد ہے یعنی وہ ذات  
پاک جس کی طرف تمام موجودات حدوث اور تکون میں محتاج ہیں۔ پس جب اُس چیز نے  
موجود مطلق سے وجود کو قبول کر لیا۔ تب وہ احکامات مختلفہ کے قابل ہو گئی اور اپنے حدوث  
کے ساتھ اپنے خالق اور موجد کی قدامت پر دلیل ہوئی۔ اور اُس کا احتیاج اس کے  
خالق کے جو دو کرم اور عنایت کی دلیل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عالم بحیثیت خود محدث اور  
خالق کی حفاظت اور عنایت کا محتاج ہے۔ اور کل اس کے اجزا اُس کے سامنے ذلیل  
ہیں اور اس کا احتیاج ہی اس بات کی گواہی ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ اس کا محرک اور  
خالق ہے۔ اور یہی گواہی اس کی تسبیح ہے۔ جو اُس جزو سے صادر ہوتی ہے۔ جیسا کہ  
خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَلَا تَمْنُنْ شَيْءًا إِلَّا لَيْسَ لَكَ بِمُحَمَّدٍ ذِكْرٌ وَلَكِنْ لَا تَقْضُوا لَهُمْ نَيْلَهُمْ**  
کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ مگر تم اُن کی تسبیح نہیں  
سمجھتے۔ اور فرمایا ہے۔ **إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا الرَّحْمَنُ عَزَّ وَجَلَّ** یعنی جو چیز  
آسمان و زمین میں ہے۔ سب خدا کی حضور میں بندگی کے ساتھ حاضر ہو گئی۔ اور فرماتا ہے۔  
**وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** یعنی اللہ ہی کے واسطے سجدہ کرتی ہیں سب چیزیں  
جو آسمان و زمین میں ہیں۔

جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ عالم حادث ہے۔ اور حدوث کے معنی بھی معلوم ہو گئے  
کہ یہ محتاج ہونا ہے ایسے موجود سابق کی طرف جس سے پہلے کوئی موجود نہ ہو۔ اور یہ موجود  
جس سے پہلے کوئی موجود نہیں ہے۔ ذات باری جل شانہ ہے۔ جس نے کل چیزوں کو  
پیدا کیا ہے بغیر کسی غرض اور طمع اور فساد اور کسی دوسرے کی ضرورت اور احتیاج  
کے بلکہ محض اپنے تعاضد وجود اور اتساع قدرت کے سبب سے۔ پس اسی نے بغیر  
کسی آلہ اور مادہ اہدیت اور موضوع کے پیدا کیا اور یہ مبداء اول یعنی وہ چیز جس کو  
خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ پھر سب چیزیں اُس سے پیدا کیں ایک

صاف جوہر تھا کامل اپنی ذات میں اور اپنے عقل رکھنے والا اور سمجھنے والا پھر اُس جوہر کی آنکھوں میں خداوند تعالیٰ نے وحدانیت کا سر رکھ لگایا۔ اُس وقت اُس نے دونوں نظریں کھلیں۔ ایک نظر کمال ابدع کی طرف اور دوسری نظر نقص حدوث کی طرف۔ پس ران دونوں نظروں کے پیچھے واقع ہونے سے فعل اور انفعال ظاہر ہوئے مگر چونکہ فعل نقصانات کے مشابہ ہے۔ اور نقصان متبدع کے اپنی ذات کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پس یہی نقص اور کمال فعل اور انفعال پر دلالت کرتے ہیں۔ جو دونوں نظروں سے پیدا ہوئے جڑے ہیں۔ اور یہی مضمون السعدی کے لفظ کُن میں پوشیدہ ہے یعنی کاف اُس کمال کا محل ہے جو فعل میں رکھا ہوا ہے۔ اور مبدع کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ اور نون اُس نقصان کا محل ہے جو انفعال میں رکھا ہوا ہے۔ اور مبدع کے اپنے حدوث کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوا ہے۔

یہی فعل اور انفعال سب سے پہلی دو اصلیں ہیں۔ پھر ان سے تمام عالم کا وجود ہوا ہے۔ اور یہ دونوں کون و فساد کی دونوں طرفوں میں جاری ہیں۔ اور تمام کائنات انہیں سے پیدا ہوتی ہے۔ اور ان دونوں قوتوں فعل و انفعال سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے۔ فعل ضلّٰی عظیم و قیوم کی قدرت سے پیدا ہوا ہے۔ اور انفعال حادث کے قبول سے پیدا ہوا ہے۔ اور یہ دونوں بمنزلہ نر و مادہ کے ہیں فعل نر ہے۔ اور انفعال مادہ ہے۔ اور یہ دونوں حکم الہی سے حادث ہیں

پس کلمہ اَوَّلُ بِالْبَرَاءِ اللّٰہِ مِنْ ذَاتِهِ ایک جامع اور منتر کلمہ ہے۔ استعارہ اور عبارت اور زمان و مکان سے اور یہی کلمہ امر الہیت میں پوشیدہ تھا۔ پھر جب وحدت اور ہویت محض نے الہیت کا لباس پہنایا یہی کلمہ اُس کا امر ہو گیا۔ اور اُس سے ایک جوہر کامل الذات و الصفات ظاہر ہوا اور اُس جوہر نے اپنی ذات کی طرف ایک نظریں اور ایک نظر اپنے خالق کی طرف کی پس انہیں دونوں نظروں سے فعل اور انفعال کی قوتیں ظاہر ہوئیں فعل نے عقل کی ذات میں قرار پکڑا۔ اور انفعال نے نفس میں جبرگ

لہ سب سے پہلی وہ جوہر جو پیدا کیا گیا ہے۔ اور مبدع اس کا پیدا کرنے والا یعنی خداوند تعالیٰ ۱۲



پائی۔ اسی سبب سے نفس عقل سے منفصل ہوا اور عقل نے نفس کے اندر فصل شروع کیا۔ اور  
 اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے اوپر سے ان کے باہم ملنے جلنے کا حکم فرمایا۔ تاکہ توالد و تناسل  
 واقع ہو۔ اور یہ حکم انہی گویا ان دونوں کے نکاح کا خطبہ تھا۔ عقل مرد اور نفس عورت گویا کہ  
 آدم اور حوا عالم اشخاص میں عقل اور نفس ہی کی مثال ہیں۔ پس پہلی جو چیز اللہ تعالیٰ  
 نے پیدا کی وہ نفس ہے۔ اور پہلی جو چیز اللہ تعالیٰ نے ابداع کی وہ عقل ہے۔ اور خلق اور ابداع  
 کا فرق تم کو معلوم ہو گیا ہے۔ پس سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے صمیم علم کے کلمہ  
 کے ساتھ پیدا کی۔ وہ ایک جوہر کامل عاقل تھا۔ عرفان اور عقل اور کمال اور شرف اور  
 تقدیم اور رجحانیت کے ساتھ موصوف اور یہ جوہر پاک تھا۔ اوان اور اشکال اور مقادیر اور  
 کمیات اور حیثیات سے اور اس میں اور اس کے مبیع میں کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ یہ خود  
 واسطہ بنالک اشیا اور خالق کے درمیان میں۔ پھر اس عقل ہی کے واسطے سے ایک جوہر  
 کامل عاقل زمین عالم بالقوت نہ بالفعل درجہ اعتدال پر قائم پیدا کیا یہ نفس تھا۔ کیونکہ  
 نفس عقل کے فیضان کا محتاج ہے جیسے کہ عورت مرد کے نطفہ کی احتیاج رکھتی ہے  
 تاکہ اپنے رحم میں اس کی تربیت دے کر انسان بنائے۔ پس اس طرح نفس اول عقل  
 کے نطفہ کا محتاج ہوا۔ اور اس کا عاشق بن گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جوہر عقل کو بھی اس کی  
 طرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا۔ تاکہ اس کے اندر تخم انسانی کرے۔ کیونکہ اس میں غنیمت کے  
 قبول کرنے کی فطرتی قابلیت تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نفس کے کپید کرنے کے بعد قوت  
 بیہوشی کو پیدا کیا۔ یہی مادہ ہے جو سب صورتوں کو قبول کرتا ہے۔ جیسے کہ شہوت کا مادہ  
 تمام اقسام حیوانات میں ہے۔ اگر بہ شہوت گھوڑے کو دامگیر ہوئی تو اس سے گھوڑے  
 ہی کی صورت پیدا ہوگی۔ اور اگر گدھے کو دامگیر ہوئی تب اس سے گدھا ہی ظاہر ہوگا۔  
 اور اگر نر انسان میں برائیگنمت ہوئی۔ تب انسان ہی پیدا ہوگا۔ پھر بیہوشی کے بعد اللہ تعالیٰ  
 نے طبیعت کو پیدا کیا۔ اور یہ قوت موافق حکم فعل و انفعال کے بیہوشی پر مسلط ہوئی۔  
 اور اسی سے صورت کا کام پورا ہوا۔ یہی قوت بیہوشی کو اس صورت کے ساتھ جو  
 اس کے لائق ہے آراستہ کرتی ہے۔ جیسے کہ آسمان کے بیہوشی کو آسمانی

صورتِ عنایت کی۔ اور انسان کے بیوی کو انسانی صورت اور گھوڑے کے بیوی کو گھوڑے کی صورت بخشی۔ حضرت رسول خدا صلعم نے اس قوتِ طبعی سے خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَلَكًا يُّسَوِّقُ الْاَهْلَ اِلَى الْاَهْلِ يَعْنِيْ بِيْشِكَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَايَكِ مَشْتَبِهٍ۔ جو اہل کو اہل کی طرف چلاتا ہے۔ پس فرشتہ یہی قوتِ طبعی ہے۔ جو ہر صورت کو اُس کے مناسب مادہ کی طرف لیجاتی ہے۔ پس گویا کہ طبیعتِ بیوی پر دیل مسلط ہو گئی۔ پھر اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حرکتِ مطلقہ کو پیدا کیا۔ یہ حرکت نفسِ طبیعت کے اندر ہے۔ تاکہ طبیعت حرکت کرے۔ اور اُس کے سبب مادہ اور صورت بھی حرکت کریں۔

چنانچہ طبیعت حرکت کرنے لگی۔ پھر اُس کو بیوی جسمیہ کے ساتھ متعلق کیا۔ تب جسمیت ظاہر ہو گئی۔ اور یہ طبیعت حکمِ الہی سے جسمِ مطلق کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو عالم کا قالب بتایا۔ یہی جسمِ فلکِ اعلیٰ ہے۔ پھر اسی جسمِ مطلق سے اللہ تعالیٰ نے تمام افلاک پیدا کیے۔ یعنی طبیعت نے فلکِ اعلیٰ میں تصرف کر کے اُس کے نوحے کر دیئے جس سے نوا فلک ظاہر ہوئے۔ اور افلاکِ البروج میں کو اکب کو پیدا کیا جن میں سے سات سیارے پیدا ہو کر ایک ایک فلک میں مقیم ہوئے۔ اور یہہ طبیعت تصرف کرتی ہوئی فلکِ قمر کے پاس آئی۔ یہ سب آخر فلک ہے۔ اس میں بھی اس نے تصرف کیا۔ اور اُس کو حرکت دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیوی مطلقہ سے ارکانِ اربعہ کا مادہ پیدا کیا یعنی عناصرِ اربعہ کو جو مختلف صورتوں کے قابل ہیں۔ اور ان کو آسمانوں کے بیچ میں مرکزِ عالم پر جگہ دی۔ یہ نقطہ دائرہ کے بیچ میں ہو جیسے کہ قلب ہوتا ہے۔ تمام اعضا اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ مرکزِ عالم گویا قلبِ عالم ہے۔ اور یہ مرکزِ محسوس نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک نقطہ موصوفہ غیر متعین ہے اور غیر متحرک ہے۔

اسی کی طرف تمام عالم قرار پکڑتا ہے۔ اور اسی پر سارے عالم کا مستقر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوتِ طبعی کے ساتھ ارکان کے اندر مزاج کو پیدا کیا۔ جس کے باعث سے ارکان ایک دوسرے سے خلط ملط ہو گئے۔ اور مختلف اشیاء کا اُن سے ظہور ہوا۔ چنانچہ سب سے پہلے معدنوں کے اندر جواہرات پیدا ہوئے۔ ابتداً ان کی بہت کمزور



تھی۔ مگر پھر قوت طبعی کے تصرف سے ان کو قوت پہنچی اور یہ نہایت مضبوط ہو گئے۔ جیسے مونگا وغیرہ اسی طرح نہروں کے کنارہ پر نباتات اور اشجار کا ظہور ہوا۔ ان کی ابتدا بھی بہت ضعیف تھی۔ جب پیدا ہوئے تو گھاس ہی کی طرح کم زور تھے۔ مگر قوت طبعی نے ان کو نہایت تنومند درخت بنادیا۔ اور حیوانات کی طرح سے ان کو بھی ترویج اور تہذیب کی ضرورت ہوئی۔

پھر طبیعت نے حیوانیت کی طرف رجوع کی اور نہایت ہی کم زور کمزور جینیٹی سے بھی چھوٹے چھوٹے کیرے پیدا کیے۔ اور پھر ان کو پرورش کر کے بڑے بڑے ہوام اور حشرات الارض بنادیا۔ اسی طرح دواب اور وحش و طیور میں تصرف کیا۔ جس سے ہاتھی وغیرہ بڑے بڑے حیوان پیدا ہوئے۔ اور ذہن اور تیز کو انہوں نے قبول کیا۔ پس ہاتھی انہما درجہ کا حیوان ہے جیسے کہ کھجور سب سے اونچا درخت ہے۔ ایسے ہی مونگا سب سے بڑا معدن ہے۔

چنانچہ نباتیت اور صورت نخل حیوانیت کی ہدایت ہو۔ اور صورت فیل انسانیت کی ہدایت ہو اور صورت انسانیت نبوت کی ہدایت ہے۔ ان سب کاموں سے فارغ

ملہ یعنی جس وقت مزاج نے ارکان کے اندر تصرف کر کے نباتات کو پیدا کیا اور کھجور سب سے اونچا درخت اس کے اوپر نباتات کے کمال کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد جو مزاج نے ترقی کی اس سے حیوان ظاہر ہوا ایسی نشو و نما اور چھوٹی مقدار کے ساتھ پیدا ہو کر بڑی مقدار تک کرنے اور غذا کے محتاج ہونے میں نباتات اور حیوانات برابر ہیں۔ مگر حیوانات میں یہ ترقی زیادہ ہے کہ ان کو ادراک اور شعور بھی حاصل ہے۔ جو نباتات کو کھانسی نہیں ہو۔ میں نباتات کی انتہا حیوانات کی ابتدا ہے۔ پھر اس کے بعد حیوانات میں سب سے بڑا جانور ہاتھی ہے۔ وہ جو اوصاف رکھتا ہے۔ اور سب انسان کے اندر موجود ہیں۔ مگر انسان میں عقل اور شعور کا مادہ اس سے بڑھا ہوا ہے۔ اس حساب سے حیوانات کی انتہا انسان کی ابتدا ہے ۱۲ ملہ یعنی جب انسان نے تمام حیوانات اور نباتات وغیرہ پر کمال حاصل کیا تب انسان کے اندر چند اہم اور اہم و اہم اور معرفت آئی کے ساتھ ایسے مخصوص ہونے جن کے مرتبہ کو اور کوئی انسان نہ پاسکا اور نہ وہ مرتبہ کو کشش سے حاصل ہوتا سکتا ہے۔ بلکہ وہ بھی مادہ کی قابلیت سے ایسا ہی عقل رکھتا ہے۔ جیسے انسانی صورت انسانی مادہ سے عقل رکھتی ہے۔ یعنی اگر کوئی حیوان چاہے کہ میں انسان بن جاؤں یا کوئی درخت چاہے کہ میں حیوان بن جاؤں یا کوئی درخت چاہے کہ میں حیوان بن جاؤں تو نہیں بن سکتا۔ وہی بنی ہوگا۔ جس کے مادہ نے نبوت کو قبول کیا ہے ۱۳

سید یسین علی نظامی خواہر زادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی ترجمہ کتاب

ہو کر طبیعت نے انسانی پیدائش کی طرف توجہ کی۔ اور شکل اتم یعنی صورت حسن اور مزاج اتم کے ساتھ اس کو پیدا کیا جیسا کہ ہم عنقریب اس بیان کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

اور صورت انسانی کی پیدائش کے وقت طبیعت واقع ہوئی اور خلقت تمام ہو کر قدرت کمال کو پہنچی اور اہمیت منتهی ہو کر خلافت لازم آئی اور ربوبیت کا اتصال ہوا۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ پس گویا صورت انسانی مثل نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے۔ امواج طوفان کے درمیان میں۔ اور اس صورت انسانی کے ساتھ کمال کا متصل ہونا استوار رحمن کے ہے عرش پر

پس اس صورت انسانی کو پیدا کر کے خالق فارغ ہو گیا۔ اور سب سے بہتر صورت اور حسن یہاں تک ہی اس کو معلوم ہوئی کیونکہ جو کمالات اس نے اس صورت میں پائے وہ اور کسی صورت میں نظر نہ آئے۔ پس اس وقت سب موجودات میں سے خلق سے زیادہ قریب عقل ہوئی اور کل مخلوقات میں عقل سے زیادہ قریب نفس ہوا۔ اور کل مصنوعات میں نفس سے زیادہ قریب جسم مطلق ٹھہرا اور یہ سب موجودات مراتب عدد میں مرتب ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَخْطِئَ كُلُّ شَيْءٍ عَدَدًا۔ یعنی ہر چیز کا اس نے گن گن کر شمار کر لیا ہے۔ اور سورۃ علیہ السلام کا قول ہے۔ لَقَدْ اَخْصَيْنَاهُمْ وَعَدْنَاهُمْ عَدًا۔ یعنی اس نے سب چیزوں کا احصا کر لیا ہے۔ اور سب کو اچھی طرح سے گن لیا ہے۔

پھر نفع انسان میں سے اس نے بعض افراد کو علم و عمل کے ساتھ برگزین کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اُن کے واسطے رحمن عنقریب محبت کر دیگا۔ اس محبت سے مراد استیلائی ہے۔ جو کل مخلوقات میں سے اُن کو عنایت کر گیا۔ اور ایمان سے علم ہشیار اور عمل سے بہت خوب علم کے کار بند ہونا مراد ہے۔ پس عقل واحد یعنی خداوند تعالیٰ سے دوسرے مرتبہ پر ہے۔ اور نفس عقل سے دور سے مرتبہ پر اور ربوبی تیسرے مرتبہ پر ہے۔ کیونکہ اس میں قبول افعال کا مادہ ہے۔ پھر طبیعت اُن سے چوتھے مرتبہ پر ہے کیونکہ اس میں اخلاط ارید ہیں۔ اور پانچویں مرتبہ پر حرکت ہے۔ کیونکہ اس میں



حواس خمسہ کی پانچوں طرف حرکت کا تقسیم ہونا ہے۔ اور نیز حرکتیں بھی پانچ ہیں۔ چار فلک کے نیچے اور ایک خاص فلک کی حرکت۔ چھٹے مرتبہ پر فلک، اور یہ جسم ہے کیونکہ یہ چھٹے (۱۶) جہتوں کو قبول کرتا ہے۔ پھر یہی جسم چھٹے مرتبہ میں سات افلاک پر تقسیم ہوا۔ اور یہ سات اتواں مرتبہ ہی۔ پھر آٹھویں مرتبہ پر ارکان سفر وہ مرکب ہیں۔ اور نویں مرتبہ پر مولدات کا مزاج ہی۔ پھر نہائی کے تیر پر حضرت انسان ہیں۔ جیسے کہ گنتی دس کے عدد سے پوری ہوتی ہے۔ ایسے ہی صورت (مطلقہ) صورت انسان سے کامل ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ یعنی بیشک پیدا کیا ہم نے انسان کو اچھی شکل و صورت میں۔ پس اس صورت انسانی کے سوا نہ اور کوئی صورت ہے۔ نہ مرتبہ ہے نہ زینت ہے۔ کیونکہ اور جس قدر اقسام مخلوقات ہیں۔ سب ایک دوسرے سے صورت یا صفت میں مشابہ ہیں۔ سوا انسان کے یہ کسی سے مشابہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی مخلوق اس سے مشابہ ہے۔ پس یہ مخلوق مثل اپنے خالق کے یکتا ہے۔ یعنی انسان لیس کثیر شے جیسے کہ اس کے خالق کی مثل کوئی چیز نہیں۔ ایسے ہی اس کی مثل بھی کوئی مخلوق نہیں ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے امثال کی نفی کی ہے ایسے ہی انسان کی ذات سے بھی امثال کی نفی کی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ ذَاتٌ تَتَوَلَّوْا لِسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مخصوص صورت کے ساتھ جو تمام صورتوں میں برگزیدہ ہے پیدا کیا ہے۔ اور اسی سبب سے انسان کا کوئی شریک اور نظیر نہیں ہے۔

پس مغدرات میں سے ذات جناب باری سے زیادہ قریب غفل ہو۔ اور مرکبات

سے حواس خمسہ کی پانچ حواس ہیں ذائقہ یعنی چمکانا شامہ یعنی سونگھنا۔ سامہ یعنی سنا۔ لاشہ یعنی بھڑنا۔ بصرہ یعنی دیکھنا۔ ہر پانچ حواس خارجی ہیں اور ان کا ذریعہ ہیں۔ مگر ان سے خالق ہشیا کا نام نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حواس رنگ اور صورت اور سوز اور بوی کے معلوم ہونے کا فائدہ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر ایک میں آگے گفت یعنی پیچھے سمجھنا یعنی سمیٹنا اور بینا یعنی بیان فوق یعنی اوپر تخت یعنی نیچے اس کے ارکان مفردہ جیسے عناصر ربیعہ۔ آگ۔ ہوا۔ چاقی۔ خاک ہیں اس کے مولدات شش یعنی حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ حسب جہاندار ہیں۔ نباتات تمام مویکلی اور درخت و طیور ہیں۔ جمادات میں تمام معدنیات اور پتھر و فیروزہ ہیں

شے اور اگر تم جیتھ پیر لوگ تو وہ تھلکے بے دوسری قوم کے آئیگا۔ اور جبرہ تھادی شل نہ ہونگے ۱۲

میں سے سب سے زیادہ جناب باری کا مقرب عاقل یعنی حضرت انسان ہے۔ اور کل اشیاء، عقل و عاقل کے درمیان میں ہیں۔ اور معقول محض وہی ذات خداوند تعالیٰ ہے۔ اور کل موجودات میں سے اُس کی زیادہ مقرب عقل ہے۔ اور عقل کا شرف عاقل سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس عالم عاقل کا تاج ہے۔ اور عاقل عقل کا لباس ہے۔ اور عقل عبد اللہ اور عند اللہ اور مع اللہ ہے اور غیر اللہ کی طرف اُس کی نظر نہیں ہے۔ جب کہا جاتا ہے۔ عالم غیب تو اُس سے عقل بھی مراد ہوتی ہے۔ اور جب کہا جاتا ہے۔ عالم شہادت تو اُس سے عاقل مراد ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غیب و شہادت دونوں کا عالم ہے۔

مکان (یعنی ظرف) فلک کے اندر داخل ہے۔ اور زمان (یعنی ظرف) فلک کی حرکت سے ہے۔ فلک کی پیدائش سے پہلے نہ مکان تھا نہ زمان۔ اور جب زمان ہی نہ تھا۔ تب پھر سال اور مہینے۔ اور رات دن کہاں تھے فقط اللہ تعالیٰ اپنی ہویت اور وحدت کے ساتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (یعنی پیدا کیا اُس نے آسمان و زمین کو چھ روز میں پھر قائم ہوا عرش پر)۔ اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہم ملام اور طفلان مکتب بیان کرتے ہیں۔ یعنی بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں دنوں کا اندازہ کر کے اُس اندازہ میں عالم کو پیدا کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دنوں کو پیدا کر کے پھر اُن میں عالم کو پیدا کیا۔ بعض کہتے ہیں اُن دنوں جو آسمان میں مذکور ہیں دنیا کے دن مراد نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آخرت کے دن ہیں اور اس آیت کو یہ لوگ جھٹ پیش کرتے ہیں وَمَا يَوْمُ الْحِسَابِ كَالْيَوْمِ الَّذِي كُنْتُمْ تُعْلَمُونَ کا معنی تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تہاے شمار کے ہزار برس کی برابر ہے۔ حالانکہ یہ جاہل یہ

عقل کی حقیقت میں بہت اختلاف ہے۔ اور ہر ایک اپنی عقل کے موافق اس کی اہمیت بیان کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقل ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کی کیفیت کا اور اک ہمارے دماغ میں نہیں آسکتا اور خاصہ کا یہ قول ہے کہ عقل ایک روشن حس کرنا والا اور فاعل دینے والا جو ہے۔ روح میں یہ داخل ہوتا ہے۔ اور اُن دنوں کے واسطے بھی جسم میں ذمہ گاہی ثابت ہوتی ہے۔ پس روح کے واسطے اعمال اور احوال عقل ہی کے اتصال سے بچتے ہیں جیسے کہ جسم کے اعمال اور احوال روح کے اتصال سے ہوتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بہت سے اقوال ہیں اور ان کی بحثیں مطولات میں مذکور ہیں۔

سید یسین علی چشتی نظامی دہلوی خواہر زادہ حضرت محبوب اعلیٰ قدس سرہ (رحمہم اللہ)



نہیں سمجھتے کہ خدا کے ہاں نہ صبح ہے نہ شام جیسا کہ کلام فیض انجام سیدنا وسید الانام سے ظاہر ہے۔ فرمایا ہے لَيْسَ عِنْدَ رَبِّي صَبَاحٌ وَلَا مَسَاءٌ یعنی میرے رب کے ہاں نہ صبح ہے نہ شام۔ اور وہ منزہ اور پاک ہے زمان و مکان سے۔ اس نے یہ عبارت لطیف یعنی آیت شریفہ محض لوگوں کے سمجھنے کے واسطے فرمائی ہے۔

اصل اس آیت کے معنی اور مطلب یہ ہے کہ دن آفتاب کے ظہور کی مدت کو کہتے ہیں جس وقت تک آفتاب اُترتا ہے۔ سب چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور اس اتنے ہی وقت کا نام دن ہے کیونکہ یہ روشن ہے اور اس کا فائدہ یہی ہے۔ کہ اس کے اندر نور کا ظہور ہوتا ہے۔ جس کے سبب سے گل چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔

آیت شریفہ میں دنوں سے صفات الہی مراد ہیں۔ اور صفات الہی کا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جن میں سے بعض صفات ذاتی ہیں۔ اور وہ وہ ہیں جن سے خلق اور ابداء کے استیاء پورے ہوتے ہیں۔ یعنی ارادہ۔ قدرت۔ علم۔ کلام۔ امر۔ ابداع۔ بس یہی چھ صفتیں وہ چھ دن ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جانا اور ارادہ کیا اور اس ارادہ پر قادر ہوا اور اپنے علم کے ساتھ کلام کیا اور جو فرمایا اس کا امر کیا پھر امور کا ابداع کیا۔ یہاں تک کہ عالم کا اساس ظاہر ہوا چنانچہ اسکا فرمان ہے بِدَقِيمِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنِّي قَضَوْتُ مَرَاتِفًا مِمَّا يَقُولُ لَكُنْ فَيَكُونُ صابغینے ابداع کرینو لا

لے لیس عند ربی صلیح ولا ساسۃ اس جو کہ تیسری اگر ایک طویل کتاب بھی لکھوں تب بھی اس کے مطالب پورے نہ ہوں۔ مگر میری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو مہمانناں خلقت سمجھتے ہیں وہ خلقت نہیں ہے اور نہ جس کو نور سمجھتے ہیں وہ نور ہے یعنی عوام کا خیال ہے کہ رات خلقت ہے اور دن نور یعنی روشنی ہے۔ یہ اُن کے خیالات نہایت خام اور کمزور ہیں۔ بلکہ ان معصون خلقت کا دنیا میں وجود ہی نہیں ہے خلقت کے صرف معنی یہ ہیں اور نور علم ہے اس کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں ہے اگر ہم رات کو خلقت کہیں اور دن کو نور کہیں تب ہر کوئی سمجھتا ہے کہ رات خلقت ہی نہیں ہے بلکہ رات کی خلقت ہی نہیں ہے اور نور علم ہی نہیں ہے بلکہ رات کی خلقت ہی نہیں ہے اور نور علم ہی نہیں ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ درحقیقہ اور بعض طہور کو دن و رات برابر ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رات کی خلقت صرف انسان کی کمزوری ہے اور کچھ نہیں۔ اور اس پہلے قول کی تائید میں یہ حدیث شریفہ ہے۔ لیس عند ربی صلیح ولا ساسۃ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا خواہ زیادہ حضرت محبوب الہی تبارک و تعالیٰ۔ السلام علیہ وعلیٰ آلہ وعلیٰ سبطہ

ہے۔ وہ آسمان وزمین کا جب کسی چیز کا پیدا کرنا چاہتا ہے۔ پس اس سے فرماتا ہے ہو وہ ہو جاتی ہے۔ اس آیت میں انہیں صفات کی طرف اشارہ ہے۔ جو دوسری آیت میں لفظ ایام کے ساتھ ظاہر کی گئی ہیں۔ اور جن میں جمیع قوم کا نور ظاہر ہوا ہے۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایام یعنی صفات میں عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اس نے جو عالم کو چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ ان چھ دنوں سے چھ جہات مراد ہیں جن سے عالم کا خارج ہونا ممکن نہیں ہے۔ تم پہلے جان چکے ہو۔ کہ جسم وہی عالم ہر جس جہات ستہ عالم کے ساتھ محیط ہیں۔ اور جہات ستہ یہ ہیں یعنی چھ طرفیں جن سے کوئی چیز باہر نہیں ہو۔ فوق یعنی اوپر تخت یعنی نیچے خلق یعنی پچھا۔ آماں یعنی آگاہ۔

یعنی یعنی دایاں یسار یعنی باایاں۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں چھ جہات میں آسمان زمین کو پیدا کیا ہو۔ ان چھ جہات سے نہ یہ نکل سکتے ہیں نہ ان کی خلاصی ان سے ممکن ہے۔ پس جب اس نے عالم کو اپنی ذات کے ایام صفات میں پیدا کیا۔ اس کی حدود اور جہتیں ظاہر کر دیں اور خود اپنی ذات کا صفات اور جہات سے منفرہ ہوتا اس جملہ کے ساتھ بیان فرمایا ثم استوی علی العرش یعنی پھر عرش و حدایت پر قائم ہوا اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَفِي سَمْعِ الْعَالَمِينَ یعنی اللہ تعالیٰ تمام عالم سے بے پرواہ ہے۔ اور ایک دوسرے سے بھی بے پرواہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چھ روز میں آسمان وزمین کو پیدا کیا یعنی تین چیزیں آسمانوں میں بنائیں آسمان اور کوکب اور ملائکہ اور تین چیزیں زمین میں پیدا کیں۔ معدنیات نباتات اور حیوانات پھر عرش پر قائم ہوا یعنی انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کی تصویر اور ترکیب کو وجود میں لایا۔ اور انسان کی صورت کو جو ساتویں روز کی مشعل ہو اور صورتوں میں ایسا ممتاز کیا جیسے

سطح مصطفیٰ رہنے اس آیت کی ہدایت قابل تفسیر کی ہے۔ اور اس کی توضیح اس طرح ہو جو حضرت شیخ ابن عربی نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے اور میں اس کا خلاصہ نقل کرتا ہوں خلق السموات والارض فی ستۃ ایام حتیٰ نعذ اللہ تعالیٰ آسمان الارض اور زمین آسمان چھ ہزار برس پوشیدہ رہا کیونکہ خدا کے دن کا ایک روز انسانوں کے شمار سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ اور تین پوشیدگی پر ایش آدم موت لے کر حضور کے زمانہ تک ہے۔ اس لیے کہ خلق کے معنی حق کا مظاہر تخلیق میں پوشیدہ ہونا جس۔ اور ساتواں دن زمانہ نبوت سے نمود ہمدی عیادت سلام تک ہو ثم استوی علی العرش یعنی قلب محمدی پر چڑھنے کے ساتھ قائم ہوا اپنی کل صفات کے ساتھ۔ ۳



جمعہ کا روز اور دنوں میں ممتاز ہو۔ پس یوں سمجھنا چاہیے کہ ملائکہ ہفتہ کا روز میں جو ہفتہ میں پہلا دن ہے۔ اور کو ایک اتوار کا روز ہیں۔ یہ ہفتہ کا دوسرا دن ہے۔ اور افلاک بنسزلہ پیر کے روز کے ہیں۔ اور معدنیات بنسزلہ منگل کے روز کے ہیں۔ اور نبات بنسزلہ بدھ کے روز کے ہیں۔ اور حیوانات بنسزلہ جمعرات کے روز کے ہیں۔ اور انسان بنسزلہ روز جمعہ کے ہے یعنی جیسے کہ جمعہ کے روز سب لوگ نماز کے واسطے جمع ہوتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تمام آسمان وزمین کی اشیاء کو جمع کیا ہے۔

انسان عرش توحید ہو۔ اور عرش پر خدا کے قائم ہونے سے اہل توحید پر عرفان کا ظاہر کر نام ادا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اقسام آسمان وزمین کو پیدا کر کے عرش توحید پر قائم ہوا جس سے انسان ادا ہے یعنی انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کل مخلوقات پر اس کو بزرگی دی۔ اور وہ جھیوں چیزیں بنسزلہ اُن دُوروں کے ہوئیں جن کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلَٰةٍ مِنْ طِينٍ ۝ یہ ذکر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ اور استوار علی العرش بنسزلہ انشاء ثانیہ ہوا جو ساتواں دور ہے۔ پس ران چھ کو اللہ تعالیٰ نے ساتویں کے ساتھ پورا کیا یعنی عالم کو انسان کے ساتھ کامل فرمایا۔ اور اپنے تصرف کے ساتھ انسان پر قائم ہوا اَنْشَاءُ الثَّلَاثِ بِحَقْلِ التَّهَارِ الْعِلْمِ بِطَلْبَةِ حَيٰثِثَا وَالشَّمْسِ الْعَقْلِ وَالْقَمَرِ الْفُتُوْمِ الْحَوَاسِ مَسْخَرَاتِ بِأَمْرِ مَا كَالَهُ الْخَلْقِ الْفُتُوْمِ وَالْأَمْرُ الرَّوْحِ بِأَمْرِ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ رات یعنی جہالت کو دن یعنی علم کا پردہ پوش بنا تا ہے جو اس کے پیچھے دوڑ کر آ رہی ہے اور سورج یعنی عقل اور چاند یعنی نفس اور ستارے یعنی حواس سب اس کے علم کے تابعدار ہیں۔ سن لو کہ اسی کے واسطے بے خلق یعنی جسم اور امر یعنی روح برکت والا ہے۔

اس درج تمام عالموں کا

مذہب میں طبع یا نہیں یاد کر چکا ہو کہ انسان کی ابتداء آنریش منی سے ہو پھر پشت میں غطف بنا پھر وہ نطفہ رحم کے اندر ملنے کی صورت میں منتقل ہوا۔ پھر غطف بنا پھر ہڈیاں بنیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھایا۔ پھر جب انسان دم سے دنیا میں تشریف لایا۔ اس وقت اس کی انشاء ثانیہ شروع ہوئی یعنی بچہ سے بڑا ہوا اور اوسط عمر کو پہنچا۔ پھر بڑھا ہوا۔ پھر مر گیا اور سب درجوں کا خاتمہ ہوا۔

اے طالب ہم نے ان آیات کی جو شرح بیان کی ہے۔ اس کو خوب سمجھ اور خلق کی کیفیت اور موجودات کے مراتب اور اتمام عدہ بعقد عشرہ کو معلوم کر اور اپنے رب سے عجز و زاری کے ساتھ خفیہ دعا کر اور حد سے بڑھنے والوں کو وہ یقیناً دوست نہیں رکھتا اور

## دوسری فصل

ان احادیث کے بیاں میں جو لفظ اول کی نسبت وارد ہوئی ہیں

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ لَعْقَلٌ** (الحدث) یعنی سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ وہ عقل ہے۔ اور نیز حضور نے فرمایا: **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ تَوَدُّعٌ** یعنی پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے۔ وہ میرا نور ہے۔ اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان ہے: **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ أَنْفَلَهُ قَالَ لَهُ الْكُتُبُ قَالَ يَأْتِي وَمَا الْكُتُبُ قَالَ أُكْتُبُ تَوْحِيدًا وَفَضِيلَتِي عَلَى خَلْقِي وَكُتِبَ مَا هُوَ كَارِئٌ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ** یعنی پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے۔ وہ نعم ہے اُس سے فرمایا لکھ اُس نے عرض کیا۔ اے پروردگار کیا لکھوں فرمایا۔ میری توحید اور میری مخلوق پر میری فضیلت اور برتری لکھ اور قیامت تک جو کچھ میری مخلوق ہے سب کچھ لکھ۔ معلوم ہو کہ اولیت کے دو معنی ہیں ایک اولیت زمانہ کی ہوتی ہے۔ مثلاً باپ بیٹے سے اول ہوتا ہے۔ اور بیٹا اُس کے بعد ہوتا ہے۔ دوسری اولیت رتبہ اور مکان کی ہے جیسے کہ رتبہ میں سب سے اول نبی ہیں۔ پھر صحابہ۔ پھر ائمہ۔ جو چیز کہ زمانہ میں اول ہے ممکن ہے کہ اُس سے پہلے بھی کوئی چیز اول ہو۔ جس کے مقابلہ میں یہ چیز دوسرے درجہ کی ہو جائے گی۔ مگر جو چیز کے رتبہ اور حقیقت دونوں میں اول ہے۔ اُس سے کوئی چیز اول نہیں ہوسکتی جس کے مقابلہ میں یہ دوسرے درجہ کی ٹھہری پس جو چیز کہ زمانہ میں اول ہے۔ اُس کا اول ہونا مجازی ہے۔ اس لئے کہ اس سے بھی

لے مقدمہ و معنی انسان کی پیدائش جس سے دس کا دور بردار ہوا اس کا ذکر کتاب میں گزر چکا ہے اور یہ سب



کسی چیز کا اول ہونا ممکن ہے۔ اور وہ چیز جو مرتبہ اور حقیقت میں اول ہے۔ اس کا اول ہونا حقیقی ہے۔ کیونکہ وہ تغیر سے محفوظ ہے۔ پس یہی حقیقی اولیت عقل کی واسطے ہے فقط کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ مخلوق میں سے کسی کو اس کے برابر رتبہ عنایت کیا۔ غرض کہ مفرد اور مرکب سب چیزوں میں سے عقل اول اول ہے کیونکہ یہ جو ہر مطلق ہے فرد مطلق و راک۔ عقلا۔ اور باقی کل اشیاء کا ظہور اسی سے ہے۔ اور اسی کی طرف آخر میں سب چیزیں رجوع کرتی ہیں۔ پس یہی اول ہے یہی آخر ہے۔ یہی سبب ہے یہی سبب ہے +

خداوند تعالیٰ بمنزلہ قلم کے ہے جو لکھ رہا ہے۔ کیونکہ تمام موجودات بمنزلہ کتابت کے ہیں بطور احوال عالم بمنزلہ اُن معانی کے ہیں جو حروف کے طرف میں ودیعت رکھے جاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے عقل اور خلق کی پیدائش شروع کی۔ تو عقل کو سب کا سرور بنایا۔ پس عقل بمنزلہ لفظ کتاب کے ہوئی اور اس کا وجود اظہار غیبات کے میں قلم سے مشابہ ہوا۔ تو گو عقل خدا کا قلم ہوئی جس سے اُس نے موجودات کے حروف صفحات صنعت اور لوح قدرت پر لکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ قلم نے اپنے پروردگار سے عرض کیا۔ میں کیا لکھوں فرمایا میری توحید لکھ۔ اور جو کچھ میری بندوں پر قیامت تک جاری ہوگا۔ سب لکھ۔ جب یہ کلمات اللہ تعالیٰ نے اُس کو الہام فرمائے۔ تب اس نے نفس انسانی کو ظاہر کیا۔ اور اس پر توحید اور کلمہ معرفت لکھا پھر نفوس جزویہ میں اپنے خاص فیضان کے لائق ایک نفس تلاش کیا۔ اور اُس نفس کے جوہر پر اپنے نور علم کا فیض پہنچایا۔ اور اپنی وحی کے ساتھ اُس کی امداد کی کیونکہ نفس انسانی کو بغیر عقلی امداد کے شرف حاصل نہیں ہوتا جو اور جبکہ نفس طلب علم میں عقل کے وجود کا محتاج ہوا تو جو نفس جزوی ہے۔ اُس کو عقل جزوی کفایت کرتی ہے۔ اور جو نفس کلی ہے وہ

علم میں جب عقل نے اپنے فعل و انفعال سے کلی اشیاء کو جن کا مادہ اسکے اندر پوشیدہ تھا ظاہر کیا اس معنی سے یہی عقل قلم کوئی معنی جو کلم قلم کتاب کو اُس سے مختلف صورت اور مختلف معانی کے تحت ظاہر ہوتے ہیں یہی کلم قلم نے کیا اس سبب سے کہ علم عام معنی کا لہجہ و لہجہ دانا یعنی عقل اہل علم بھی کہیں ہی اور اپنے سبب کا ہی لہجہ کہتے ہیں جیسے کہ اوپر مذکور تھا جو عقل کو اہل علم اور عقل ہی پورے طور سے حاصل ہے اور یہی عقل سب اشیاء کا سبب اور روح ہے۔ سید سلیمان

جب نفوس جزویہ کے واسطے کمال مصلحت کا طالب ہوتا ہے۔ اور اُس چیز کو بھی جانتا ہے۔ جو اُس کا احاطہ کیے ہوئے ہے یعنی حدوث کو تب اُس کو طلب مصلح میں عقول جزویہ کافی نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ عقل کلی سے استمداد اور استعانت کرتا ہے۔ پھر مصلحت کے وقت اپنی تجرذات و اہر قناعت نہیں کرتا اور اپنے لائق موزوں اور کمال المزاج جسم اختیار کرتا ہے۔ اور جس وقت اُس نے جسم خستہ یا رکھا۔ اسی وقت سے اپنے ذاتی کمال کے ساتھ اُس جسم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اُس کو اپنا فیضان پونچھا کر صاحب دعوت نبی اور صاحب شریعت رسول بنا دیتا ہے۔ اور اسی فیضان کی کمی یا زیادتی کے سبب کے رسولوں کے حالات میں فرق ہوتا ہے۔ اس کا ذکر ہم منقریب اس کے موقع میں کریں گے۔

نبوت ایک قوت ہے جو تمام رسولوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یعنی قوت افادہ و افاضہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ عقل کلی کے نفس کلی پر پہنچی ہے۔ جن اشخاص نے رسالت کی گود میں نبوت کی چھاتی سے دودھ پیا ہے۔ وہ سب وحی الہی کی مناسبت سے بمنزلہ ایک شخص کے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ رسولوں کے اعداد مختلف ہیں۔ مگر نبوت کے اعداد مختلف نہیں ہیں۔ پس جب کہ نبوت کی حقیقت مختلف نہیں ہے۔ تو آدم علیہ السلام کی نسبت اُس کی طرف ایسی ہے۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر میں ایسے ہوئے جیسے آدم اول میں تھے۔ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صورت نفس اور منبٹ عقل اور محل وحی الہی ہیں۔ اور عقل بھی ایک ہے اور نفس بھی ایک ہے۔ اور وحی بھی ایک ہے۔ اور رسول بہت ہیں۔ اور راستے بھی بہت ہیں۔ مگر مقصد ایک ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حقیقت آدم کی صورت میں بھی حضرت محمد ہی تھے۔ پس جبکہ حضرت محمد نے آدم کی نبوت کو ثابت کیا تو گویا اپنی ہی نبوت ثابت کی۔ اور جب اپنی ذات کا کمال ثابت کیا۔ تو گویا آدم کی ذات کا کمال ثابت کیا۔ اور یہ جو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ سب کے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور

لے یعنی فیض پہنچانے اور کمال بنانے کی قوت ۱۱ لے یعنی عقل کے جائے نزول اور وحی خداوندی کے مقام



پیدا کیا ہے۔ اس سے مراد آپ کی نور نبوت ہے۔ اور یہ نور نبوت عقل کا متوجہ ہونا ہے  
 آپ کی اس قول سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں اُس وقت نبی تھا جب اور نبی نہیں تھے  
 کیونکہ نبوت شخص کے اندر عقل کی مدد سے وحی کا تاثیر کرنا ہے۔ اور یہ پہلے ہی پہل آدم  
 پر مظاہر ہوا ہے۔ اُن کے بعد اُن کی اولاد اس کی وارث ہوئی چنانچہ کل انبیاء آدم  
 کے وارث ہیں اور نبوت اُن کی میراث ہے۔ پس حضور علیہ السلام کی اس فرمانِ اوّل  
 مَا خَلَقْتُ اللَّهَ نُورِي سے نور نبوت ہی مراد ہے کیونکہ نبی نبوت ہی سے قائم ہوتا ہے نہ  
 سوا کسی چیز سے اور یہ کلمہ حضور نے دو مطلبوں سے فرمایا ہے۔ ایک مطلب یہ ہے کہ نبوت  
 تمام اشخاص انبیاء میں ایک ہے جب ایک وجہ سے نبوت ایک نبی میں پائی گئی۔ تو سب  
 نبیوں میں بھی اسی وجہ سے پائی گئی۔ لہذا جب آپ نے فرمایا نُورِی اس سے نور  
 نبوت مراد لیا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ نور نبوت تمام موجودات سے سابق  
 ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی نور کو پیدا کیا ہے تاکہ تمام عالم نور نبوت  
 کا اتباع کرے۔ اور دوسرا مطلب حضور کے فرمان کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خاتم  
 النبیین تھے۔ اور حضور کی ذات انفرادی عالم یعنی قیامت تک دراز ہوئی۔ پس  
 آپ باعتبار حکم کے اول النبیین اور باعتبار پیدائش کے آخر النبیین تھے۔ اسی  
 کے واسطے آپ نے فرمایا ہے۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَ اَکْمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْبَلَدِ یعنی میں اُس  
 وقت نبی تھا جب کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے یعنی اُن کا وجود بھی خلق نہ ہوا تھا۔ اس  
 وقت میں نبی تھا۔ یعنی اول نبوت بھی میں ہوں اور آخر نبوت بھی میں ہوں۔ آپ ہی  
 کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو شروع کیا۔ اور آپ ہی پر ختم فرمایا۔ اسی سبب آپ انبیاء  
 سے بزرگتر اور اعلیٰ تر تھے اور فقط آپ کی نسبت نبوت سے تمام انبیاء اور مرسلین کی نسبت  
 سے برابر ہے پس پہلی وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے اطلاق اور اولیت حقیقی کے ساتھ پیدا کی  
 ہے عقل کلی ہے جو حضور کے اور اللہ کے درمیان میں واسطہ ہے پس عقل روحانیات

علم یعنی آپ کی نبوت کلماتِ تمثیلیہ ہی معنی طور سے آپ کی نبوت یعنی مطلق نبوت جسے اللہ آپ ہی میں ابتداء  
 آدم سے ہے اور آدم کی نبوت اسی اعتبار سے قیامت تک ہے۔ اور کثرتِ نبیا کے یہ معنی ہیں۔ کہ نبوت اُس وقت سے جب آدم کی آفرینش  
 کا وجود بھی نہ تھا۔ -۱۱- ۱۲- ۱۳-

سے بھی اول ہے۔ اور موت و حیات سے بھی اول ہے اور انبیاء سے بھی اول ہے۔ کیونکہ نبوت عقل اول ہی کے فیضان سے پیدا ہوتی ہے جو وہ نفس اول پر کرتی ہے۔ اور کتابت میں قلم اول ہے اور ایجاد میں ایجاد انبیاء سے اول ہے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو بمنزلہ مکتوبات کے بنایا تو عقل کو قلم گردانا۔ اور جب اشیاء کو بمنزلہ معانی کے کیا تب اُس کو عقل قرار دیدیا۔ اور جب بندوں کو اپنی طرف بلایا تب اُس کو داعی (یعنی رسول) بنا دیا۔ غرض کہ یہ تینوں نام ایک ہی چیز کے ہیں (عقل کی ذات ایک جو ہر فرما ہر دار و موثر اور مطیع تھی۔ خدا کے قبضہ میں جمع چاہتا تھا اُس کو پھیر دیتا تھا پس یہ جو ہر جس کو خداوند تعالیٰ نے سب سے اول پیدا کیا ہے۔ اور اُس کو اول الاول اُمس اور اپنا فرما ہر دار بندہ بنایا ہے۔ یہ بہت سی صفات سے موصوف ہے۔ کبھی تو یہ عقل ہے۔ اور کبھی یہ فرشتہ متعرب ہے۔ اور کبھی یہ حامل عرش ہے۔ اور کبھی یہ صاحب دعوت ہے۔ یہی اولیت کی حقیقت ہے۔ جو بیان کی گئی ہے۔

اور دہم کی رو سے اس طرح ہے کہ ہر نوع کا ایک مبدء ہے۔ جس سے اُس کے منحص ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ عقل روحانیات کا مبدء ہے۔ اور قلم جسمانیات کا مبدء ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے نور کے مبدء میں۔ اور آدم علیہ السلام انسان کے مبدء میں اور ان سب مبدءوں کا مبدء اللہ تعالیٰ کا لفظ مکن ہے۔ جس کو اُس نے اول الاول قرار دیا ہے۔ اور یہ سب مبدء اُس کے مقابلہ میں دوسرے اور تیسرے درجہ میں ہیں بحسب اضافات مختلفہ کے جن کا کچھ بیان گذر بھی چکا ہے۔ باقی ان کی تفصیل بہت طویل ہے۔

پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بزرگترین انبیاء ہیں اور دعوت میں سب کے آخر ہیں۔ اور ترتیب میں بھی سب کے اول ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان میں آپ تبلیغ کلام الہی کی رو سے بمنزلہ قلم کے ہیں۔ جو کتاب کے ہاتھ میں ہوتا ہے یعنی جیسے کہ کتاب قلم سے اپنا مافی الضمیر لکھ کر غائب اور دور کے لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے حاضر نبوت کو تو منوں پر



منکشف کیا۔ پس گویا حضور خدا کی قلم ہیں۔ اور دعوت کی حقیقت اور شریعت کے وضع کرنے میں آپ عقول جزویہ میں صورت عقل ہیں۔ پس آپ کی احادیث میں مع لفظ اول مذکور ہیں اُن کے معانی آپ کی ذات ہی کی طرف راجع ہیں۔ اور نبوت سے اور پھر الہیت کے اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ پس نور نبوت اَوَّلُ الْاَشْيَا اور شانی البقارہ وَ اَللّٰهُ هُوَ الْاَوَّلُ اور اللہ تعالیٰ وہی اول اور وہی آخر اور وہی ظاہر اور باطن ہے۔ اول سے وہ اول مراد ہے جس سے پہلے کوئی نہیں۔ اور آخر سے وہ آخر مراد ہے۔ جس سے آخر کوئی نہیں ہے۔ وہی اللہ واحد قیوم ہے۔ اور باقی جس مستدر اوائل میں۔ وہ بحسب اضافات مختلف ہیں اے طالب تو خوب سمجھ لے کہ مرتبہ میں سب سے اول عقل ہے۔ اور حقیقت میں سب سے اول نور حقیقت ہے۔ اور یہ نور نبوت ہی اور یہ نور نبوت عقل اور قلم دونوں پر غالب ہے۔ پس نبی مکرم کی شریعت کو مضبوط پکڑنا کہ نور نبوت میں سے سمجھ کو بھی کچھ بچائے۔ اور آخرت کی کامیابی نصیب ہو اور عذاب الہی سے نجات پائے۔

## تیسری فصل پیدائش آدم کی کیفیت میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْہِ لَادٰۤیْمَ خَلِیْفَۃً لِّیْ ۝۱۰ جب فرمایا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ (بہیدار) کروں گا ہوں۔ اور فرمایا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ۝۱۱ آخریت تک۔ معلوم ہو کہ آدم علیہ السلام ہی پہلے انسان ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا ہے۔ پانی اور مٹی سے۔ کالبدان کا بیت الحرام یعنی خانہ کعبہ کے قریب مکہ اور طائف کے درمیان میں بنایا۔ پھر اُس میں روح پھونکی۔ اور زنانہ بولنے والا کھر کر دیا اور بزرگی

ملہ یعنی ان تینوں میں بولنے والا کا آیا ہے۔ اُس سے آپ ہی کی ذات مراد ہے۔ اور وہ تینوں حدیثیں یہ ہیں۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ النَّفْلَ۔ اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَنَامَ۔ اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَنْوَارَ۔

تیسری حدیث کا فوراً شاہین میں پہلی چیز ہے۔ اور باقی بقا بقا کے دوسرے نیز یہ تو کہ بقا بقا میں پہلا نور ذات باری جل شانہ کا ہے۔

و شرف عنایت کیا چنانچہ فرماتا ہے **هُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا لَّجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا** یعنی خدا پاک کی وہی ذات ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کر کے نسب اور سسرال کے سلسلے اُس میں جاری کیے جب خداوند تعالیٰ نے عقل کلی کو پیدا کیا۔ تب اُس کے بعد نفس کو پیدا کیا اور ان دونوں سے فعل و انفعال کو ظاہر فرما کر یہی مطلقہ میں اُن دونوں کو جاری کیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے حسیت میں خوب کام کیے۔ اور انہیں دونوں کے ذریعہ سے اللہ نے جسم سے افلاک اور کوکب کو پیدا کیا۔ پھر ارکان اربعہ کو پیدا کر کے فعل و انفعال کو اُن کی طرف متوجہ کیا۔ اُنہوں نے قسم قسم کی مخلوقات مثل حیوانات معدنیات نباتات کے ظاہر کیں۔ مگر پھر بھی اُن کو قناعت نہ ہوئی یہ عقل اول کو اشخاص جمادات حیوانات وغیرہ کے پیدا کرنے سے اطمینان حاصل ہوا۔ اور اُس نے چاہا کہ ان اصناف ثلثہ سے بہتر اور عمدہ اور کامل شخص پیدا کیا جائے۔ جو سب سے افضل ہو۔ تب اُنہیں فعل و انفعال نے ایک عمدہ مادہ پانی اور مٹی میں دیکھا۔ پس یہ دونوں اُس کے اندر گھس گئے۔ اور وہ مادہ ربوبیت کے دروازہ تک دراز ہوا۔ یہاں تک کہ قدرت نے اُس میں ارادہ کی تاثیر کے ساتھ اثر کیا اور اس مادہ میں سے ایک شخص محوٹ مستوفی نطق کے لائق پیدا کیا پھر نفس کلی اُس شخص کی طرف متوجہ ہو کر ایسا اُس کے ساتھ متعلق ہوا جیسے صورت مادہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ تب اُس شخص کے قلب میں زندگانی کا نور روشن ہوا اور زمین پر پھرنے چلنے لگا اور زندہ ہو گیا۔ اور اپنی پیدائش سے یہ حیران تھا۔ اُس وقت عقل کلی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اُس نے اس کو اپنی کرامت اور بزرگی اور خلافت کا سزاوار بنایا اور اپنے جلال و کمال کو اُس کی بصیر اور بصیرت پر روشن کیا۔ تب عقل کی تائید سے اس کی زبان کھلی گئی۔ اور ان نعمتوں اور بخششوں پر جو بارگاہ خداوندی سے اُس کو عنایت ہوئی نفس شکر پروردگار بجالایا اور کہنے لگا۔ **لَا تُحْمَدُ لَكَ الَّذِي خَلَقَنِي لَا عَن قَائِلٍ** **مَخْصُوصٍ وَلَا عَن مُنْغِيٍّ مَخْصُوصٍ** جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے

۱۔ یہ دعوت دار میں کو کھڑا کہتے ہیں ۱۲۔ نطق کے لائق بننے ایسا کہنے والا جو اپنی تمام ضروریات کو گفتگو کے ذریعہ سے پورا کر سکے ۱۳۔ اس خدا کا شکر جو جسے کچھ کو پیدا کیا نہ قابلِ خصوص سے نہ منعم سے نہ مستحق سے نہ اپنے ذمے سے



فَإِذَا سُوِّتَتْ وَلَفُخْتُ فِيهِ مِنْ رَوْحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدًا يَعْبُدُونِي فَرَشْتُمْ جِبْ مِسْ اُس  
کو بنا کر پورا کر دوں اور اپنی رُوح اُس کے اندر بھونک دوں اُس وقت تم سب اُس کے  
آگے سجدہ میں گر پڑنا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کے قالب کو ایک طرفۃ البین میں پیدا کر کے میدان  
کبریا میں ڈال دیا پھر نفس اُس کے طرف اس طرح متوجہ ہوا کہ وہ اُس کو مستبول  
کر کے چنانچہ قالب نے حضورؐ عرصہ میں قلب کا نو قبول کیا جس کی خبر رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں دی ہے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی مٹی کو  
چالیس روز اپنے ہاتھ سے خمیر کیا ہے۔ ہر دس روز دس دس نعمتیں آدم پر فرماتا تھا  
یعنی ان نعمتوں کی برکت سے آدم کے قالب میں سے ارکان کی جمادیت باکل جاتی  
ہی۔ خدا کے وعدہ کے چالیس روز پورے ہوئے۔ اور انہیں چالیس روز کا نمونہ چلیس  
روز تھے جن کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ذکر فرمایا ہے

پس آدم کا پہلا ظہور مٹی سے تھا۔ پھر اُس نے اوج عقل کی طرف حرکت کی۔ پس جب نور عقل نے اُس پر طلوع کیا۔ زمین عبودیت میں یہ خدا کا خلیفہ بن گیا اور زمین جہالت سے اُس نے علوم شریعت و حقیقت کے آسمان پر ترقی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ لِيَقُولَ لَهُمْ سُبْحَانَ اللَّهِ تَعَالَى فَمِنْهُمْ مَنْ سَمِعَ وَأَطَاعَ وَمِنْهُمْ شَقِيقٌ يُؤْتِي الْأُمُورَ الْحَكِيمَ (ہر چیز کے) پھر پیش کیا (ان چیزوں) کو فرشتوں پہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے قالب کو مٹی سے پیدا کر کے عالم کے اندر ڈال دیا۔ تب ملائکہ اور سکاں اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الرُّوحُ فرمایا۔ اِنَّا جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً لَّكَ یعنی میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنا والا ہوں تم اُس کی خدمت اور متابعت کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ ملائکہ نے جب یہ ندا سنی اپنے اپنے مسکنوں سے نکل کر آدم کی سبیل کو دیکھنے لگے۔ اور اُس کے قالب کو جس وقت کہ وہ بجان پڑا تھا دیکھ کر خیال کرنے لگے کہ مثل اور حیوانات کے یہ بھی ایک حیوان ہو گا اس میں کوئی بات قابل تعریف نہیں ہونی یہ تکلیفات شرعیہ اور احکامات الہیہ کا اہل معاموم ہوتا ہے۔ اسی سبب سے انہوں نے عرض کیا اِنَّا جَاعِلٌ فِيهَا مَسْجِدًا

۱۴۔ یہ اعلیٰ مقام کے فرشتے جو اور فرشتوں پر بھی امتیاز اور بزرگی رکھتے ہیں ۱۴

یَقْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الْبَرَاءَ وَنَحْنُ نُسَيِّمُ بَحْدًا وَنُقَيِّسُ لَكَ رَيْبًا اے پروردگار! کیا تو زمین میں  
اُس شخص کو پیدا کریگا۔ جو اُس میں فساد برپا کرے۔ اور خون خرابیاں پھیلائے حالانکہ ہم  
تو تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم ارواح طیبہ اور نفوس طاہرہ کے ساتھ زمین  
میں اور یہ زمین کا رہنے والا نبیث زندگانی کے ساتھ زندہ کیا جاویگا۔ تو پھر بجز اعمال  
شیطانی کے اور کیا کریگا۔ اور یہ ان کا قول اس سبب سے تھا کہ انہوں نے مقدمات  
میں سے جہنمیں یعنی جہل اور ظلم کو لیکر نتیجہ نکال لیا یہ نہ سمجھے کہ مقدستین جہنمیں سے  
قیاس نہیں بن سکتا۔ اور نہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ اسی سبب سے انہوں نے اس میں خطا  
کی اور اللہ تعالیٰ نے اس بدگمانی سے اُن کو منع کیا۔ اور اُس نوایجاد مخلوق کی عیب جوئی  
سے دم کا یا یعنی فرمایا۔ اِنَّ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ طیبے بے شک میں جانتا ہوں جو تم  
نہیں جانتے ہو۔ تم اُس کے ظاہر کو دیکھتے۔ اور میں پوشیدہ اور ظاہر سب کو  
دیکھتا ہوں۔ اور جھمی کو معلوم ہے جو مخفی علوم میں نے اُس میں ودیعت رکھے ہیں۔  
میں اُس کو سننے والا اور دیکھنے والا اور بولنے والا بناؤنگا۔ اور تم سب سے اُس کے  
سجدہ کی درخواست کرونگا۔ پھر جب آدم سے نفس کلی وابستہ ہوا تب عقل کلی بھی اُس  
کی طرف متوجہ ہوئی اور تمام علوم اُس کی روح میں منتقل ہو گئے اور کل اسرار اُس کے قلب  
پر ظاہر ہوئے۔ پس یہ عقل اور نفس کی امداد سے عالم زندہ اور ناطق بن گیا۔ اور علم و  
عمل کے مستحکم ہونے سے حکیم ہو گیا۔ تب اس کو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سامنے پیش کیا۔  
اور فرمایا اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ط یعنی مجھ کو ان چیزوں کے نام  
بتلاؤ۔ اگر تم اس خیال میں سچے ہو۔ کہ ہم آدم سے فضل ہیں۔ اُس وقت فرشتے سمجھے  
کہ انہوں نے واقعی اپنے قیاس میں غلطی کی تھی۔ اور آدم کے اوپر اُن فضائل کے  
انکشاف سے حیرت میں غرق ہو گئے فَسَبَّحُوا لِلّٰهِ كَلٰمًا جَمِیْعًا اَلَا اِلٰهَ اِلَّا بَلِیْسٌ ط  
اِسْتَحْکَبُوْكَ اَمِنْ لِّکَا فِرْعٰوْنِ ط یعنی پس سب فرشتوں نے ہریت مجموعی سجدہ  
کیا۔ مگر ابلیس نے تکبر کیا اور ہو گیا کافروں میں سے قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ  
اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْہٗ خَلَقْتَنِیْ مِنْ تَّارٍ وَخَلَقْتَهَا مِنْ طِیْنٍ اللہ تعالیٰ نے



فرمایا (اے ابلیس) تجھ کو کس چیز نے باز رکھا کہ تو اس کو سجدہ کرے۔ جب کہ میں نے تجھ  
 حکم دیا تھا (ابلیس نے) کہا میں اُس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے  
 اور اس کو تو نے حاب سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس سے فرمایا تو اچھے مادہ میں  
 بری صورت ہے۔ اور آدم اچھے مادہ میں اچھی صورت ہے۔ ترانگمان یہ ہے کہ آگ مٹی  
 سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ بلالو زالی ہے۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ خاک آگ سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ  
 (نباتات کی) پرورش اور حفاظت کرتی ہے۔ اور اس میں نرمی اور محبت اور ٹھنڈک  
 ہے۔ اور چونکہ میں بھی وہ اندا ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تجھ کو اس نافرمانی  
 کی یہ سزا دوں گا کہ تیری صورت کو تیرے ہی مادہ سے جاؤں گا۔ اور آدم کی صورت کی اُسکی  
 مادہ میں حفاظت کروں گا۔ اور بے شک تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

آدم پہلے تو زندگانی سے ایک شخص ہی تھے۔ پھر عقل کی برکت سے خلیفہ ہوئے اور  
 آسمانوں میں داخل ہو کر جنت کے بلند مقام میں سکونت اختیار کی۔ سب فرشتے اُن کی  
 خدمت کو حاضر ہوئے۔ خدا کی امانت کو اُنہوں نے اٹھالیا۔ اور بذاتِ خود فعل و انفعال  
 کی دونوں صورتیں بن گئے۔ اور اسی سبب اپنی نوع کے ساتھ اپنی جنس میں سے  
 مستغنی ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو شریعت کے ساتھ مقید کیا۔ اور طبیعت ان سے  
 وابستہ ہوئی اُس وقت یہ عہد پر قائم نہ رہ سکے اور ظاہرِ شرع پر قناعت نہ کر کے حُریم عیاں  
 کا قصد کیا۔ اور سقفِ جنات سے داخل ہو کر بابِ ایمان پر نہ ٹھہرے۔ پس اللہ نے  
 قہر کے تازیانہ سے اُن کو دھمکایا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ یعنی آدم ؑ  
 نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پس گم راہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ لاچار آدم کو بابِ توبہ کی طرف  
 رجوع کرنی پڑی اور عظیم حقیق سے نکل کر ظواہرِ تنزیل کے ساتھ منتک کیا۔ یعنی توبہ  
 کی اور احکامِ الہی کی اطاعت کی طرف رجوع ہوئے تب پروردگار کے دربارِ رحمت نے

لے یعنی وہ تمام خاص چیز کا گدھا بنیں یہ کہتے ہیں کہ جس وقت آدم نے گناہ کا بلوہ دیکھا مبرا تھا جسے جاتا رہا اور مانتا  
 کا حکم غلبہ شوق سے بول نکلتا وہاں دستِ خواہش دامنِ مطلوب کی طرف دراز کیا۔ مگر چونکہ بقا کا رزق الہی ہوتا ہے جس کے مستوجب  
 ہوتے ہیں۔ پس یہی سبب گناہ کی توجہ تھی اور اقبالِ حکم کا رستہ سمجھ گئے۔ نہ خیال کیا کہ اس مطلوب کے وصول کا  
 راستہ کیا ہے۔ پس یہی سبب گناہ کی توجہ تھی اور اقبالِ حکم کا رستہ سمجھ گئے۔ اور وہ فرمایا ہے

جوش کیا۔ ثُمَّ اجْتَنِبْهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ۔ یعنی پھر اُس کے پروردگار نے اُس کو برگزیدہ کیا اور توبہ قبول کر کے اُس کو ہدایت کی۔ جب آدم کے اندر فعل و افعال کی دونوں قوتوں نے جگہ پکڑ لی اور خواہش نے اُن کے قلب کو حرکت دی اُس کو بیہوشی کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ اُس سے مباشرت کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کی پسلی سے اُس کی بیوی کو پیدا کیا۔ اور آدم اور حوا فعل و افعال کی صورتیں بن گئے جیسے کہ لوح و قلم بنے جو کچھ کہ قلم لوح پر لکھتی ہے وہی آدم نے حوا کے ساتھ کیا اور تو اللہ و ناسل ان میں ظاہر ہوا حوا کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بیٹیوں کی بیٹیوں سے شادی کر دی تاکہ نسل آگے کو چلے چنانچہ اسی ذریعہ سے آدم کی اولاد بڑھتی گئی اور ربوبیت کا راز عبودیت میں ظاہر ہوا۔ اور قدرت کے نور نے صنعت کی ظلمت میں قرار پکڑا۔

اور اللہ تعالیٰ نے بیاعت اپنی رحمت کے مٹی سے انسانی پیدائش بند کر دی کیونکہ جب آدم کی ذات ہی میں فعل و افعال ہوئے لگا بیٹے زود مادہ بنا دیئے تب مٹی سے پیدا کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ پس آدم سب سے پہلا انسان ہوا جیسے کہ عقل روحانیت میں اول بر اور عقل آدم کی مٹی پر عاشق ہو گئی۔ پس آدم متعلیٰ بالفعل ہے۔ اور عقل آدم بالقوہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت کو ہموار اور موزون کر کے اس کے اندر روح پھونکی۔

اللہ تعالیٰ منازل میں دیگر مخلوقات کے رہ جانے اور آدم کی عقل کلی تک پہنچنے کی ضرورت ہے چنانچہ اس کا فرمان ہے۔ اِنَّا نَحْنُ الْاِمَانَةُ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ قَابِلِينَ اَنْ يَّحْمِلْنَا ذَا سَقَقْنَا وَنَحْنَا بَيْنَ بَيْتِكَ اَم نَمْنَا بِمَنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ اَمَانَةٌ اَمْنًا وَنَحْنَا بَيْنَ بَيْتِكَ اَم نَمْنَا بِمَنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ اَمَانَةٌ اَمْنًا۔ اس آیت سے انکار کیا۔ اور اس امانت سے وہ خوف زدہ ہوئے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آسمان وزمین جیسا کہ عالم کے ساتھ زندہ ہیں۔ کیونکہ عالم ایک ایسا اسم ہے جو آسمان وزمین اور اُن کے درمیانی سب چیزوں پر واقع ہے۔ اور عالم زندہ ہے۔ اس لئے

لے لینے حصول مطلب کا راستہ بتایا کہ اس طرہ سے ہم سے پاس آئے۔



کہ اللہ تعالیٰ خود زندہ اور قائم ہے وہ امانت کو نہیں پیش کر سکتا ہے۔ مگر زندہ پر۔ اور قبول کرنا اور رد کرنا زندگی ہی سے سرزد ہوتا ہے۔ پس جب اُس نے یہ خیر دی کہ اُس نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا۔ اور انہوں نے اُس کے لینے سے انکار کیا۔ تو اس سے اس بات کا ثبوت ہوا کہ آسمان زمین اور پہاڑ زندہ ہیں۔ مگر حیات عالم کے ساتھ جو نفس کلی سے ہے۔ اور ان سب کے نفوس ایسے ہی ہیں۔ جیسے نفس نباتی اور حیوانی۔ اور عالم نے امانت الہی کے قبول کرنے سے اس سبب سے انکار کیا۔ کہ وہ نفس قدسی سے بہت دور تھا۔ اور نفس قدسی وہی ہے جس سے نطق اور عقل کا فیض پہنچتا ہے پس آسمان زمین اور پہاڑ یہ تینوں نامہراں مولدات مشہہ پر واقع ہیں۔ یعنی معدنیات۔ نباتات اور حیوانات۔ پہاڑ معدنیات پر محیط ہیں۔ اور زمین نباتات پر محیط ہے۔ اور آسمان حیوانات پر شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَةَ عَلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَنَفْسٍ مَّعْدُوٰنٍ اور نباتی اور حیوانی کو مردود کیا ہے۔ اور قَائِمٌ اَنْ يَّحْكُمَ بَيْنَكُمْ یہ مردوبہ کے انہوں نے کہا ہم میں اس امانت کے رکھنے کی استعداد اور قابلیت نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَحَكَمْنَا الْاِنْسَانَ ط یعنی انسان نے نفس باطنہ کی قوت سے اس کو اٹھایا اور یہ نفس باطنہ سب نفوس سے افضل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بعد طبیعت اور قوت شریعت کے ساتھ قرب حق حاصل کرنے کی خبر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے مَرَاتِلًا كَانَ خَلْقًا مَّجْهُوٰلًا یعنی انسان امانت کے قبول کرنے سے پہلے طبیعت کی ظلمت میں آلودہ اور نفس ہی کی جہالت میں گرفتار تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کی نفس باطنہ کے ساتھ تالیفِ فرائی اور عقل کامل کے ساتھ اُس کو قوت دی یہاں تک کہ اُس نے عقل کی قوت سے امانت کو اٹھایا حالانکہ پہلے وہ ظلماتی تھا اور اپنے رب کو اس نے پہچان لیا اگرچہ پہلے جاہل تھا۔ اور قوی ہو گیا اگرچہ پہلے کمزور تھا۔ پس اسی سبب سے نفس باطنہ کے ساتھ انسان کا رتبہ تمام مخلوقات سے بڑھ گیا۔ اور اُس کے قلب مطمئن نے امانت الہی کو اٹھایا جس کا سبب یہ ہے۔ کہ نفوسوں کے کئی مرتبہ ہیں جنہیں میں سب سے

ادنی نفس معدنی ہو۔ اور سب کے اعلیٰ نفس ملکی بنے۔ اور یہی نفس ملکی سب نفوس پر شامل ہے۔ قابل نے سب سے پہلے جس نفس کو مقبول کیا ہے وہ نفس معدنی ہے پھر اُس کے بعد نفس نباتی کو قبول کیا پھر اُس کے بعد نفس حیوانی کو مقبول کیا۔ پھر اُس کے بعد نفس انسانی کو قبول کیا اور یہی آدم کی صورت ہے۔ پس تمام نفوس آدم (علیہ السلام) کی مٹی میں جمع ہوئے اور اُس نے اپنی عقلی قوت کے ساتھ نیچے کے سب مرتبوں سے ترقی کی اور نفس انسانیہ کے ساتھ تمام نفوس پر شامل ہو گیا۔ پس اُس کی اولاد بھی بحسب قوائے نفسانیہ کے مختلف مرتبوں میں منقسم ہوئی چنانچہ بعض افراد وہ ہیں جن پر نفس نباتی غالب ہوا۔ اور وہ کافر ہو گئے۔ اور بعض وہ ہیں جن پر نفس حیوانی غالب ہوا۔ اور منافق بن گئے اور بعض وہ ہیں جن پر نفس انسانی غالب ہوا اور مومن ہوئے اور یہ تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے فرمائی ہے۔ **يَعْبُدُ اللَّهَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتُ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ** یعنی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب کرے اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ پس نفس امارہ منافقوں کو حرکت دیتا ہے۔ اور نفس نوامہ شرکوں کو ابھارتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ مومنوں کو ہدایت کرتا ہے۔ **وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا** اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے +

پس آدم ایک ایسا نام ہے جو جامع ہے تینوں نفوس کے معانی **لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَرُ** کے اُس پر غلبہ کرنے اور مستحق خلافت الہی بننے کو۔ آدم پہلے انسان کی صورت ہے۔ اور آدم ہی خاتم النبیین کی حقیقت ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں بمنزلہ آدم کے ہیں صورت میں۔ پس آدم نوع انسانی کا مبدع ہیں۔ اور محمد صلی اللہ وسلم منتم نوع ہیں۔ اور نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کے حق میں ایسے ہیں۔ جیسے آدم علیہ السلام جسمانیوں کے حق میں اور وہی خلافت آدم سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک

لے قابل یعنی مادہ جو نفس کا قبول کرنے والا ہو مثلاً اس کا بیان ہم پہلے کرچے ہیں۔ کہ جو باتیں تمام معنیات اور نباتات اور حیوانات میں طبعیہ مصلحہ ہیں وہ سب انسان میں مجتمع ہیں اور ان سب کے علاوہ انسانیت یعنی نفس انسانی اُس میں بدل گئی ہے اور



انبیاء و مسلمین کے پشت پر پشت چلی آئی ہے۔ کبھی ظاہر ہوتی رہی اور کبھی پوشیدہ بہانہ کہ حضور میں آپ کے کمال اعتدال مزاج اور اخلاق کے وقت ظاہر ہوئی۔ اسی سبب سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عادل مزاج اور خوش اخلاق تھے۔ وہی خلافت موروثہ جو عہد آدم علیہ السلام سے چلی آتی تھی اپنے کمال ذات اور تمام صفات کے ساتھ صرف پانچ مرتبہ ظاہر ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ اُسکے اسباب کے جمع ہونیکا موقع نہ ہوا۔ اور جن اشخاص پر مختلف زمانوں میں اُسکا ظہور ہوا وہی اولوالعزم رسول ہیں جیسے نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پس نوح علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت کشتی پر ظاہر ہوئی اور (لوگوں سے مخاطب ہو کر) کہا اَلْكَوْبُ اَحْمَدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی بِمَا وَهَبَ لَهَا یعنی خدا کا نام لیکر اس کشتی میں سوار ہوا اُسکے اختیار میں اس کا چلنا اور نہرانا ہے۔ اور ابراہیم کے زمانہ میں سطح کعبہ پر خلافت ظاہر ہوئی اور کہا وَهَنَ دَخَلُهُ كَانَ اَمْنًا وَاَلِيَهُ عَلَى النَّاسِ جِبْرِ الْبَيْتِ مِنَ اسْتِطَاعَةِ الْيَدِ سَيِّدًا یعنی جو شخص اس میں داخل ہوا۔ وہ امن سے ہو گیا۔ اور ابد کی واسطے لوگوں پر کعبہ کا حج فرض ہے جو اُس کی طرف راستہ کی طاقت رکھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی خلافت وادی مقدس کے اندر شجرہ مبارکہ کی تہینوں پر نمودار ہوئی۔ اور کہا اِنَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ یعنی بیشک میں ہوں اللہ پروردگار تمام عالموں کا۔ پھر یہ خلافت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ظاہر ہوئی اور کہا لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ اَنْ يَكُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَ لَا الْمَلَكُ الْمَقْرُبُوْنَ یعنی مسیح ہرگز اس بات سے نفرت نہیں کرتا ہے۔ کہ خدا کا بندہ ہے اور نہ مقرب فرشتے ہی خدا کے سنے بننے سے نفرت کرتے ہیں۔ چنانچہ جیسے علیہ السلام نے صاف کہہ دیا۔ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اَتَى الْكَدْبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مَبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ وَ اَقْبَابِي بِالْمَلٰٓئِكَةِ وَالزَّكٰوٰةُ مَا دُمْتُ حَيًّا وَ عَزَّ وَ اَلَدِّقِ یعنی بے شک میں اسکا بندہ ہوں اُس نے مجھ کو کتاب دی ہے۔ اور جہاں کہیں میں ہوں مجھ کو بابرکت

لے عہد مہد یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے کہیں کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی گفتگو کی تھی اور کہا تھا میں خدا کا بندہ ہوں اور رسول ہوں اچھے کو اُس نے کتاب و حیرت اور برکت کے ساتھ بھیجا ہے ۳

بنایا ہے۔ اور جب تک میں زندہ رہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کا حکم فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد پوری خلافت اور کمال نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہدایت میں ملت ظاہرہ اور حجت باہرہ کے ساتھ ظاہر ہو کر نبوت ختم ہوئی۔ چنانچہ فرمایا: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم میں سے کسی شخص کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ تو خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور بیشک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ حضور کے بعد سے نبوت اور رسالت کی حقیقت جبروت کی چادر میں پوشیدہ ہو گئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خلافت کا نور اپنے اصحاب پر ظاہر کیا۔ اور اپنے تئیں قیامت سے نزدیک بیان فرمایا۔ وَقَالَ أَنَا وَالسَّاعَةِ كَهَاتَيْنِ یعنی فرمایا میں اور قیامت اس طرح پاس پاس ہیں۔ اور دونوں کلمہ کی اور بیچ کی انگلیوں سے اشارہ کیا +

معلوم ہو کہ آدم پہلا انسان ہو جس کو خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا۔ اور زندہ اور ناطق بنایا چنانچہ فرماتا ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي۔ یعنی میں نے آدم میں اپنی روح ڈالی۔ اور تمام موجودات میں اُس کو اپنی خلافت کے ساتھ برگزین کیا۔ ورنہ آدم سے پہلے صورت اور ہیئت اور حقیقت میں کوئی مخلوق ایسی نہ تھی۔ اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسباب خلقت کو ختم کیا اور انواع موجودات کو تمام کے تئیں پہونچایا۔ عمدہ صورت اُس کو عنایت کی اور اُس کی مثال کو قدرت نے عزت کے اندر سے باہر لا کر کھڑا کیا اور ملائکہ کو اُس کے سجود اور اُس کی خدمت و تعبد کا حکم ہوا اور اُس کے تخت کے پائے فرشتوں کے کندھوں پر رکھ کر اطباق افلاک میں اُس کو معراج کرائی پھر اُس کے پہلو سے اُس کی بیوی حوا کو نکالا۔ آدم کی بیوی بھی ہوئیں اور بیٹی بھی ہوئیں پس یوں سمجھنا چاہیے کہ آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ اور جو بغیر ماں کے پیدا ہوئیں۔ پھر اُن سے نواسہ و تناسل کا سلسلہ برابر ہوتا چلا آیا یہاں تک کہ زمانہ کے

لے مٹی میں اور قیامت اس طرح پاس پاس ہیں۔ جیسے یہ دونوں انگلیاں پاس پاس ہیں ۱۳





ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَفَنَّا آدَمَ الْاَرْضَ الْمَرْيُومَ وَرُوحَ رَبِّهِ يَتَّبِعُهُ عَيْنُ اللّٰهِ تَعَالٰی نے اپنا کلمہ اور روح کریم کے اندر ڈالی اور فرماتا ہے: اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ مَخْلُوْقَهٗ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ طے یعنی بیشک جیسے اُن کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے پیدا کیا اُس مٹی سے پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا۔ پس آدم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر یہ سب دیلیں اور محبتیں ہیں کہ اُن کی پیدائش اس طرح نہیں ہوئی جس طرح پیدائش کا عام سلسلہ جاری ہے یعنی ماں باپ کے ذریعے سے کیونکہ مخلوق کا ظہور قادر کی قدرت سے ہے جس میں جس نے مٹی سے آدم کے پیدا ہونے سے شک کیا اس نے گویا خدا کی قدرت میں شک کیا۔ اور جس نے خدا کی قدرت میں شک کیا اُس نے خدا کی صفت میں شک کیا۔ اور جس نے خدا کی صفت میں شک کیا۔ اُس نے خدا کی ذات میں شک کیا۔ اور جس نے خدا کی ذات میں شک کیا وہ کافر ہوا۔ اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اور ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

پس آدم پہلی مخلوق ہے جس کے ماں باپ نہیں ہیں۔ اور حوا پہلی موجود ہے جس کی ماں نہیں ہو اور عیسیٰ پہلے موجود ہیں جن کے باپ نہیں ہیں۔ اور انسان پہلی صورت ہے جس کا مثل نہیں ہے۔ اور عقل پہلا سب سے ہے جس کا شریک نہیں ہے اور قلم پہلا صانع ہے جس کے پاس آہ نہیں ہے۔ اور نفس پہلا غلام ہے جس کو آزادی نہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی ہیں جن کے واسطے زوال نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ سب سے اول ہے اُس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اول اور ثانی سب سے منزہ ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسکو چاہتا ہے مٹے دیتا ہے جسکو چاہتا ہے مٹیوں دیتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يُّصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ وَبِىْ جَوْرٍ مِّنْ اَدْرِىْ تَهْمَارِىْ صورت جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر کی اور آدم کی خلقت کو پورا کیا۔ تب ایک دوسرے سے متعلق ہوئے اور نسب کا چال ان کے اندر پھیل گیا شعری كَالنَّاسِ مِنْ حِجَّةِ التَّمْتَالِ الْكَفَاءِ اَبُوْهُمْ اٰدَمُ وَ اَمَلَا مَرْحُوْمَاۤءُ یعنی لوگ جیسا فی حیثیت سے ہم کہہ فویں۔ باپ اُن کا آدم ہے اور ماں ان کی حوا ہے



اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثٰی وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۤیِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْفُسُکُمْ اے لوگو! بیشک ہم نے تمکو نر و مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہارے اندر (رسلہ نسب کی) شاخیں اور قبیلے بنائے ہیں تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ بزرگ اور ترہہ والا وہی ہے جو بڑا متقی ہے۔

اے طالب اس بات کو جان لے کہ آدم پہلا انسان ہے۔ اور حضرت محمد اول ایمان ہیں۔ پس اول ایمان نے اول انسان میں قرار پکڑا (یعنی آدم اور محمد ایک ہو گئے) پس جب تو صاحب ایمان کو پکڑیگا۔ تو تیرا عرفان صحیح ہوگا۔ جیسے کہ اول انسان کے پکڑنے سے تیرا نسب صحیح ہوتا ہے۔ پس اپنے ان دونوں نسبوں یعنی ایمانی اور جسمانی کو صحیح کر۔ اور آدمیوں کے حقوق کو خوب معلوم کر تاکہ نجات حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤوَحِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوَّلِ ذِکْرِہٖ لَدَکُم مِّثْلُ حَقِّہٖ الْاَنْشِیْذِ یعنی تمکو خدا تمہاری اولاد کے حق میں وصیت فرماتا ہے۔ کہ بیٹے کے واسطے بیٹی سے دگنا حصہ ہے۔ یہ تعلیم آدمیوں کے حقوق کی ہے۔

## پچھٹا باب

اُس رازِ خداوندی کو بیان میں جو کل موجودات

میں ساری اور جاری ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ نُورٌ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ مِثْلُ نُوْرٍ یَّکْثُکُوْرٌ فِیْہَا مِصْبَاحٌ مِّنْ اَیْمٰنٍ فِیْ زَجَاجٍ مِّمَّا تَرَیْ یُّوقَدُ مِنْ شَہْرِ لَیْلِ مِثْلِ الْقَہْرِ اَللّٰہُ شَرِیْقٌ وَّلَا غَرْبَ لَہٗ یَکَادُ زَیْنُہٗا یُصِیْضُ وَّلَوْ لَمْ تَمْسَسْہٗ نَارٌ نُّوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَّحْدِی اللّٰہُ یُنُوْرُہٗ مَنْ لِّسَآءِہٖ یَغُوْبُ اللّٰہُ اَلَا مِثَالُ النَّاسِ ط وَا اللّٰہُ یُکَادُ تَقْنٰی حَلِیْمَۃُ اللّٰہِ تَقَالٰی رُوْشٰی اور نور بخشنے والا ہے۔ آسمان اور زمین کا اُس سے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہے اور چراغ ایک قندیل

میں ہے۔ اور قیدیل ایسی صاف شفاف چمکدار ہے کہ مثل روشن ستارہ کے معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ چراغ مبارک درخت زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے یعنی اُس کی کوئی جہت نہیں ہے، اور اُس کا روشن ایسا عمدہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر آگ کے پونچھے روشن ہو جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔  
 إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِي ظُلْمَةٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَيْهِمْ مِنْ نُورٍ فَهَبَّتْ أَصَابِقُ مِنْ ذَلِكَ النُّورِ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَا مَهِلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا تھا پھر اُن پر اپنا نور ڈالا۔ پس جس کو اُس نور میں سے کچھ حصہ پہنچا اُس کے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہنچا وہ گم راہ ہو گیا۔

اے طالب یقین حق کے حصص کرنے والے خدا تیری امداد فرمائے تجھ کو معلوم ہو۔ کہ تمام عالم مثل ایک غلام کے خدا کی بارگاہ کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہے۔ اور یہ عالم بذات خود پیدا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ یہ خالق قادر کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ اور خالق نے صرف ایک قول کے ساتھ اس تمام عالم کو موجود کر دیا۔ اور اُس کا قول ہی اس کے امر کی صورت ہے جو اُس کے علم قدیم سے باہر آئی اور جس وقت مسامح کمونات میں وہ قول پہنچا فوراً اجزاء عالم عدم کی ظلمت سے وجود کے نور میں داخل ہوئے۔ کیونکہ جو شخص ظلمت میں گرفتار ہو وہ بغیر ہادی کے نور کے نجات نہیں پاسکتا۔

اور خدا کے فرمان اور اُس کے علم سے بڑھ کر کون سا نور ہدایت کرنے والا ہو سکتا ہے پس عالم نے عدم کی قید سے انوار ہدایت میں سے ایک نور کے طفیل نجات پائی۔ ذات باری کا نور اور انوار سے مشابہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ نور وجود محض اور ایسا عام ہے کہ اس سے اعم کوئی چیز نہیں ہے۔ پس پہلا نور جو انوار باری تعالیٰ سے صادر ہوا وہ موجود مطلق ہے میں نہیں کہتا کہ موجود مطلق ہے بلکہ وجود و جوہر علیت ہے کیونکہ وجود موجود سے زبان اعم ہے۔ اور اسی سے موجود موجود ہوا ہے۔ اور اسی کے سبب سے معدوم نے عدم کی ظلمت سے رائی پائی ہے۔



نور کی ذات ایجاد ہے۔ اور یہ نور دُخیفیت ضد موجود کا ہے۔ اور یہ نور منور ہے۔  
 تمام عالم معدوم کو اپنے ایجاد کے نور سے روشن کر دیتا ہے۔ اور یہی نور عنایت خداوندی  
 سے کل مخلوقات میں ساری ہوتا ہے۔ اور یہی سرایت کرنے والا نور وجود پر وال ہے  
 بسبب ظلمت کے قبضہ کے کیونکہ ظلمت عدم پر دلالت کرتی ہے۔

اس عدم کی ظلمت کے تہہ بہ تہہ کی طیفہ اور اجزاء اور اطوار ہیں۔ اور وجود کا نور  
 نوراً علی نور ہے جس سے بعض لوگوں کو ہارت ہوتی ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا  
 ہے اَللّٰوَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَخُجُّوْنَ مِنْ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اُولٰٓئِكَ لَھُمْ  
 اَظْلُمٰتٌ مِّنْ جُحُوْمٍ مِّنْ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ ھُمْ فِيْہَا خٰلِدُوْنَ  
 یعنی اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا کار ساز ہے جو ایمان لائے ہیں اُن کو ظلمت سے نور کی طرف  
 باہر لانا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں۔ اُن کے کار ساز شیطاں ہیں جو اُن کو نور کی طرف  
 کی طرف باہر لاتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں۔ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے۔

پس یہی وجود کا نور اُن اجزاء عالم میں سرایت کرتا ہے جو ممکن الوجود ہیں۔  
 اور اُن کو عدم کی ظلمت سے وجود کی روشنی میں لے آتا ہے۔ یہ نور اسرار الہی میں  
 سے ایک راز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نور ہے اور عالم کا وجود اُسی کے نور میں سے  
 ایک نور ہے۔ اس لئے کہ وہی موجود ہے۔ اور اُس کے ساتھ وجود موجود ہے۔

پس ذات باری تعالیٰ اس حیثیت سے کہ وہ موجود ہے نور ہے۔ اور اس حیثیت  
 سے کہ وہ موجود ہے منور ہے۔ اور وجود کا نور اُسی ذات کے نور سے بیان کرتا ہے  
 اُس کی ذات کے نور کی ضد نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی ذات کا نور قیصل اضداد سے نہیں  
 ہے اور نہ ظلمت اُس کے پاس پھرتی ہے۔ لیکن اُس کے نور کا نور وہ ہے جس کے  
 مقابلہ میں ظلمت ہے۔ کیونکہ عدم وجود عالم کے مقابل ہے۔ نہ وجود خداوند تعالیٰ  
 کے۔ جس باری تعالیٰ کا نور درحقیقت اُس کی ذات ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جس

لے یعنی جن کا وجود منور ہے۔ اُسے یعنی اُن چیزوں میں سے جن کی صفوں کو کرکرتی ہیں۔ جیسے نور کے  
 مقابلہ میں غمت ہے۔ یا اُن کے مقابلہ میں پانی ہے۔

کے اندر ظلمت نہیں ہے۔ کسی وجہ سے بھی۔ وہ روشنی جو عالم میں جاری ہے۔ خدا ہی کے نور سے ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جو خداوند تعالیٰ نے عدم کے گرفتاروں پر ڈالا تھا۔ اس نور سے ہر موجود نے اپنی صرا و حیثیت کے موافق حصہ لیا۔ اور یہی نور خدا کا وہ راز ہے جس سے اُس کی موجودات قائم ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا۔ تو عالم میں اُس کی ہیبت کربابی سے کوئی موجود باقی نہ رہتا۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **لَوْ بَرَقَ حِجَابُ النُّورِ وَالنَّارِ عَنِ اللَّهِ لَمْ تَكُنْ سُبْحَاتٌ وَبِحْجَابِ حَيْثُمَا أَذْلَكَ بَصَرُهُ** یعنی اگر خداوند تعالیٰ پر سے نور یا نار کا حجاب اٹھ جائے تو اُس کے چہرہ کی شعاعیں وہاں تک پہنچا دیں۔ جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے (اور اُس کی نگاہ سے کوئی چیز دور نہیں ہے۔ مطلب یہ یہ ہوا کہ تمام عالم فنا ہو جائے) پس ذات کا نور حق کا وجود ہے۔ اور اُس کے نور کا نور خلق کا ایجاد ہے۔ اور خدا کا راز اُس کے نور کا نور ہے۔ نہ اُس کی ذات کا نور (کیونکہ محسوسات اس کے نور کے نور ہی سے ظاہر ہوئی ہیں) اور امثال و امثلہ نور کی نور ہی میں واقع ہوئی ہیں۔ ذات کے نور میں کوئی مثال واقع نہیں ہوتی کیونکہ ذات کا نور تشبیہ اور تکلیف سے خارج ہے۔ پس اُس کے اس فرمان اللہ نور السموات والارض کے یہ معنی ہیں **مِنْ اَللّٰهِ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** یعنی اللہ ہی سے ہے نور آسمان و زمین کا کیونکہ وہ بڑا نور ہے اور وہی عالم کا نور ہے اپنے نور سے۔ پس اس فرمان **مِنْ نُّوْرِهِ** سے نور کا نور مراد ہے نہ ذات کا نور کیونکہ نور کا نور ہی اُس کا وہ راز ہے۔ جو تمام عالم میں ساری ہے اور جس کے ساتھ آسمان و زمین قائم ہیں +

نور کا سر بیان تین قسم پر ہے ایک بالبعین الحقیقت یہ روحانیوں کا ایجاد ہے۔ اور کل عشق اور نفوس مفارذ کا اس کی مثال مصلح میسرے چراغ کی سی ہے۔ دوسری قسم اس کے بالکس ہے۔ اور یہ اُن اشخاص کا پیدا کرنا ہے جو نطق اور عقل اور روح اور معرفت کی کاجیت رکھتے ہیں۔ اس کی مثال زجاجہ کی ہے۔

تیسری قسم اس کی ضعیف اثر کے ساتھ ہے جو مواد مختلف سے متعلق ہے۔ جیسے

ملہ یعنی اُس کا نور کوئی کیفیت رکھتا ہے کوئی چیز اُس کے ساتھ ہے ۱۲۔ جیسے فرشتوں اور روحوں اور نفوس کا پیدا کرنا وغیرہ چیزیں



اجسام اور اعضا اور ان کے نواح وغیرہ کا سائل اس کی مثال مشکوٰۃ کی ہے اور نور کا نور  
ذات کے نور سے انہیں مراتب کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اس نور کے طور کے واسطے جو  
اسرار الہی میں سے ایک راز ہے سران مرتبوں کے علاوہ اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ یعنی  
مصباح اور زجاجہ اور مشکوٰۃ اور ان زجاجہ اور مشکوٰۃ سے مقصود صرف مصباح ہے مگر  
وہ نہ ہوتا ان دونوں کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں معلول ہیں اور علت  
ان کی مصباح ہے جب علت نہ ہوئی تو پھر معلول کہاں رہا۔ مگر نور قدیم مصباح کا راز  
بسیب مصباح کی ظلماتوں کے اور اس نے اپنے آثار زجاجہ کے عکس میں مندرج  
کرنے ہیں تاکہ متوالرات بحسب مراتب تلمیذ پیدا ہوں یہاں تک کہ ذات کا  
نور ظاہر ہو اور ذات کا نور وہ ہے جس سے نہ عمارت ممکن ہے نہ اس کی  
طرف اشارہ ہے کیونکہ عمارت اور اشارت نور انور کے دروازے پر چڑھ گئے ہیں  
اسلئے کہ وہی مثل اور متخیل ہے۔ اور ذات کا نور لیش کشا ہے۔ اور لیکن نور انور  
کے راجہ وہی اشیا میں جو قرآن شریف کی اس شان میں مذکور ہوئے مشاۃ کا جسم  
زیادہ سے قوی تر ہے جس کی قوت بڑی اور حفاظت پوری اور امانت واقع ہے۔ اور درجہ  
اور بخارات محض اتنے ہی علم ناقص کے متحمل ہوتے ہیں کہ یہاں نور موجود ہے۔ اور  
مشکوٰۃ نے صرف اسی بات پر قناعت کر لی ہے کہ وہیں کارنگ بس میں آگ کا  
رنگ بھی آمیز ہوتا ہے۔ وہ اس کے پاس آتا ہے اور نور انور کے وجود کی اس کو خبر دیتا  
ہے۔ اگر اس مشکوٰۃ کی ذات ٹوٹ جائے تو قابل عکس جو زجاجہ ہے۔ برہنہ ہو جائے۔ اور  
اس کا چہرہ بد نما اور بد رونق چل آئے۔ پس یہ مشکوٰۃ ہمیشہ اسی تردد میں رہتی ہے۔ اور خدا کی  
دو انگلیوں میں اس طرح الٹ پلٹ ہو کرتی ہے جس طرح گین دونوں کھیلنے والوں کے  
ہاتھوں میں گردش کرتی ہے نہ مشکوٰۃ کو زیتون کی خبر ہو۔ نہ شجرہ مبارکہ کی اس نے فقط نور  
النور کے آثار پر قناعت کر رکھی ہے۔ اور یہ مشکوٰۃ اپنے مظلوم کے عہد کو پورا

لے یعنی اس کے شش کوئی چیز نہیں ہے اسلئے کہ کوہ مشکوٰۃ کا زیتون تک پہنچنا محال ہے

کرنے پر قائم ہے۔ اور اسی سے اُن عقول بہولانی کی ابتدا ہوتی ہے۔ جو قوت کی تہ میں پوشیدہ ہیں۔ اور فعل کے میدان میں ظاہر نہیں ہوتی ہیں۔ انعکاس کے اخبار اُن کے آثار میں سرایت کرتے ہیں۔ اور خفاش خیال اُن کے گرد چکر لگاتی ہیں۔ اور اکثر اوقات نور النور کے وصل سے پہلے ہی نور کے اثر سے قتل ہو جاتی ہے۔ مشکوٰۃ اس بشارت سے غوش ہوتی ہے۔ جو اُس کو پہنچائی گئی ہے۔ مشکوٰۃ فیما مضی صبح۔ پھر مشکوٰۃ اور اُس کے مطلوب یعنی مصباح کے درمیان میں ایک حائل کیا گیا ہے۔ یعنی زجاجہ کما یحویٰ بَیِّنُ الْمَاءِ وَقَلْبُهُ اور یہ زجاجہ محض نور النور کے اثر ہی میں مستغرق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اُس کی طرف نظر کرنے سے سرفراز بھی ہوتا ہے۔

زجاجہ بقبلاہ مشکوٰۃ کے زیادہ رقیق اور صاف شفاف ہے اور قوت میں بھی اُس سے کمزور ہے۔ ذرا سے صدمہ سے اس کے ٹکڑے اُتر جاتے ہیں۔ علاوہ اس وصف کے کہ یہ نور کا عکس قبول کرتا ہے۔ اور اسی عکس کے سبب سے اس کو نور کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ اس سے متصل نہیں ہوتا۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْاَسَانُ مَائِنٌ وَتَحْکِمَةُ مَائِيَّةٍ فَاَتَمُّ اَرْقُ اَمْعِدَّةٍ وَاَصْفَى قُلُوْبًا یعنی ایمان بھی سینوں میں ہو اور حکمت بھی سینوں میں ہو۔ کیونکہ یہ لوگ نہایت نرم دل اور صاف قلب ہوتے ہیں۔ رقیق قلب بمنزلہ زجاجہ کے ہے۔ اور زجاجہ مصباح کی پناہ ہے۔ اور زجاجہ کی پناہ مشکوٰۃ ہے۔

زجاجہ ایک نام ہے جو شیشہ کے جوہر پر واقع ہوتا ہے۔ اور بہت سی چیزیں برتن وغیرہ اس سے بنائے جاتے ہیں۔ اور یہ زجاجہ عقول مکتبہ سے قریب ہے جو عقل فعال سے قریب ہیں۔ کیونکہ زجاجہ اپنی لطافت کے سبب نور کی ضواء کو قبول کرتا ہے۔ اور نار کی ذرات اُس کے اندر روشن ہوتی ہے۔ یُکَادُ زَيْتُنَا یُفِیْضُہُمْ وَکُلُوْہُمْ مَسْسُہُ نَارًا (یعنی قریب ہے کہ اُس کا زیت (یعنی روشن) بغیر آگ کے مس کیے روشن ہو جائے)۔

یہ یعنی جو دین ظاہر نہیں ہوتی ہیں۔  
تھے خفاش خیال خفاش شب پر مبنی چراغ کو کہتے ہیں اس کی مثال خیال کے ساتھ اس جانتے دی ہے۔ کہ یہ پندہ رات کو اڑتا ہے۔



مشکوٰۃ زجاجہ کی حفاظت کرتی ہے۔ اور زجاجہ مضباح کی حفاظت کرتی ہے اس  
کلمہ میں اس قدر معافی ہیں جن کو بحر غار ثقیں راسخین کے کوئی نہیں جانتا۔

غرض کہ اسی حکمت سے زجاجہ مشکوٰۃ کے ساتھ رکھی گئی ہے پس مشکوٰۃ یا الفتوۃ  
عقل ہو اور زجاجہ بالفعل عقل ہے۔ اور یہ دونوں ملکر مثل استر اور ابرے کے ہو گئے  
یہیں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **الَّذِينَ وَاللَّاتُ تَوَكَّلُونَ لَا تَوَكَّلُونَ**  
**إِلَّا حَيْدُ هَيَاكِلُ دُونَ الْآخِرِ**

اور یہ بھی حضور علیہ السلام ہی کا فرمان ہو۔ **الْحَيَاءُ وَالْإِيمَانُ فِي قَسْرٍ وَاحِدٍ**  
جب ملک طقیس مشکوٰۃ جوہریت میں پردہ نشیں ہوئیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اُن کو  
خط لکھ کر پردہ نشینی سے باہر آنے کے واسطے بلایا۔ اُنہوں نے قبول کیا اور حضرت سلیمان  
کی سلطنت میں داخل ہوئیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اُن کے واسطے ایک محل تیار کر لیا  
تھا۔ جب اُس میں داخل ہوئیں۔ اپنی پٹ لیاں کھول لیں۔ اور کہا۔ **هَذَا**  
**صَدْرُ مُسَدَّدٍ مِّنْ قَوَارِيرٍ** جس نے اس راہ کو سمجھ لیا۔ اس کے واسطے بہت بڑی خوشی  
ہے۔ اور یہی وہ تیرا تھی ہے جو اُس کی مخلوقات میں جاری ہے اور یہی نور الہی کا نور ہے  
نور ذات کیونکہ اگر وجود ذات الہی کے نور سے صادر ہوتا تو عدم کو مستبول نہ کرتا۔ اور  
موجودات میں سے کوئی معدوم نہ ہوتا۔ بلکہ نور ذات کے نور سے موجودات پیدا  
ہوئی ہیں تاکہ اُن کے وجود کو دور کر کے اُن کو معدوم کر دینا ممکن ہو۔

مضباح نیزون کے مبارک درخت سے لیا جاتا ہے۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔  
کیونکہ مضباح بغیر زیت کے روشن نہیں رہ سکتا۔ اور مشکوٰۃ کا مونہہ (یعنی کھٹا ہوا رخ)

یعنی ہلکا جو معرفت الہی کا علم ہو۔ اور کامل طور سے رکھتے ہیں اس کے یعنی جب طقیس اُس محل میں داخل ہو کر  
تو اُس کے سینے میں ایک چوڑا بنا کر اُس کے گوشے میں اس ترکیب سے لائے خوش پانی کے معوم ہوتے تھے حالانکہ وہ شیشوں  
کو خوش تھا۔ اور اُس چوڑے پر حضرت سلیمان تشریف رکھتے تھے۔ اور وہیں اپنے مقیس سبکی کی لکھ طلب کیا جب وہ ہضوی  
حلق کے کنارے پہنچے تو اُس کو بیانی سال کے اُنہوں نے اپنے پیچھے چمکے۔ اُن میں نہ ہو جائیں مگر سب

اور یہ جو نمایاں ہے۔ لاشعور قبیحہ کا لاشعور بیخود یعنی نہ وہ شرق کی طرف ہے نہ غرب کی طرف ہے یعنی مضبوط زیرت سے عورت روشنی کی راہ ادا کرتا ہے۔ اس کی کہنہ اور تحقیقات

۱۔ ایسی کائنات خاسد ہرگز نہ ہو سکتی جو چھوڑ دینا بہتر نہ سمجھے اور یہ خاسد ہوتی ہے۔ اور یہ خاسد ہوتی ہے وہ یہ کہ ابھی بھرتی کر رہا ہے۔



کو معلوم کرنا اُس کی طاقت سے باہر ہے وَمَنْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نَصْرًا فَأَمَّا لَهُ مِنْ تَوْفِيقِي حَسْبُ  
 کے واسطے خدا نے نور نہیں رکھا۔ اُس کے واسطے نور نہیں ہے۔ جب قلب نے مشکوٰۃ  
 اور مصباح اور زجاجہ کی حقیقت معلوم کر لی۔ تب وہ اسی کی مثال تمام محسوسات میں سمجھ  
 سکتا ہے یعنی افلاک کو بمنزلہ زجاجہ کے دیکھے گا۔ اور طین یعنی مٹی کو جس سے انسان کی  
 پیدائش ہے بمنزلہ مشکوٰۃ کے اور نطق کو بمنزلہ مصباح کے اور کلمہ الہی یعنی لفظ کن کو بمنزلہ زمین  
 کے دیکھے گا۔ اور جب اپنے باطن کی طرف رجوع کریگا۔ تو اپنی نیکی کو مثل طین کے اور اپنی حیوٰۃ  
 کو مثل افلاک کے اور اپنے عرفان کو بمنزلہ نطق کے دیکھے گا۔ یعنی جو کچھ کہ عالم کبیر میں سمجھ کو  
 نظر آئیگا۔ وہی عالم صغیر میں دکھائی دیگا۔ یہاں تک کہ ذات کا معرفت حاصل ہوگی۔ مَرَّتْ  
 عَرَاتُ نَفْسِهِ فَقَدْ عَرَفَتْ رَبَّهَا حَسْبُ نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا اور  
 سب کی معرفت یہی ہے کہ مصباح کو مصباحیت کے ساتھ پہچانے۔ اور زجاجہ کو زجاجیت  
 کے ساتھ اور مشکوٰۃ کو مشکاکیت کے ساتھ پہچانے۔ کیونکہ جس نے حدود اور حقوق کو نہ جانا  
 وہ اشیاء کو اپنے ذہن میں خلط ملط کریگا۔ کبھی تو واجب کو ممکن سمجھ لیگا۔ اور کبھی ممکن  
 کو واجب جان لے گا۔ اور اس وقت اُس کی معرفت فاسد ہو جائیگی۔ اور نیت کا عقد خراب  
 ہوگا جس شخص کو خدا عارف بناتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اُس کے درجہ کے موافق سمجھتا ہے۔  
 کل کو کلیت کے ساتھ اور جزو کو جزئیّت کے ساتھ جانتا ہے۔ اور غلطی اور فساد سے  
 محفوظ رہتا ہے۔ پس یہی شخص ہے۔ جو نفس اور رب کا عارف ہے۔ یہی دونوں معرفتیں  
 نور علی نور ہیں۔ پس اپنے کل بندوں کو خداوند تعالیٰ اپنے نور کے نور کی طرف بلاتا ہے  
 اور اپنے نور کی طرف اہل دعوت میں سے جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت  
 از روئے شرف کے دعوت سے زیادہ خاص ہے۔ مگر منطبقیوں کی اصطلاح میں  
 ہدایت دعوت سے اعم ہے۔ کیونکہ ہر ہدایت میں دعوت پائی جاتی ہے۔ اور ہر دعوت  
 میں ہدایت نہیں پائی جاتی۔ اسی سبب سے ہدایت دعوت اعم ہوئی۔ وَاللَّهُ لَا  
 یُغْوِی السَّاعَةِ عَالَمٌ مِنْ وَجْهِ رُشْدِي پھیل رہی ہے۔ اگر لفظ کن ذات باری سے مآور نہ ہوتا۔ تو نہ  
 مشکوٰۃ میں مصباح ہوتا۔ نہ رجوت اور نہ یہ بھی نہ ہوتا۔

یہ مدی القوم الظالمین اللہ تعالیٰ ظالموں کے گروہ کو ہدایت نہیں کرتا ہے۔ انہیں معنی سے خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** اللہ تعالیٰ بلاتا ہے۔ طرف گھر سلامتی کے (یعنی جنت کے) اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ سیدھے راستہ کی۔

پس انوار سب پانچ قسم کے ہوئے۔ نور ذات نور النور نور مثل نور علی نور نور ہدایت جو اپنے بندوں کو عنایت کرتا ہے۔ یہی پانچوں نور اصول انوار ہیں۔ جو مسلماتوں کے مقابل ہوتے ہیں۔ پس اللہ نور السموات والارض کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایجاد کے نور سے ان کو متور کیا۔ اور اُس کے نور کا ایک نور ہے۔ جس کی اُس نے تین مثالیں فرمائی ہیں ایک مثال ظاہر شکوۃ کی اور ایک مثال باطن زجاجہ کی اور انہیں اس کے ہر جاری کی مثال مصباح کی ہے۔ اور عرفان جو اُس میں بمنزلہ زیت کے ہے وہ نور علی نور ہے اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے نور ذات کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ عارف پہلے اس بات کو جانتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی نور حق ہے۔ پھر مراتب انوار میں ترقی کرنے کے بعد اُس کو یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی منور حق اور مبطل ہے **يُخَيِّطُ الْحَقَّ وَيَبْطِلُ الْبَاطِلَ** تاکہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے نور ذات کو ظاہر فرماتا تو کوئی شخص اس کو پہچان نہ سکتا کیونکہ سوچ کو انہیں سلی چمک کے سبب دیکھتی ہیں اور چمک ہی کے سبب وہ پریشان ہیں۔ پس آفتاب کا نور ہی اُس کا حجاب ہے اور نور ہی اس کی ذیل ہے پس جیسے کہ سوچ کی چمک اس کو پردہ میں بھی کرتی ہے اور ظاہر بھی کرتی ہے۔ ایسے ہی انوار خداوندی اُس کی ذات کو حجاب میں کرتے ہیں اور اُس کے نور کو ظاہر بھی کرتے ہیں۔ مگر خاص نور ذات کی طرف کسی کا گذر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نور عین ذات ہے۔

نور ذات نہ جوہر ہے نہ عرض نہ وصف نہ ظل نہ حضور نہ فطرت نہ اجتماع شعاع ہے بلکہ وہ نور اُس کی کمال ہوت ہے۔ اور اس نور کی شعاع اُس کی ظہور و حدانیت ہے۔ مگر نور ذات کا جو نور ہے اُس کے واسطے احکام اور اوصاف ہیں۔ اور اُسی پر



مثالیں دیکھتی ہیں۔ وَلَئِنَّ الْمَغْلُوبَ لَنَادَىٰ الْمُغْلِبَ اِذَا لَقِيَ اَسَىٰ کے واسطے ہے بزرگ مثال وَّهُوَ الْقَاهِرُ قَوُّیٌّ عِزَّادٌ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر +

سرفراز و ذی کبر، اجز و عالم میں ان کمالات کے ساتھ جاری ہے۔ خلق ابدی و ابدی  
فصل ترتیب تقویٰ، تقیم تربیت، تنزیہ اسعاد اقبال اور یہی سب سرفراز و ذی کبر  
کمالات کی ضد بھی کرتا ہے۔ مثلاً امانت رافقا تبذیر تخمید، اوبار اشعار اور اس وقت یہ  
نور کامل ظلمت ہو جاتا ہے۔ میری قوم یہ کہہ کر الہی جو موجودات میں جاری اور ساری ہے۔

اُس کے در حکم میں ایک قسم نور کا ایک حکم ظلمت کا تاکہ وجود اور عدم دونوں ہی کے افعال سے  
صادر ہوں۔ اور کل تصرفات اسی کے قبضہ تسلیم میں رہیں۔ چنانچہ وہ فرمانا ہے

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُ سِيْرٌ كَمَا يَسْجُدُ لَكَ الْمَلَائِكَةُ خَائِفَتًا  
وَعِندَ اُمِّ الْكِتَابِ اَعْنِي اپنے نور انور کے ساتھ جو تمام اجزاء عالم میں اُس کا سرفراز و ذی کبر

ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے مینی پیدا کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے مینی  
فنا کر دیتا ہے۔ اور اہم الکتاب سے نور ذات مراد ہے۔ اَوْ لَرَّوْا اَنْ تَاْذَا قِ الْاَرْضُ نَقْصُهَا  
عِنَ اَطْرَافِهَا اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ لَكُمْ لَا مَعْصِيَةَ لَاحِدٍ وَلَا مَعْصِيَةَ اَكْثَرٍ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ کیا اُس بات کو نہیں دیکھتے  
کہ ہم زمین کو سر طرف سے دباتے چلے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حکم کرتا ہے۔ اُس کے

حکم کا کوئی پھیرنے والا نہیں ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے +

پھر جب کہ کل انوار اُس سرفراز و ذی کبر کی طرف منصف ہونے تو ضمتیں بھی اُس کی

طرف منصف ہوئیں چنانچہ فرماتا ہے وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا يَعْلَمُ مَا كَيْدُكُمْ  
اَنْ تَكُنْ اَنْفُسُكُمْ تَعْلَمُ اَلْحَقَّ اَرْسَلْنَا عِيسٰی ابْنَ مَرْيَمَ بِالْحَقِّ وَنَبَا لَكَ الَّذِي نَفَا وَاسْتَغْلَا

ہر ایک ان سے پہلے لوگوں نے مکر کیا تھا۔ اور سارا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے جاننا

ہے وہ ہر نفس کے کل کاموں کو جو وہ کرتا ہے۔ اور عنقریب جان لینے کا فر کہ کس کو واسطے

ہے مٹنے اور اگر کافر کہتے ہیں۔ تم رسول نہیں ہو مینی اجزاء و عالم میں سے سرفراز و ذی کبر

فنی کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اس کا جواب دیا جو۔ قُلْ لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَمَّا كُنْتُ مِنْ الْاَشْيَاءِ  
لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ

اے اللہ میں مخلوق ہوں سب باتیں کہہ رہا ہوں + مگر یہی کافر جان لینے کا کس کے واسطے ہو گا مگر پھر +

وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ كَمَذْوَمِيرٍ اور تمہارے درمیان میں خدا کی گواہی کافی ہے خدا کی وہ ذات ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

نور کی طرف نور رجوع کرتا ہے۔ اور ظلمات ان دونوں کے درمیان میں مخفی رہتی ہیں۔ پس ظلمت ان دونوں نوروں سے باہر نہیں جاسکتی۔ پس وہ راز جو کل موجودات میں جاری ہے۔ وہ صحت قدرت ہے جو اس علم کے ساتھ مؤید ارادہ سے پیدا ہوئی ہے جس سے نور مصلح کے ساتھ تغیر دی گئی ہے۔ پس یہی نور راز خداوندی ہے۔ اور یہی کل موجودات پر غالب ہے۔ ہر چیز کی اُس کی جگہ میں حفاظت کرتا ہے۔ اور ہر شے کو اس کے مکان میں مقید رکھتا ہے۔

..... جو اُس کے واسطے مخصوص ہے۔ تاکہ کوئی کسی پر ذرہ برابر زیادتی اور ظلم نہ کرے۔ پس اس راز الہی کی حقیقت یہ ہے جو خود خداوند تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ اَنَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْتُهُ فَقَدْ يَعْنِي لَمْ يَمْ يَمْ يَمْ ہر چیز کو اندازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى یعنی دی اُس نے ہر چیز کو اُس کی خلقت اور پھر اُس کو ہدایت کی۔ پس اسی سرکاری نے آسمانوں کے سات حصے کر دیے۔ اسی طرح زمین کے بھی اور اُسی سرکاری نے انسان کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں بنائیں۔ کیونکہ حکمت کی مصلحتوں کو جانتا تھا نہ اُس نے اُن پانچ میں سے ایک کم کی نہ زیادہ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ چار یا چھ بنانے سے فتور واقع ہوگا۔ اور یہی حساب ہوؤں کا ہے آنکھوں پر۔ جیسے سقف مرفوع ہے۔ بخت المصور پر اور مصلحت ہی کی خاطر پلکیں بنائیں تاکہ آنکھ کا ڈھیلا محفوظ رہے۔ اور اسی سرکاری نے انسان کے پیروں کے نیچے زمین کا کچھونا بچھایا۔ اور وہی سرکاری ہی ہے جس نے ہیکل انسانی کو بصورت الف سیدھا کھڑا کر دیا۔ اور یہ قامت انسانہ زمین میں سے اسی واسطے کھڑی ہوئی کہ سر آبی کو تلاش کرے مگر جب اُس کو معلوم ہوا کہ یہ سر باقی سماوی ہے یہ قامت کھڑی ہو گئی اور اُس نے اپنا سر بلند کیا۔ اور اُس کی تلاش شروع کی۔

پس سر آبی جس قدر انسان میں ظاہر ہوا ہے۔ کسی چیز میں ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ

لے یعنی آسمانی کتابوں کا علم ہو۔



اور موجودات میں اُس نور سے جو کچھ بچا ہے۔ وہ محض اُس کا اثر یا عکس تھا اور انسان میں خاص وہ نور خود جلوہ گر ہوا ہے۔ اور مضباح کا روغن بنکر اُس نے اندھیرے گھر کو روشن کر دیا۔ یہی وجہ ہے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو خطاب کرتا فرمایا اور اسی باعث سے کل مخلوقات پر اُس کو فضیلت دی۔ پس ستر الہی یہی نور النور ہے اور یہی نورِ قلم سے شروع ہو کر تمام اجزاء و علویہ میں ایک سے دوسرے کے ساتھ پھیل گیا اور کل موجودات پر اُس نے الفت اور محبت کی نظر ڈالی۔ اور سی ستر ہے جس نے قلم کو لوح پر جاری کیا اور عرضش پروردگار کو پہلے پانی پر قائم کیا۔ پھر فرشتوں کے کندھوں پر رکھوایا۔ اور طارا علیہ میں فرشتوں کے واسطے مکانات بنائے اور اسی کے پاس سرۃ المہتمی ہے۔ اور ساتوں آسمانوں کو پیدا کر کے اُسی نے اُن میں دوائر اور مناطق اور برج اور کوکب بنائے اور اُسی نے تثلیث اور قدس کی نظر میں سعادت اور محبت اور تزیین اور مقابلہ میں نحوست اور عداوت پیدا کی اور کوکب کا فزان اور شمس قمر کا اجتماع مقرر کیا۔ جبریل اُس کے حکم سے احکام شرعیہ پہنچاتے ہیں۔ اور میکائیل اُسی کے اذن سے حرکت کرنے والوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور روزی پہنچاتے ہیں اور امیر فیل جبر کی صورت میں اشیاء کے حقائق کی طرف پہچانے کے منتظر ہیں۔ اور غر ایل اجزاء روحانیہ کو اسی ستر الہی کی طرف واپس کرتے ہیں۔ اور فرشتہ ایک حکم سے رکوے و یعود اور قیام قعود میں مشغول ہے۔ پس ستر الہی موجودات میں مؤلف اور جامع ہے۔ اگر یہ ستر الہی نہ ہوتا تو کوئی چیز کسی چیز سے الفت نہ کرتی ایسے سببے چیزیں مختلط اور متزنج ہوتی ہیں۔ اور اُس کے سببے تمام کو پہنچتی ہیں۔ پھر جب یہ ستر الہی ترتیب، علویات اور عالم ملکوت سے فارغ ہوا تب اُس نے ہمارے اس عالم کی طرف توجہ کی یعنی عالم کون فساد کی طرف ہمارے منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور اس عالم میں سب سے پہلے اس ستر الہی نے پہاڑوں کی طرف توجہ کی اور پتھروں کو پیدا

کند کوکب کا فزان۔ جو کہ ایک برج میں کئی کوکب جمع ہیں اور شمس قمر کا اجتماع سال میں بارہ مرتبہ یعنی ہر مہینہ میں چودھویں تا بیچ ہوتا ہے۔ تفصیل اس کی کتب بیئت و نجوم میں موجود ہے ۱۲ سیرسین می دہلی نقاشی حسینی

کر کے ان میں پانی کے چشمہ سے۔ اور لبہ پارہ سونے چاندی وغیرہ کی کانیں ان کے اندر  
 ودیعت رکھیں اور یا قوت نرم دیروزہ اور نیم وغیرہ جو ہر مختلف لالوان ان پتھروں میں پیدا  
 کئے اور ان کی قوتوں کے موافق ان کے اندر فرق رکھا۔ پھر یہی سترابی مادہ نبات کی طرف  
 متوجہ ہوا۔ کیسکو بیٹھا کیسکو کڑا کسی کو مفید کیسکو غیر مفید بنایا۔ اور کیسکو ٹھنڈا کیسکو بے ثمر  
 کیسکو سر بلند اور کیسکو سر جھکائے ہوئے اور کیسکو خوشہ دار اور کیسکو ربیعہ اور کیسکو خضر فی کیا  
 کیا۔ بعض میں بد مزگی اور نقصان پیدا کئے۔ سبحان اللہ سرابی کی یہ کیا کیا کار و انبیاں  
 ہیں جو اس نے کثرتِ نوید اور استیلا کے واسطے مہیا کی ہیں +

ان سب باتوں سے فارغ ہو کر اب سرابی کی توجہ مادہ حیوانات کی طرف مبذول ہوئی  
 اور اس کی بھی اُس نے مختلف قسمیں کر دیں۔ بعض حیوانات ایسے ہیں جو ریٹ کبیل راستہ  
 پلٹتے ہیں جیسے سانپ اور بعض دو پیروں سے جیسے انسان اور بعض چار پیروں سے چلتے ہیں  
 جیسے چوہائے بعض ان میں سے ہلے ہوئے ہیں اور بعض وحشی ہیں۔ اور بعض پرند  
 ہیں۔ بعض ان حیوانات میں سے ایسے ہیں جو آگ میں گرنے سے جل جاتے ہیں۔ اور  
 بعض پانی میں پڑنے سے ڈوب جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو نور اور روشنی میں نہیں  
 ٹھہر سکتے جیسے چمگادور اور بعض اندھیرے میں نہیں ٹھہر سکتے جیسے انسان وغیرہ اور بعض  
 کو اندھیرا اجالایا کساں ہے جیسے درندے۔ بعض حیوانات آواز رکھتے ہیں۔ اور بعض فقط  
 حرکت ہی رکھتی ہیں۔ بعض حیوانات ایسے ہیں جو ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اور بعض کسی  
 جگہ ملتے ہیں۔ کسی جگہ نہیں ملتے +

اسی سترابی نے ان سب کی سیکلیں اور سیاتیں بنائی ہیں۔ اور اسی نے انہیں رنگ  
 اور مقدار کے فرق رکھے ہیں حیوانات کے اجزاء میں بھی اُس نے مثل نباتات کے  
 منافع اور مضرتیں رکھی ہیں۔ بعض ان میں سے زہر قاتل ہیں۔ اور بعض دوا نافع ہیں  
 بعض حیوانات غذا اور دوا کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور بعض بچہ تلف اور ہلاک کرنے کی  
 کسی لائق نہیں ہیں۔ چنانچہ بکری غذا کی اچھی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور کتا سوا مار ڈالنے کے  
 کسی کام کا نہیں ہو۔ ایسے ہی بعض حیوانات ایک کام کے لائق ہیں۔ اور ایک کام کے



لائق نہیں ہیں۔ اور بعض ایک چیز کو نفع کرتے ہیں۔ اور دوسری چیز کو نقصان کرتے ہیں بعض نباتات حیوان کے قائم مقام اور بعض حیوان نباتات کے قائم مقام ہیں یعنی ضعف اور قوت میں اور یہ سب اختلافات اُسی سر آبی کے سیدھے ہیں جو کل موجودات میں جاری ہے۔ اور جس کی حقیقت کو بحر خداوند تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

حیوانات اور کل مخلوقات کے پیدا کرنے سے فارغ ہو کر جن کا احصاء عقول بشریہ سے خارج ہے۔ یہ سر آبی انسان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اشخاص انسانیہ میں اُس نے جبریاں شروع کیا۔ تاکہ خاکی چادر کے اندر روپوش ہو جائے۔ اور جو کچھ کاری گریاں اُس نے تمام مصنوعات میں خرچ کی تھیں۔ وہ سب انسان میں خرچ کیں۔ اور انسان کو عالم اعلیٰ و اسفل کا ایک نمونہ بنا دیا۔ اور یہ ستر آبی بعض انسانوں میں علانیہ اور بعض میں پوشیدہ طور سے جاری ہوا۔ اب بیکرد اسطی کا قول ہے کہ قوالب اور شباح میں اس کام روبریت جاری ہیں۔ اور کتب منزلہ میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُنْتُ كُنْزًا خَفِيًّا فَاجْتَبَيْتُ اَشْرَافَ اَحْوَفٍ فَخَلَقْتُ الْاِنْسَانَ لِيَعْرِفَنِي حَقَّ مَعْرِفَتِي یعنی میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میں پہچان جاؤں۔ اسلئے میں نے انسان کو پیدا کیا تاکہ مجھ کو پہچانے میرے پہچاننے کے حق کے ساتھ۔ اور حضرت امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَنِي وَاَوْجَدَنِي وَهَدَنِي وَعَزَّوَدَ نَفْسِي فِي قَلْبِي كَحَبَّةٍ عَرَّيْتُهُ وَعَايَنْتُهُ یعنی شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھ کو (قید عدم سے) خلا ہی دی اور میرے وجود کو ظاہر کیا۔ اور مجھ کو ہدایت کی۔ اور اپنی ذات کا عرفان میرے دل میں نصیب کیا۔

یہاں تک کہ میں نے اس کو پہچان لیا۔ اور دیکھ لیا۔ اس کلمہ میں ستر آبی کی طرف اشارہ ہو جو طبیعت کی ظلمت پر غالب ہو گیا تھا۔ اور نور شریعت کے ساتھ اُس نے طبیعت میں اثر کیا تھا۔ اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے بارش کا پانی سب جگہ برستا ہے مگر کہیں روئیدگی پیدا ہوتی ہے کہیں نہیں ہوتی۔ اور کہیں اُسی پانی سے پھول پیدا ہوتے ہیں۔ کہیں کانٹے اور بول والے لکڑی کے پھول پیدا ہوتے ہیں۔ وَالَّذِي جَبَّتْ لَا يَجْرُ

لہ جريان منی جاری ہونا اور اہل لہائی اچھی عمدہ زمین میں اُس کے بکے کلم سے روئیدگی تھکتی ہو اور جو زمین شوری اور غراب ہے اُس کی پیہ واری بھی سراپ ہی ہوتی ہے ۱۲

اَلَا يَكِدُّ اِيَسْ جَوْ قَلْبِ كِهْ يَكِيْزُهْ اور عارف ہے۔ ايسیں ستر آبی بہت سے فوائد ظاہر کرتا ہے  
 مثل اخلاق حسنہ اور کمالات انسانیہ اور حقائق علوم وغیرہ کے۔ اور جو قلب خمیث ہے۔  
 اُس میں ستر آبی بجز فسق و فجور اور دُومِ غرور کے اور کچھ پیدا نہیں کرتا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ  
 نُورًا فَاِنَّهُ مِنَ التَّوْبَةِ جس کے واسطے خدا نے نور نہیں کیا اس کے واسطے نور نہیں ہے  
 اسی مضمون کی طرف حضور علیہ السلام نے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے۔ مَنْ اَصَابَ مِنْ  
 ذَلِكِ التَّوْبَةَ شَيْئًا اهْتَدَى وَمَنْ اَخْطَا هَضَبًا يَعْنِي جس کو اس نور میں سے کچھ مل گیا اُس نے  
 ہدایت پائی۔ اور جس کو نہیں ملا وہ گمراہ ہوا۔ اور جس کو یہ نور ملا ہے۔ اُس کی استعداد کے  
 موافق ملا ہے۔ کیونکہ لَا يَكْلِفُ اللّٰهُ نَفْسًا لَّوْ سَعَهَا یعنی خداوند تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف  
 نہیں دیتا ہے۔ مگر بقدر اُس کی طاقت کے یعنی جتنی جس کسی میں نور کے لینے کی طاقت  
 تھی اُسی قدر نور اس کو عنایت کرتا ہے۔ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شب  
 معراج میں دعا کی اور اُس دعا میں اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْ لَّنَا  
 ذَمًّا اَوْ كَلِمَةً عَلَى الْاَلْوَانِ مِنَ الْاَلْوَانِ وَلَا تَجْعَلْنَا مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لَنَا يٰ اَللّٰهُ يٰ اَللّٰهُ  
 ہم پر ایسا جو جہنم ڈالیو جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ (جو اُن سے اٹھ نہ سکا) اور  
 اے ہمارے رب ہم پر ایسا جو جہنم ڈال جس کی ہم میں طاقت نہ ہو +  
 پس ستر جاری اپنی نور ذات کی رو سے ایک ہے اور اپنی مختلف تاثیروں کی رو سے  
 جو موجودات پر موافق اُن کی استعدادوں کے ڈالتا ہے کثیر ہے۔ پس ایک وجہ سے ستر  
 آبی واحد ہے۔ اور ایک وجہ سے کثیر ہے۔ اور کوئی موجود اس ستر آبی سے خالی نہیں ہے  
 یہاں تک کہ پانی کا قطرہ اور درخت کا پتہ اور چھوٹے سے چھوٹا جاندار حرکت کر نیوالا اور ہتھ  
 جما ہوا کوئی اس سے خالی نہیں ہے۔ اور نہ عابد کی نیکی اور فاسق کا گناہ اس سے خالی ہے  
 مگر ستر آبی بعض کے حق میں شفا ہے۔ اور بعض کے حق میں زہر ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ  
 اپنے کلام پاک میں فرماتا يٰ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا شَقَاؤُكُمْ لَكُمْ لِمُؤْمِنِيْنَ وَّ لَا يَزِيْدُ  
 الظَّالِمِيْنَ اِلَّا خُسَارًا یعنی نازل کرتے ہیں ہم قرآن سے وہ چیز جو شفا اور رحمت ہو مومنوں  
 کے واسطے اور نہیں زیادہ کرتا ہے (یہی قرآن) ظالموں کو مگر نقصان میں۔ یعنی اُن کے



حق میں نہ رہے۔ کیونکہ اُن میں سے نفع لینے کا مادہ اور استعداد انہیں ہے۔ اور نیز اُسی کا فرمان ہے۔ **يُضِلُّ بِكَ كَثِيرًا مِّنْ هَٰؤُلَاءِ وَيَهْدِي بِكَ كَثِيرًا مِّنْ هَٰؤُلَاءِ وَمَا يُضِلُّ بِكَ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ سَقَطُوا عَنَّا شَوْنًا مِّنْ عِبَادٍ مُّشَاقَّةٍ وَيَقْطَعُونَ مَآمِرَ اللَّهِ بِمَا أَنْ يُوَصَّلَ وَيَفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ** یعنی اسی قرآن شریف کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اور وہیں گمراہ کرتا ہے اُس کے ساتھ گمراہ فاسقوں کو جو اللہ کے عہد کو اُس کے پختہ ہونے کے بعد توڑتے ہیں۔ اور جس کے ملانے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اُس کو جدا کرتے ہیں۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ یعنی اپنی بصیرت کی کمی کے سبب سے توحید کے عہد کو توڑتے ہیں اور امانت کی رسی کو جس کے ملانے کا خدا نے حکم فرمایا ہے۔ اُس کو جدا کر کے کاٹتے ہیں اور شرع شریف کی مخالفت اور تکبر و شیطنت کے ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اسی سبب سے سرابی اُن کے دلوں میں منکشف نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُنکے دلوں میں اقلت استعداد کی بیماری ہے۔ اور اُن کی آنکھیں اندھی ہیں ہدایت کے راستہ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى بَلْ تُؤَفِّرُونَ الْخَيْلَ وَالْإِنْيَا وَالْأَنْحَارَ خَيْرًا وَيَقُولُوا بَيْنَهُ يَشِيكُ فَاذْهَبْ** پانی اُس نے جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔ اور اپنے رب کا ذکر کیا۔ پس نماز پڑھی۔ بلکہ تم دے لوگوں کو زندگی دنیا کو اختیار کرتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

پس تیرا ہی زیادہ قوت کے ساتھ اشخاص انبیاء و مرسلین میں جاری ہوا ہے۔ اور ان کے بعد مومنوں کے دلوں میں اور ان کے زیادہ قوت کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس میں جلوہ گر ہوا یعنی یہ تیرا ہی حضرت آدم کے سینہ سے اُن کی اولاد میں منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم میں پہنچا۔ اور اُن سے منتقل ہوتا ہوا عرب میں بنی ہاشم کے اندر آیا۔ وہاں عبدالمطلب کو تعویض ہوا عبدالمطلب سے عبدالمطلب کے پاس اور عبد اللہ سے حضرت آمنہ حضور کی والدہ کے رحم میں تشریف لایا اور وہاں اس سرابی نے نبوت کی صورت اختیار کر کے نہایت کامل ممکن جسم کے اندر انتقال کیا۔ یعنی حضرت محمد بنی عبد اللہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور آپ کے بعد یہی سرابی خلفاء اربعہ

میں منتقل ہوا۔

یہ سراسر آبی جب آدم کی طینت میں جاری ہوا۔ تو اس نے آدم کے قالب اور اُس کی روح اور طبع اور عقل اور مزاج اور نطق اور حس پیر اثر ڈالے۔ اور ان ساتوں قوتوں پر اثر ڈالنے سے فوراً سات قسمیں ہو گئیں۔ جن کا ذکر اس آیت شریف میں ہے۔ اَللّٰهُ لَمَّا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور دو نور اُس میں اور اضافہ ہوئے۔ ایک علم کا نور دوسرے عمل کا نور ہیں یہ سراسر آبی کا نور جب مراتب سجدہ کے سات قسم پر منقسم ہوا جنہیں سے بعض بمنزلہ مشکوٰۃ ہیں یعنی قالب اور روح اور حس اور بعض بمنزلہ زجاجہ ہیں۔ یعنی طبع اور مزاج اور بعض بمنزلہ مصلح ہیں یعنی عقل اور نطق۔ اور ان ساتوں قوتوں میں سے ایک ایک قوت سے اولاد آدم میں سے بعض بعض پر غالب ہو گیا۔ چنانچہ اس حساب سے اولاد آدم بھی سات قسم پر منقسم ہوئی۔ ایک وہ قسم جن پر قالب کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر طبع کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر حس کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر مزاج کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر روح کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر عقل کی قوت غالب ہوئی۔ اور ایک وہ قسم جن پر نطق کی قوت غالب ہوئی مگر ان سب میں اشرف قسم وہ ہے جن پر عقل اور روح کی قوت غالب ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ ہیں جن پر حس اور روح کی قوت غالب ہے۔ اور ان کے بعد وہ ہیں جن پر مزاج اور طبع کی قوت غالب ہے۔ اور سب میں بدتر قسم وہ ہے۔ جس پر فقط قالب کی قوت غالب ہے۔ اور سب میں کامل تر اور فاضل تر وہ ہے۔ جس میں یہ سب قوتیں اپنے کمال کے ساتھ جمع ہوں۔ وہ اولو العزم ہیں سے ہے۔ یا ان خلفاء میں سے جو دوسرے پر تسلط کر سکتے ہیں۔ اور یہی وہ شخص ہے۔ جس سے دین و ملت کا کام پورا ہوتا ہے۔ انہیں قوتوں کے سبب سے نوع بشر ان کمالات کو پہنچی جو اُس کو اور انواع پر حاصل ہیں۔ جس شخص پر ان قوتوں میں سے ایک قوت غالب ہوئی اُس کے ساتھ وہ چیزیں بھی لازم ہوتی ہیں جو اُس قوت کے ساتھ لاحق ہیں مثلاً جس میں قوت حس غالب ہے۔ اُس کو اشتیاق و بعید



کا اور اک غایت درجہ کا ہوگا۔ اور خوشبو بربور اور کھانے کا مزہ اور رنگ اور اُن کا فرق خوب جانتا ہوگا۔ اور اُن کے جاننے سے بہت سی آفات سے محفوظ رہیگا۔ اور قوت مزاج کے یہ باتیں تابع ہیں صحت نفس طویل عمر وائل سلامت قلب خوش حالی اُمیدوں کا حاصل ہونا بہت سی لذت کی باتوں پر قادر ہونا۔ اور قوت طبع کے یہ چیزیں لاحق ہیں۔ تحمل۔ حلم۔ وقتار۔ خوب صورتی خوش اخلاقی۔ اور قوت روح کے ساتھ یہ چیزیں ملتی ہیں۔ قوت شہوت قوت غضب۔ قوت افعال نفسانیہ۔ اور قوت قلاب کی لمحات یہ ہیں۔ تمام جسمانی کاموں میں سخت حرکت کرنا۔ دشمنوں کو دفع کرنا اور مارنا حسن منظر حسن ہیئت و سیاست اور قوت کی یہ چیزیں تابع ہیں۔ علم حکمت۔ نیک اعمال۔ عدل۔ احسان۔ جود کرم۔ بیات دنیا کے مہمات کو انجام دینا۔ اور قوت لطف کے ساتھ یہ چیزیں لازم ہیں۔ فصاحت۔ بلاغت۔ دشمنی کا دور کرنا۔ دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا۔ نیک کاموں اور عدل انصاف پر لوگوں کو آہستہ کرنا۔ ان قوتوں میں سے ہر ایک قوت کے بہت سے لواحق و فوائد ہیں جن کا ذکر نہایت طویل ہے۔ ہم نے جس مقدار کے ساتھ بیان کیا ہے عقل مند اسی سے بہت منافع حاصل کر سکتا ہے۔

پس نوع انسان میں اقسام اصناف انہیں قوی کے انقسام سے پیدا ہوئے ہیں اور اُن قوی میں تقسیم سراسر الہی کے تقاضے سے پیدا ہوئی اور سراسر الہی کی حقیقت کو بخیر خداوند تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

سراسر الہی نے قوی کی سات قسمیں کیں پھر انہیں کے موافق انواع کو سات قسموں پر منقسم کیا۔ چنانچہ اسی سبب سے عالم کی بھی سات انہیں ہوئیں۔ ان سات میں سے تین اُن تین مرتبوں سے ماخوذ ہیں۔ مرتبہ مشکوٰۃ و مضباح و زجاجہ۔ اور چار ان چاروں انوار کلیہ کے مراتب سے ماخوذ ہیں۔ **وَرُؤُا اللّٰہُ نُوْرُ النُّوْرِ الْمُمَثِّلُ نُوْرُ عَلٰی نُوْرِ** اور یہ زینت و مبارکہ ہے استفادہ ہے۔

ان انوار میں سے ہر نور کے مقابلہ میں ظلمت ہے۔ پس ظلمت بھی اپنی ان اصناف کے حساب سے اسی طرح منقسم ہوئی۔ نور در حقیقت ایک ہے۔ اور وہی قدرت کی روشنی

ہے۔ پس قادر و حقیقت ایک ہے۔ اور عاقل بہت ہیں۔ اللہ و قی اللذین آمنوا یختر جہم صیرت  
الظلمت الی اللہ و الامد ہے کار ساز مومنوں کا ظلمت سے اُن کو نور کی طرف نکالتا ہے  
تفرق شیطان سے ہے۔ اور قتل مع اللہ تعالیٰ سے۔ اور شیطان وہی ظلمت ہی جو نور  
ذات سے اور نور انور سے نیچے پڑی ہوئی ہے۔ اور ان دونوں نوروں سے ضد اور مخالفت  
رکھتی ہے۔ اور یہ ظلمت طبیعت کے اندر اس طرح قائم ہے جیسے نور شریعت کے اندر قائم  
ہے۔ اور یہ نور ہی اصل اور سدا ہے۔ اور ظلمت کیا ہے نور انور کے مسدودان میں نازل  
ہونا نہ خاص جناب نور کے اندر نازل ہونا۔ کیونکہ ابلیس آدم کے اندر وسوسہ ڈالتا ہے  
خالق کے اندر نہیں ڈال سکتا اور مومن کے اندر وسوسہ ڈالنے کی اس کو دسترس نہیں  
ہے۔ جیسا کہ اُس کا قول خداوند تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے لا یغویہم اجمعین الا عبادک المنہم  
الکلی صیرت یعنی ان سب کو میں گمراہ کرونگا۔ مگر تیرے ان بندوں کو میں گمراہ نہیں کر سکتا  
جو خالص مومن ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اسی تکبر کے سبب سے اُس پر لعنت فرمائی۔ تاکہ  
عاقلاً اس بات کو سمجھ لے کہ نور کے مقابلہ ہی میں ظلمت ہے۔ اس جگہ بہت سے اسرار  
ہیں۔ مگر اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

پس درحقیقت خداوند تعالیٰ کا وہ راز جو اُس کی کل موجودات میں جاری ہے۔ وہ اُس  
کی محبت اور ایجاد کا ارادہ ہے۔ یعنی اگر خداوند تعالیٰ ارادہ نہ کرتا اور اپنے جود کا اظہار نہ چاہتا  
اور جود کی اشاعت نہ کرتا۔ تو وہ ستر آبی ایجاد کے ساتھ جاری نہ ہوتا اور نہ کوئی چیز  
موجود ہوتی۔ مگر جب اُس نے ان چیزوں کو ایجاد کیا۔ جو عدم کے پردہ میں پوشیدہ تھیں  
انہوں نے اس بات پر دلالت کی کہ اس کا ارادہ کسی خواہش اور ضرورت سے نہ تھا  
بلکہ یہ محض اُس کی محبت اور عنایت تھی اور وہ لطیف ارادہ اُس کا ستر ہے جو اُس کی  
مرادات میں جاری ہے۔

سب چیزوں سے زیادہ اُس ستر نے انسان میں اثر کیا ہے۔ اور اپنے آثار اس  
نے انسان کو آفاق اور انفس میں دکھائے ہیں۔ اور طرب یہ سر الہی انسان کو پیدا کر کے  
اپنا مقصد پورا کر چکا۔ پھر کوئی تسنا باقی نہیں رہی۔ اور نہ انسان کے سوا اُس کو



کوئی مطلب معلوم ہوا۔ پس یہ بتر انسان پر قائم ہو گیا۔ جیسے کہ سورج کی شعاعیں اول انفلاک  
پر پڑتی ہیں۔ مگر افلاک اپنی شفافیت کی وجہ سے شعاعوں کو نہیں روک سکتے پھر وہ  
شعاعیں ارکان پر آتی ہیں۔ مگر کہیں نہیں پڑتیں۔ یہاں تک کہ جب زمین پر پہنچتی ہیں  
تب یہاں سے ان کو آگے راستہ نہیں ملتا۔ اس لیے مینیں ٹھہر جاتی ہیں۔ پس ایسے  
ہی یہ ستر الہی جب انسان کی انتہا پر پہنچا۔ تب ٹھہر گیا۔ اور اسی ستر الہی کے عکس سے  
انسانیت روشن ہو گئی جیسے کہ دنیا آفتاب کے عکس سے روشن ہے۔ پھر انسان میں  
سے بعض انسان ایسے ہیں جو ستر الہی کی رجوع میں گذر گاہ بنے یہ لوگ انبیاء اور مسلمان  
ہیں۔ ان پر نور کا عکس و گنا پڑا۔ اور اُس کے انوار کے آثار بہت زیادہ واقع ہوئے  
اور وہ خط جس پر ستر الہی کا نور اور اُس کی شعاع کا عکس واقع ہوا ہے۔ وہ حضرت محمد  
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب ہے۔ پس آپ گویا وسط زجاجہ اور شدت نور سے مثل  
مصباح فی مشکوٰۃ کے ہیں۔ اور آپ نے نور النور سے پورا حصہ لیا ہے۔ پھر آپ نے نور  
النور سے نور و ات کی طرف انتقال کیا۔ اور یہی آپ کا انتقال آپ کی معراج تھی چنانچہ آپ  
نے فرمایا ہے۔ *مَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ النُّورِ أَهْكَأَي* یعنی جس نے اس نور میں سے کچھ پایا اس  
نے ہدایت پائی۔ پس حضور ہی نے سب سے زیادہ حصہ پایا ہے۔ اور آپ ہی سب سے زیادہ  
ہدایت اور مقام قربت پر ہیں۔ اسی سبب آپ *أَوَّلُ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ* اور *آخِرُ الْكَائِيَاتِ*  
*فِي الْبَعْثِ* ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بندوں کی ہدایت کے واسطے مخصوص کیا اور آپ  
ہی کو وہ نور بنا دیا ہے جس کی شان میں فرماتا ہے۔ *يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ* یعنی جس  
کو چاہتا ہے اللہ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو مراتب نور کی یہ مثالیں بیان کی ہیں اس واسطے کہ عاقل اس بات  
کو سمجھے کہ مقول اور محمول اور محسوس سب معانی مقولہ کی مثالیں ہیں ورنہ مصباح اور وضو  
کلمہ اللہ میں بہت بڑا فرق ہے ایسے ہی زجاجہ اور قدرت خدا اور شکوۃ اور ضعیفیت خدا  
میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ مثالیں محض اس واسطے بیان کی گئی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ

لے بھی پیرائش میں سب سے اول اور بہشت میں سب سے آخری۔ اس کا مفصل بیان پہلے گذر چکا ہے ۱۲

سے معانی معقولہ اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔ اور وہ دل جو خیالات اور گمانات پر ہیں ان مثالیں سے تعلیم حاصل کریں۔

معلوم ہو کہ مثالیں معانی کے چہرے پر مثل پردہ اور نقاب کے ہیں۔ جو شخص جاہل ہے وہ تو پردہ کو دیکھ کر وہیں ٹھہر جائیگا۔ اور جو عاقل ہے وہ اس حجاب اور نقاب کو ہٹا کر اندر داخل ہوگا۔ اور حقائقِ اشیا کو جیسی کہ وہ ہیں دیکھ لیگا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے۔ **وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَلِمْ يَدَكَ وَخُذْ حَقْلَكَ**۔ اور اگر تو قرآن شریف پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں (یعنی کافروں کے) ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں (جس کے سبب سے وہ تم کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے نہیں دیکھتے) اور ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔ **يَوْمَ لَا يُخَافُ جُنُودًا**

پس اللہ تعالیٰ نے خیمہ کی مثال دی ہے۔ اور اس کے حکم اور معنی کو اپنی عزت کا خیمہ نشیں اور وحدت کا پردہ نشیں گردانا ہے۔ ہر قلب مشکوٰۃ سے مشابہ ہے۔ جس میں بخیر خیمہ کے سایہ اور اُس کی تسکین کے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ روشن قلب جب مصباح کے نور سے روشن ہوتا ہے۔ اور صبح کی روشنی اُس پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور اوجِ فلاح کی طرف وہ ترقی کر کے کامیابی کی خوشبو سونگھتا ہے۔ اسوقت وہ لوگوں میں مثلِ مصباح فی مشکوٰۃ کے روشن ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ الْفَاضِلِينَ كَالْمَصْبِيحَةِ فِي اللَّيْلِ الْمُنِيرَةِ** یعنی میں غافلوں کے درمیان میں ایسا ہوں جیسے روشن چراغ اندھیری رات میں یہی قلب نور النور کا اور اک کرتا ہے۔ اور اُس کی طاقت کے موافق اُس کو نور ذات کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ پس یہ قلب خیاں امثال میں داخل ہو کر حدود و اشکال سے گزر جاتا ہے۔ اور جان لیتا ہے کہ معلومات الہی تخیل اور زوال سے خارج ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ

۱۔ جب کہ کفاروں نے حضور کو نازی کی حالت میں سستانا شروع کیا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا کیا کہ کفار آپ کو قرآن شریف پڑھنے کی حالت میں دیکھ نہ سکتے تھے ۲۔ یعنی خدا ہی نے وہ دریاؤں کے درمیان میں پردہ قائم کیا ہے جس سے وہ آپ میں مل نہیں سکتے ہیں حالانکہ ایک جگہ برابر رہے ہیں۔ مگر ہر ایک کی رنگت اور خواجہ گاہ ہے ۱۲



نے آیتہ التور کو اس قول کے ساتھ ختم فرمایا جو: وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ يُكَلِّمُ مَنْ يَشَاءُ عَلَيْهِ  
یعنی اللہ تعالیٰ ریا، مثالیں (صرف) لوگوں کے (سمجھانے کے) واسطے بیان فرماتا ہے۔ اور  
اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے یعنی وہ غفلوں کی مقداریں اور خواطر کے مرتبے خوب جانتا ہے  
پس جس سے خطاب فرماتا ہے۔ اُس کی عقل کے موافق فرماتا ہے۔ اور جس کے قلب  
پر انکشاف کرتا ہے۔ تو اُس کے تحمل کے لائق کرتا ہے وَمَا عَقِلُوا إِلَّا الْفَعَالُونَ یعنی نہیں  
سمجھتے ہیں ان باتوں کو مگر عالم لوگ۔ پس اے طالب تو اس بات کو سمجھ کہ ستر الہی یعنی وہ  
ارادہ جس سے اس نے مخلوقات کو موجود کیا۔ وہ اُن تمام چیزوں میں جاری ہے۔ جن کو اُس  
نے عدم سے وجود میں ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ یہی ستر الہی مدبر اور متمم اور ہر چیز کو اُس کی انتہا  
تک پہنچانے والا ہے۔

اسی ستر الہی کے آثار کا ہر شخص نے اپنی اصطلاح میں جداگانہ نام رکھ چھوڑے  
ہیں چنانچہ بعض لوگ ستر الہی سے وہ عنایت الہی سمجھتے ہیں۔ جو بندوں کی پیدائش پر  
شامل ہے۔ اور فلسفہ کہتے ہیں۔ کہ موجودات کا وجود اللہ سے مستفاد ہے اور یہی معنی  
مستفاد ستر ارادہ کے ساتھ قائم ہیں اور متکلمین کا یہ قول ہے۔ کہ ستر الہی اس کی موجودات  
میں اُس کی قدرت شامل ہے کل حرکات و سکنات کو یعنی ایک انگلی تک کا حرکت کرنا یا  
ساکن ہونا خدا ہی کی قدرت سے ہے۔ پس ان لوگوں کے نزدیک دوام احوال جو خداوند  
کے ہاں سے محدثات کے احوال کو متغیر کرتا ہے۔ اور اُن کے افعال کو الٹ پلٹ کرتا ہو  
وہی ستر الہی جاری ہے۔ اور دیگر مذہب کے لوگ اس ستر الہی کے ساتھ ایک نور کی طرف  
اشارہ کرتے ہیں جو ہر چیز پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے فائض ہے۔ اس نور کے اثبات  
کی طرف اکثر مجوس اور بعض نصاریٰ مائل ہوئے ہیں۔

اور صوفیائے کرام اور اباب طریق فرماتے ہیں۔ ستر الہی قلوب کا مقرب القلوب  
کی طرف منجذب ہونا ہے۔ پس انسان کے اندر ستر الہی اُس کے قلب کا رب کے دروازہ پر  
حاضر ہونا ہے۔ اور صوفیائے کرام کبھی۔ کبھی اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ ستر الہی مبداء کا  
انکشاف حق کی طرف قریب ہونا ہے۔

اور درحقیقت یہ ستر الہی موجودات کے اندر وہ تسخیر ہے۔ جو ربوبیت سے قبض و بسط کے ساتھ ہر موجود اور معدوم کے واسطے صادر ہے۔ پھر اسی تسخیر نے تعبد اور تکالیف کو لازم کیا۔ چنانچہ اسی ستر کے سبب قائم قیام کرتا ہے۔ اور قاعد قعود کرتا ہے۔ اور واقف و قوف کرتا ہے اور مومن ایمان لاتا ہے۔ اور کافر کفر کرتا ہے۔ چنانچہ اسی مضمون میں وارو ہے۔ الْقَدَارُ خَيْرٌ وَ شَرٌّ وَ حُلُوٌّ وَ مُرَّةٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى بَعَثَ قَدَرَ كَاخِرٍ وَ شَرٍّ اَوْ مِيْثَا كَرٍّ وَ اَسْبَحَ خَدَّ اَوْنَد تَعَالَى بِیْ كِ حَرْفٍ سَے ہے۔ اور اسی ستر الہی کے کل موجودات میں جاری ہونے سے ساری موجودات طوعاً و کرہاً۔ اُس کی ربوبیت کے اقرار کی طرف مجبور ہے یعنی سب اس بات کے مقرب ہیں کہ بیشک اُن کا ایک خالق ہے جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ اسی مضمون کو فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوُنَّ اَللّٰهُ قُلْ اَحْمَدُ اَيْتِمُمْ مُسْتَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ هَلْ هُوَ كَشْفُ ظُهُورِ اَوْ اَرَادَنِيَ رَحْمَةً هَلْ مِنْ مُّسَكِّتٍ رَّحْمَتُهُ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ اور نیز ستر الہی جو ارادی ربانی ہے۔ اس کے عباد اور ملاو میں جاری ہونے کی دلیلوں میں سے رسولوں کا بھیجنا اور کرنا کتابیں اور محافظین فرشتوں کا مقرر ہونا ہے۔ کیونکہ یہ درحقیقت ستر الہی کے انوار ہیں۔ جو بندوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور ایک ایک چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے عمل کو جبر ستر میں چڑھاتے ہیں۔ تاکہ ایک ذرہ بھی اُس کے علم سے باہر نہ رہے۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

بعض کہتے ہیں کہ ستر الہی خدا کی محبت ہی اپنی موجودات کے ساتھ اور اُس کی محبت کی دلیل اس کا ایجاد کرنا ہے۔ اور اعداد کو بڑا سمجھنا (یعنی اگر موجود کا معدوم ہی کرنا اُس کو پسند ہوتا۔ تو وہ اس کو موجود ہی کیوں کرتا۔ اور جب کہ اُس نے موجودات کو عدم سے موجود کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ایجاد اُس کو محبوب ہے) حدیث صحیح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم اگر قرآن کفار میں سے سوال کرے کہ آسمان زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ جواب دینگے کہ خدا نے ہم کو پیدا کیا۔ یہ تو بتاؤ کہ جن چیزوں کی تم پر خدا کے پرستش کرتے ہو۔ اگر خدا مجھ کو کچھ نقصان پہونچانا چاہے تو کیا وہ اُس نقصان کو مجھ سے دفع کر سکتے ہیں۔ یا اگر خدا مجھ کو رحمت پہونچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اُس کو روک سکتے ہیں۔ کہ وہ خدا مجھ کو کافی ہے۔ پھر ستر خدائوں کو لازم ہے۔ کہ اسی ستر کے اندر ہر ذرہ



سے مری ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے۔ مَا تَدْعُو فِي شَيْءٍ اَنَا فاعلہ لکھ رہی  
 فی قیظ ورجع عید الخوف من یحکوہ المؤمنون الموت واکوہ مساکتہ ولا بد لہ موت  
 خلیفہ اور اپنی مخلوق کے ساتھ محبت ہی کے سبب اس نے ان پر محافضین مقرر کیے اور  
 رسولوں کو ان کی دعوت کے واسطے بھیجا اور خلافت کو ان کے اندر جاری کیا (تاکہ ان کے  
 کام انتظام اور اطمینان سے قائم رہیں) پس اسے طالب اگر تو اس بات پر قادر ہو کہ نور  
 نبوت کو حاصل کر سکے جس سے مراد خلافت ہے۔ جو نبوت ہی سے مستفاد ہے جیسے  
 کہ تو عنقریب اس کی حقیقت سے واقف ہو گا۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ ان لوگوں کے شمار  
 میں نہ تو دخل ہو جو کسی حالت میں ذکر الہی سے باز نہیں رہتے۔ قیام کرتے ہیں۔ اور رکوع  
 و سجود کرتے ہیں۔ فی سبوت اذن اللہ ان ترفع وینکحہ قدامہ لیسبح لہ فیما یلفظ و  
 لا یسلم یحییٰ بام اللہ احسن ما علوا ویزیدہم من فضلہ فلان اللہ لکن وفضل علی العالمین

## تیسرا مقالہ نبوت کے بیان میں

اس میں سات باب ہیں

### پہلا باب

نبوت اور رسالت کے ذکر میں

اس میں تین فصیں ہیں

پہلی فصل نبوت اور رسالت اور ان کی ماہیت کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت قلب کا آگاہ ہوتا ہے۔ معلوم غیبیہ کے معانی کی حقیقت

اسلامیہ اسد اللہ فرماتا ہے کہ میری قدر کام میں کرتا ہوں۔ ان میں سے کسی میں بھی کو تو واقع نہیں ہوتا۔ صرف ایک میں  
 کی روح نفس کرنے میں تہرہ ہوتا ہوں کیونکہ میں نبوت کو بڑا سمجھتا ہوں۔ اور میں اس کی برائی کو سمجھتا ہوں۔ مگر میں  
 اس سے جا رہا ہوں

سے معاہدہ کے ساتھ بغیر کثرت اور طلب اور اجتہاد کے۔ اور اس میں آگاہی کے تین مرتبہ ہیں۔  
 یا تو یہ آگاہی اس قصد سے جو بندہ کی استعداد انی اللہ سے صادر ہوا ہو یا اس کا دل جذب  
 سے ہو جو بندہ کو خدا کی طرف سے ٹھوس یا اُن دو معنوں کے جمع ہونے سے ہو ایک استنباط  
 العید دوسرا اخبار الحقیقی جب یہ استنباط اور انباء جمع ہونگے۔ نبوت رسالت کی طرف منتقل  
 ہو جائیگی۔ یہ مرتبہ کل مراتب سے اعلیٰ اور اشرف ہے۔

پس نبوت ایک حالت ہے جو بعض نفوس انسانیہ کو نور قدس کی تاثیر سے حاصل  
 ہوتی ہے۔ اور بغیر کامل اور سخت تاثیر کے حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ نفس انسانی نے اگر نور قدس  
 سے ضعیف اثر قبول کیا ہے۔ تو یہ متنبی ہو گا۔ نبی نہ ہو گا۔ نبی وہی ہو گا۔ جس نے کامل اثر قبول  
 کیا ہے۔ اور متنبی اور نبی میں فرق یہ کہ متنبی منکلف مجتہد مکتب غیر مقبول ہے۔ اور نبی  
 وہ ہے جس کو تمام کمالات انسانیہ اور ربانیہ بغیر کتساب اور اجتہاد فی تحصیل کے حاصل  
 ہوئے ہوں۔ کوشش اور اجتہاد سے نبوت کا حاصل ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ حالانکہ  
 نبوت امر ارکنونہ میں سے ایک دو بعیت ہے اُس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس  
 کے قلب میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ دو بعیت اُس شخص کے جو ہر نفس میں قرار پکڑ  
 لیتی ہے۔ پس اس لحاظ سے نبوت نبی کے لیے ذاتی ہوتی ہے نہ کہ کسی۔

یہ نہیں کہہ سکتے کہ نبوت ایک عرض ہے نفس پر طاری ہوئی والی۔ یا نفس کی خصیت  
 ہے بلکہ یہ نبی کے نفس کے واسطے صفت ذاتی ہے۔ اور نبی کے جوہر کی کامل کرنے  
 والی ہے۔ بغیر نور نبوت کے نفس نبی نہیں ہو سکتا جیسے کہ بغیر علم کے جوہر میں منتقش  
 ہوئے نفس علم نہیں بن سکتا۔

لہٰذا یعنی نبوت کا مرتبہ ایسا نہیں ہے جو کسب اور طلب اور کوشش سے حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ کوشش سے حاصل ہو سکتا تو  
 ہر ایک نفس کا بھی بننا ممکن تھا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ مرتبہ کسی کو حاصل ہوتا ہے جس کے مادہ میں اللہ تعالیٰ نے اُس کی قابلیت  
 رکھی ہے۔ اس کا مفصل بیان گذر چکا ہے۔

لہٰذا یعنی بندہ کا نبوت طلب کرنا اور خدا کا اُس کو نبوت عنایت کرنا۔

لہٰذا یعنی تکلف نبی بننے والا ہو گا۔ جتنی اور اصلی نبی نہ ہو گا۔

لہٰذا یعنی جتنی کوشش اور مجاہد سے کشف کا مقصد حاصل کرنا ہو اگرچہ کوئی کشف ظاہری ہی نہ تھا جس سے یہ غیر مقبول ہو  
 لہٰذا عمل وہ چیز جو علیحدہ کے ساتھ قائم ہو۔ اور ان باتوں سے قائم نہ ہو جیسے کہ کشف سنیہ یا سنیہ یا سنیہ یا سنیہ سے۔



پس نبوت نفس کی ذات کا کمال ہے۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے۔ جسکے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے جو اس مرتبہ پر پہنچا وہ اپنے رب تک پہنچ گیا۔ اور اُس کے اور خدا کے درمیان میں سوائے حجابِ حدود کے کوئی حجاب نہ رہا۔

نفس انسانی کو کمالات میں سے پہلا جو کمال حاصل ہوتا ہے۔ وہ صانع کا علم ہے پھر اس کی احادیث کی معرفت ہوتی ہے۔ پھر اُس کے فکر پر حضور ہوتا ہے۔ پھر اُس کے جلال کا شوق ہوتا ہے پھر اُس کی وحی کی وساطت سے اُس کے علم کے ادراک میں استغراق ہوتا ہے اور اس کے کونوت بنتے ہیں۔ پھر جب نفس نور نبوت کے ساتھ کمال ہو جاتا ہے۔ تب اُس کی مثال لوح محفوظ کی ہوتی ہے۔ غیب اور حاضر کا علم اس پر تکشف ہوتا ہے۔

نبوت حاصل نہیں ہوتی۔ مگر ایسے نفس کو جو رذائل سے پاک ہو۔ خواہش سے منزہ ہو فساد سے دور ہو طبیعت اور اُس کے قوی پر نقص غالب نہ ہو کیونکہ نفس اس زندگانی کے اندر جب ان آفات محسوسہ میں مشغول رہتا ہے۔ تب اُس کا عالم غیب کی طرف رجوع کرنا متعلق ہے۔ اور جب یہ آفات اُس سے دور ہوئیں۔ اور اُس کی ذات کل نقص اور رذائل سے پاک ہو گئی حجابات اُس پر سے اٹھ جائیں گے۔ اور پروے دور ہوں گے۔ اور نفس اپنے عالم بالا سے قریب ہوگا۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ حجابات قریب یعنی پاس کا شخص دیکھتا ہے۔ وہ بعید یعنی دور کا شخص نہیں دیکھ سکتا۔

یہ نفس مٹھاپنے مفار جو ہر کے سبب سے حجاب غیب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور علوم ملکوت اُس کے جوہر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور یہی علوم غیبیہ کا منتقل ہونا نبوت ہے پس اس وقت یہ نفس اُن چیزوں کو دیکھتا ہے جو نفس نہیں دیکھ سکتے جنہی کا نفس یہ خفاقی نہیں اسی سبب دیکھتا ہے کہ اُس کا اتفاق اور اشتغال عالم جس میں بہت کم ہو جاتا ہے۔

۱۔ شہود سے روت حق تکمیل آتے۔ اور اس کی ہی تیس ہیں۔ ۱۔ شہود نفس فی الجمل سے یعنی کثرت کو ذاتِ احدیت میں دیکھنا ۲۔ شہود نفس فی نفس یعنی احدیت کو کثرت میں دیکھنا۔ اور نواب توحید اور سرور اسرار و غیرہ کا نقص بیان ۳۔ شہود فی نفس کا شہود جو کہ منظور ہو۔ اُس میں کاش کرے ۴۔ شہود علی خواہ زادہ حضرت محبوب الہی ۵۔ استغراق شہود حق میں ایسی شہودی کو کہتے ہیں۔ کہ جس میں عالم کائنات سے بلے خبر ہو جائے۔

کیونکہ کمالات الہیہ سے نفس کے ہار رکھنے والے ہی کدہ حواس اور بے اعتبار خبر ہیں۔  
اگر نفس انسانی کے ساتھ یہ آفتیں لاحق نہ ہوتیں تو کسی نفس کا قدم جادہ حق سے رائل نہ  
ہوتا۔ اور نہ کسی کو میدان تحقیق میں لغزش واقع ہوتی۔ مگر حق باطل کی ظلمتوں میں ملتبس ہو گیا۔  
اور حواس چوک باطل کے اندر زیادہ مشغول ہیں۔ اس سبب باطل کو قوت ہوئی۔ اور وہ حق  
پر غالب ہو گیا۔

نفس انسانی اس عالم طبیعت میں ایک مسافر ہے کیونکہ یہ جناب ام سے مستفاد  
ہے۔ اس سفر میں حواسوں کی کدورت سے اس کی صفائی جاتی رہی۔ اور وہ اپنی ولایت کو  
نہ چھوڑا۔ اس کی رفعت منقطع ہو گئی۔ اسی سبب اس کا علم بھی کم ہو گیا۔ مگر جس وقت  
نفس سے یہ عوائق دور ہو جاتے ہیں۔ اور حواسوں کی کدورت دفع ہو کر حجاب بلند ہوتے ہیں  
اس وقت یہ مسافر اپنے ملک کو چلا جاتا ہے۔ اور اپنی اوج کی طرف بلند پروازی کرتا ہے  
علوم غیب اس کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور خفایا ملکوت کو نظر کرتا ہے۔ اور رویت کبھی اس  
کو خواب میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ بیداری کی حالت میں جب روح حواس میں مشغول ہوتی  
تو اس میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ اسرار ملکوت کا مشاہدہ کر سکے۔ اور کبھی یہ مشاہدہ عالم  
بیداری میں ہوتا ہے۔ جبوقت کہ روح توی ہو جاتی ہے۔ اور حواسوں سے اس کا انقطاع  
باقی نہیں رہتا۔

جو معاملات کہ خواب میں نظر آتے ہیں۔ وہ دو درجہ پر ہیں۔ ایک وجہ نہایت ضعیف ہے۔  
اور وہ یہ کہ حق کو باطل کی صورت میں دیکھے۔ یا اسرار ملکوت کو خیال کے تصرف سے محسوسات کی  
مشالوں میں مشاہدہ کرے۔ ان دونوں باتوں میں یہ شخص کبھی تفسیر کا محتاج ہے۔ اور دوسری  
وجہ یہ ہے۔ کہ اشیاء کو اپنے منہ جہر کے ساتھ جیسی کہ وہ ہیں۔ اس طرح بغیر التباس اور پرہیز  
کے دیکھے یا روح القدس کو خواب میں دیکھ کر نبوت کا اثر اس سے قبول کر لے۔ اور  
بیداری میں سبب اپنے جوہر کے ضعف اور قلب کی تنگی کے روح القدس کے دیکھنے پر قادر

ہو جائے جس میں اس شخص کے ذہن سے اور اس کی جاتی پر ہیں۔ ان کی حقیقت ان کے ذہن سے معلوم نہیں ہوتی اور ان باتوں کا  
ادب و توقیر ہو سکتا ہے۔ اسی سبب سے ان کو بے اعتبار نہ کرنا چاہیے۔



نہ ہو +

بیداری کی حالت میں جو معاملات دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک ضعیف اور وہ یہ ہے کہ لاکھ مقررین کو دور سے دیکھے اور اُن سے بات چیت یا اختلاف کرنے پر قادر نہ ہو۔ دوسری قسم قوی ہے۔ اور وہ یہ کہ رُوح قدس کو صریح نظر کے ساتھ دیکھے اور لوح اور فرشتے کی شکل اُس کی نظر میں منتقل ہو جائے اُس کی صورت دیکھے اور اُس کی باتیں سُنے اور اُس کے اثر کو قبول کرے یہ درجہ نبوت کا کمال ہے۔ اس سے اوپر عالم بالا میں کوئی درجہ نہیں ہے۔ پھر یہاں ایک اور حالت ہے۔ اور وہ یہ کہ نور نبوت سے استفادہ پر قادر ہو۔ افادہ پر قادر نہ ہو اس صورت میں اس شخص کے واسطے ایک ہی طریق استفادہ کا ہوگا۔ اور یہی نبوت ہے۔ دوسرا طریق افادہ کا نہ ہوگا۔ جو رسالت ہے +

پس ہر رسول نبی ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں ہے۔ کیونکہ رسالت اُس چیز کی تبلیغ ہے۔ جو ذر نبوت سے حاصل ہوئی ہے۔ اور نور نبوت سے استفادہ کرنے والے بہت سے ایسے ہیں۔ جو تبلیغ کی طاقت نہیں رکھتے +

نفوس قدسیہ میں سب سے زیادہ کامل نفس وہی ہے۔ جو مستفیض بھی ہو و مفید بھی اور یہ وہی شخص ہے۔ جس میں نبوت اور رسالت دونوں جمع ہوں۔ پس اس حالت میں نبی رسول ہو جائیگا۔ نبوت سے استفادہ لیگا۔ اور رسالت کا فائز دیگا۔ پس نبوت اسرار الہیہ کی تلخیص اور رسالت علم نبوت کی تکمیل ہے۔ کیونکہ نبوت ایک نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفس کامل ملی پر اور رسالت اُس نفس کامل سے ایک نور ہے۔ نفوس جزویہ پر +

نبوت ایک ضرورت ہے جو عنایت الہی سے نفوس اور عقول کی حفاظت کے واسطے واقع ہوئی ہے۔ اور رسالت اُسی نبوت کا جو بندوں کے مصلح کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک آہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا اس راستہ کو جان لیا کہ انسان جو عالم صغیر ہے۔ اور عالم کبیر کا نمونہ ہے

۱۴ یعنی غایہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اور دوسروں کو خودی مند ہو جانے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور دوسروں کو غامدہ

رہنما نہ ہو رسالت ہو +

۱۵ یعنی نبی بھی ہو اور رسول بھی ہو + ۱۶ یعنی اس کو ظاہر کرنا اور دوسروں کو پہچانا +

اُس کا صراطِ مستقیم پر قائم رہنا بغیر میری عنایت اور توفیق کے ممکن نہیں۔ اور یہ بھی جان لیا کہ ہر نفس انسانی میں سے نورِ عزت کا مثل نہیں کر سکتا جو تب اُسے سب نفوسِ انسانیہ میں سے چند نفس ایسے چھانے جو نہایت کامل اور رُزائل سے پاک تھے۔ اور انہیں نفوس کو نبوت کا محل قرار دیا۔ اور نبوت کے نور کو اُن میں جاری کیا۔ پس ان میں بعض نفوس تو ایسے تھے۔ جو محض استفادہ ہی کی قوت رکھتے تھے۔ تبلیغِ رسالت کے قابل نہ تھے۔ اور بعض نفوس ایسے کامل تھے جن میں دونوں باتوں کی لیاقت تھی۔ نبوت کے قبول کرنے کی بھی اور رسالت کی تبلیغ کی بھی۔

جس نفس نے فقط نبوت ہی کو قبول کیا وہ نفس کامل ہے۔ اور جس نفس نے نبوت کو بھی قبول کیا اور رسالت کی تبلیغ بھی کی وہ نفس مکمل یعنی دوسروں کو بھی کامل بنانے والا ہے نفس مکمل کی مثال پانی کی سی ہے۔ جو خود بھی پاک ہے۔ اور دوسری چیز کو بھی پاک کرتا ہے۔ اور نفس کامل کی مثال مٹی کی سی ہے جو خود پاک ہے۔ دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتی۔ پس جیسے کہ پانی کو مٹی پر فوقیت ہے۔ اسی ہی مکمل کو کامل پر فوقیت ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے نبوت کو نفوس کے اندر پیدا کیا۔ اور اُن میں بعض کو تبلیغِ رسالت بھی عنایت کی تب اُسی نبوت اور رسالت کے نور سے صراطِ مستقیم پسندوں میں ظاہر ہوا۔ اور انبیاءِ ارواح کے طیب ہوئے۔ امت کے نفوس کا علاج انہوں نے شروع کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے امت کے نفوس نے شرک اور کفر کے امراض سے خلاصی پائی۔ اور فطرتِ صحت کی طرف عود کیا۔ یہ بات یعنی انبیاء اور مرسلین کا مقرر کرنا بندوں پر خاص خدا کی رحمت ہے۔ چنانچہ اُس نے فرمایا ہے۔ يَخْتَوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْأَلُوْا قُلُوبَهُمْ تَسْتَوْنَا عَلٰی رَاْسِکُمْ بَلِ اللّٰهُ يَشْفَعُ عَلَیْکُمْ اَنْ هَذَا کُمْ لَا اَمْنًا لِّاَنْکُمْ صَلَیْقَیْنِ (اے رسول) لوگ تمہارے اسلام لانے کا احسان کرتے ہیں۔ کہہ دو مجھ پر اپنے اسلام کا کچھ احسان نہ کرو۔ بلکہ اللہ تمہارا احسان کرتا ہے۔ کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت فرمائی۔ اگر تم سچے ہو۔



## دوسری فصل نبوت اور رسالت کی حقیقت کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت ایک راستہ ہے۔ اللہ اور اُس کے مہی کے درمیان میں۔ اور رسالت ایک راستہ ہے بنی اور اس کی امت کے درمیان میں۔ پس نبوت بمنزلہ بادل اور ابر کے اور رسالت بمنزلہ بارش کے ہے اور مٹی کو بارش ہی سی فائن پہونچتا ہے۔ یعنی امت کو رسول ہی سے فائن ہے۔

بادل کیا ہے بخارات لطیفہ متضادہ کا اجتماع اور بارش انہیں بخارات کا ہوائی صورت سے پانی کی صورت میں قلیل ہونا اور اسی استحالہ کے سبب بارش نیچے اترتی ہے۔ کیونکہ پانی کا عنصر نیچے ہے۔ پس رسالت ایک بارش ہے جو ارجح کی زمین پر نازل ہوتی ہے۔ نبوت کے بادل سے ناکہ نفوس رسالت سے فائن اٹھائیں جو نبوت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ نبوت جو اس کے ادراک سے بالاتر ہے۔ اس سبب سے لوگ نبوت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے سبب اس کی انتہائی لطافت اور شدت رت کے بلکہ محض آسمان رسالت سے فائن اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نفوس سے زیادہ قریب ہیں۔

نفس جب خدا سے داخل ہوتا ہے۔ اُس وقت نبی ہوتا ہے۔ اور جب وہاں سے بندوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اُس وقت رسول ہوتا ہے۔ پس نبوت منادست کی حالت ہے۔ اور رسالت مکالمت کی حالت ہے۔ نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس الہیت میں مہمک ہو جائے۔ اور رسالت کی حقیقت یہ ہے کہ اسی انماک کی طرف اور نفوس کو جذب کرے یہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمنزلہ طیب ذوق کے علاج کے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کی اپنے بچہ پر مہربانی اور محبت سے زیادہ ہے۔ اور اسی کمال رحمت کے سبب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا

سے بخارات لطیفہ ہی کا نام بادل جو یہ کائنات و ماباں اور جہانوں سے کثرت کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ اور دھواں بھی ان میں مل جاتا جو جاتا ہو۔ اور یہ کہ ہم میں پہنچ کر بھشت کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور بارش شروع ہوتی جو تغیب اس کی کتب فلسفہ میں موجود ہے۔

کے منادست ہم نبی اور اراکامی اور رسالت اور سے گفتگو کرتی

اور اپنے پاس سے کتابیں اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں۔ تاکہ وہ رسول اُس کے بندوں کو  
 دارالسلام کی طرف بلائیں یہ تہدیی من یشتاء الی صراط مستقیم کا جسکو چاہتا ہو سید  
 راستہ کی ہدایت کرتا ہے جس جب اللہ تعالیٰ اس بات کو معلوم کر لیا کہ سائے بندے  
 نبوت کی سعادت حاصل نہیں کر سکتے ہیں تب انہیں سے چند پاکیزہ اشخاص کو نور نبوت  
 کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور اپنے بندوں کی ہدایت کیواسطے ارسال فرمایا۔ اور پوری حجت  
 اُن کو عنایت کی۔ اور نبوت کو نبیوں کے دلوں میں ایک روشن چراغ بنایا۔ پھر اس مصلح  
 کا پر نور رسالت کے زجاجہ پر ڈالا۔ پس رسالت نبوت کے ساتھ ہو گئی جیسا کہ فرمایا ہے  
 اَنْضَبَاخُ فِی زَجَاجَةٍ بِیْہِ حَبِیْرُ رَسَالَتِکَا نُوْرٍ اَوْ زَجَاجِہِ کِی رُوشَنی بندوں میں بھجلی اور  
 اُس خدا کی قدرت سے نبوت کا تسلسلہ جس نے بَعَثْنَا قَبْلَہِیْمَیْنِ مُبَشِّرَہِیْنِ وَ مُنْذِرَہِیْنِ  
 یَا اَدَمُ کُنْ لِلنَّاسِ عَلٰی اللّٰہِ حُجَّۃً بَعْدَ الشَّہْنِ مِیجِی اللہ میوں کو نیشات دینے والے  
 (جنت کی) اور دُرّانیو اسے (عذاب سے) تاکہ رسولوں نے بھیجنے کے بعد لوگوں کی خدا پر کوئی حجت  
 باقی نہ رہے۔ سب لوگوں پر عبودیت لازم ہوئی اور خدا کی حجت پر قائم اور مضبوط ہو گئی  
 نبیوں نے بندوں کو عبادت اور معرفت کا حکم کیا۔ اور حق کے رہنہ کی طرف اُن کو پہلایا اور  
 سچ کی دعوت اُن کو دی۔ پس جس نے اُن کا اتباع کیا اُس نے نجات پائی اور جس نے اُن کا  
 خلاف کیا وہ ہلاک ہوا جس نے اُن کی باتوں کو سنا اور اُن کے احکامات کو بجا لایا۔ اُن کے  
 دل سے شک اور کفر کی بیماری نرال ہوئی۔ اور اُس کی مزاج میں صدق کی صحت اور دین کی  
 قوت اور روح کی ہدایت داخل ہوئی۔ اور اسی فطرت پر اس کا مزاج قائم ہو گیا جیسے کہ اقل  
 اور میں تقاضی یعنی بانی اور مسمیٰ سے بھی پہلے۔ اور جسے خداوندی حکیموں کے موافق علاج نہ کیا  
 اُس نے اپنے مزاج کو فاسد کر دیا اور فطرت کی طرف اس کے واسطے کوئی راستہ نہ رہا۔  
 شیطان نے اُس کو اپنا دوست بنا لیا۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو یہی مریض کر بیٹا۔  
 اَنُصُوسْ یَا اَحْمَدُ مَا عَلٰی مَا فَاخْرَجْتَ فِی جَنْبِ اللّٰہِ وَ رِزْنُ کُنْتَ لِمَنْ السَّاحِرِیْنِ یعنی اے میری  
 حسرت اس کو تاہی پر جو میں نے پاس خدا کے رعایت کر نہیں کی۔ اور بیشک میں سخی  
 کر بیواؤں میں سے تھا۔ پھر اُس روز کسی سفارشی کی سفارش بھی اُس کو نفع نہ دیگی



پس رسالت دوار الہی اور نبوت طب ربانی جو بیماریاں اس کی دوا کو استعمال کرتا ہے وہ نجات پاتا ہے۔ اور ان ادویہ جمیانیہ کو بھی اہل انے اسی قوت ربانی یعنی نبوت ہی سے استخراج کیا ہے کیونکہ علم نبوت کل علوم کو شامل ہے۔ اور رسالت کی دواؤں پر محیط ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْاَنْبِيَاُ قَاوِدَةُ يَفُوْدُنَ النَّاسَ رَأَى السَّعَادَةَ الْاٰبَدِيَّةَ یعنی انبیاء لوگوں کے چلانے والے راہبر ہیں جو سعادت ابدیہ کی طرف ان کی رہنمائی کرتے ہیں +

اور ہر طالب اپنے راہنما کی اطاعت کرتا ہے۔ اور جو مخالف ہے وہ سرکشی اور تکبر سے پیش آتا ہے۔ اور سیدھے راستہ سے سخر ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ مجھ کو ان لوگوں سے تعجب ہے جو زنجیر میں جکڑ کر جنت میں لے جاتے ہیں۔ پس اے طالب تجھ کو معلوم ہو کہ نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عقل جو ہر مبدع ہے انسان کا دل پر پرورے طور سے توجہ ہو۔ اور اسبیطرح اس کے اندر گھل جائے کہ یہ انسان ہی کی آنکھ سے دیکھے اور اشیاء کے کان سے سنے اور اس کی زبان سے کلام کرے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ تَقْرُبُ رَأَى بِالنَّوْافِلِ حَقِّيْ اُجْبَةُ ذُرِّيَّتِيْ قَادًا اُجْبِنْتُ اُصْرْتُ لَكَ سَمْعًا كَبَعْرًا اُكِدًا اُمُوَيْدًا حَتَّى يَنْ سَمِعُ وَبِيْ سَمِعُ وَبِيْ يَأْخُذُ وَبِيْ يَحْشَى صَدْرِيْ قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بندہ نوافل کے ساتھ میری قربت چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ پس جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ تب میں اس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ اور اُس کا مددگار بنتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ میرے ہی ساتھ سنتا ہے اور میری ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے

لے وہ لوگ عاشقانِ خدا ہیں میدانِ قیامت میں عرش کے نیچے آکر مائیک بھانک کر حساب و کتاب سے فراغت ہو کر میدانِ محشر بھی خالی ہو جائیگا۔ مگر وہ لوگ اپنے شوق میں بے خبر ہوئے آخر فرشتے ان سے عرض کریں گے کہ آپ لوگ بھی جنت میں تشریف لے چکے۔ کینے کہنے جنت کے واسطے اعمال نہیں کیے تھے ہم طالبانِ خدا ہیں اُس کے عرش کی جگہ کھڑے ہوئے اُس کے دیوار کا انظار کر رہے ہیں۔ فرشتے ان کو جبرائیل جنت میں لیجاتا پا جائیں گے۔ مگر ان پر ان کا کچھ تاوان نہ پڑے گا۔ تب مجبور ہو کر لاری و زنجیروں میں ان کو جکڑیں گے تب بھی عاشقانِ خدا فرشتوں کے پس میں آئیں گے۔ اُس وقت فرشتے ان سے کہیں گے کہ خدا کا یہ دار تم کو جنت میں چڑھا۔ اس کو جکڑ دی ہے۔ دیوار کی یہ جگہ میں ہے۔ تب عاشقانِ خدا خوشی خوشی چلے جائیں گے +

ہی ساتھ رہا ایک چیز کو پکڑتا ہے۔ اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے۔ یہی جو ہر خدا کا آئینہ ہے  
 اور جب یہ انسان پر متوجہ ہوتا ہے۔ اور اُس کی روح سے پوست ہو جاتا ہے۔ تب اس  
 نفس انسانی کو نفسِ کلی کا جزِ بہیم پہنچتا ہے۔ اور یہ شخص اُس نورِ عقلِ کلی اور نفسِ کلی کے  
 قبول کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا ہے۔ اور سب کے  
 بعد تک باقی رکھے گا۔ اور یہ عقل اور نفس دونوں لطیف جوہر ہیں۔ غیر محسوس اجساد بشریہ  
 سے متعلق نہیں ہیں۔ مگر جب یہ نفوسِ جزویہ اور عقولِ جزویہ کا تکمیل کمال اور سعادتِ ابدیہ کی  
 طرف توجہ تیار ہو چکے ہیں۔ تب ایک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو اُن کے لائق  
 ہوتا ہے۔ اور اُن کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ پس یہ دونوں اُس میں ایسا تصرف  
 کرتے ہیں جیسے روحِ بدن میں تصرف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس بدن کی حکومت بالکل انہیں  
 کے قبضہ میں ہو جاتی ہے۔ اور یہ دونوں اس شخص کے اندر بمنزلہ عقلِ جزوی کے ہو جاتے  
 ہیں۔ یعنی گو یکا یک عقل اور نفس اُس شخص پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ نہایت  
 مہربانی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے **وَاصْطَلَعْتَ**  
**لِنَفْسِیْ** اور فرمایا ہے **وَرَبُّنَا عَلٰی عِیْنِیْ اے موسیٰ تم کو میں نے اپنے واسطے چھٹا**  
**لیا ہے۔** اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش کئے جاؤ۔ اور اپنے نبی حضرت محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرماتا ہے۔ **مَنْ یُطِيعِ الْمُرْسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللہ** جس نے رسول  
 کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے **وَ**  
**اتَّخَذَ اللہُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلًا** یعنی بنایا اللہ نے ابراہیم کو (اپنا) خلیل یعنی دوست۔ پس یہ سب  
 تخصیصیں عقلِ اول اور نفسِ اول سے اُن اشخاص کے حق میں صادر ہوئی ہیں جن کو اللہ  
 نے پسند کیا ہے اور جن پر یہ متوجہ ہوئے ہیں۔ اور اپنے نورِ قدسی اور نورِ قدسی کو اُن پر  
 ڈالا ہے۔ پس نبی عقلِ اول کی صورت ہے۔ اور رسول نفسِ اول کی سبیل ہے اور رسالت  
 کا فائدہ بمقابلہ نبوت کے اس سبب سے زیادہ ظاہر ہے۔ کہ رسالت کی روشنی عالمِ  
 طبیعت سے زیادہ قریب ہے۔ دیکھ لو بصارتِ چاند کا اور اک بمقابلہ سورج کے زیادہ  
 کر سکتی ہے (حالانکہ چاند کا نور بھی سورج کے نور سے مستفاد ہے) ایسی رسالت کا نور



عقلِ اول کی مثال سورج کی سی ہے۔ جو اپنے کمالِ نور کے سبب سے اور اک سے بہت دور ہے۔ کیونکہ نور کی اذاع بھی مثلِ ظلمت کے ہے جو اور اک سے مذکور کو مانع ہوئی ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ دعوتِ شریعتِ نبویہ سے صادر ہے کیونکہ نفس ہی سہولت کے ساتھ رسالت کی جلدی پیدا کر رہا ہے۔ اور یہ رسالت اپنے کل کمالات کا استفادہ عقلِ محسوس کرتی ہے۔ جو حواس کے اشارہ اور ابصار کے اور اک سے بالکل خارج ہے جیسے کہ فرمایا اَللّٰہِی اِس کی تفسیر دیتا ہے۔ لَا تُذَرِّکَ الْاَبْصَارُ وَ عَوْدُ رُکَّ الْاَبْصَارِ وَ هُوَ الَّذِیْ طِیْفُ اَنْحِیْذَہُ ابْصَارِ اس کا اور اک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ اَنْصَار کا اور اک کرتا ہے۔ اور وہ مہربانِ غفور ہے۔

رسول پر نفس لگی کی توجیہ اور اس کے فوائد کا اظہار ہمیشہ رہتا ہے۔ مگر عقل اول کے فوائد اس کے اوقات سے متعلق ہیں۔ اور اس کے انفصالات و انفصالات کے درمیان میں واقع ہوتے ہیں۔ انہیں کا نام حالات وحی ہے۔ کیونکہ اگر وحی کے آثار رسول پر ہمیشہ قائم رہیں۔ تو دوام استغراق کے سبب دعوت کا فائدہ منقطع ہو جائے۔ اور یہ نبوت اس وقت نفوسِ تجزیہ کے کمال سے محروم رہنے کا باعث ہو۔ اور بجائے رافت و رحمت کے محنت اور زحمت ہو جائے۔ اسی سبب عقل اول کے ظہورات نبی کے نفس پر اوقات مختلفہ سے متعلق ہوئے۔ تاکہ رُوح کا قلب وحی سے فارغ ہو کر کلمہ بگئی کے فیضان میں مشغول ہو۔ پس خلاصہ یہ کہ نفس لگی رسول کے بدن سے متصل ہو کر رسول زندگی بھر ساتھ

عوام الناس ہدایت نہ پاسکیں۔ اور کمال کے عامل کرنے سے محروم رہیں گا

رہتا ہے۔ اور عقل کلی کسی کسی وقت متوجہ ہوتی ہے۔ تاکہ جس وقت وہ رسول کی طرف متوجہ ہو رسول اُس سے فایز حاصل کرے اور جس وقت وہ رسول سے مستور ہو جائے رسول ہی فائدہ اوروں کو پہنچائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انیس معنوں کی طرف اشارہ کر کے حکم فرمایا ہے **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْكَلَامُ فَآخِذُوا بِلِصَّةِ مَا أُخْرِجُ أَتَمْتَدَّ إِلَيْكُمْ**۔ یعنی اے رسول کہہ دو کہ میں مثل تمہارے ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بیشک تمہارا معبود ایک مسبود ہے۔

اگر عقل کلی کی صورت نفس کلی پر ہمیشہ رہتی تو نبوت اور رسالت کا فائدہ بالکل بطل ہو جاتا +

نبی نفوس کا علاج ہے۔ اور علاج حالت رسالت ہی میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نبی جس وقت اپنی نبوت میں مستغرق ہوتا ہے یعنی عقل کلی کی صورت اُس پر پڑتی ہوتی ہے اس وقت یہ خود منشا اُس مریض کے ہوتا ہے جو سخت بیمار اور حرارت کی شدت میں مبتلا ہو۔ اُس وقت اُس کو اپنے مطلب کمال اور صلاح ہی سے ذہنت نہیں ہوتی۔ تو پھر دوسرے کی صلاح کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہے +

پس معلوم ہوا کہ نبوت عقل کے نور سے ہے۔ اور رسالت نفس کی راہ دوسرے ہے اور یہ دونوں یعنی عقل اور نفس کلمہ الہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے واسطے سبب کے پیچھے سبب لگا دیا ہے +

جو کلام نبوت سے صادر ہوتا ہے۔ اُس کا نام تاویل ہے ہر ایک سننے والا اُس کے سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور جو کلام رسالت سے صادر ہوتا ہے۔ اُس کا نام تنزیل ہے ہر ایک سننے والے کا قلب اُسکی حقیقت کو نہیں پہچانتا اور جیسے کہ رسالت نبوت کی محتاج ہے۔ ایسے ہی تنزیل بھی تاویل کی ضرورت مند ہے۔ تاویل کے چہرہ پر تنزیل کا پردہ پڑا ہوا ہے اور رسالت ایک بچہ ہے جس نے نبوت کے شیرستان سے پرورش پائی ہے۔ اسی سبب وہ نبوت کا انکشاف نہیں کر سکتی۔ اور نفس تنزیل کے لواحق اور غلو اہر سے کمال نہیں حاصل کر سکتا۔ جب تک کہ تاویل کے حقائق اور لوازم سے واقف نہ ہوگا +



پس اے طالبِ تجھ کو چاہیے کہ پہلے ایمان اور نضرِ مل کو خوب حاصل کرے تاکہ تیرا  
نفس اسرارِ نبوت کے قبول کرنے اور معافیِ نبوت کے سمجھنے کے لائق ہو جائے۔ رسالت کے  
مراتب کو سن اور ان کے درجے کو دیکھ کیونکہ انبیا علیہم السلام اگرچہ نبوت میں برابر ہیں۔ مگر  
رسالت میں ان کے درجے جدا جدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خُلَافَةً  
لِّاَرْضٍ وَرَفَعَكُمْ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ وَلِيُخْبِرَكُمْ فِي مَا كُنْتُمْ فِيهَا  
ہے جس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور تم میں سے ایک دوسرے پر درجے بلند کیے ہیں۔ تاکہ جو کچھ  
نکاح و باہ ہے۔ اس میں تمہاری آزمائش کرو۔

## تیسری فصل انبیا اور مرسلین کے مراتبوں کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تِلْكَ اَلرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ  
بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۚ اِنَّ رُسُلًا مِنْهُمْ لَذَاتٌ اَنْفٍ  
وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے۔ اور بعض وہ ہیں جن کے لیے بلند کیے ہیں معلوم ہو۔ کہ  
انبیا بحیثیتِ نبوت کے ایک مرتبہ میں ہیں۔ علاوہ اُس کے کہ نبوت کے وقت قبول کی گئی  
سے بھی ان میں فرق ہے۔ یعنی بعض نبی ایسے ہیں جن پر نبوت کا اظہار خواب میں ہوا  
ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جن پر بیداری میں ہوا ہے۔ مگر نبوت میں سب برابر ہیں۔  
کیونکہ نبوت علم کا کمال ہے۔ جو وحی الہی کے ذریعہ سے اُس بندے کے نفس میں حاصل  
ہوا ہے۔ جو اپنے وقت میں سب سے زیادہ کامل اور غافل تھا۔ یہ نبوت جو عقلِ اول کا نور ہے  
اور یہی کلمۃ اللہ علیہا ہے تمام انبیا راہیکے خداوند تعالیٰ اسے خلیفہ ہوتے آئے ہیں۔ پھر  
انبیا رسالت کے مراتبوں اور رسالت کی کیفیتوں اور مقامات کی کیتوں کے ساتھ مختلف  
ہیں۔ کیونکہ انہیں سے ہر ایک کے ساتھ ایسی خصوصیتیں ہیں۔ جو ایک کو دوسرے سے  
متمیز کرتی ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے کلام کی خصوصیت اور حضرت  
ابراہیمؑ کے واسطے خلعت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے رویت کی خصوصیت  
ہے۔ اور ہر اس خصوصیت سے یہ مطلب ہے۔ کہ ہر رسول ایک خصوصیت کے ساتھ

مشہور ہوا ہے یعنی ایک بات اُن کے ساتھ ایسی مخصوص ہوئی کہ لوگ اُس کے ساتھ اُن کو  
 پکارنے لگے جیسے کہ کہا جاتا ہے موسیٰ کلیم اللہ۔ اور ابراہیم خلیل اللہ حالانکہ ابراہیم بھی کلیم اللہ  
 تھے مثل موسیٰ کے اور موسیٰ بھی خلیل اللہ تھے مثل ابراہیم کے مگر کلام خاص موسیٰ و  
 ابراہیم کے واسطے ہوا۔ اور باقی مراتب اُنہوں نے کلام کی تبعیت سے پائے ایسے ہی ابراہیم  
 نے خلقت کی تبعیت میں تمام مدارج طے کیے۔ سب انبیاء نبوت کے اندر وحی کے قبول کرنے  
 اور نفوس کے وحی کی روشنی قبول کرنے میں ایک درجہ کے اندر ہیں مگر رسالت اور اختلاف  
 شریعت میں وہ بحساب اوقات کے مختلف ہیں۔ اس لیے کہ نبوت زمان اور مکاں کے بالا  
 ہے۔ اس میں کسی حکم یا کسی وقت میں اختلاف نہیں ہوتا۔ بخلاف رسالت کے کہ وہ آسمان  
 کے نیچے ہے۔ اور لوگوں کی مصیحتوں سے متعلق ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ  
 لوگوں کے مزاج اور طبیعتوں اور زبانوں میں زمان اور مکان کی حیثیت سے اختلاف ہوتا  
 ہے اور انہیں اختلافوں کے ساتھ رسالت مختلف ہوتی ہے تاکہ شریعت اور کتاب لوگوں  
 کی زبان اور ان کی اصطلاحوں کے ساتھ پلٹ جائے حضرت نوح علیہ السلام کا رسالت  
 میں جو درجہ اور مرتبہ اور دعوت اور زبان بھی وہ حضرت ابراہیم کی نہ تھی حالانکہ نبوت میں  
 دونوں برابر تھے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ایسی قوم تھی جس سے اُن کو بالکل بھلائی  
 کی امید نہ رہی۔ اور اُن کی ہلاکی کو نوح علیہ السلام نے اُن کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر سمجھ کر  
 خداوند تعالیٰ سے دعا کی رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَرْدِ اِنَّكَ فَتَرِى الْاَعْيُنَ اَوْ يَرُودُكَ  
 زَمِينَ پر کسی کا فر کو بسنے والا نہ چھوڑ دینے سب کو ہلاک کر۔ اور حضرت ابراہیم کے زمانہ میں لوگوں کی  
 طبیعتوں میں لطافت غالب تھی اور آپس میں محبت و الفت کا چرچا تھا۔ اس سبب سے  
 اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حکم فرمایا کہ حَسِّنْ خُلُقَكَ وَكُونْ مِنَ الْكَافِرِينَ یعنی خوش اخلاقی سے  
 پیش آؤ۔ اگرچہ کفار کے ساتھ ہو۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ بھی ایسا ہی تھا۔ اسی واسطے  
 اللہ تعالیٰ انکو فرعون کے ساتھ لڑنے سے پیش آنے کا حکم فرمایا۔ اور حضرت موسیٰ کے  
 اُن کے بھائی حضرت ہارون سے فرمایا۔ اِذْ هَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰ فَنُفِثْنَا لَهُ قَوْلًا  
 لِّمَنَّا لَعَلَّه يَنْتَدِرُ كَرُّ اَوْ يَخْشَىٰ یعنی تم دونوں بھائی فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے



سرکشی کی ہے۔ اور نبی کے ساتھ اس کو نصیحت کررہا سید کہ وہ نصیحت کو مانے یا ڈر جائے اور حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش مزاج اور بڑے خویز تھے۔ ایک قوم کے ساتھ خوش مزاجی فرماتے تھے اور ایک قوم کو قتل کرتے تھے جیسا کہ آپ نے اپنی رسالت کی اصلاح کے مناسب دیکھا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے کمال پر پہنچایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے انبیاء بہت بڑی تعداد کے ساتھ ہوئے۔ چنانچہ بعض کا قول ہے کہ ایک لاکھ چار ہزار بیس نبی مختلف اصناف سے آئے ہیں۔ اور زیادہ انہیں سے بنی اسرائیل میں سے ہوئے تھے۔ یہ تعداد انبیاء کی ہے۔ انہیں سے تین سو تیرہ رسالت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں۔ کیونکہ نبوت نور مفرج ہے۔ اور رسالت نور کب ہے اس کے انعکاس کے ساتھ اور جو فنا میں ہے۔ وہ مفرج میں نہیں پایا جاتا۔ اور چونکہ نور نبوت کا انعکاس بہت کم انخاص میں ہوا ہے۔ اس سبب سے رسولوں کی تعداد کم ہوئی ہے۔ کیونکہ نور جب صاف شفاف چیز پر پڑتا ہے تو منعکس نہیں ہوتا۔ مگر جب زمین پر پڑتا ہے تو منعکس ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا منعکس ہونا مثل رسالت کے اور چمکانا مثل نبوت کے ہے۔ دن جب ہی ہوتا ہے جب سورج کی روشنی منعکس ہوتی ہے۔ ایسے ہی خلقت کی ہدایت اسی وقت ہوتی ہے جب رسالت ظاہر ہوتی ہے۔

ہر نبی کے ساتھ ان کے نور نبوت سے ایک نور مخصوص تھی۔ اور ہر رسول کے پاس یہ انعکاس کے نور نبوت سے زائد نور تھا۔ چنانچہ انبیاء کا نور کونوں کے نور سے زیادہ ہے اور رسولوں کا نور نبیوں کے نور سے زیادہ ہے۔ کیونکہ نبیوں کے پاس ایک نور ہے اور رسولوں کے پاس دو نور ہیں ایک نور نبوت کا اور دوسرا نور رسالت کا۔ یہ بات تم کو پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ نبوت کا نور عقل سے ہے۔ اور رسالت کا نور نفس سے ہے۔ اور دونوں کا جمع ہونا ایک نور کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ پس نور علی نور۔ نبوت اور رسالت کا جمع ہونا ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ تین نوروں کا جمع ہونا دو نوروں کے جمع ہونے سے بھی افضل اور بہتر

لہذا نبی نور نبوت کے منعکس ہونے سے رسالت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے رسالت کا نور کب اور مضاعف ہے۔

ہے۔ اور دو قسم نور ہیں۔ نور رسالت۔ نور نبوت۔ نور ظہور جو بشر لہ وجود کے ہی بینوں  
انوار اور انوار رسولوں میں جمع ہوئے ہیں۔ پس جیسے کہ رسول نبیوں میں مخصوص ہیں ایسے  
ہی اولوالعزم رسولوں میں مخصوص ہیں۔ اور ان کی گنتی رسولوں سے بھی بہت تھوڑی ہے  
کل رسول تین سو تیرہ ہیں۔ اور اولوالعزم ان میں سے چھ ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے  
نے فرمایا ہے۔ اولوالعزم رسول چھ ہیں۔ آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ  
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم +

تحقیق کلام کی رو سے آدم اولوالعزم کی گنتی سے خارج ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے **فَلْيَسِّرْ وَلَ تَعْزِمَا** یعنی آدم بھول گیا اور ہم نے اس کا عزم نہیں پایا۔ اور اگر اس عزم سے معاصی کا عزم ماولیا جائے۔ تو آدم اولوالعزم کے شمار میں داخل ہونگے۔ جو رسول کہ اولوالعزم میں سے ہیں۔ اُن کو صاحبِ دورہ نامہ کہا جاتا ہے۔ اور انیس کے واسطے دائرہ کبریٰ ہے۔ اور دائرہ کبریٰ ان چیزوں پر مشتمل ہے رسالت نبوت کتاب عزیمت دعوت۔ ثقت امت شریعت خلافت۔ اور دائرہ نامہ ہزار برس کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُس کا فرمان ہے۔ **وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّن دُونِ** یعنی بیشک تیرے رب کے پاس کا ایک روز تھا جسے شمار کے ہزار برس کے برابر ہے۔ پس یہی دسویں یا تیس رسولوں میں سے جس شخص میں مجتمع ہوں وہ اولوالعزم

۱۔ اس مسئلہ میں ہماری بہت بڑی بحث ہو چکی کہ جو وقت ہم اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ رسالت اور نبوت کسی نہیں ہے بلکہ یہ ایک نوری اور اللہ تعالیٰ سے نفاذی اصول کے نام پر فطرتی رکھا ہے۔ پس جس آدمی میں کوئی نبوت رکھا ہو۔ اس سے اور الہی کی مخالفت کیسے صادر ہو سکتی ہے۔ یہ نہ کہ اپنی ہی مخالفت سے جو کوئی خلعت نکلیں جو۔ اور جس جگہ کو نور الہی اور نقصان لا نہتایا جائے کہ وہاں خلعت کا کیا کیا ہو کہ یہ بات ہمیں ہی کو ضرور غلط لگے۔ بلکہ جس نہیں ہو سکتے۔ پس لازم تھا کہ یا آدم مسمیٰ نہیں تھے یا انہوں نے مخالفت نہیں کی حالانکہ دونوں باتیں تسلیم کی گئی ہیں آدم مسمیٰ کو نبی بھی مانا گیا۔ وانہوں کی مخالفت کو ناجی ثابت ہے۔ خود خدا کا جو کہنے پر ہم توبہ۔ اس لیے یہ کہ واقعہ حضرت امین الایمان ہو میریدہ میں مراح رضی اللہ عنہ سے متفق ہے کہ جب آپ جہاد میں تھے وہاں کہ کفاروں نے آپ سے اس بات شرعیہ کے متعلق سوال کیا جو خاص جہاد رسول کی شان میں ازل سے۔ وہ جگہ خداوندی یعنی اور یا یا یا کہ گمراہ پس ہدایت کی کفاروں نے کہا کہ تمہارے رسول نبوت سے پہلے گمراہ تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے کلمہ پڑھنے سے پہلے بھی گمراہ نہیں ہوتے حضرت امین الایمان نے فرمایا۔ یہ وہ گمراہی نہیں ہے جس کو تم سمجھتے ہو۔ گمراہی وہی شوق کی ہے۔ اور جرات و صول۔ طلب کی بات دیکھنا ہے یہی مضمون حضرت آدم کی گمراہی کا ہے۔ جبکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے فتوحی۔ ثم اجعلنا منہ ذناباً علیک وہی ہر سیرین علی



میں سب سے بڑا گمان چھ آدمیوں کے ہوا اور کسی میں نہیں پانی لگیں اور ایک اور روایت میں پانچ اولوالعزم آئے ہیں۔ ان کی شریعتیں اور کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اور ان میں سے بعض کی امتیں بھی موجود ہیں جیسے کہ نوح علیہ السلام کی الواح اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ اور موسیٰ علیہ السلام کی تورات اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید یہ سب کتابیں موجود ہیں اور داؤد علی کی زبور کو جو لوگ ان میں شامل کرتے ہیں یہ صحیفہ نہیں ہے۔ کیونکہ زبور میں تورات ہی کے چھپے ہوئے کچھ احکام ہیں۔ جو سیوں کی کتاب پر تہذیب اس بات کا دعویٰ ہے کہ کتب مشابہ ہیں جو صحف ابراہیم علیہ السلام کے ہیں۔ جو اس کے کلام اور ان کی کتابوں کے متعلق ہماری بہت بڑی بحث ہے۔ مگر اس کا یہاں موقع نہیں ہے۔ پہلی کتابوں میں سے اس زمانہ میں جو کتابیں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں سب جو اس کے اندر اور تورات یہودیوں میں اور انجیل نصاریٰ میں اور فرقان جو سب نذر کتابوں میں بہتر اور خوب تر ہے۔ مسلمانوں میں۔ رسولوں کا تفاوت اور ان کے درجوں کا فرق ان کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی جو کتاب کامل اور وافی ہوگی۔ اور اس کے معانی کثیر اور واضح اور خوب ہونگے اس کے رسول بھی چنبرہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ کامل اور اشرف اور اظہر اور انور ہونگے۔ چنانچہ تورات احکام کی طرف زیادہ مائل ہے۔ اور تہذیب کے کلام سے آمیزہ اور انجیل مقدمات حکمت اور علم اخلاق کی طرف مائل ہے اور صحف ابراہیم اخلاق اور آسمانی امور میں نظر کرنے کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اور زبور علم نوا عظم پر شامل ہے۔ اور قرآن شریف جس کی شان یہ ہے کہ لایا تہذیب ائبا جلیل من بین یدیکہ و لکامن خلقہ تازیئل من حکمتہ محمد یعنی باطل کا گذر اس میں نہ آگے سے ہے نہ پیچھے سے ہے۔ اور یہ نازل ہوا ہے حکمت والے کے پاس سے جو لائق حمد ہے۔ پس یہ قرآن شریف کل آسمان وزمین کے علوم پر شامل ہے۔ و کا مطلب و لکایا پس الا فی کتاب محمد یعنی کوئی تردید شک ایسا نہیں ہے۔ جو کتاب روشن یعنی قرآن شریف میں نہ ہو۔

یہ ایک حدیث یا محیط ہے۔ اس میں گزشتہ و آئندہ کی سب چیزیں ہیں اور زمانہ موجود کی

سب ایک شہر ویاں بھی اس میں اپنے رسول بھی تھے چنانچہ اس آیت میں اس کا ذکر ہے لکھنا ان محمد و انی مکرم

احکام بھی ہیں۔ اور یہی کوہ قاف ہے اور یہی حق کی میزان ہے۔ جو شخص اُس کے اندر اپنے علم و عمل کو توازن ہے۔ وہ خسارہ اور نقصان سے نجات پاتا ہے۔

قرآن شریف کا ہر کلمہ مثل درجہ کے ہے۔ اور ہر حرف مثل دقیقہ کے اور ہر آیت مثل بیج کے اور ہر سورت مثل آسمان کے جن کے اندر معانی ربانیہ کے آفتاب سیر کر رہے ہیں۔ وَ لَوْ اَنَّ مَآبِی الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَوْ اَفْلَاحٌ وَّ اَلْجِبُّ یَسِدُّ لَهَا مِیْنٌ یَّحْدِیْہَا سَبْعَةُ اَنْجَہٍ قَالَتْ اَنْتَ کَلِمَاتُ اللّٰہِ یعنی اگر زمین کے جس قدر درخت ہیں سب کی قلیں اور سارے سمندر و مکی سیاہی بنا کر ان سے خدا کے کلمے لکھے جائیں تب بھی ختم نہ ہوں۔ اور دوسری جگہ فرمانا ہے۔ قُلْ لَوْ کَانَ اَلْجِبُّ مِیْنًا لَّاتَّکَلَمَ رَبِّیْ لِنَعْلَمَ اَلْجِبُّ فَبِکُلِّ اَنْ مِّنْ قَدْرٍ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَّ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا یعنی کہہ دو کہ اگر سمندر کی سیاہی ہو میرے رب کے کلمات لکھنے کے واسطے تو کلمات کے ختم ہونے سے پہلے سیاہی ختم ہو جائے۔ اور اگرچہ اُس کے ساتھ اور اُسکی برابر سیاہی ہو۔ تو وہ بھی ختم ہو جائے۔ مگر رب کے کلمات ختم نہ ہوں +

یہ قرآن شریف کلام اللہ ہو اور جبل المتین ہے۔ مہر اوسطیقیم ہے اور یہی خط استوا ہے۔ اور یہی تریاق اکبر ہے۔ اور یہی کبریت احمر ہے۔ اسمیں کل معانی اور مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اور اسی میں تنزیل اور تاویل ہے۔ اور اسی میں تحقیق اور تعطیل اور نقص اور تکمیل ہے اسی میں تورات انجیل اور زیور پائی جاتی ہیں۔ اور اسی سے آسمان و زمین اور ظلمت اور نور کا علم پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں روایت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین امام الشافعی علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے کسی شخص نے عرض کیا۔ کہ یہود کہتے ہیں۔ تورات چالیس بوجھ کے برابر ہے۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں۔ کہ الحمد کے الف اور یسم اللہ کی ب میں اس قدر معانی ہیں۔ کہ اگر ان کو لکھا جائے۔ تو چالیس بوجھ ہو جائیں پس بیشک قرآن کا ایک حرف تورات اور اُس کے کل مضامین سے بہتر ہے۔ اور حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر وارد ہے کہ آپ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاتھ میں تورات کا ایک جز دیکھا۔ فرمایا اے عمر یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ تورات کا ایک جز ہے۔ پس یہ سب سے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے سسج ہو گیا اور



فرمایا اے عمر کیا کتاب اللہ اور اُس کی قرأت تجھ کو کافی نہیں ہے۔ تم ہے خدا کی اگر موسیٰ زمرہ ہوتے تو ان کو بھی سوا میری پیروی کے اور کچھ نہ آتا۔

پس اے طالبِ قرآن شریف میں نظر کر اور اُس کے معافی میں غور و فکر کر۔ پھر اسی سے رسولوں کے درجہ معلوم کرے۔ کیونکہ رسولوں کے درجوں کا فرق کتابوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔

اور وہ رسول جو صاحبِ کتاب نہیں تھے۔ اور اولوالعزم رسولوں کی پیروی کرتے تھے۔ یہ ہر دو دوروں کے درمیان میں پانچ پانچ شخص تھے جیسے حضرت زکریا اور یحییٰ اور ادریس اور یونس بن متی اور ذوالفضل اور ایوب اور داؤد اور سلیمان اور یسوع اور ہود اور صالح اور یوسف وغیرہم علیہم السلام اور یہ سب صالحین میں سے تھے۔ اور بعض ان رسولوں میں سے اولوالعزم کے خلیفہ ہوئے ہیں جیسے حضرت شیث اور نوح اور عیسیٰ اور اسماعیل اور اسحاق اور نادر وغیرہم علیہم السلام ان کے مراتب کی شرح ابو تقصیل نہایت طویل ہے۔ ہم کو ان سب کے مراتب اور مقامات معلوم ہیں۔ اور ان کے درجہ کا فرق بھی معلوم ہے۔ خوب معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان کے حالات واضح طور سے بیان کر دیئے ہیں جس کے تیس ان کے معلوم کرنے کا شوق ہو۔ وہ قرآن شریف میں غور و تامل کرے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے قلب کی آنکھ کو کھول دے گا۔ اور وہ رسولوں اور اولوالعزموں کے مراتب اچھی طرح دیکھ لیگا۔ معلوم ہو کہ ہر ایک رسول کو ان کے مرتبہ اور قرب حق کے موافق معراج ہوئی ہے جس میں وہ اپنے اعلیٰ مقام میں پہنچے ہیں چنانچہ ان میں سے اکثر مراتب ارکان سے آگے نہیں بڑھے۔ اور کسی کی معراج مٹی کی طرف ہوئی ہے اور کسی کی پانی کی طرف اور کسی کی ہوا کی طرف اور کسی کی آگ کی طرف ہوئی ہے چنانچہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی معراج مٹی یعنی زمین کی طرف ہوئی اور حضرت نوح اور حضرت یونس علیہما السلام کی معراج پانی کی طرف ہوئی اور حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی معراج آگ کی طرف ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج آگ کی طرف ہوئی۔ اور ہمارے حضور سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی

اسد علیہ وسلم کی حجاج عالم طیلج سے ملکوت اعلیٰ کی طرف ہوئی تھی۔ دُقی قَدَّ لَی فَمَا كَانَ قَائِلَ  
فَیَسْمَعُ اَوْ اَدْعٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی۔ پس رسولوں کی تفصیل رسالت کے مرتبوں میں  
اور ان کی حصلتوں میں جو ان کی جو ہر ذات کے اندر نہیں، مگر نبوت کے اندر سب نبی  
برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ پس رسالت کی حقیقت نبوت سے مستفاد  
ہے۔ اور نبوت خاص ذات باری تعالیٰ سے مستفاد ہے۔

جب خداوند نعم کسی بندہ کے قلب کی طرف روح قدس کے ساتھ نظر کرتا ہے۔ اور وہ نظر بندہ کی روح کے ساتھ اتصال کرتی ہے۔ تب اُس سے رسالت کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ پس گویا رسالت نبوت کی معاد اور نبوت رسالت کا مبداء ہے۔ بعض نبی مبدائی ابتدا ہی میں ٹھہر گئے۔ اور بعض نے معاد کی حیرت انگیز ترقی کی یعنی نبوت کے درجہ سے رسالت کے مرتبہ میں پہنچے۔ اور انہیں درجوں اور مرتبوں کے تفاوت سے عبارات اور اشارات کی کثرت ہوئی جن سے شرائع اور مذہبوں کی ترکیب ہے۔ اور رسولوں میں یہ اختلاف محض زمانہ کے انقلاب اور مکان کے تغیر سے واقع ہوا ہے کیونکہ بعض چیزیں جو ایک جگہ شفا ہیں وہ دوسری جگہ بیماری ہیں۔ اور جو ایک وقت نفع کرتی ہیں وہ دوسرے وقت نفع نہیں کرتی ہیں۔ مثلاً شہد حجاز کے ملک میں شفا ہے اور بعض ملکوں میں نہایت مضر ہے کچھ فائدہ نہیں دیتا میں کہتا ہوں بعض دوائیں ایسی ہیں جن کا اثر زمان اور مکان سے متغیر نہیں ہوتا۔ مثلاً سقمونیاس ہر شہر اور ہر وقت میں علاج کیا جاتا ہے پس وہ دوا جس کا اثر زمان و مکان سے متغیر نہیں ہوتا۔ وہ نبوت کی مثل ہے۔ اور جس کا اثر زمان و مکان سے متغیر ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس کا اثر ہر شہر اور ہر قوم اور ہر وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ رسالت کی مثل ہے۔ رسول دعوت کی ہیکلیں ہیں۔ اور انبیاء قربت کی ہیکلیں ہیں۔ اور قربت دعوت سے بالاتر ہے۔ اور رسالت کی نبوت کے ساتھ اضافت ایسی ہے۔ جیسے خلافت کی رسالت کے ساتھ اضافت۔ آدم علیہ السلام سلمہ سنی اس آیت شریف کی ہیں۔ کہ نزدیک ہوا۔ پھر اس قدر جھکا کہ دو کمانوں کے برابر بگڑا۔ ان سے بھی کم فاصلہ رکھا۔ پھر اُسے اپنے بندہ کی طرف جو کچھ وحی کرتی تھی وہ کردی ۱۲ مٹھ یعنی نبوت کی انتہا رسالت پر ہے اور رسالت کی ابتدا نبوت سے ۱۱



پہلی سیکل ہیں۔ چھبیس رسالت کے نور نے جلوہ کیا ہے۔ اور نبوت کی جناب سے دعوت کی زمین کی طرف باہر کئے گئے۔ اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخر شخص ہیں۔ چہر نور نبوت نازل ہوا اور حقیقت رسالت سے اُن کو اوج نبوت پر پہنچایا۔ یعنی آدم کا نزول تحقیق نبوت کے تنزیل رسالت کی طرف تھا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عروج تنزیل دعوت کے نور نبوت اور حقیقت اُلیت کی طرف تھا۔

پس اے طالبِ تحفہ کو لازم ہے کہ انبیاء اور مرسلین کا اُتبل کرے یہ تجھ کو رحمت کی زنجیر سے باندھ کر نجات کی حضور میں پہنچا دینگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ يَطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ یعنی جن لوگوں نے رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے چہر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین سے۔ انبیاء آدم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور صدیق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور شہداء حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور صالحین میں سے ابو حنیفہ اور شافعی وغیرہما ہیں وَحَسَنٌ أُولَٰئِكَ رَفِيعًا اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے وقت اور وہی مہدی ہیں جن کی شان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا مَذْمُومَ لَكَ حَيْثُ بَدَأَ رَبِّي مِنْكَ بِمَنْ يَنْتَظِرُ یعنی میں نے مہدی بن کر عیسیٰ بن مریم و اسد علم بالصواب۔

چوتھی فصل ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تفصیلی بیان میں

اسد فرماتا ہے۔ اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللَّهِ بِاَذْنِهِ وَسِرِّهَا مَكِينًا یعنی اے محمد جب تک ہم نے تم کو بھیجا ہے۔ گواہ بنا کر شہادت دینے والا اور ڈرنا نوالا

وہ بظن مشہور حدیثوں میں اس کے حالات وارد ہے۔ یعنی اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی علیہ السلام حضور کی زوناد میں سے ایک شخص ہونگے۔ جن کی ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبد اللہ ہے۔

اور خدا کی طرف اُس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ۔ اور حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورَیْ یعنی پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے اس نور کے اللہ تعالیٰ نے چار حصے کیے۔ ایک حصہ سے عرش بنایا دوسرے حصہ سے قلم بنائی۔ اور اس سے فرمایا کہ عرش کے گرد لکھ۔ اُسے عرض کیا میں کیا کہوں۔ فرمایا میری توحید اور میرے نبی کی فضیلت لکھ۔ تب قلم عرش کے گرد جاری ہوا اور اُس نے لکھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور تیسرے حصہ سے اللہ تعالیٰ نے لوح کو پیدا کیا اور قلم سے فرمایا لوح پر کچھ قلم نے عرض کیا اے پروردگار کیا لکھوں۔ فرمایا میرا علم اور جو کچھ میں قیامت تک پیدا کروں گا پس قلم نے لوح پر لکھنا شروع کیا۔ اور چوتھا حصہ ایک عرصہ تک منرد رہا۔ یہاں تک کہ عظمت سے متصل ہوا اور سجدہ بجالایا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے چار حصے کہنے اور پہلے حصہ سے عقل کو پیدا کیا۔ اور سر میں اس کو جگہ دی۔ دوسرے حصہ سے معرفت کو پیدا کیا۔ اور سینہ میں اس کو جگہ دی تیسرے حصہ سے سیرج اور چاند کے نور کو اور آنکھوں کی روشنی کو پیدا کیا۔ چوتھے حصہ سے عرش کے اوپر عنایت الہی اس کے گرد حجابات پیدا کیے پھر اُس نور کو آدم کے اندر ودیعت رکھا۔ چنانچہ آدم کے سجدہ کی اصل وہی نور محمد تھا۔ عرش کا نور بھی محمد کے نور سے ہے اور قلب کا نور بھی محمد کے نور سے ہے۔ اور لوح کا نور بھی محمد کے نور سے ہے اور عقل کا نور بھی محمد کے نور سے ہے۔ اور معرفت کا نور بھی محمد کے نور سے ہے۔ اور آدم کا نور بھی محمد کے نور سے ہے۔ اور بن کا نور بھی محمد کے نور سے ہے۔ اور آنکھوں کا نور بھی محمد کے نور سے ہے۔ اور محمد کا نور جبار جل جلالہ کے نور سے ہے۔ یہ حدیث عزیز حسن ہے اور بہت سے معانی کا مجموعہ ہے۔ اس کو محمد بن منکدر نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کا انکار وہی شخص کریگا۔ جو نبوت کے کمال سے ناواقف ہے۔ اور جو اس کو خوب جانتا ہے۔ جیسا کہ بتانا چاہیے۔ اور اس کے دل میں حضور کا یہ فرمان جگہ پکڑے ہوئے ہے۔

كُنْتُ نَبِيًّا مَّا وُلِدْتُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْقَيْنِ وَهَاجَرْتُ بَيْنَ يَدَيْهِمَا  
مَوَاجِدَاتٍ - سے اسبق اور کل مخلوقات سے اکمل ہیں۔



اگرچہ آپ کا جسم جسمانی اور شخص حیوانی مثل اور موجودات کے تھا۔ مگر آپ اپنے نور اور صفاء جو ہر اور کمال ذات کے ساتھ ایک مفرد چیز تھے بغیر تغیر اور تعلق اور آمد اور آقا اور موضوع اور غیر اور وضع کے۔ وجود آپ کا زمان اور مکان سب سے پہلے تھا۔ اور آپ نور آہی اور نبوت ربانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ علیہ کے ساتھ آپ کو پیدا کیا تھا۔ اور اپنے صحیح علم سے اپنے صاف و پاک ارادہ کے ساتھ آپ کو نکال کر ذات عقل میں مرکوز رکھا جیسے کہ نیک خطرہ عالم عاقل کے قلب میں رہتا ہے۔ اور نبوت عقل اول کے اندر اس طرح سے ہو گئی جیسے مکان کا نقشہ معمار کے دل میں ہوتا ہے۔ چنانچہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عقل اول کی ذات کے اندر تھی جو روحانیات کی عمارتوں کی معمار ہے۔ پھر یہ نور نبوت شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سب چیزوں سے کمال تر اور کل موجودات سے سابق تر بنایا۔ اور اُس کے نور اور روشنی کو تمام اجرام و اجسام علوی و سفلی پر تقسیم کیا۔ تاکہ سب اجسام موجودات مرتبہ میں اُس سے کم رہیں۔ اور شریعت بطیعت پر مقدم ہو۔

معمار حبیب مکان بنانا چاہتا ہے۔ تب وہ سب سے پہلے اُس کے نقشے کی فکر کرتا ہے پھر مکان کے واسطے جو حوسان مہیا کرنے ہوتے ہیں۔ اُن کو مہیا کرتا ہے جیسے اینٹ پتھر ٹیچونا لکڑی وغیرہ اور یہ سب چیزیں اسی نقشہ کے تابع ہوتی ہیں جو معمار کے دل میں ہے اور جس کے اوپر اُس نے مکان کی بنیاد ڈالی ہے۔ پس اسی طرح تمام موجودات نور نبوت کے تابع ہیں جس کے سبب سے یہ پوری ہوئی ہیں۔ اور وجود کمال ہوا ہے۔

پھر حبیب اللہ تعالیٰ نے عالم روحانی کو ابداع کیا۔ اور عالم جسمانی کو خلق کیا نور نبوت کو عقل کی ذات سے اس طرح نکالا جیسے مکان کی صورت معمار کی ضمیر سے نکلتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے حصے کیے اور تمام عالم کے ہر ایک جز کو اُس نور میں سے اُس کا حصہ عنایت کیا۔ چنانچہ اسی نور سے چاند سورج روشن ہوئے اور

اُسی نور سے مہر شمس اور لُوحِ دُقلم کا نور ہے۔ اور اُسی نور سے آسمانوں کو ستاروں کے ساتھ زینت دی گئی ہے۔ اور اسی نور سے زمینیں بچھائی گئی ہیں۔ پھر دوبارہ وہ نورِ اُقل کی نوس میں آدم کی پیدائش تک رکھا گیا۔ بہانہ کہ آدم کا خمیر بنایا گیا۔ اور اُس کی ترکیب اور ترتیب ہو کر وہ نورِ ربانی اُس کے قلب میں ڈالا گیا۔ پس اسی نور کی برکت سے آدم کا اقل عالم بن گیا۔ یہی نورِ نبوت جو آدم کے قلب میں ڈالا گیا تھا۔ اُس کی نسل میں جاری کیا گیا۔ یہاں تک کہ آدم سے منتقل ہوا شیث میں آیا اور شیث سے اسطیج پاپوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ حضور مکی والدہ ماجدہ کے اندر منتقل ہوا۔ اور وہاں اُس نے صورتہ محمدی اختیار کی اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس نور سے عالم روحانی کو ابداع کیا تھا۔ ایسے ہی عالم جسمانی کو اُس سے مجسم کیا۔ پس گویا یہ نور ابتدا میں معمار کا نقشہ تھا۔ جو آخر میں مثل اس آخری اینٹ کے ظاہر ہوا۔ جس پر مکان کی تعمیر ختم ہوتی ہے۔ پس جو چیز کہ علم الہی میں تھی وہ آسمان و زمین کو محیط تھی۔ اور اُسی کے نور سے نورِ انت کے آخر تک نور پہنچا۔ اور کل اشیاء موجود ہوئیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَ اَدَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْغَلْبَانِ -

اور جب یہ نوریکل جسمانی میں ظاہر ہوا۔ تو اس آخری ایٹم کی طرح اپنے ابناء و جنس میں مشترک ہو گیا چنانچہ فرماتا ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ يَئِیْنُ كَمَا دُرُكُم مِّنْ مَّثَلِ تَهَادَىٰ  
ایک بشر ہوں۔ میری طرف وحی کی گئی ہے وہ اور آپ کے ابتداء امر کی طرف آپ کا رب  
اپنے اس قول میں اشارہ فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ اور فرماتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ نَكْذِیْ لَیْلِ حِوَارِطِ  
مُسْتَقْبَلِیْہِمْ اور بیشک تم سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے ہو۔ اور حنیض بشری کی  
طرف آپ کی انتہا کے متعلق فرماتا ہے۔ إِنَّكَ مَعَهُمْ وَهُمْ قَائِمَتُونَ یعنی بیشک تم بھی  
مرنوالے ہو۔ اور یہ بھی مرنوالے ہیں۔ اور فرماتا ہے۔ لَا تَكْذِبُ مَنْ أَحْبَبْتَ بیشک تم  
ہدایت نہیں کر سکتے ہو جس کو تم چاہو۔

جب آپ نور ایت مضہ میں تھے۔ تو مثل معمار کے نقشہ کے تھے جس کے بغیر وجود صحیح نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جب آپ اپنی ہوٹل کے ساتھ محمدیوں نے تب مکان



کے اجزائیں سے ایک جز کی مثل ہو گئے یعنی ایک اینٹ کی طرح کہ اگر اُس کو نکال لیا جائے تو مکان میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔ پس نور الہی جب جس شخص میں منتقل ہوا تو اُس کا ادراک اُس کے صغر حجم کے سبب سے دیکھنے والوں کی نظر میں آسان ہو گیا۔ جیسے کہ آفتاب جب ابر میں آجاتا ہے۔ تو دیکھنے والوں کو اُس کا دیکھنا آسان ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آدم کے قلب میں مرکب کیا۔ تب اُسی نور کے اٹھانے سے آدم علیہ السلام سجدہ کے مستحق ہوئے۔

پس درحقیقت اللہ تعالیٰ کی امانت ہی نور نبوت ہے۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا۔ اور انہوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا تھا اور دُڑ گئے تھے اور انسان نے اُس کو اٹھا لیا۔ پس اسی نور اور اسی امانت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو سجدہ کرنے کا فرشتوں کو حکم فرمایا۔ چنانچہ فرماتا ہے اَسْبُجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدَ اِلَّا الْيَتِيمَ الَّذِي قَالَ لَا اَسْبُجُدُ لَآلَاءِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَا اَسْبُجُدُ یعنی سجدہ کرو آدم کو پس سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس سجدہ کرنا والوں میں سے نہ ہوا۔ کیونکہ سجدہ نور محض کے واسطے تھا۔ اور سجدہ کرنے والے بھی نور ہی کے جز سے تھے۔ اور نور نبوت کے واسطے یہ بات بھی ضروری ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں ظلمت پائی جائے۔ تاکہ اس کی ضد ہو۔ اسی جبکہ شیطان آدم کا مخالف ہوا۔ تاکہ نور کے مقابلہ میں ظلمت پائی جائے۔ پھر جب وہ نور آدم سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں منتقل ہوا ابلیس لعین کی ظلمت بھی ابوجہل بن ہشام وغیرہ کی سبیل میں منتقل ہوئی۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے۔ ہر نبی کے واسطے ایک شیطان ہوتا ہے۔ اور میرے واسطے بیت شیطان میں۔ پس حضور درحقیقت نور الہی یا نور کے نور ہیں۔ اور شیطان آپ کے مقابل میں ایک ظلمت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو ظلمت سے نور کی طرف لاتا ہے۔ اور دشمنوں کو نور سے ظلمت کی طرف لے جاتا ہے۔ جب حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے تو وہ ظلمت آپ کے سامنے مقابل ہوئی۔ اور اُس نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔

اس یعنی مخالفین پر تو تعین پہنچاتے ہیں اور جہانک ان سے ممکن ہوتا ہے لوگوں کو بہایت حاصل نہیں کرنے دیتے

یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین اور تقویت کے واسطے فرمایا وَلَقَدْ لَعَلَّمَا تِلْكَ يَصْنَعُ صَدْرًا  
 بِمَا يَقُولُونَ۔ یعنی بیشک ہم جانتے ہیں کہ تمہارا سینہ اُن باتوں سے جو کفر کہتے ہیں تنگ ہو جاتا  
 ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ لَهِّ الْمَاهِ الْآخِرِ يَمْكُو  
 مسخری کر رہا ہوں سے کافی ہو گئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھوٹے ہیں۔ اور فرمایا  
 الْكَافِرِ لَكَ عِدَّةٌ يَعْنِي كَيْفَا اللّٰهُ اِنِّهٖ بِنَدْوٰ (یعنی رسول) کو کافی نہیں ہے۔ دِيْخُوْا فَاِنَّ الْكَافِرِ  
 مِنْ دُوْنِهِۦ وَيَنْصُرُ لِّلّٰهِ فَمَا لَهُ مِنْ حَآزٍ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّضِلٍّ يَعْنِي تجھ کو اُن اپنے  
 معبودوں سے دُراتے ہیں۔ جن کی خدا کے ہوا پرستش کرتے ہیں۔ جس کو خدا گمراہ کرے۔ اس  
 کے واسطے کوئی ہدایت کرنا والا نہیں ہے۔ پھر جب کہ جاہلوں نے آپ کو مشخصات میں سے  
 شمار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس زمرہ سے آپ کی علیحدگی ظاہر فرمائی۔ چنانچہ فرماتا ہے مَا كَانَ  
 مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَكَانَ الْاَوَّلِيْنَ يَعْنِي محمد تم میں سے کسی کے  
 باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ تو اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو  
 حضور کی تحدید اور تعید سے منع فرمایا کہ ان کو ایک شخص واحد شمار نہ کرو۔ اور نہ بشارت کی  
 نگاہ سے اُن کی طرف نظر کرو تا کہ اُن کو اجازت نہ ہو کہ آپ کو ایک جزو دیکھو۔ بلکہ اُن کی اُس  
 صورت پر نظر کرو جو وجود سے پہلے ہی ناکم ایک نور دیکھو۔ جس نے آخر موجودات  
 تک احاطہ کر رکھا ہے۔

جس شخص نے آپ کو مثل اور تنصوں کے ایک شخص دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی مدت  
 فرمائی ہے۔ وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ رَاٰيَكَ وَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ يَعْنِي تم دیکھتے ہو اُن کو کہ تمہاری  
 طرف نظر کرتے ہیں۔ مگر کچھ نہیں دیکھتے۔ اور فرمایا صُمُّ بَكْمُ عَمٰی فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ یعنی  
 بہے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے کمالات کو بیان فرمایا ہے۔ لَيْسَ وَالْفَرَاۤنِ اِنْ اَنْجَبْتُمْ اَنْتُمْ  
 لَكِنْ الْمَرْسَلِيْنَ يَعْنِي قسم ہے قرآن حکیم کی بیشک تم رسولوں میں سے ہو علی صراطِ مُسْتَقِيْمٍ  
 سیدھے راستہ پر۔ اور تذلل اور شققت اٹھانے سے آپ کو منع فرمایا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔  
 طَهَّ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْفَرَاۤنَ لَتَشْفٰی بِهٖم نَعْنٰی تیرا قرآن اس واسطے نہیں نازل کیا ہے۔



کہ تم مشقت میں پڑو۔ اور آپ کو حکم فرمایا ہے کہ ہمیشہ اپنے عنصر ربانی کی طرف مبدا اور مآب کی دونوں طرفوں میں نظر رکھیں چنانچہ فرماتا ہے۔ قُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجٍ صِدْقٍ وَاَبْلُغْنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْدًا یعنی کہو کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اچھے ٹھکانے میں داخل کر اور اچھی طرح سے نکال اور اپنے پاس سے میرے واسطے فتحیابی کا غلبہ نصیب کر پھر آپ کے نور کی برکت کے واقع ہونے کو فرمایا ہے۔ وَدَّهَقَ الْاَبَاطِلُ لٰتِ الْاَبَاطِلِ كَانَ زَهُوًّا لِّهٖ خِيَاۡتُ اُیَا۔ اور باطل دور ہوا۔ بیشک باطل دور ہونا ہی تھا۔

پھر آپ کو مزید عنایت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلانے کا نوادہ آپ کو حکم فرمایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ یعنی کہدو اے لوگو اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو۔ تو میرا اتباع کرو خدا تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا۔ اور آپ کی دعوت کے مرتبوں کی تین قسمیں فرمائیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَبِالْمَعْنٰی الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِيَ اَحْسَنُ ط لٰنْ رَبِّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ السَّبِيْلُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُنْتَهٰی یعنی اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور مجاہدہ کرو۔ ان سے اچھے طریقہ کے ساتھ بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ ان لوگوں کو جو اس کے راستہ سے گمراہ ہو گئے۔ اور اُن کو بھی خوب جانتا ہے۔ جو ہدایت پر ہیں۔ اور یہ مبینوں مرتبہ دعوت کے موجودات پر نظر کر کے رکھے ہیں حکمت روحانیات کے واسطے ہے۔ اور مجاہدہ جنہا نیات کے واسطے ہو اور موعظہ حسنہ درمیانی لوگوں کے واسطے ہے۔ جو سائقین اور ظالمین کے درمیان میں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ اَفِیْهِمْ ظٰلِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَفِیْهِمْ مَّقْتَصِدٌ وَفِیْهِمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ یَاۡذِیْنَ اللّٰهُ۔ پھر وارث کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا پس اُن میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور بعض درمیانی ہیں (یعنی نہ نیک ہیں نہ بد) اور بعض اُن میں سے حکم خدا نیک کاموں کے ساتھ سبقت کونے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے

آپ کو نوریاں پر نور عیاں کی زیادتی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ تاکہ جو کچھ آپ فرمائیں  
 رُیت حق سے فرمائیں نہ علم حق سے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَنَا فِي مَلَكَيْنِ فَشَقَا  
 صَدْرِي وَآخِي بَطْنِي يَخْلُوَانِ لِي كَهَيْئَةِ قَلْبِي عَاطِي قَلْبِي مَا هُوَ اَعَانَا كَمَا تَشَاءُ اَعَايْنِ اَلَا مَرَقًا بَيْنَهُمَا  
 یعنی میرے پاس دو فرشتے آئے اور حکمت سے بھرا ہوا ایک ٹشت لائے۔ اور اس حکمت کو  
 میرے قلب میں ڈالا۔ پس میں امور کو بظاہر دیکھتا ہوں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے  
 اَللّٰهُ تَعَالٰی فَرَمَاتَا هُوَ۔ بیشک ابراہیم میرا خلیل ہے۔ اور موسیٰ میرا مربی ہے۔ اور بیشک محمد  
 میرے حبیب ہیں۔ قسم ہے مجھ کو اپنی عزت اور جلال کی میں نے اپنے جیب کو اپنے  
 خلیل اور حبیب سب پر فوقیت دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ بلند مکان عنایت کیا جو جہاں کوئی سالک  
 نہیں پہنچا۔ اور نہ کسی کو اس کی حقیقت کا عرفان نصیب ہوا۔ تمام موجودات اُس کے  
 درجہ سے گر گئیں اور کل مخلوقات اُس کی بندگی سے منقطع ہو گئیں۔ اور اُس مقام میں  
 آپ کو پہنچایا جہاں آپ نے مسیح کی اپنی رفاقت سے اور موسیٰ کی اپنی موافقت سے  
 خبر دی ہے بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي كُنْتُ بِحَبْرٍ عَلَيَّ كَلَامًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِي  
 بَارَكْنَا لَكَ لِيُزِيْدَكَ مِنْ اَيَاتِنَا۔ پھر حبیب آپ حق کی جناب میں پہنچے اور اپنے رب کو شہم  
 حق سے دیکھا کہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰ اَفَتُمَارَوْا بِالَّذِيْنَ اَعْلٰى مَآئِرِيْ وَلَقَدْ رَاٰهُ مِنْ زُلَّةٍ الْعُتْرِ  
 رَحَدًا سَدْرًا اَلَمْ تَتَّبِعْنِيْ اَعْدَاوَنَدُّوْا عَلٰى اَعْقَابِيْ لَئِنْ رَاَوْا رَسُوْلًا سَدْرًا لَّيْلًا  
 آپ نہیں جانتے تھے اور آپ سے فرمایا۔ اے محمد وَعَلَيْكُمْ مَّا كُنْتُمْ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ  
 عَلَيْكُمْ عَظِيْمًا اور خداوند تعالیٰ نے آپ کو رسولِ خوشنہری دینے والا اور ڈرانے والا  
 اور خدا کی طرف بلانے والا اور روشن چرخ بنایا۔ اور ہدایت کرنیوالا اور تقسیم کرنے والا  
 اور نیران اور صراط اور شاہراہ اور متوسط اور شفیع اور عرش اور نبی اور بہت۔ اور ذکر  
 ملے پائی ہے اس ذات کو جو اپنے بندہ کے تین بات کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا۔ جس کے گرد اگر ہم نے  
 برکت رکھی ہے (اور یہ لے جانا اس واسطے تھا) تاکہ ہم اُس (اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھلائیں) ۱۲  
 ملے یہ ترجمہ کی جگہ گزر چکا ہے۔ یعنی اسے محمد کو ایسی باتیں تسلیم کیں۔ جن کو تم نہیں جانتے تھے۔  
 اللہ تعالیٰ کا تم پر بہت بڑا فضل ہے ۱۲



اور سرور اور خطیب اور اویب اور رفیق اور طیب بنایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيَّاتِ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا لَإِ يَنتَهُوْنَ**۔ یعنی خداوند تعالیٰ کی وہی ذات پاک ہے جس نے ان پڑھوں میں ایسا رسول بھیجا جو ان پر اُس کی آیتیں پڑھاتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور کتاب اور حکمت ان کو سکھاتا ہے۔ مگر چہ وہ پہلے ظالم گمراہی میں تھے۔

خداوند تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کیا۔ کیونکہ آپ میں کل اخلاق نبوت اور رسالت کے جمع فرمائے۔ نبوت اخلاق الہی میں سے بہت سے اخلاق پر شامل ہے جیسے جوہد۔ کرم۔ قدرت۔ قوت۔ شجاعت۔ علم۔ مغفرت۔ عفو۔ پرہیزگاری۔ فساد کی اصلاح۔ حق کی طرف مائل ہونا یا کفر سے روگردانی کرنی۔ ظلمت کو دفع کرنا حق کو قائم کرنا دین کی مدد کرنی لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنی اور سعادت حاصل کرنے کے واسطے ان کے لیے قواعد مقرر کرنے +

اور رسالت کے یہ اخلاق ہیں۔ نرمی خوش اخلاقی خوش کلامی لوگوں سے محبت کے ساتھ میل جول حق کی جانب اختیار کرنی عدل کو قائم کرنا قواعد اسلامی کو شائع کرنا مسلمانوں کو راحت پہنچانی۔ تکلیف اُن سے دور کرنی اور اُن کی مدد کرنی دشمنوں کو دفع کرنا۔ دوستوں کے ساتھ عنایت کرنی۔ خدا کے بندوں کو راہ راست بتلانی خدا کی طرف اُن کو بلانا حکمت اور نصیحت اور مجاہدہ کے ساتھ۔ اور یہ سب باتیں علم کے کمال اور فصاحت کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ اور ان کے واسطے رفیقوں اور مددگاروں اور کارکنوں کا ہونا بھی ضرور ہے جن کے ذریعے سے تسریل کی اشاعت کی جائے۔ اور نیز ضرورت ہے کہ عمدہ عمدہ باتیں سنت اور فرض مقرر کی جائیں +

پس یہ کل اخلاق رسالت و نبوت اللہ تعالیٰ نے سب اولو العزم رسولوں میں نہیں جمع رکھے۔ بلکہ اُن میں سے اکثر اُن میں موجود تھے۔ یہ سب ہمارے حضور ہی میں کلی طور پر جمع فرمائے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ** یعنی بیشک تم خلق عظیم پر ہو۔ اور خود حضور نے فرمایا ہے۔ **بُعثتُ بآخِثٍ مَّكَارِمِ الْأَخْلَاقِ** یعنی میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں

کہ اچھے اخلاق کو پورا کروں۔ سب اخلاق آپ کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور تیری باتیں محبوب اور فضل ہیں۔ سب پر آپ کی روح مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبوت ختم فرمائی۔ اسی سبب سے لوگ آپ کے بعد اور مصلحوں سے مستغنی ہو گئے۔ کیونکہ اب کسی کی اصلاح کی گنجائش ہی نہیں رہی۔

لوگ دو باتوں میں رسولوں کے متعلق ہوتے ہیں۔ ایک اُن قواعد کے مقرر کرنے میں جن سے دنیا سلامت ہے۔ دوسرے عجبے کی سعادت حاصل کرنے میں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **يُعِثُّ لِعَصَاكِ دُنْيَاكُمْ وَنَجَاكُمْ تُخْلِكُمْ** یعنی میں بھیج گیا ہوں تمہاری دنیا کی اصلاح اور عاقبت کی نجات کے واسطے

پس اسی سبب سے حضور کے ساتھ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا **لَا تَبْقَى بَعْدِي** یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈالی اور اپنی مخلوق پر اُس کے ساتھ احسان فرمایا چنانچہ ارشاد کرتا ہے۔ **هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِصُورَةٍ وَأَلْوَاقٍ يُصَوِّرُكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ** جس نے رے رسول اتیری اپنی مدد اور مومنوں کے ساتھ تائید کی۔ اور فرماتا ہے۔ **وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ فَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ** یعنی خداوند ہی نے اُن کے دلوں میں محبت ڈالی۔ اگر تم ساری دنیا کا مال خرچ کرتے جب بھی تم سے اُن کے دلوں میں محبت قائم نہ کی جاتی لیکن اللہ نے اُن کی آپس میں الفت ڈالی۔

اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فِيمَا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لَئِنْ هُمْ لَوُكُنْتُمْ أَفْئِدَةً مِّنْ حَوَائِكُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ** یعنی اے رسول تم اللہ ہی کی رحمت سے اپنی مہربان ہوئے ہو اگر تم غصہ نہ کرو اور سخت دل ہوتے۔ تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔ پس تم ان سے درگزر کرو۔ اور اُن کے واسطے مغفرت کی دعا کرو۔ اور اُن سے ہر ایک بات میں شورہ کیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو خوش کرنے کے واسطے فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَسِبْتُكَ اللَّهُ وَكَانَ**



اَتَّبَعْتُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی اے نبی تم کو اللہ اور تمہارے پیروں کو کافی ہیں۔ اور نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ فَضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَبَسَّيْتُ أَوْثِقْتُ جَوَامِعَ الْأَكْبَرِ وَنُصِرْتُ بِاللَّعْنَةِ وَأُجِلْتُ لِي الْعَنَاءُ قَرُوءِ نَيْسُ الرِّبِّ الْخَلْقِ كَأَنَّهُ وَخُتْمِي أَيْتِي شُونَ وَجِلْتُ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَكُنَّا بَعْلًا طُفُونًا دِينَے فرماتے ہیں مجھ کو کل انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ مجھ کو جوامع کلم عنایت ہوئے ہیں۔ دوسرے رعب کے ساتھ میں مدد دیا گیا ہوں۔ تیسرے غیبت میں میرے واسطے حلال کی گئی ہیں۔ چوتھے میں کل مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پانچویں میرے ساتھ نبوت ختم ہوئی ہے چھٹے میرے لئے زمین مسجد اور اُس کی مٹی پاک کی گئی ہے۔ پس ان چھ باتوں کے ساتھ حضور کو اور انبیاء پر فوقیت اور شرف حاصل ہے۔ +

پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوج مضاعف پر پہنچے۔ اور شرف کمال پر صعود کیا۔ تو فرمایا اَدَمُ وَمَنْ دُونَهُ نَحْنُ كَوْنًا یعنی آدم اور اُن کے سوا سب انبیاء و رسولین وغیرہ قیامت کے روز میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور فرمایا اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اَدَمَ وَكَأَخِي یعنی میں کل اولاد آدم کا سردار ہوں، اور اُس پر کچھ فخر نہیں کرتا۔ اور چونکہ ذات پاک آپ کی صورت نور الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی یاگ آپ ہی کی کے ہاتھ میں دی۔ کیونکہ شفاعت کیا ہے۔ زندوں کو عذاب کی قید سے رہائی دینا اور عذاب ظلمت کا ایک جز ہے۔ اور ظلمت نور کے مقابل ہے۔ اور حضور نور کی صورت ہیں۔ پس اسی سبب سے نفوس کی عذاب سے رہائی آپ کے ہاتھ پر منحصر ہوئی اور حضور ہی اپنی ہدایت کے ساتھ لوگوں کو گمراہی کی ظلمت سے اور اپنی شفاعت

لے جوامع اعظم وہ کلمات ہیں جن کے لفظ محقر اور مٹی جوامع جوامع سے عبارت میں ہیں نہ، سبکیں یا ایسا کلمہ جو جو بہت سے کلموں کا جامع ہو ۱۱۔ چنانچہ کلمہ حضور کے رعب سے بھاگ جاتے تھے۔ اور حضور کی دھماکے سے دھولیں مٹی مٹی ۱۲۔ یعنی حضور سے پہلے مال غنیمت استعمال میں لانے کا حکم نہیں تھا۔ بلکہ اُس کو ایک جگہ اکٹھا کرتے تھے۔ پھر اگر وہ جہاد خدا کے ہاں مقبول ہوتا تھا۔ تو غیب سے ایک آگ آن کر اُس کو جلا دیتی تھی ۱۳۔ اگر کسی سبب سے مقبول نہ ہوتا تھا وہ مال بڑی ہڈی پر اڑھتا تھا ۱۴۔ چنانچہ پہلی امتوں کے واسطے حکم تھا کہ نہاد کو سجدوں بعد میں اور کریں یہ آسانی نہ تھی جو ہمارے واسطے ہے۔ کہ جہاں یا میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

کے ساتھ گنہگاروں کو عذاب کی تاریکی سے نجات دینے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوشیدہ اور ظاہر ہر حالت میں بارگاہ کبریٰ کے دروازہ کی طرف رجوع ہونے کا حکم فرمایا۔ تاکہ ابواب رحمت و مغایع شفاعت کے ساتھ مفتوح ہوں چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمِنْ آيَاتِهِ فَتَحَ لَكَ فَتْحًا مُبَارَكًا إِنَّكَ إِذْ عَمَلْتَ عَلَيْهِ السَّلَامَ لَنَظُنُّكَ رَئِيسًا مَقَامًا مَحْمُودًا یعنی رات کو تہجد کی نماز پڑھو یہ تمہارے واسطے نفل ہے۔ امید ہے کہ تمہارا رب (قیامت کے روز) تم کو مقام محمود میں اٹھائے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ شَفَاعَتِي لَكَ خَيْرٌ مِنَ الْكَلْبِ أَوْ مِنَ الْبَقَرَةِ یعنی میری شفاعت اُن لوگوں کے واسطے ہوگی جنہوں نے میری اُمت میں سے کتا یا بکیر کے لیے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیمان اور ایمان کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اور آیۃ ایمان اور ایمان آپ کو عنایت کی ہے۔ اور کل مخلوق پر آپ کو پوری فضیلت دی ہے۔ اور آپ کو میزان کے دونوں پہلے قرار دیا ہے۔ اور آپ کی اُمت کو خیر الامم اور آپ کی کتاب کو خیر الکتاب گردانا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ كَفَرْتُمْ عَنْ حَسْبَى اللَّهِ كَذَلِكَ لَا أَفُوعَلَيْكُمْ تَوَلَّيْتُمْ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اے لوگو! بیشک تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے آئے ہیں جس بات سے تم کو تکلیف ہو۔ وہ اُن کو ناکوار ہوتی ہے تمہاری بھلائی پر وہ صریح ہیں۔ مومنوں پر نہایت نرم اور مہربان ہیں۔ پس اگر پھر بھی وہ سزا بنی کریں۔ تو کہہ دو کہ مجھ کو اللہ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔ اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

آپ ہی کی طرف شفاعت تفویض ہوئی اور آپ ہی کے سیاست پوری گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا۔ تمہاری رضا میری رضا ہے۔ اور تمہاری ناراضی میری ناراضی ہے۔ اور آپ کا ایسے لوگوں کو اصحاب بنایا جو خیر کے سرچشمہ اور ہدایت کے شمع بنی تھی اور ہر کوئی آپ کے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ میزان انہیں لوگوں کے واسطے قائم ہوئی۔ جنہوں نے نیک و بد دونوں قسموں کے اعمال کئے ہیں۔ اور جنہوں نے بھل نیک اعمال ہی کئے ہیں۔ وہ نیز حساب کئے جائیں گے۔ اور جو کافروں۔ ان کو اس سے بدلہ فرمایا جو ظالم تھے تو ان کو عذاب عظیم دیا۔ یعنی کافروں کے واسطے قیامت کے روز میزان تم قائم نہ کیے ہو۔ یہ سب علی



قانون اور آسمان کے ستارے اور اندھیرے کے چراغ ہیں۔ چنانچہ خود حضور نے اپنے اصحاب کلمہ شان میں فرمایا ہے۔ اَصْحَابُیْکُمْ کَالْجُوزِ بِأَوْجُوهِهِمْ کَتَمَّکَ یَتَمُّوْهُ اَھْکَ یَتَمُّوْهُ یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ پھر ان اصحاب میں سے چار شخصوں کو آپ نے خاص امتیاز عنایت فرمایا اور وہ چاروں شخص ایسے ہیں۔ کہ نہیں محبت کر تا ہے مگر مومن۔ اور نہیں بغض کر تا ہے مگر منافق بدجنس +

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کرامت اور سعادت کا ایک مکان بنایا ہے۔ امد حضور  
 علیہ السلام نے اپنے چاروں یاروں کو اُس مکان کے ستون قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے: اَنَا  
 مَبْنِیَةُ الْوَحْدِ وَأَبُو بَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِجَّتُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔ میں علم کا شہر ہوں  
 اور ابو بکر اُس کی بنیاد ہیں۔ اور عمر اُس کی چار دیواری ہیں۔ اور عثمان اُس کی چھت ہیں۔ اور  
 علی اُس کے دروازہ ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی اہل بیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جو بزرگ لوگ ہیں رحمت کے درخت ہدایت کے کلمے تقویٰ کی بغیاں صدق اور خلاصہ کی باگ انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ اور انہیں سے علاج اور خلاصہ ہے۔ اور انہیں کی شان میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اَبْقُوا اَمَانَ لِّاَهْلِ السُّنَّةِ وَحَاذُوا بِبَيْتِ اَمَانَ لِّاَهْلِ اَلْاَمَانِ یعنی ستارے اہل آسمان کے واسطے امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے واسطے امان ہیں۔ ہمارے حضور سرداروں کے سوار حق کے آئینہ دین کی تلازمہ صدق کی معیار اور کتاب اللہ کے مابل اور خدا کے وہ بندہ ہیں۔ جن کی طرف خدا نے وہ وحی کی جو کہی اور جن کی شان میں وہ فرمایا ہے۔ وَمَا يَنْطَلِقُ اَلْحَقُّ عَلٰى اَهْلٍ يُّؤْتُوْهُ حَقَّ اَشْرَافِ اَهْلُو دُوْنِ قَاِمَتِهٖ سُوْرَةُ اَلْاَنْعَامِ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب کے اسرار اپنے خطاب کے ساتھ مخصوص کرنے سے پہلے ہی تعلیم کر دیے تھے۔ چنانچہ اُمیر کا فرمان ہے۔ اَلْحَقُّ عَلٰى اَهْلِ اَلْاَمَانِ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَابِدًا لِّبَيِّنَاتٍ رَحْمَانٍ نے سکھایا قرآن پڑھایا انسان کو اور سکھایا اُس کو بیان

ملہ نفس فی خواہش سے یہ باتیں نہیں بناتے ہیں بلکہ یہ وہی ہے جو ان کی طرف کی گئی ہے۔ ایک زبردست قوت والے فرشتہ نے ان کو نصیحت دی ہے۔ جس قوت کو وہ آسمان کے ایک اعلیٰ مقام میں تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کتاب کے مطالعہ کا حکم فرمایا چنانچہ فرماتا ہے: **قُرْآنًا مِّنْ رَّبِّكَ اَلَّذِي خَلَقَ عَلٰی اَنۡفُسِنَا رَمٰنٌ عَلٰی اَنۡفُسِنَا وَرَبُّكَ اَلَا تَعْلَمُ اَلَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنۡسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ** پھر اپنے رب کے نام کے ساتھ جسے پیدا کیا ہے۔ پھر لکھا انسان کو جو نہ سمجھتا۔ اور تیرا رب بزرگ وہ ہے جس نے سکھایا ہے۔ قلم کے ساتھ۔ سکھائی ہیں انسان کو وہ باتیں جو پرہیز جانتا تھا پس حضور ہی لوح اور قلم اور عرش اور عقل اور نفس ہیں۔ اور حضور ہی بمشورہ اور اوح کے ہیں واسطے اشخاص کے۔ اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے واسطے ایسی ہیں جیسے عقل کے واسطے نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی شان میں فرماتا ہے۔ **هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولًا بِالْهُدٰى وَبِالنُّورِ عَلٰی الَّذِيۡنَ عَلَّمَهُ وَكَوْنُ بِاللّٰهِ شٰهِيۡدًا مُحَمَّدًا رَّسُوْلًا اللّٰهُ وَالَّذِيۡنَ مَعَهُ اَشْهَادٌ عَلَی الْكَفٰلِ وَكَوْنُ بَيْنَهُمْ رَكْنًا شَهِيدًا اٰیٰتُھُمْ خُصًا مِّنَ اللّٰهِ وَرُضُوْا كَاٰیٰتِھُمْ فِیۡ رُجُوْھِمْ مِّنۡ اَوَّلِ الشَّجَرِ ذٰلِكَ مَخْلُوْعٌ فِیۡ ثَوْبِہُمْ مِّمَّا لَمْ یَخْلُیۡ۔** خداوند تعالیٰ کی وہی ذات پاک جو جس کو اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔ تاکہ اس دین حق کو کل باطل کے دینوں پر غالب کر دے۔ اور کافی ہے اللہ اس دین کے حق ہونے کی گواہی دینے والا محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ سخت ہیں کفروں پر اور مہربان ہیں اپنے آپس میں تم ان کو دیکھتے ہو۔ کوٹ اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کو وہ لوگ چاہتے ہیں ان کی نشانی سجدہ کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں موجود ہے۔ یہ مثال ان کی تورات اور انجیل میں مذکور ہے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خداوند تعالیٰ نے تورات انجیل اور زبور میں فرمایا کہ اور آپ نے یہ نام ذکر کیے ہیں **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** تو اس نے اُس کے نوپوش کو مضبوط پکڑا تا اس نے نجات پائی اور اپنے مقصد کو پہنچا اور جس نے اُس نور کی مخالفت کی وہ ہلاک اور برباد ہو گیا۔ حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ** اور **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** جَعَلَ اللّٰہُ الْجَنَّةَ مَخْرَجًا عَلٰی سَاۡوِیِّ الرَّحْمٰتِ حَتّٰی یَدْخُلُہَا اَمْرٌ یُّعْنِیۡ فِیۡ سَبۡعِ نِّبِیِّیۡنَ سِتْرَہٗ اور بزرگتر ہوں۔ اور میری امت سب امتوں سے بزرگتر ہے اللہ تعالیٰ نے جنت کو سب



امتنوں پر حرام کیا ہے۔ جب تک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہوئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
 كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلْعَالَمِينَ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ  
 امتیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم ان سب میں بہتر امت ہو نیک بات کا تم حکم کرتے ہو۔ اور بری  
 بات سے تم منع کرتے ہو۔ پھر ہمارے حضور نے باوجود اس کمال ذات اور جلال صفات  
 کے دنیا میں فقر اختیار کیا۔ اور تو نگری پر مسکینی کو پسند فرمایا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے  
 وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ يَعْنِي اللّٰهُ غَنِيٌّ بِہِ اور تم فقیر ہو۔ اور حضور علیہ علی الصلاۃ والسلام  
 نے فرمایا ہے۔ اَلْفَقْرُ فَحْشٌ یَّعْنِیْ فَقْرٌ مِّرَافَقٌ ہے اور فرمایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْبِبْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمْتِیْ  
 مِسْکِیْنًا وَاَحْسِنْ لِّیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسْکِیْنِ یعنی اے اللہ مجھ کو زندہ رکھ مسکینی کے ساتھ  
 اور مجھ کو موت نصیب کر مسکینی کے ساتھ اور میرا حشر کر مسکینوں کے ساتھ۔ اور آپ غریبی  
 ہی کی حالت میں دنیا میں شریف لائے اور غریبی ہی کے ساتھ دنیا سے تشریف لے  
 گئے۔ اور تانا۔ عمر اپنے اس غریبی میں خوشی سے گذاری +

صدق حضرت ابو بکر کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور عدل حضرت عمر کے ساتھ۔ اور حیا  
 حضرت عثمان کے ساتھ۔ اور علم حضرت علی کے ساتھ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور حضور اقول  
 امر کو اپنے نور کے ساتھ۔ اور آخر امر کو اپنے ظہور کے ساتھ شامل ہوئے چنانچہ فرمایا ہو  
 نَحْنُ الْآخِرُونَ۔

اے طالب تحق کو معلوم ہو کہ حضور محمد رسول اللہ ہی اُس ترازو کے ساتھ تولنے  
 والے ہیں جس کے دونوں پہلے اور اثبات میں یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے دونوں کلمے پہلے  
 اللہ تعالیٰ آپ کو انہیں دوس پہلوں میں اپنے علم کے تولنے کا حکم فرمایا پھر آپ کی امت  
 کے علموں کے تولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ  
 اسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ وَلِأَنْفُسِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلِّبَكُمْ وَثَوَابَكُمْ ۚ  
 یعنی اس بات کو جان لو کہ بیشک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اے رسول تم اپنے  
 اور مومن مردوں اور عورتوں کے گناہ کے واسطے مغفرت مانگو۔ اور اللہ تعالیٰ تم سب کا چنانچہ  
 پھرنا اور تمہارا ٹھکانا سب جانتا ہے۔

پس اسے آخرت کی نجات اور سلامتی کے طلب کرنے والو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اور خدا کی بارگاہ میں وسیدہ صونڈو تم کو اپنی رحمت میں سے ڈگنا حصہ عنایت کریگا۔ اور اس کے حق میں نختہ قول کو اور کثرت کیساتھ خدا کا ذکر کرو۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح بجالاؤ۔ خدا کی وہ ذات پاک ہے کہ وہ خود اور اس کے فرشتے پیر درود بھیجتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** اے یا نوالو رسول خدا پر درود اور سلام بھیجو۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَآلِهِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا** یعنی جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا۔ خدا اس پر دس بار درود بھیجتا ہے پس اے لوگو! اس رسول کی اقتدا کرو اور اس کی شریعت کو مضبوط پکڑو۔ اور اس کے دین میں اپنی صلاح اور فلاح کو تلاش کرو اس رسول کے ساتھ اور اس کی کتاب کے ساتھ جو اس رسول پر نازل ہوئی ہے۔ ایمان لاؤ۔ اور اس کے ساتھ جو خداوند تعالیٰ نے اس رسول کی ذات اور اس کی اہل بیت اور اس کے خلفاء میں جاری کیا ہے۔ اور اس کی شریعت کی رسی کو مضبوط پکڑو۔ اور اس کا اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تمام عالم میں سب سے زیادہ خوشبودار اور محط اور خوش خلق اور خوب صورت اور خوش بیان اور خوش کلام تھے۔ قول و فعل میں سب سے زیادہ سچے اور فراخ میں سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ باریک بین اور جلد معلوم کرنے والے۔ مرتبے میں سب سے زیادہ بلند عقل میں سب سے زیادہ کامل نفس میں سب سے زبردست اور خدا سے سب سے زیادہ قربت رکھنے والے اور نور کے جذب کرنے والے تھے۔ آدم آپ کی ذات ستودہ صفات کا سایہ۔ نوح آپ کا نشان بردار ابراہیم آپ کی صفات کا قصبہ خالص۔ موسیٰ آپ کے خجرات کا نائب۔ عیسیٰ آپ کی شریعت کا بشارت دینے والا۔ اور یس آپ کا تارہ شناس تر کر یا آپ کی مسجد مؤذن یونس آپ کی قوم کا ساتھی ہے علیہم السلام حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **أَنَا بَشَرٌ مِمَّنْ كَانُوا** میں بھی بشر ہوں۔ اور یوسف خوب صورت میں **إِنَّ اللَّهَ كَسَا حُسْنَهُ مِنْ حُسْنِ الْكَرَّمِ** اور کسا حُسْنَهُ مِنْ حُسْنِ الْكَرَّمِ



الْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی نے اُن کو کُرسی کے حسن سے حُسن عنایت کیا تھا۔ اور مجھ کو عوش کے حُسن سے حُسن عنایت کیا۔ ازل سے پہلے ہی آپ نبوت کو اٹھا چکے تھے۔ اور ازل کے وقت آپ نے رسالت کو اٹھایا۔ اور اپنے وجود کے ظاہر کرنے سے پہلے تمام رسولوں کو بھیج دیا۔ چنانچہ شریعت کا عصبہ تحقیق پر جو مارا۔ تو آپ کے جمال میں سے تین سو نو چشتے چشمہائے کبریائی سے برنگے۔ پس گویا کہ رسول آپ کے فلک جلال کے ستارے ہیں۔ ابلیس لعین آپ کے سامنے آپ کے دین کی مخالفت پر کھڑا ہوا اور اُس نے اور اس کے ذریات نے آپ کے نور کو گل کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو لعنت کی اور اپنے قہر کے تازیانہ سے اُس کی تنبیہ اور تادیب فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوْا اَنْوَارَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ يُنْفِثُ نُوْرًا وَّكَوْكَبًا الْمُنْشِرُ كُوْنٌ مِّبْنِيْ جَانِبِهِمْ۔ کہ خدا کے نور کو بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر نیوالا ہے۔ اگرچہ شرک اُس کو بُرا سمجھیں۔ کسی شاعر نے آپ کی تعریف میں آپ کی زبان سے کیا اچھا کہا ہے کیونکہ جو صُورۃ کو شعر گوئی سے ممانعت کی گئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَفَاَعْلَمْنَا اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ نہیں سیکھا یا ہے ہم نے اُن کو شعر کہنا۔ شاعر کہتا ہے

سَبَقْتُ الْعَالَمِينَ إِلَى الْعَالِي  
وَأَخْرَجْتَنِي بِحُجَّتِي الْهَدَى فِي  
يُرِيدُ الْجَاهِلُونَ لِيُطْفِئُوا  
بِكَمَالِ حَقِّي وَعُلُوِّ هَيْئَتِي  
لِيَسْأَلَ لِلضَّلَالَةِ تَبِيدَ لَهْزَتِي  
وَيَأْتِي اللَّهَ إِلَّا أَنْ يَسْت

پس آپ ہی مرکز وائر ہیں۔ اور آپ ہی پر عالم گردش کر رہا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَوْلَا اَنْكَرُ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ يَعْنِي اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ اور جنت کو پیدا نہ کرتا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے شعر

قَامَتْ عَلَيْهِ قِيَامَةُ الْعِشَاقِ

لہ یعنی میں نے بلند مقامات کی طرف اپنے خلیق کے کمال اور بلند معنی کے ساتھ تمام عالم سے سبقت کی ہے اور میری حکمت کے ساتھ ہدایت کا ستارہ گزاری کی سخت اندھیری راتوں میں روشن ہوا۔ جاہل چاہتے ہیں کہ اُس نور کو بجھا دیں۔ مگر غور سے کو جاہل ہی کو نہ چاہتا ہے ۱۲ لہ آپ رکش چاند ہیں ہمیشہ چمکنے والے اور وقت کے واسطے آپ کا نامی باکمل کرنا قیمت ہے ۱۲

اگر میں ساری عمر آپ کے اخلاق اور شرف میں سے ایک ذرہ کے وصف و توصیف میں صرف کروں تب بھی اس کا حق کچھ ادا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام جب انتہا مقامات میں پہنچے اور اعلیٰ سعادت سے مشرف ہوئے۔ تب آپ نے خفیض البش کی طرف رجوع فرمائی۔ اور فقر اختیار کیا چنانچہ فرماتا ہے۔ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی میں بھی مثل تمہارو ایک انسان ہوں۔ اور آپ کے پروردگار نے آپ سے فرمایا اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ اِلَّا بُرْتَقٌ یعنی بیشک ہم نے تم کو حوض کوثر عنایت کیا ہے۔ پس تم اپنے پروردگار کی نماز پڑھو۔ اور قربانی کرو۔ بیشک جو تم سے مخالفت رکھتا ہے۔ وہی نیست و نابود اور بے نام و نشان ہوئے والا ہے۔

دوسرا باب وحی کے بیان میں  
اس میں دو فصلیں ہیں

**پہلی فصل** ظاہر و صل کے بیان میں (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا  
مِنْ بَيْنِ مَا كُنْتَ تَقْرَأُ مَا يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَيُغْشَى الْعَرْشَ وَهُوَ فِي كُنْهٍ مَعْنَى عِبَادٍ تَوَلَّوْا لَكَ يَوْمَ تَأْتِي  
مُتَسَلِّمِينَ مَعْلُوم ہو کر دی کلام الہی کا علم غیب سے عالم شہادت میں متصل ہونا ہے۔  
بواسطہ ایک مقرب فرشتہ کے جس کو جبرائیل کہتے ہیں یہ فرشتہ سب فرشتوں میں ذات  
وصفات کی حیثیت سے بہت بڑا جلیل القدر اور بزرگ ہے۔ اور اس کے پر بھی سب  
فرشتوں سے زیادہ ہیں۔ کیوں کہ سب فرشتے پرواز ہیں۔ اور عام ملکوت کے پرند میں او  
اور پرند بغیر پر کے پرواز نہیں کر سکتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَابِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَرَسُو  
اُولٰٓئِکَ اَنْجِیْنَةُ مَکْنٰی وَثَلٰثٌ وَرُبَاعٌ یَّرِیْدُ فِی الْحَقِّ مَا یَشَآءُ سب تعریفیں اسی خدا کو لاتی ہیں  
جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اور فرشتوں کا قاصد بنائو والا ہے۔ جو دو دو اور تین تین اور  
چار چار پر والے ہیں۔ پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑا دیتا ہے۔ دو پر والے فرشتے  
اکڑ بھول نہیں۔ اور تین پر والے مقدسوں ہیں اور چار پر والے مقربوں ہیں۔ پس



پس جبرئیل ایک کامل الذات فرشتہ ہے عجب اور شہادت کا عالم اُس کے چار بازو ہیں جن سے یہ جناب حق میں پرواز کرتا ہے۔ اور اُس کے ہر بازو میں بہت سے پرویاں ہیں۔ اور یہ پرویاں جبرئیل کے ذاتی اور اصلی اورادی ہیں۔ اور باقی مخلوقات کی مشعل نہیں ہیں۔ پس جبرئیل فرشتوں میں ایسے ہیں جیسے عقول مفارقة میں عقل اول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کو اپنے اور اپنے انسانی رسول کے درمیان میں پیغام بر کیا ہے۔ اور یہ کلام آجی کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے اُس رسول کی طرف پہنچانے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ فرمانا ہوتا ہے۔ وہ فرما دیتا ہے۔ بغیر آواز اور حرف و عبارت اور حدود کے پس جبرئیل اُس کلام آجی کو بغیر آواز اور حرف کے سُن لیتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ بغیر آواز اور حرف کے سن لیتا ہے۔ پھر وہ کلام اللہ تعالیٰ سے منتقل ہو کر بیت العزت میں پہنچتا ہے۔ وہاں سے اُس کو جبرئیل اٹھا لیتے ہیں۔ اور رسول کے پاس لے آتے ہیں۔ پس وحی کلام الہی ہے۔ جو جبرئیل کے واسطے سے رسولوں کے پاس پہنچتا ہے۔ اور ضعف و قوت اور کشف و حجاب میں اس کے مختلف مرتبہ ہیں۔ جس وحی میں حجاب کم ہوگا۔ اُس میں قوت زیادہ ہوگی۔ اور جس میں حجاب زیادہ ہوگا۔ اُس میں ضعف زیادہ ہوگا۔ پس وحی کے تین مرتبہ ہیں۔ پہلا مرتبہ جو سب زیادہ فوری اور اکمل ہے۔ وہ ہے جو رسول کے نفس میں جبرائیل کی وساطت سے پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

ہمارے حضور سے فرمایا۔ کُنْ لَكَ اَوْحَيْنَا لَيْلِكَ یعنی اسی طرح ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے۔  
 جیسے کہ تم سے پہلے رسولوں کی طرف کی تھی۔ اور دوسرا مرتبہ اُس سے پہنچے۔ اور وہ  
 یہ ہے کہ کلام الہی اُس نفس کے پاس پہنچ جائے۔ جو اُس کے قبول کرنے کی استعداد رکھتا  
 ہو۔ نفس ناطقہ کی حرکت سے جناب غیب کی طرف جیسے کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ اور  
 حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریمؑ کو وحی ہوئی تھی۔ کہ خدا نے اُن کو درخت کے نیچے  
 سے آواز دی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ موسیٰ کو دریا  
 میں ڈال دیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا وُحِيْنَا اِلٰی اُمِّهِ مَا يُوْحٰی اَنْ اَقْبِلْ فِيْهِ فِی الْاَكَاوِثِ  
 فَاقْبِلْ فِيْهِ فِی الْاَكَاوِثِ حالانکہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ اُن لوگوں میں سے نہ تھیں جن پر صریح وحی  
 جبریلؑ کے توسط سے نازل ہوئی ہے۔ اُن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ام کے معنی وحی خفی  
 اور تعلیم ستری کے ساتھ القا کیے یہاں تک کہ اُن کا نفس خواب گاہ جہالت سے بیدار ہو گیا  
 اور تردد اور دشمنوں کے خوف سے مامون ہوا تب انہوں نے موسیٰؑ کو دو وہ پلا کر دریا میں  
 ڈال دیا۔ اور تیسرے مرتبہ وحی کا اس مرتبہ سے بھی کم ہے۔ اور وہ نفوس کو اُن کاموں کی  
 تعلیم کر رہے۔ جو اُن کے مقاصد سے متعلق ہیں۔ اور وہ نفوس اس وحی کے سبب سے  
 اُن صلتوں اور بدائع کا استخراج کرتے ہیں جو اُن کی طاقت کے اندر ہیں جیسے ریشم  
 کے کیڑے کا جال بناتا۔ اور کھسکا ممال کے خانے بنا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
 وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلٰی الْعِصْحٰنِ اَنْ اَلْفِخْنِیْ مِنْ حِجْبٍ اِلٰی یُّوْسُفَ اَلْفِخْنِیْ مِنْ حِجْبٍ اَلْفِخْنِیْ مِنْ حِجْبٍ اَلْفِخْنِیْ مِنْ حِجْبٍ  
 شہد کی کھسکی کی طرف کہ پہاڑوں میں اپنے گھر بند حالانکہ کھسکی کی طرف کوئی فرشتہ نازل  
 نہیں ہوا۔ اور نہ اُس کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا محض اُس کے نفس ہی  
 کو خداوند تعالیٰ نے اس کام کا مستعد بنایا۔ اور ان کاموں کی صنعت اُس کو سکھلائی۔  
 لطیف غذا یہ کھاتی ہے۔ اور موم اور شہد کو یہ رکھتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس قوت کو  
 اس عمل کی طرف وحی سے مستفاد ہونے کا اشارہ اس سبب سے فرمایا کہ بقدر طاقت اپنی کے  
 یہ نفوس نبوت سے زیادہ مشابہ ہے۔ کیونکہ نفس ناطقہ کا علیٰ جب طبیعت کی لدورت سے  
 ملتی یعنی ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس بچہ معنی موسیٰؑ کو صندوق میں بند کر کے دیانیل میں ڈال دے۔



پاک ہوتا ہے۔ اور اس کی ذات میں استعداد کامل طور سے ہوتی ہے۔ اور قوت اُس کے جوہر میں اپنی انتہا پر پہنچتی ہے۔ تب وہ خواہش کی قیدوں اور بشریت کے اثر اور طبیعت کی سوا سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی ذات میں سے کمورت کی اذیت اور غرور کا غبار دور ہو جاتا ہے۔ پھر یہ نفس آسمان کی طرت ترقی کرتا ہے۔ اور ملکوت کے حریم میں داخل ہوتا ہے۔ اور جمالِ ملائکہ کا آئینہ عیان میں مشہدہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جبرئیل کی محالست اُس کو نصیب ہوتی ہے۔ اور اُس کی ہم نشینی سے اس کو راحت پہنچتی ہے۔ اور انہیں کے واسطے سے کلام الہی سناتا ہے۔ اور شاخائے وحی اور برگائے قدس غیب کے بھونپنتا ہے۔ پھر وہاں سے شکم سیر ہو کر عالم حس کی طرت رجوع کرتا ہے۔ اور جو کچھ عالم غیب سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ وہ ظہور میں لاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ضعیف کھکی کی طرت یہ الہام کیا کہ وہ کام کرے۔ جو بنی انسانوں میں کرتے ہیں کیوں کہ کھکی کی قوت اُس کے نفس اور مادہ کے اندر مثل قوت نفس نبی کے ہے۔ اس کے مادہ اور صورت میں پس اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ضعیف کھکی کے طرت وحی کی کہ پہاڑوں میں اپنے گھر بنا۔ اور پھولوں میں سے اپنا کھانا پیدا کر اور اپنے رب کے راستوں میں تواضع اور اُس کے حکم کی اطاعت کی تھی چل یَخْرُجُ مِنْ بَطْنِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فَيُفِيهِ لَشَاءٌ لِّلنَّاسِ نکلتا ہے اُس کے پیٹ سے ایسا شربت جس کے رنگ مختلف ہیں۔ اور اُس میں لوگوں کے واسطے شفا ہے۔ اور یہ شربت کیا ہے موم کے ساتھ ملا ہوا شہد جب یہ اپنے ہم نشین کی کمورت سے صاف ہوتا ہے۔ یعنی موم اس میں سے نکال لیا جاتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اس کو بعض نفوسِ ناطقہ کے واسطے شفا بناتا ہے۔

پس وحی کا سب سے کم درجہ وہ ہے۔ جو کھکی کو دیا گیا ہے اس کی مثال خواب کی سی ہے۔ اور اس سے بڑا درجہ عورت کی وحی ہے جیسے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی والدہ کو ہوئی۔ اور اسی قسم کی وحی اکثر ان پاک نفوس کو جو غیب سے تلبیہ یافتہ تھے حالت بیداری میں بوسیدہ غیبت کے ہوئی ہے۔ اور اس وحی میں اور اُس وحی میں جو نبی کو ہوتی ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ جیسے ہم کسی چیز کو بیداری کی حالت میں روشنی

کے ساتھ اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ اور ایک چیز کو غیبت اور انکار کے ساتھ دیکھیں۔ اور جو چیز کہ خواب میں دکھائی دے گی وہ انکار کی حالت سے بھی نیچے ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں خدا کی وحی اور اُس کے القاءِ علم ہی سے ہیں۔ پس اعلیٰ درجہ کی وحی وہی ہے جو جبریل کے توسط سے ہو۔ اور اوسط درجہ کی وحی امر ربانی ہے۔ اور نیچے درجہ کی وحی تقدیر ہے۔ تقدیر امر سے نیچے مرتبہ میں ہے۔ کیونکہ جبریل ہی مبلغ امر و قدر ہیں۔ اور جبریل کے ساتھ یہ دونوں غیر مقید ہیں۔ یعنی یہ دونوں باتیں جبریل کے تابع ہیں۔ جبریل ان کے تابع نہیں ہیں۔ پس وحی کا سب سے زبردست مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی مرسل کے کان میں مقرب فرشتہ کے ذریعہ سے علم کا القاء ہونا ہے شرع نے اس فرشتہ کا طائوس الملائکہ اور خطیب الملائکہ نام رکھا ہے۔ اسی کے متصل ہونے سے بنی مرسل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رسالت کا نور اسی کے سبب سے صحیح ہوتا ہے۔ پس گویا کہ یہ فرشتہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے بنی کو مرسل بنانے کے واسطے وکیل کھڑا کیا گیا ہے۔ یہ فرشتہ وحی کا علم کان میں ڈالتا ہے۔ قلب میں نہیں ڈالتا۔ وحی نازل ہونے کے وقت بہت سی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں جیسے علائق و نیاوی کا منقطع ہونا۔ اور نفس کا حس سے غائب ہو جانا بغیر نیند یا بیہوشی کے بلکہ اس وقت نفس عالم مفارقت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور علائق اور خیالات و نیاوی سب منقطع ہوتے ہیں۔ پس جب نفس ان صفات کے ساتھ مصطف ہو جاتا ہے۔ اس وقت وحی کی ہوا اس پر ملتی ہے۔ اور جبریل امین غیب کا حجاب اٹھا دیتے ہیں۔ پس اُس وقت بنی کی سماعت مثل ایک آئینہ کے ہو جاتی ہے۔ اور وحی غیبی ایک دوسرے آئینہ کی طرح ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا علم غیب اور اپنے علم کا نور اور اپنا لطیف کلام وحی کے آئینہ سے ظاہر کرتا ہے اور جبریل ان دونوں آیتوں کے بیچ میں سے حجاب دور کر دیتے ہیں۔ جس کے سبب سے آئینہ وحی کے نقش آئینہ سماعت میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور نفس لکھت کے نقوش کو ان دونوں آیتوں کی وساطت سے دیکھ لیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی پشت سر کے زخم کو دیکھنا چاہے۔ تو اُس کو چاہیے کہ ایک آئینہ اپنی پشت پر زخم کے سامنے لگائے۔ تاکہ زخم کا عکس اُس کے اندر پڑے۔ پھر ایک آئینہ اپنے ماتھے میں لے کر دیکھے تو اس آئینہ



کا عکس اس آئینہ میں پڑ کر پشت سر کے حالات منکشف ہوں گے۔

پس صاحب رسالت و آئینوں کا محتاج ہے۔ ایسا آئینہ ربانی یعنی وحی۔ دوسرا سلامت کا آئینہ۔ اور ایک واسطہ کا بھی محتاج ہے۔ جو دونوں آئینوں میں سے حجاب کو دور کر دے۔ اور کدورت کو رفع کر دے۔ اور وہ واسطہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ بعض انبیاء نے ان کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور بعض نے بیداری میں دیکھا ہے۔ مگر نہ صورت اصلی پر بلکہ اور صورتوں میں حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو سب انبیاء سے افضل ہیں فرماتے ہیں میں نے جبرئیل کو اُن کی صورت اصلی میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اور باقی مرتبہ مختلف صورتوں میں دیکھا ہے۔ کیونکہ جبرئیل کی اصلی صورت نہایت عظیم الشان ہے۔ اس صورت سے ظاہر ہونے کے واسطے دنیا میں جگہ نہیں ہے چنانچہ شرع میں وارد ہوا ہے کہ جبرئیل کے چھ لاکھ پر ہیں۔ اور ہر پر اتنا بڑا ہے جیسے مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ اگر جبرئیل ایک پر کو پھیلا لیں تو مشرق سے مغرب تک تمام جگہ ڈھک جائے۔ پس جو صورت اسی عظیم الشان ہو اُس کو کون دیکھ سکتا ہے عقل اول اُس کی فائز کو عقل صافیہ خرویدہ کے اندر مجرور کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اُس کو بھی طرح سے جان لیتے ہیں۔ جیسا کہ جانتا چاہیے یعنی انبیاء علیہم السلام کو جبرئیل کا علم عقل اول کی عنایت سے ہوتا ہے ورنہ جو اس اپنی صفات اور تنگی کے سبب سے اُن کی رویت سے عاجز ہیں۔ بخلاف خیال کے کیونکہ خیال میں بے حد نہایت چیزوں کی گنجائش ہے۔ اور خیال کے اندر وہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ جو حواس میں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اور عقل بھی خیال ہی سے متصل ہوتی ہے۔ یعنی خیال کے اندر جو تخیلات ہیں وہ سب عقل اول ہی کے فکر سے ہیں۔ اور اسی کے فکر سے جبرئیل کا علم بھی ہے۔ پس جبرئیل اور اُس کے پروں کا خیال عقل اول ہی کے خیال میں ڈالنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر عقل انسانی قوت نبوت کے ساتھ اُس کی نگہ دیدہ ہوتی۔ یہاں تک کہ اُس نے اُس کی کیمیت اور کیفیت کا اندازہ کیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے جبرئیل کو ایک دفعہ اس کی اصلی صورت میں دیکھا کہ اُس نے اپنے پروں میں سے ایک پر پھینکا کہ مشرق سے مغرب تک سب کو ڈھک رکھا ہے۔ میں نے کہا۔ جبرئیل تمہاری

پر بہت ہی بڑے ہیں عرض کیا یا حضور ایسے ایسے تھے سو ہیں۔ اور ایک روایت میں کچھ لاکھ ہیں حضور فرماتے ہیں اور ایک دفعہ میں نے جبریل کو وحیہ کلی کی صورت میں دیکھا ہے اس حدیث شریف کی تفصیل اور اس کے حقائق بیان کرنے سے کتاب بہت طویل ہو جائے گی۔ جو کچھ ہم نے بیان کر دیا ہے۔ عقل مند کو یہی کافی ہے۔

اے خلیص اس بات کو معلوم کر کہ وحی علم غیبی ہے۔ اور اس کا حامل ایک مقرب فرشتہ ہے۔ جو سب فرشتوں میں قدر و منزلت اور حیثیت کے اعتبار سے بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی معلوم کر کہ وحی کی ایک صورت ہے۔ اور ایک صفت ہے۔ صفت وحی کی نبوت ہے اور یہی نور کلمہ ہے اور صورت وحی کی رسالت ہے اور یہ کلمات کی ترکیب ہے وحی کی صفت کے اُلٹ پلٹ کرنے کا شیطان کو خست یا نہیں ہے۔ مگر ہاں کبھی کبھی وحی کی صورت کی بات بنا کر لوگوں کو دھوکا دیدیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا آذَيْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذْ تَأْتِي الشَّيْطَانَ فِي أَمْنِيَّتِهِ فَيَنْسِفُ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ الشَّيْطَانُ شَوْخُكُوا اللَّهُ أَيَا تَبْهُ یعنی ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس نے تمنا کی ہو اور شیطان نے اُس کی تمنا میں وسوسہ نہ ڈالا ہو۔ پھر اللہ نے شیطانی وسوسہ دور کر کے اپنی آیتوں کو حکم اور ضبط کر دیا۔ اور اس سے بہتر چیز کے ساتھ خدا تعالیٰ حقیقہ وحی کی حفاظت کرتا ہے۔ اور وہ صفت نبوت (یعنی حقیقت وحی) کو صورت رسالت (یعنی ترکیب کلمات) پر غالب کرتا ہے۔ اور جب کوئی شے حقیقت وحی پر طلوع کرتی ہے۔ تب رسول اُس کے ساتھ انکار کرنے والوں کی اصلاح کی طرف رجوع کرتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اُن شخص کے حق میں فرمایا جس نے آپ کا دندان مبارک شہید کیا۔ اور آپ کی چہرہ مقدس کو خون آلودہ کیا تھا۔ اَللّٰهُمَّ اِهْدِ قَوْمِيْ فَيَهْتَدُوْا لَعَلَّكَ تَعْلَمُوْنَ یعنی اے اسی رحمت تو م کو ہدایت کر بیشک یہ نہیں جانتے۔ اور جب رسول نبوت کی شراب کا پیالہ پیتے ہیں۔ تو سیر نہیں ہوتے۔ اور نہ اُن کی آتش شوق منطفی ہوتی ہے۔

اور اگر وہ قناعت کر لیں یا ان کا شوق ساکن ہو جائے۔ تو خداوند

تعالیٰ قناعت سے اُن کو منع فرماتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا ہے۔ وَا



لَا تَعْلَمُ بِالنُّفَرَانِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنی اور قرآن کی وحی کے اپنی طرف پورا ہونے سے پہلے اس کے یاد کرنے میں جلدی کو چھوڑ دو۔ اور کہو۔ کہ اسے میرے رب میرا علم زیادہ کر۔

## دوسری فصل وحی کی حقیقت اور اسکے مراتب کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ لِلْبَشَرِ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِمَّا أَوْحَىٰ وَرَأَىٰ حِجَابًا مُتَعَيْنٍ نہیں لائق ہے۔ کسی بشر کو یہ کہ خدا اُس سے (بالمشافہ) کلام کرے۔ مگر بذریعہ وحی کے یا پر وہ کے پیچھے سے اُوڑتے ہوئے دُستورِ اَلْوَحِیِّ بِمَا نَزَّلَهُ مَا لَيْشَاءُ یَا کَسْبِی (فرشتہ) کو رسول بنا کر بھیجے۔ اور وہ اُس کے حکم سے جو وہ چاہتا ہے وحی کرے۔ معلوم ہو کہ وحی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ معلوم الہی نبی کی عقل پر منکشف ہو۔ اور اُس کے نفس کے اندر اس طرح منتقل ہو جائے کہ وہ اُس کو اپنے دل میں یاد رکھ سکے۔ اور دوسروں کے سامنے بیان بھی کر سکے۔ تاکہ اُن کو سعادت اور ہدایت کی طرف اس نوحی کے ذریعہ سے جذب کرے یہی وحی خدا کی کتاب اور اس کی گفتگو ہے۔ جس اپنے بندہ کو چاہتا ہے۔ اس نعمت کے ساتھ مشرف کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں مندرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے واسطے اپنے ہاتھ سے تورات لکھی تھی۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَذْبَنِي رَبِّي فَاحْسَنَ تِلْكَ ذَنْبِي وَتَكَلَّمَنِي عَلَّمَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَعْنَى ادب سکھایا مجھ کو میرے رب نے پس اچھا ادب سکھایا مجھ کو اور آسمان و زمین کا علم مجھ کو تسلیم کیا۔ اس انکشاف کے تین مرتبہ ہیں۔ جن میں سے ایک صریح وحی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ رسول سے بلا واسطہ کلام کرے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَتَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكَلُّمًا یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے خوب گفتگو کی اور ہمارے حضور کے حق میں فرماتا ہے۔ فَأَوْحَىٰ إِلَيَّ عَبْدِي مَا أَوْحَىٰ یعنی اپنے بندہ کی طرف جو کچھ وحی کرنا تھا وہ کر دیا۔ اور دوسرا یہ ہے کہ علم کو بحالت خواب نبی کے نفس کے اندر انعقاد کر دے۔ یا پر وہ کے پیچھے سے الہام کرے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ خضر علیہ

السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا جِلْمًا مَعْنٰی ہم نے اُن کو اپنے خاص علم میں سے تعلیم کیا ہے۔ اور ہمارے حضور کے حق میں فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّسُلَ الَّتِي اَرْسَلْنَاكَ الْاَنْبِيَاءَ لِلْعَالَمِ اَسْمًا اور تیسرا مرتبہ انکشاف کا یہ ہے۔ کہ وہی مقرب فرشتہ جس کا نام جبریل ہے۔ عبارت مقررہ اور کلمہ مقدرہ کے ساتھ نازل ہو یعنی آیات وحی کے ساتھ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضور کے حق میں فرمایا ہے۔ اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِهَ ذِي الْقُرْبَىٰ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مَّلَاحَ اَمَّا اَمِينٌ يَوْمَ صَاحِبِكُمْ لِيَخْبُرَنَّ وَلَقَدْ رَاَهُ بَارَاُقَ الْمُبِينِ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيزٍ فَاَيْنَ تَنْهَوْنُ عَنْ هُوَ اَلَا ذِكْرُ الْاَنْبِيَاءِ پس وحی کا درجہ الہام سے بالاتر ہے۔ اور مکالمہ خداوندی کا درجہ وحی سے بالاتر ہے۔ وحی یہ ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ مقرب فرشتہ کو ارسال فرمائے۔ اور الہام یہ ہے۔ کہ پردہ کے پیچھے سے کلام کرے۔ اور وحی صریح یہ ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ بلا واسطہ کلام کرے۔ پس انکشاف علم غیب کے واسطے ان تینوں طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریق نہیں ہے۔ کیوں کہ علم غیب ایک ایسا طریق ہے۔ جو نفوس بشریہ میں منقوش نہیں ہے۔

جب نفوس جزویہ میں کوئی نفس ایسی استعداد حاصل کرتا ہے۔ کہ اس استعداد کی قوت سے وہ نفوس کچلیہ کی تشبیہ کے رتبہ میں پہنچ جائے۔ اُس وقت یہ نفس مثل آئینہ کے ہو جاتا ہے۔ اور علم غیب کے آثار اُس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ نفس غیب سے علم کو حاصل کرنے لگتا ہے۔ اور اس علم کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک وہ طریقہ جو ظاہری طور سے ہے۔ یعنی طالب علمی۔ اور ایک وہ طریقہ ہے۔ جو باطنی ہے۔

سے یعنی جو خواب کہ ہم نے تم کو دکھلایا۔ اس کو لوگوں کے ایمان بچتے ہوئے کی آزمائش بنایا ۱۲

۱۷ بے شک قول ہے ایسے رسول کا جو بزرگ ہے قوت والا ہے عیش والے نبی خدا کی حضور میں حاضر باش

ہے۔ اور امانت دار بھی ہے۔ اور تمہارے صاحب یعنی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام دیوانہ نہیں ہیں

بے شک انہوں نے اس رسول یعنی جبرائیل کو روشن افق میں دیکھا ہے۔ اور یہ ان باتوں کے ظاہر کرنے میں

عالم غیب سے اپنے ظاہر ہوتی ہیں بخیل نہیں ہیں۔ اور نہ یہ قرآن شیطانی رجم کا قول ہے۔ پھر تو اس

سے منحرف ہو کر کہیں جاتے ہو۔ یہ تو تمام عالموں کے واسطے نصیحت ہے ۱۲ سید حسین علی دہلوی



یعنی مراقبہ اور یہ صواب کے اندر فکر کرنا اور حدس صادق ہے۔ تفکر یہ ہے کہ نفس علم غیب کو مدت اور جیلہ اور آلہ کے ساتھ تلاش کرے۔ اور حدس یہ ہے کہ علم غیب مراقبہ غیب کے اندر یکبارگی بہت ہی تھوڑے وقت میں بغیر آلہ اور جیلہ کے واقع ہو۔ حدس بقیہ فکر کے نفوس کا فہم سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور مدت راست حدس سے پیدا ہوتی ہے۔ اور کیا ست فکر سے متوندہ ہے۔ پھر جیسے کہ یہ اکتساب ظاہری یعنی طالب علمی کرنا ان چیزوں کا ضرورت مند ہے۔ جیسے استاد کامل عمر و از قلب کی فراغت صاف ذہن شقت کا اٹھانا اور پورے طور سے اس کے حاصل کرنے میں مشغول ہونا اور تحصیل علم کی حرص کرنی اور بعض فہم خروج کرنا بھی پڑتا ہے۔ ایسے ہی باطنی اکتساب یعنی مراقبہ بھی ان چیزوں کا محتاج ہے۔ نفس ظاہر قاسب سلیم مشہد کامل۔ اور یہ علم مثل تجارت کے ہے۔ یعنی جیسے کہ تجارت کے واسطے راس المال کی ضرورت ہے۔ تاکہ اُس میں نفع حاصل ہو۔ ایسے ہی فکر بھی علوم مکتسبہ میں سے راس المال چاہتا ہے۔ تاکہ راس المال کے سبب سے علم غیب کا نفع حاصل کرے۔

مگر حدس یہ ہے۔ کہ نفس یکبارگی غیب کی طرف متوجہ ہو جائے اور یکبارگی علم غیب اُس پر منکشف ہو۔ بغیر عرصہ گزرنے اور ریاضت میں مشغول ہونے کے۔ پس حدس الہام کا زینہ ہے۔ اور نبوت وحی کا زینہ ہے۔ پھر حسب وقت نفس انسانی آفات اور عیال بشریت سے سالم ہوتا ہے۔ اور اپنے صفاء جوہر کے ساتھ اپنے عنصر اور نفس کلی کی طرف حدس کی قوت سے میلان کرتا ہے غیب کے منافذ اُس پر کھل جاتے ہیں اور علوم غیبیہ کے انوار اُس کے اندر ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر یہ ظہور بھی رمز کے حجاب اور پوشیدگی کے پردہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر اگر نفس میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ حالت بیداری میں یہ ظہور اُس پر کیا جائے۔ تب خواب میں یہ جلوے اسکو دکھائے جاتے ہیں اور اُسکی آنکھ سے

علم مراقبہ یہ ہو کہ کل خیالات کو ایک طرف متوجہ کیا جائے۔ اور یہ بھی مراقبہ ہو کہ دماغ سے خیالات کی اور فہم سے خطرات کی بالکل قی کر دے۔ اور قریبی بہت اقسام ہیں۔ اور ہر قسم کے بہت فوائد ہیں۔ اور اصل مراقبہ کے مننے محافظت کے ہو یعنی خیالات کی حفاظت کرنی جسکو اس کی تفصیل دینی نظر ہو۔ دروہاری کتاب دوا و اول کا ملاحظہ کرے یہ کتاب شامی ہو گئی ہو۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ بعض باتیں ایسی ہیں جو سوچنے سمجھنے سے حاصل ہوتی ہیں اسکو فکر کننے میں اور بعض باتیں بغیر سوچے سمجھے یکبارگی اتفاقاً جو باتیں اس کا نام حدس ہے غیبی باتیں خواہر زیادہ حضرت مجاہدین

پردہ اٹھا کر غیب کی صورتیں حجابوں اور نشانوں اور شکلوں میں پوشیدہ کئے اُس کو دیکھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان ہم مغرب اُس کے موقع پر کریں گے یہ مرتبہ الہام بھی کمزور ہے۔ اور الہام کام مرتبہ فرشتے کے نازل ہونے سے کمزور ہے۔ جس کو وحی کہتے ہیں۔ اور وحی خداوند تعالیٰ کے صریح کلام سے کمزور ہے۔ پس یہ سب تین مرتبہ بھی۔ ایک وحی معنی اللہ تعالیٰ سے قلب کی طرف علم کا جبریل کے واسطے سے پہنچنا اور جبریل سے ہماری مراد روح القدس ہے۔ جو منزلہ اب الملائکہ یعنی فرشتوں کے باپ کے ہے۔ اور سب فرشتوں کے مقابلہ میں شل نفس کلی کے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **يُؤْتِيكَمُ الرُّوْحَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صُلٰٓحًا** یعنی جبریل ہوں گے روح یعنی جبرائیل اور ب فرشتے صف باندہ کریں۔ اور دوسرا مرتبہ الہام ہے یعنی جبریل کے سوا اور ارواح سماویہ کا کسی نفس انسانی میں اثر ڈالنا یہ مرتبہ اولیا اور مومنین کو حاصل ہوتا ہے۔ مگر وحی سوا بنید کے کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ یہ صریح کلام باوازا و حروف سنتے ہیں۔ اور فرشتوں کی صورتیں وحی کی قوت سے دیکھتے ہیں۔ پس انبیاء ان چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ جن کو ادایا الہام کی قوت سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کیوں کہ الہام سوا معانی مجرورہ حقیقہ کے اور کچھ منکشف نہیں کر سکتا۔ اور الہام اس بات پر قادر ہے۔ کہ ان چیزوں کو منکشف کرے۔ جن کو وحی منکشف کرتی ہے جیسے ملائکہ کے اجسام کا نظر آنا اور کلمات منظومہ و آیات کا سننا مگر خداوند تعالیٰ کے صریح کلام سے مشرف ہو نا وحی اور الہام دونوں سے برتر اور بالاتر ہے۔ اور یہ مرتبہ محض انہیں نفوس کو نصیب ہوا ہے جو رسولوں میں سے اولوا العزم تھے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور نوح علیہما السلام سے خطاب کیا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام صریح فرمایا ہے۔ اور جیسے علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج میں کلام صریح فرمایا ہے۔ جسکی تجرہ اس آیت میں دیتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ اصْلَحَ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَاٰلَ اِبْرٰهٖمَ وَاٰلَ عِیْسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ** **وَرٰیۡہٗ اٰیٰتِہٖٓ مِّنَ السَّمٰوٰتِ ۚ ہُوَ اللّٰہُ یُعِیْذُکُمْ ۚ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ**۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالموں پر اولاد میں ایک دوسرے



کی اور اللہ سننے والا علم والا ہے۔ پس صریح مکالمہ اولی الغم رسولوں کے واسطے ہے اور وحی انبیاء میں سے رسولوں کے واسطے ہے۔ اور وحی فی المنام یعنی خواب میں وحی ہونا محض انبیاء کے واسطے ہے۔ اور الہام حدس کی قوت سے مومن بقیوں کو ہوتی ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ بیشک ان باتوں میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو عقل رکھتے ہیں۔ جو نفوس طاہرہ کہ اولیاء اللہ کے قابلوں میں ہیں۔ اور دنیا میں انہوں نے الہام کی قابلیت پیدا کر لی ہے جس وقت وہ تجاہل کی قید سے رہائی پا کر آسمان کا شفق کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان سے ان کے مقام معاد میں صریح خطاب کے ساتھ کلام فرماتا ہو جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کَامِنْ عِبَادِيْ اَوَسَّيْكُمْ لِمَا رَزَقْتُهُ لَيْسَ بِيْنَ الْعَبْدِ وَالرَّبِّ مِجْزَانٌ وَّلَا اَوْسَطُ یعنی ہر ایک مومن بندہ سے خداوند تعالیٰ کلام فرمایا گیا۔ اور اس وقت خدا اور بندہ کے درمیان میں کوئی ترجمان اور واسطہ نہ ہوگا۔

الہام طریق ظاہر میں کسب کے ساتھ اور طریق باطن میں مراقبہ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ مگر وہی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو کسب کے اندر داخل ہو۔ اور ایسے ہی خدا کا حکام ہونا سلوک طریق اور مجاہدہ و مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔

پس الہام افاضہ غیر ہے مع استقبال نفس کے ساتھ استعداد کے اور وحی احاطہ غیر ہے انکشاف معانی کے ساتھ بغیر طلب کے جو نفس بشری سے صادر ہو۔ الہام اس علم غیب کو پیدا کرتا ہے جس سے لطائف معانی مراد ہیں اور وحی الطائف معانی اور کشائف تنزیلات و دونوں کو شامل ہے۔ اور جبریل یعنی روح القدس کے نزول کو بھی۔

اور روح القدس ایک جو ہر ہے لطیف مفارق عباد سے منزہ احد اسے۔ اور جس وقت یہ مخلوقیت کے حجاب میں آتا ہے۔ اسوقت اس کو جبریل کہتے ہیں۔ اور یہ ملکی صورت ہے۔ جبرم لطیف منزہ جو حیثیت کے تغیر سے اور ترکیب کی کدورت سے۔

حاشیہ صفحہ ۲۸۹ ۱۔ یعنی بزرگ مجاہدہ اور ریاضت کے عالم جہانی سے مجرور ہو کر عالم روحانی سے وصل ہوتے ہیں اس کا نام کاشفہ ہے۔ اور یہ مراقبہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ ۲۔ وہاں دل میں اس کا مفصل حال مذکور ہے ۱۲

۳۔ الہام کسی فکر سے متعلق ہے اور الہام باطنی مراقبہ کی مشغولی سے پیدا ہوتا ہے ۴۔ خلاصہ یہ کہ جبریل ایک نورانی فرشتہ ہے جو تیز اور حادث کو حیثیات پیش آتے ہیں وہ اس کو پیش نہیں آتے ۱۲

پس جبریل روح القدس کی صورت ہے۔ اور روح کلمہ الہی کا نام ہے اور کلمۃ اللہ اُس کے علم کی قیامت ہے جسوقت وحی اللہ تعالیٰ کے ہاں سے منکشف ہوتی ہے۔ روح القدس اُس کے معانی اٹھایا ہے پھر جبریل اس وحی کے معانی نبی کے کان میں منتقل کرتا ہے اور روح القدس ان معانی کو نبی کے قلب میں پہنچاتا ہے۔ روح القدس اور جبریل یہ دونوں نام قریب قریب ہیں نام دو ہیں مگر ذات ایک ہے بشر کی واسطے اس کا ادراک نہایت باریک ہے۔ اِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ وَكَانَ امْرَاؤُا وَاحِدًا ۚ كُلُّ شَيْءٍ بِالْبَصَرِ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الرَّبِّ جَوْنًا ۚ وَكُلُّ شَيْءٍ مُّسْتَظَرٌّ جبریل جسوقت لطیف ہوتا ہے۔ تو روح اللہ ہو جاتا ہے۔ اور جسوقت مکشوف ہوتا ہے اس وقت جبریل ہو جاتا ہے۔ پس وحی خدا کی طرف سے واسطہ کے ساتھ نازل ہونے کا نام ہے۔ اور الہام بغیر واسطہ کے خدا کے ہاں سے کسی علم کے منکشف ہونے کو کہتے ہیں۔ پھر جسوقت روح وحی کے معانی کو رسول کے قلب پر نازل کرتا ہے۔ جبریل انہیں معانی اور اُن کی عبارات کو رسول کے کان میں القاء کرتا ہے۔ پس مسموع اور مقبول کان اور دل کی طرف جمع ہو جاتے ہیں۔ اور رسول کی زبان ان دونوں کے ساتھ گویا ہوتی ہے۔ قرآن شریف نے اس کی خوب تصریح فرمائی ہے۔

فَزَلْ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۚ كُلُّ قَوْلٍ لِّكَ لِيَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۚ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۚ هَ الْهَامِ ۚ

وقت مومن کے قلب میں مستحکم ہوتا ہے اور اُس کا عرق اُس کی روح پر ٹپکتا ہے۔ تب اُس مومن کا قلب رسول کے قلب سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین امام امام المتقین علی مرتضیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ لَوْ كَشَفْتُ الْوُطَاءَ مَا ازْدَدْتُ يَقِينًا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰهِ فِي كُلِّ امَةٍ عِبَادًا مُّحَمَّدًا ۚ وَفِيْ امَّتِيْ مُحَمَّدٌ ۚ وَفِيْ اَشْفَاكٍ اِلٰى بَعْضِ الصَّغَابَةِ۔ یعنی بیشک ہر ایک امت کے اند اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں۔ جن

سے یعنی بیشک ہم نے ہر چیز کو ان ازہ کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم ایسا نہیں جس کے واسطے اعتقاد اور اہتمام کی ضرورت ہو۔ صرف ایک بار حکم کر دیتا ہے۔ پھر وہ چیز پلک زدن میں ہو جاتی ہے جو کام انہوں کے لیے وہ سب ان کے اعمال ناموں میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک چھوٹا سا بڑا گناہ لکھا ہوا ہے۔ یعنی روح الامین جبریل نے اس کو تو ایسے قلب پر نازل کیا ہے۔ تاکہ تم عذاب الہی سے ڈرانو انہوں میں سے ہو۔ اور اس کو عربی زبان میں جو سب زبانوں میں روشن اور صاف زبان ہے۔ نازل کیا ہے۔ یعنی اگر حجاب اٹھ جائے۔ تو یہ یقین کچھ زیادہ جنو۔ کیوں کہ مجھ کو پہلے ہی یقین کا کمال حاصل ہے۔ سید زین علی حسینی



سے وہ ہم کلام ہوتا ہے۔ اور میری اُمت میں بھی ایسے بندے ہیں جن سے وہ ہم کلام ہوتا ہے۔ اور آپ نے اپنے بعض اصحاب کی طرف اشارہ فرمایا۔ پس مَی وہ کلام جو جو حضرت مکالمہ کے ساتھ جبریل کے واسطے سے ہو۔ اور اس شرف کے ساتھ خداوند تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے مخصوص اور ممتاز فرماتا ہے۔ بعض ربانی حکماء نے استدلال کے اس فرمان کی عجب تفسیر کی ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُشْكٍ اَنْ يَكْلِمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَجْهًا اَوْ جَنْبًا ۚ وَكَانَ فِيْ جِهَابٍ اَوْ فِيْ رِجْلِ رَسُوْلٍ ۚ يَعْنِيْ كُوْنِيْ بَشَرًا لَا يُوْقِنُ بَيْنِيْ وَبِهِ۔ کہ خداوند تعالیٰ اس کو کلام بالمشافہہ کرے۔ مگر ان تین طریقوں میں سے ایک طریق کے ساتھ وَجْهًا یعنی وجہ کے ساتھ مثل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَوْ جَنْبًا جہاں یعنی پردہ کے پیچھے سے۔ مثل حضرت موسیٰ کے اَوْ فِيْ رِجْلِ رَسُوْلٍ یا بذریعہ رسول کے یعنی جبریل کے مثل حضرت ابراہیم وغیرہ کے۔

الفرض جو قتل یا حسی ادا رک ہے قوتِ ادا رکی اس سے زیادہ قریب ہے مثلاً کوئی شخص ایک کوس بھر کے فاصلہ کی چیز کو دیکھ لیتا ہے اور ایک شخص دو کوس کے فاصلہ کی چیز کو دیکھتا ہے۔ تو جو دو کوس کے فاصلہ کی چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ اور اک میں اُس شخص سے جڑھ کر ہے۔ جو ایک کوس کی چیز کو دیکھتا ہے۔ ایسے ہی جو شخص غیب کے علوم لطیف اور شفاف حجاب کے اندر سے دیکھتا ہے۔ وہ اُس سے بہتر ہے جو حجاب میں سے بھی نہیں دیکھتا ہے۔ اور جو شخص بالمشافہہ علوم غیب جانتا ہے۔ بغیر وساطت جبریل کے وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ اور نہایت قرب کے درجہ میں ہے۔ اور مرتبہ میں اس سے بہتر ہے۔ جو فرشتہ کے نزول کا منتظر رہتا ہے +

پس پہلی قسم یعنی اُن لوگوں کی مثال جو حجاب میں سے علوم غیب حاصل کرتے ہیں۔ ایسی ہی ہے جیسے کسی کو پانی کی تری پونچھنے۔ اور دوسری قسم یعنی جو فرشتے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی کو ایک قطرہ پانی کا بل جائے۔ اور تیسری قسم جو سب سے اعلیٰ ہیں۔ وہ ہمیشہ بحرِ فیضان میں غرق رہتے ہیں اور احبابِ فیضان کے سب سے بڑھ کر اعلیٰ اور اعلیٰ ہونے کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے +

کبھی وہ فرماتا ہے۔ تَنْزِيلُ الْمَلَكِ بَيْنَكَ وَالسَّمَاءِ فِيهَا يَذْنُ رَحْمَتِي اور کبھی فرماتا ہے۔ نَزَلَ الْوَحْيُ الْأَمِينُ عَلَيْكَ فَلْيَكُنْ اور کبھی فرماتا ہے عَلِمَهُ شَيْدُ الْقُوَى اور کبھی فرماتا ہے حَتَّمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةً اور کبھی فرماتا ہے وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا اور کبھی فرماتا ہے وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا اور کبھی فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ان سب مرتبوں کا درمیانی فرق ظاہر ہے۔ اور ہر ایک اپنے مرتبہ کا اہل ہے۔ اور یہ سب مرتبہ جبریل اور حکمت الہی اور اس کے جمیل علم پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی وقت فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِي يَنْفَعُ عَبْدًا إِلَّا بِإِذْنِي۔ اور کسی وقت فرماتا ہے وَلَكِنَّ يَعْزِيكَ رَبُّكَ فَكُنْ صَاحِي۔ اور کبھی فرماتا ہے۔ عَلَيْكَ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا۔ خدا کے مدارج خدا کے سواء اور کوئی نہیں جان سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے علم کا اثر عنایت کیا ہے۔ اور کسی کو اپنے علم میں سے حصہ دیا ہے۔ اور کسی پر سے سب حجاب اٹھا دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور جانتا ہے اور کلام کرتا ہے اور زمین و آسمان میں سے کوئی خیر اُس پر پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ خدا کے سچے بندہ حضرت یوسف علیہ السلام اُس کی اس نعمت پر ان الفاظ کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاقِضْ لِي مِنْهُ الْبَقِيَّةَ الزَّكِيَّةَ أَنْتَ وَلِيُّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (یعنی میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت عنایت کی ہے۔ اور خواب کی تعبیروں کا علم سکھایا ہے۔ تو پیدا کر نیا لا ہے آسمان و زمین کا تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں۔ ماریوجھ کو مسلمان۔ اور ملایوجھ کو صالحین کے ساتھ۔ اور حضرت ابراہیم نے یہ شکر یہ ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْبِكْرِ إِسْمَاعِيلَ وَالْحَقْلَ طَارِقًا دَرَجَتِي لَسَبِّحُكَ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَرَبِّي رُبُّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَهُ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (یعنی تمام تعریفیں اسی خدا کے (قادر) کیواسطے

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان رکھاروں کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے جس کے سبب نیکو ان کے اندر نہیں جاتی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے جس کے سبب وہ حق کو نہیں دیکھ سکتے۔ "باقی ان سب آیات کا ترجمہ مکرر کر کر دیکھا ہے" سید سلیمان بن ابی









ہے۔ اور وہ معجزہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ اُن نبی کی امت کے سارے لوگ اس جیسا فعل ظاہر کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ اور اکثر اوقات اُن کی عقلیں اُس کے اور اُنک سے عاجز ہو جاتی ہیں۔ یہ معجزہ بھی نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ اور اسی سے رسالت کے احکام صحیح ہوتے ہیں۔ اگر معجزہ نہ ہوتا۔ تو ہر ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر سکتا۔ کیوں کہ نبوت ایک ایسا شرف ہے۔ جس میں دنیا اور دین دونوں حاصل ہوتے ہیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے معجزہ کو نبوت کی عنوان قرار دیا ہے۔ تاکہ مدعیوں کے خیال نبوت کے دعوے سے منقطع ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے معجزہ کو کمال قوت ربانی کیساتھ خوارق اور سحر سے تیز دی ہے۔ کیونکہ سحر اور خوارق بعض نفوس سے بسبب اجتماعِ رذائل کے شیاطین کے وسیلے سے ظاہر ہوتے ہیں اور معجزہ کمال نفس اور اجتماعِ محاد سے بواسطہ ملائکہ کے ظاہر ہوتا ہے۔ نفس جب انتہا درجہ کا ناقص ہو جاتا ہے۔ تب شیاطین اُس پر اثر ڈالتے ہیں۔ اور جب انتہا درجہ کا کامل ہو جاتا ہے۔ تب فرشتے اُس پر اثر ڈالتے ہیں۔ پس شیطان کی امداد سے سحر کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور فرشتہ کی امداد سے معجزہ کا اثر پیدا ہوتا ہے

معجزہ اگر کسی نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا کام ہے جس کا انجام پذیر ہو تا جیلہ بشری سے ممکن ہو نہ اس میں طبیعت قوت لگا سکتی ہے۔ نہ اودام اثر کر سکتے ہیں نہ خیالات اس کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔ بلکہ یہ قدرتِ خدا کے آثار میں سے ایک اثر ہے کیونکہ نفوسِ ناطقہ ملکوت سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اور تمام علوم اور اعمال اور صنائع ملکوت ہی کے اندر پوشیدہ ہیں۔ اور نفوسِ کلی کے جوہر میں حجاب کے پیچھے وہ عینیت رکھے ہوئے ہیں۔ پس جب نفوسِ طاہرہ میں سے کوئی نفس اپنے سفارِ جوہر کیساتھ نفسِ کلی کے عالم سے قریب ہوتا ہے۔ اور اپنے عنصر سے اقرب حاصل کرتا ہے۔ پس اُس وقت اس نفسِ طاہرہ اور نفسِ کلی کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہو اور کلی کا رنگِ نیرِ پر واقع ہوتا ہے۔ اور اس نفسِ بزرگی میں وہ فرامغنی نفسِ کلی سے یا بطریقہ علم کے اور یا بطریقہ عمل کے واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ دونوں معجزات میں سے ہیں +

جب رسول ان دونوں طریقوں علم یا عمل میں سے کوئی بات ظاہر کرتا ہے اسی کے اہل زمانہ اس کی مثل ظاہر کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس کے قبول کرنے سے بھی منکر ہو جاتے ہیں اور سبب اپنے نقص طبی کے اس معجزہ کو اُبا طیل اور سحر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسا کہ کفار عرب نے ہمارے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔ اور آپ کے دندان مبارک شہید کیے اور آپ کے چہرہ مقدس کو خون آلودہ کیا اور کہا اَلْاَسَاحِرُ کَا بَطْنِ یَعْنِی یہ شخص رسول نہیں ہے۔ بلکہ جھوٹا جاو و گر ہے۔ اور آپ کے کلام فیض انجام یعنی قرآن شریف کی نسبت کہا۔ اِنَّ هَذَا اِلَّا اَسَاحِرٌ طَائِفٌ اَلَا وَاَلَیْنِ نہیں ہے یہ مگر پہلے لوگوں کے قصہ کہانیاں۔ اور نیز حضور کے شرف اور بزرگوار کا بھی اپنے اس قول ساتھ انکار کیا لَوْکَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلٰی الرَّجُلِ مِّنَ الْفَرَسِ لَنَبْتَغِیْہِ یعنی یہ قرآن ان دونوں شہروں مکہ اور مدینہ میں سے کسی بڑے عزت دار شخص پر کیوں نہ نازل ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی مذمت فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ اَھْلَہُمْ یَقْسِمُونَ رَحْمَۃَ رَبِّکَ اَتَخَذْتُمَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَنَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا پَسِ جِبکہ و موت کی قوت سے مومن کے دل میں ہدایت کا نور جبکہ مکڑی ہے۔ معجزہ کو وہ قبول کر لیتا ہے۔ اور متابعت کے احاطہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ پس معجزہ نبوت کی برہان ہے۔ اور برہان ہر وقت صاحب برہان یعنی نبی کے تفاوت کے ساتھ مختلف ہوتی ہے +

درحقیقت امور شرعیہ کا قبول کرنا۔ اور ان کی تصدیق امور شرعیہ ہی سے ہوتی ہے کیونکہ جو شخص طبعی آنکھ سے شریعت کے چہرہ کو دیکھے گا۔ شریعت کا قبول کرنا اور شریعت کے احکامات کا اقرار کرنا بھی اُس پر دشوار ہو جائے گا۔ بلکہ اس کا قدم سیدھے راستے سے گر جائے گا۔ کیونکہ آنکھ طبیعت کی بھیجی ہے۔ اس سے ٹھیک ٹھیک نظر نہیں آتا۔ اور بسا اوقات اندھی بھی ہوتی ہے۔ اور اکثر اُس پر غشی بھی آتی رہتی ہے۔

ملہ یعنی کیا یہ جاہل لوگ، ترے رب کی رحمت (یعنی نبوت) کو تقسیم کرتے ہیں (جو کہ تو ان فلاں شخص کیوں نہ نازل کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ہی ان کے اسبابِ حیات کو دنیا کی زندگانی میں ان کے اللہ تقسیم کیا ہے۔ (جسکو ہم نے چاہا کہ وہ اور جبکہ چاہا زیادہ دیا۔ اس میں تو ان کا کچھ اختیار ہے ہی نہیں۔ پھر نبوت کے بارے میں یہ کیسے اپنی رائے زنی کرتے ہیں) +



جو شخص شرع شریف کا انکار ہے وہ کافر مطلق ہے عقلمند شریعت پر شریعت ہی سے برہان تلاش کرتا ہے۔ اور معجزات کی معجزات ہی سے نصیح کرتا ہے۔ جیسے کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آفتاب سے زیادہ روشن ہو۔ اور آفتاب کو اس کے ذریعہ سے دیکھا جائے پس بالضرورت آفتاب اپنے ہی نور سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت بھی اپنے ہی نور سے دیکھی جاتی ہے۔ اور اُس کا نور ہی اُس کے وجود کی برہان ہے۔ جیسے کہ آفتاب کا نور اُس کے وجود کی برہان ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اور کوئی خیر عالم میں ایسی نہیں ہے جو شریعت سے زیادہ ظاہر اور روشن ہو۔ اور وہ شریعت کی تعریف یا تاکید کرے سوائے نفس شریعت کے ایسے ہی کوئی خیر خداوند تعالیٰ سے زیادہ ظاہر نہیں ہے۔ کہ جس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت حاصل کی جائے۔ پس بیشک حق کی معرفت حق ہی سے ہوتی ہے۔ اور شرع بھی شرع ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ اور باقی جس قدر خیر ہیں۔ وہ شرع سے پہچانی جاتی ہے +

پس عقل کے ساتھ معجزہ کی تحقیق کرنی نہایت خطا ہے۔ بلکہ یہ عقل کا ہلاکت میں گر جانا ہے۔ ایسی چھیر کا عرفان عقل کیسے کرتی ہی جس کے ادراک سے وہ عاجز ہوگئی ہے اور جس چیز سے عقل عاجز نہ ہو۔ وہ معجزہ نہیں ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ معجزہ کا قبول کرنا شریعت کی رُو سے ہے۔ نہ عقل کی رُو سے۔ اور نیز عقل کا مرتبہ شریعت سے پست تر ہے پس اعلیٰ درجہ کی چیز کی تحقیق ادنیٰ درجہ کی چیز سے کیسے ہو سکتی ہے اور نہ اشرف کی واسطے اونے اور ذلیل سے برہان مطلب کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معجزات کے انوار نبوت کی شرائع میں محض عقول جزویہ کے شکست کرنے اور حق جو باطل کے دعووں میں فصل واقع کرنے کے واسطے رکھے ہیں۔ کیوں کہ عقول جزویہ جس وقت قوی شیطانی اور فضول ابلہی کے ساتھ نور نبوت کا استقبال کرتی ہیں۔ اور رسالت اُن کے پاس پہنچتی ہے۔ تب وہ اُس کو اپنی نظر اور قیاس کی حرازیوں میں چاکنی ہیں۔ اور اس میں توقف کر کے قبول سے انکار کرتی ہیں۔ اور اپنے فاسد گمانوں اور باطل خیالوں سے شریعت کی نصیح پر برہان طلب کرتی ہیں اس واسطے

اللہ تعالیٰ نبوت کے اندر معجزہ کا نور قائم کرتا ہے تاکہ ان فضولیات کو دور کر کے عقول کو مغلوب کرے۔ اور نفوس خبیثہ کو تنبیہ اور تادیب دے۔ اور وہ جان لیں کہ انہوں نے خدا کی وہ قدر نہ کی جو کہ اُس قدر کرنی چاہیے تھی۔ اور نہ اُس کی شریعت کو جیسا کہ پہچاننا چاہیے تھا انہوں نے پہچانا۔ بلکہ طوعاً و کرہاً اُس کے اوامر و نواہی کے مطیع ہوئے ہیں۔ پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے آئینہ سے عقول کا عاجز ہونا اور نفوس کا ضعف دکھلایا ہے تاکہ عبودیت کے احکام انسانوں پر عالم ہو جائیں۔ اور وہ اس بات کو جان لیں کہ رسول کی متابعت اُن پر واجب ہے۔

جو رسول صاحب معجزہ ہوئے ہیں جیسے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے انہوں نے جب لوگوں کو اپنی دعوت اور رسالت کی طرف بلایا لوگوں نے اُن سے اُنکے دعویٰ پر برہان طلب کی۔ پس ہمارے حضور نے قول کا معجزہ یعنی کلام الہی ظاہر کیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اس سے اعراض اور انکار کریں تب اُن کو تنبیہ ہوئی **فَاَتُوا بِحِثْرِ شَوْءٍ مِّثْلِهِ**۔ یعنی اس جیسی دُش ہی سورتیں تم لے آؤ۔ پھر اس سے بھی اور اُن پر تخفیف فرمائی۔ اور منہ مایا **فَاَتُوا بِسُوءٍ مِّثْلِهِ** یعنی اس جیسی ایک ہی آیت لے آؤ اور اگر اس پر بھی قدرت نہیں رکھتے تو میری شریعت کو قبول کرو اور میری اطاعت بجا لاؤ۔ **فَاَتَى كَذِبًا لَّيْلِيْنًا** کیوں کہ میں تمہارے واسطے ظاہر رسول ہوں

معجزہ رسول کا اختیاری فعل نہیں ہے۔ نہ رسول کو اس کے ظاہر کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ بلکہ معجزہ ایک ایسا امر ہے جو خدا کے پاس سے اسکی مشیت اور ارادہ اور قوت اور قدرت کے ساتھ رسول کی مدد اور اُس کے دین کی عزت دینے کے لیے صادر ہوتا ہے معجزہ کا پہلا اثر صاحب معجزہ یعنی رسول پر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ ہوا۔ یعنی جب انہوں نے غصا پھینکا اور وہ امر الہی کی قوت سے اٹھنا نہ کر حرکت کرنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے خوف سے بھاگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی اور اطمینان دیا چنانچہ فرمایا **اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ** اے موسیٰ بھاگو مت آجاؤ۔ اور خوف نہ کرو۔ بیشک تم تو اُن والوں میں سے ہو تم کیلئے خدا ضرر نہ پہنچائے گا۔





ہوں کہ بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ پس اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول معجزہ کے ظاہر کرنے سے عاجز ہیں بلکہ اس کی حقیقت سے بھی مطلع نہیں ہیں حقیقت معجزہ کا ظاہر کرنا خداوند کریم ہے۔ وہی اپنی قدرت سے جسوقت چاہتا ہے۔ ایسی چیز ظاہر کرتا ہے۔ جسکے دیکھنے یا سننے یا جاننے یا اس جیسا کرنے سے عقول و نفوس بشری عاجز ہو جاتے ہیں یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ معجزہ فعل علی ہی ہو بلکہ علمی معجزہ زیادہ قوی اور نافع ہوتا ہے۔ مگر معجزہ کا ظہور ہر زمانہ اور ہر قوم کے میلان طبع کے موافق ہوتا ہے چنانچہ اس اشارہ کی تحقیق ہم عنقریب بیان کریں گے

پس جب خداوند تعالیٰ نے عقول منکرہ اور نفوس متحیرہ کو اپنے کسی عمل غریب اور فعل عجیب یعنی معجزہ سے عاجز کیا۔ تو وہ معجزہ ان رسول ہی کی طرف اضافت کیا جاتا ہے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اُس کو ظاہر کیا ہے۔ کیوں کہ خداوند تعالیٰ برحق و خوشی سے مستغنی ہے عاقل پر واجب ہے۔ کہ رسولوں کے معجزات پر ایمان لائے۔ اور شریعت ہی سے اس معجزہ کی پرہائیں تلاش کرے۔ اور اس کو تسلیم کر لے۔ کیوں کہ شخص عقل سے معجزہ کی برہان تلاش کرے گا۔ وہ خدا سے دوری ہی میں بڑھتا جائیگا۔

پس اسے طالب تجھ کو چاہیے کہ انبیاء کے معجزات پر ایمان لائے اور اس بات کو یقینی طور پر مان لے کہ انبیا خداوند تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ باعزت ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو شرف اور بزرگی دی ہے۔ اور تمام عالم سے اُن کو فضل بنایا ہے۔ اور ان کے ہاتھوں پر اپنی قدرت کے ایسے اموز ظاہر کیے ہیں جو اور کسی کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کیے۔ اور اگر تجھ کو معجزات پر دلیل و برہان کی ضرورت ہو تو کتاب اللہ اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کر کیونکہ قرآن رسولوں کے معجزات پر ناظر ہے۔ دیکھو یہ واقعہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام غرود کو دعوت اسلام کرنے تشریف لے گئے۔ تو غرود حضرت سے مخالفت کے ساتھ پیش آیا۔ اور آپ سے معجزہ طلب کیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اِنِّیْ نَحْنُ نَحْمَدُکَ وَنُحْمَدُکَ بِمِیْرَابِیْہِہٖ۔ جو زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ غرود ملوں تو کہا یہ قدرت تو مجھ میں بھی ہے۔ میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔ اِنَّا نَسْتَعِیْذُ بِکَ



حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ تو کیوں مگر زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ اس نے دواؤ میوں کو بلایا۔ جس میں ایک عموئی اور ایک بے گناہ تھا۔ بے گناہ کو قتل کر دیا۔ اور عموئی کو رہا کر دیا۔ اور کہا دیکھو جو مردہ تھا اس کو میں نے زندہ کر دیا یعنی چھوڑ دیا اور جو زندہ یعنی بے گناہ تھا۔ اس کو مار ڈالا حضرت ابراہیم نے جب یہ انتہاءِ بحالت کی بات اس کی دیکھی تو فرمایا کہ تو میرا مطلب یہیں سمجھا اور تو نے یہ ناحق اور ظلم کی کارروائی کی میرا پروردگار ایک ہی شخص میں موت اور زندگی کے عمل کرتا ہے یعنی ایک ہی شخص کو مارتا بھی ہے۔ اور زندہ بھی کرتا ہے۔ پھر فرمایا۔

فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالْمَظْهُومِينَ الْمَشْرِقِ فَأْتِي بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ يَنْبِي بَشِكِ اللَّهُ تَعَالَى

آفتاب کو مشرق سے برآمد کرتا ہے۔ تو اگر خدا ہے تو اس کو مغرب سے برآمد کر اور اپنی خدائی کارِ شہدہ دکھا فَبَيِّنْ لَنَا الْآيَاتِ ۖ يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كُنْتُمْ عَلَيْكُمْ تَعَالَى

ہو گیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رجوع کی۔ اور عرض کیا کہ موت اور زندگی کو دکھانا میرا کام نہیں ہے۔ اگر یہ بات تو مجھ سے ظاہر کرائے تو میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ تو نے مجھ کو اپنی بارگاہ میں عزت اور مرتبہ بخشا ہے۔ اس کی شرم رکھیں۔

پھر عرض کیا رَبِّ ارْزُقْنِي كَيْفَ أَخْتِمْ أَخِيَّ لَمُوتٍ قَالُوا لَكَ أَلَمٌ لَّكُلِّ شَيْءٍ فَلْيَاقِلْ يَكُنْ مِنَ الْخَائِبِينَ

قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِنَّكَ تَجْعَلُ عَلَى كُلِّ حَبْلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ۖ لَكُمُ الْوَسْطَىٰ

يَا بَيْنَكَ سَجًّا ۖ وَاصْلُكُنَّ اللَّهُ عَزِيزٌ مُّحْكِمٌ ۖ

یعنی اے رب مجھ کو دکھلا تو مردہ کو سطرچ زندہ کرتا ہے۔ فرمایا اے ابراہیم کیا تو اس بات پر ایمان نہیں رکھتا ہے عرض کیا ہاں ایمان تو رکھتا ہوں مگر (یہ سوال اس واسطے ہے کہ اس کے مشاہدے سے) میرے قلب کو اطمینان ہو جائے۔ حکم ہوا پس چار پرندے پکڑ کر اپنے سے ملاؤ۔ پھر انکو مار چل کر کئی حصے کر کے ہر پہاڑ پر ایک ایک حصہ رکھ دو۔ پھر انکو بلاؤ دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالبِ حکمت والا ہے۔ اور ایسے ہی معجزات اللہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کرائے۔ یعنی مردہ کا زندہ کر دینا اور جنمی اندھے اور کوڑھی کا تندرست کرنا وغیرہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عصا کا اڑدانا بنانا ظاہر کیا۔ جو جادو گروں کے سارے جادو کو نکل گیا۔ اور خود موسیٰ علیہ السلام بھی اس سے ڈر گئے۔ یہاں تک کہ





الْعَرَبُ وَالْحِجْرُ یعنی میں عرب اور عجم میں سب سے بڑا فصیح و بلیغ ہوں۔

مہجرہ نذرین سے نکلتا ہے نہ طبعیت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ قوت بشری سے متعلق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ مثل ایک پرندے کے ہے۔ جو آسمان عنایت سے تائید اور توفیق کے دو پروں کے ساتھ اُڑتا ہو اور اس پر نازل ہوتا ہے۔ اور اُس کے نازل ہونے سے طبعیت کے حجاب جل جاتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت اور حقیقت کے معلوم کرنے میں عقلیں پریشان ہو جاتی ہیں۔ بجز اس کے تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ یہ مہجرہ ہی وہ چیز ہے جس سے نبوت کا امر پورا ہوتا ہے۔ اور اسی سے رسالت کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ اور شریعت کے عہد کو مضبوطی پہنچتی ہے۔ مہجرہ ایک غیر متعارف اور غیر معتاد اور غیر مطبوع چیز کے ظاہر کرنے میں خدا کا راز اور اُس کا اسرار ہے۔

## دوسری فصل محجزوں کے مراتب مہجرہ کے اپنے وقت پر ظاہر ہونے کی حکمت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كَلَّمَ يَوْمَ هُوَ فِي شَتَاں مَعْلُوم ہو کہ مہجرہ ایک بار ہے۔ جو قدرت الہی سے بواسطہ کلمہ کے کامل بندہ یعنی رسول کے نفس یا عقل پر نازل ہوتا ہے جو نفس پر ظاہر ہوتا ہے وہ تو علی ہے۔ اور جو عقل پر ظاہر ہوتا ہے وہ علمی ہے۔

نبی ایک روحانی طبیب ہے۔ جو نفس جزوی کے امراض شرک و شک و نقص وغیرہ کا علاج کرتا ہے۔ اور یہ طبیب اپنے علم طب میں علم الہی کا شاگرد ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں میں ان کی بیماریاں دور کرنے۔ اور صحت اور سلامتی قائم رکھنے کے واسطے مقرر کیا ہے۔ اور اس بات میں شک نہیں ہے کہ طبعیتوں اور فرائض کے اختلاف کے سبب سے امراض بھی مختلف ہوتے ہیں جس زمانہ میں لوگوں پر بیماری کا غلبہ ہو ان بیماریوں کو نئی دوا کی ضرورت ہوتی۔ کیونکہ ہر دوا ہر مرض کے واسطے مخصوص ہے۔ مدامہا اپنے زمانہ کے اجتہاد وقت سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اسی زمانہ اور اسی مرض

اور اس مکان کے لحاظ سے اُن بیماریوں کا علاج کیا اور انبیاء کے معجزے اُنکے روحانی مساجد جن سے وہ امراض شک و بدگمانی وغیرہ کا علاج کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ جس زمانہ میں جس قسم کا مرض عام طور پر لوگوں میں شائع ہوا۔ اسی قسم کا معجزہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ظاہر کیا۔ جس سے سب لوگ عاجز ہو گئے۔ چنانچہ فرعون کے زمانہ میں جو سحر و ساحری کا غلبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسا عصا عنایت کیا جو اژدہا بنکر جادو کی ساری کارروائی کو نکل گیا۔ اسی ہی عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت کا بڑا زور و شور تھا۔ مگر عیسے علیہ السلام نے مردہ کو زندہ کر کے ساری طب کو منسوخ کر دیا۔ اور ہمارے حضور کے زمانہ میں شعر و شاعری اور فصاحت و بلاغت کا از حد چرچا تھا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کا ایسا معجزہ دکھلایا جس نے تمام فصیحوں اور بلیغوں کی زبان گنگ کر دی اور اُن کے بولنے بند ہو گئے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر و ساحری کا اس قدر غلبہ تھا کہ اُس زمانہ کا بادشاہ یعنی فرعون لعین خود بھی بڑا جادوگر اور رکار و شری تھا۔ اور بہت سے جادوگروں کا اُس نے شکر بنا رکھا تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے موسے علیہ السلام کو قائم کیا اور اُن سے فرمایا کہ فرعون کے پاس جاؤ بیشک اُس نے سرکشی کی ہے۔ اور اُس سے کہو کہ میں تجھ کو تیرے پروردگار کی طرف ہدایت کرنے آیا ہوں۔ پس جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے۔ اور اس سے پہلے موسے علیہ السلام نے فرعون ہی کے ماں پرورش پائی تھی۔ پھر یہاں سے بھاگ کر حضرت شعیب بنی کے پاس گئے تھے۔ اور ان کی بیٹی سے شادی کر کے آٹھ سال اس کے مہر میں حضرت شعیب کی بکریاں چرائیں پھر وہاں سے فرعون کی دعوت کو آئے تھے جب فرعون نے آپ کو پہچانا تو کہا اے موسے تو وہی ہے۔ جس نے ہمارے ماں پرورش پائی تھی اور چھوٹے سے بڑا ہوا تھا۔ اب تو ہمارے پاس نبوت کے دعویٰ سے آیا ہے۔ یہ تیرا دعویٰ باطل ہے۔ پھر فرعون نے اپنے تمام جادوگروں کو اکٹھا کیا کیونکہ سب سے بڑی قوت اُن کی جادوہی کی تھی۔ اور اُن جادوگروں سے کہا کہ اپنی کارگیریاں ظاہر کرو۔ اُنہوں نے جادو کے شعبہ سے ظاہر کرنے شروع کیے فرعون اُن سے بہت خوش ہوا۔ اور حضرت موسے کے مقابلہ پر اُن کو آمادہ کر کے انعام کو



خلعت کا امیدوار بنایا۔ اور لوگوں کو ایک بڑے میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ سب لوگ اکٹھے ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خداوندائیں تنہا ہوں۔ اور یہ بہت سارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وحی کی کہ اے موسیٰ تم خوف نہ کرو یہ لوگ تو فرعون کی عزت کے پھر وہ پر جادو کریں گے۔ اور تم میری عزت پر بھروسہ کر کے عصا ڈالو گے۔ پس بے شک تم ہی غالب ہو گے۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے جادو گروں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کچھ تم نے ڈالنا ہے ڈالو۔ انہوں نے اپنی رستیاں اور لکڑیاں ڈالیں جو حاضرین کو اڑ رہی اور سانپ معلوم ہوئے۔ اور اسی قسم کے شعبدوں سے ان جادو گروں نے لوگوں کی نظر مبذول کی۔ اور ان کو خوب ڈرایا۔ اور کہا فرعون کی عزت کی برکت سے ہم ہی غالب رہیں گے اللہ قسم چونکہ اس بات سے واقف تھا کہ یہ لوگ اپنے سحر پر مغرور ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی کمال ان کے خیال میں نہیں ہے۔ پس اسی وقت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ ظاہر کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ تم بھی اپنے عصا کو ڈالو۔ چنانچہ انہوں نے عصا کو ڈالنا اور ڈالتے ہی وہ اژدہا بن کر ان جادو گروں کے سارے شعبدوں کو چٹ کر گیا۔ جادو گروں نے جب یہ کرشمہ دیکھا کہ ان کی لکڑیاں اور رستیاں وغیرہ سامان موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بناتے ہی نوش کر گیا۔ ان کے ہوش و حواس پریشاں ہو گئے۔ کیونکہ جس وقت انہوں نے یہ دیکھا کہ وہ عصا اژدہا بنا۔ اس وقت تک تو سمجھے تھے کہ یہ بھی ہمارے ہی جیسا جادو کر رہے۔ مگر جب اس نے ان کے جادو کو نگلنا اور چٹ کرنا شروع کیا تب یہ سمجھے۔ کہ یہ ہمارے جادو کی قسم سے نہیں ہے۔ ہم تو محض لوگوں کے خیالات پر اثر ڈالتے ہیں یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ایک موجود چیز کو معدوم کر دیں یا معدوم کو موجود کر دیں یہ بات ہمارے وہم و خیال سے باہر ہے۔ پس جب یہ حقیقت الامر پُرکاش ہوئی۔ اور عقل سلیم نے ان کو صراطِ مستقیم دکھایا۔ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور خدا تبارک و تعالیٰ کا اقرار کر کے سحر و ساحری سے تائب ہوئے۔ اور کہنے لگے اَسْتَغْفِرُكَ الْعَالَمِیْنَ یعنی ہم پروردگارِ عالم پر ایمان لائے ہیں۔ پس معجزہ کی حقیقت یہی ہے کہ قدرت الہی سے ایسی چیز ظاہر ہو کہ ایسی قسم کی چیزوں کا اس زمانہ میں چرچا ہو۔ مگر اس معجزہ کو دیکھ کر سب عاجز ہو جائیں اور عجز کے سبب اس کے قبول کرنے کی طرف مائل ہوں جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے زمانہ میں طب کا فن بہت زوروں پر تھا مگر طبیب کی انتہا یہی ہے۔ کہ بخار و درد و سر وغیرہ بیمار کو  
کا علاج کر دے مرنے کے زندہ کرنے میں طبیب کو کوئی چارہ نہیں ہے اور نہ طبیب جنی اندھے اور  
کوڑھی کو اچھا کر سکتا، عیسیٰ علیہ السلام نے مرنے کو زندہ کر کے طبیبوں کو اپنے حلقہ اطاعت میں داخل کیا  
یعنی جب لوگوں نے آپ کی دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا تب انہوں نے کہا کہ ہم طبیب لوگ  
ہیں ہم جسم سے مرض کو زائل کرتے ہیں۔ اور صحت اور کمال بدن میں مہیا کرتے ہیں۔ تم میں  
کو کسی فضیلت ہے جسکے سبب سے تم ہم کو اپنی متابعت کی طرف بلاتے ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام  
نے فرمایا میں اُس بات پر قادر ہوں جس پر تم قادر نہیں ہو۔ تم تو اپنی قوت طبعی سے جو کچھ سمجھ  
کرتے ہو وہ کرتے ہو۔ اور میں وحی الہی اور اُس کی نبوت کے سبب سے کرتا ہوں۔ تب وہ عیسیٰ  
علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا کہ آپ اپنا کمال ہم کو دکھائیے کہ علم طب کے متعلق آپ  
کی کمال رکھتے ہیں اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مرنے کو زندہ کر دیا۔ اور جنی اندھے کو دیکھنا  
بجالتا بنا دیا طبیبوں نے جب یہ معجزہ دیکھا۔ تو انصاف پر آگئے اور کہنے لگے کہ بیشک یہ بات  
طب کی حد سے خارج ہے۔ اور سب کے سب ایمان لے آئے۔ ایسے ہی علم نجوم حضرت ادریس  
علیہ السلام کے زمانہ میں نہایت عروج پر تھا حضرت ادریس نے علم حساب وغیرہ کے معجزے  
ظاہر کئے۔ اور ان علوم میں کئی میں تصنیف کر کے لوگوں کو عاجز بنایا۔ اور حضرت سلیمان علیہ  
السلام کے زمانہ میں تسخیر جنات کا لوگوں میں بہت چرچا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت  
سلیمان کا سمجھ کر کے لوگوں کو عاجز کیا۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں شجاعت  
اور زور کا زور و شور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انکے ہاتھوں میں لوہے کو موم کر دیا۔ اور حضرت  
داؤد علیہ السلام نے دیوناؤں سے فرمایا کہ بھلا لوہے کو اپنے ہاتھوں میں مل کر موم تو بنا دو۔  
وہ اس بات سے عاجز ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ لکڑی کے  
بت بنانے میں بہت استاد تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہیئت مخصوصہ کے  
ساتھ کعبہ بنایا۔ اور حجر اسود اور مقام ابراہیم اُس میں ترتیب دیا جسکو دیکھ کر بت تراش  
عاجز ہو گئے۔ اور حضرت ابراہیم ہی کے زمانہ میں بعض لوگ ستارہ پرست تھے۔ حضرت  
ابراہیم نے اُن سے ایسے سوالات الزامی کیے جن کے جواب سے وہ عاجز ہو گئے اور آخر



کو آپ کے دعوے کے تیس اُن کو تسلیم ہی کرنا پڑا۔ اور انہوں نے اقرار کر لیا۔ کہ بیشک ابراہیم اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور ان کے خلاف پر جو ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ استخراج معانی پر بہت مغرور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا۔ جس کے سامنے سب عاجز ہو گئے۔ اور آپ جیسی قبیلہ کوئی دے سکا۔

اسی طرح حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے ساتھ ہوا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا کلام معجزہ تھا اور نوح علیہ السلام کی کشتی معجزہ تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ یہ شہیدہ دکھایا کرتے تھے کہ آگ میں داخل ہو کر فوراً باہر آجائے تھے۔ حضرت ابراہیم بیس روز آگ میں رہے۔ اور ایک بال تک آپ کا نہ جلا۔ لوگ اسکو دیکھ کر عاجز ہوئے یہ بھی حضرت ابراہیم کا ایک معجزہ تھا۔ کہ صبح و سالم آگ میں سے تشریف لے آئے۔ ایسے ہی یونس علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا۔ کہ چالیس روز کے بعد چھلی کے شکم میں سے تشریف لائے۔ غرض کہ ہر نبی کا معجزہ اُن کے اہل زمانہ کی صنعتوں اور کاریگریوں کے موافق تھا تاکہ وہ لوگ اسکو دیکھ کر عاجز ہو جائیں پھر جب زمانہ کا دور ایسا طرچ ہوتا ہوا ہمارے حضور سید البشر تک پہنچا۔ تو آپ کے زمانہ میں لوگ فصاحت و بلاغت پر مغرور تھے اور بحر اس کے کمال کے نہ سفید کے طالب تھے نہ تعبیر خواب کے۔ اور کہتے تھے کہ کلام کے نظم و نثر دونوں طریقوں پر ہم قابض ہیں۔ اور ان دونوں طریقوں کے علاوہ تیسرا کوئی طریقہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اس بات سے واقف تھا۔ کہ اگر وہ اپنے نبی کو نظم یا نثر انہیں دونوں میں سے کسی طرح کا کلام عنایت کرے گا۔ تو یہ اس کو اپنے ہی علم و عمل کی طرف منسوب کرینگے۔ اور کہیں گے کہ جیسے ہم ہیں۔ ویسے ہی تم ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وہ کلام عنایت کیا۔ جو ان دونوں طریقوں سے جداگانہ ہے۔ یعنی حضور نے اُن سے فرمایا۔ کہ تمہارے پاس کلام کی کس قدر قسمیں ہیں انہوں نے کہا ہمارے پاس دو قسمیں ہیں۔ ایک نظم دوسری نثر تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قسم عنایت کی ہیں میں نظم کی طراوت اور نثر کا کمال موجود ہو۔ اور نہ وہ ایسی نثر ہے جسکے معانی تعریف ہو۔ اور نہ ایسی نظم ہے جسکے معانی محصور ہوں۔ بل ہُو قُرْآن مجید ہے۔ فی الواقع معجزہ

وَاِنَّهُ لَفَرَّقَانْ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُونَ اَجَب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اندر قرآن شریف پڑھا۔ لوگ اُس کو شکر اُس کے کمال اعجاز سے عاجز ہو گئے پھر اعلیٰ بن عیین آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کو قرآن شریف پڑھ کر سنا یا۔ پس وہ شکر سید انوک دم بھاگا۔ جَلَسَ وَبَسَّرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَلْبِذَ فَقَالَ اِنَّ هَذَا اِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَىٰ كَرْتَبِ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبُّكَ الْكَافِرُ وَفِي بَيْتِكَ قِطْعَةٌ وَالشَّجَرَةُ يَابِقُ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْبِرُ تُولِي بَكَ قَاصِدٌ قَدْ أَفْلَحَ فِي الْغَاوِرِ يَوْمَ مِثْرٍ يَوْمَ عَسِيرٍ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ لَكَ مَا لَا تَمْلِكُ وَمَا لَكَ قَوْلُهُ سَأَصْبِيهِ سَقَرُ مَا أَذْرَاكَ مَا سَقَرُ اور حضرت عمر بن خطاب حضور کی مخالفت پر آمادہ ہو کر اپنے گھر سے چلے راستہ میں جب اپنی بہن کے مکان کے پاس سے گزرے تو وہاں سورہ طہ کے پڑھنے کی آواز ان کو سنائی دی۔ اُس کے سنتے ہی ان کے ہوش دہوا اس گم ہو گئے اور گھر کے اندر جا کر اپنی بہن اور بہنوئی سے دریافت فرمایا کہ تم وہ تو کیا پڑھ رہے تھے۔ میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا نہ تو وہ نظم ہے، نہ نثر ہے اور اپنی بہن سے کہا کہ پھر اس کلام کو مجھے کو پڑھا کر سناؤ انہوں نے سنانے سے انکار کیا اور کہا تم بے وضو ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کے دل کی چشم بصیرت کو کھول دیا یہاں تک کہ وہ رسول پر ایمان لے آئے۔ اور پھر اپنی بہن کے پاس آکر کہا کہ اس لکھ کے سننے سے مجھ کو وہ لذت حاصل ہوئی ہے جس نے مجھ کو اس مرتبہ کو پونچھا دیا پس غرض یہ کہ تمام عرب قرآن شریف کے مثل ایک آیت کے لانے سے عاجز ہو گئے۔ اور انہوں نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ بیشک یہ قرآن شریف خدا کے پاس سے نازل ہوا ہے قرآن شریف پر اللہ تعالیٰ نے کل معجزات کا خاتمہ کر دیا۔ کیوں کہ یہ سب معجزوں سے اکمل معجزہ اور سب آیات سے اتم آیت ہے۔

اور چونکہ قرآن شریف نے ایسا بلند اور عالی مرتبہ پایا معجزوں کی اسی پر انتہا ہوئی عالم میں کوئی معجزہ ایسا نہیں پایا جاتا جو اس جیسی آیات سے خبر دے یا ایسی بینات کی طرف اشارہ بھی کرے نہ گزشتہ زمانہ میں تمنا نہ آئندہ ہو سکتا ہے ۔

قرآن ایسا معجزہ ہے جو تمام خیرات و برکات پر شامل ہے۔ پس یہ ایسا معجزہ ہر چوکل



معجزات پر محیط ہے تمام انبیاء کے معجزوں کی اجمال اور تفصیل کے ساتھ خبر دیتا ہے۔ اور اولین و آخرین کی رموز اس نے ظاہر کی ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ فرمایا کہ **رَاقِلَتْ بِنْتُ النَّسَاءِ وَالنَّشْقُ الْقَهْمُ** یعنی قریب ہوئی قیامت اور بچھٹ گی چاند پر تمام قرآن ام المعجزات اور اصل آیات اور علم البینات ہو گا **كَانَ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ لَوْ جَدَّ وَافَقَهُ انْتِجَادًا فَكَفَّلَ** یعنی اگر یہ قرآن خدا کے سوا اور کسی کے پاس سے ہوتا تو اس میں لوگ بہت کثیر اختلاف پاتے مگر چونکہ یہ خدا کے پاس سے ہے۔ اس سبب سے اس میں مطلق اختلاف نہیں ہے۔ چاہو تو اس نے اپنی اس قول سے عاجز کیا۔ **مَا أَهْمُهُمْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلَقَ أَنْفُسَهُمْ** یعنی میں نے انگو آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت حاضر کر کے گواہ نہیں بنایا تھا۔ اور نہ خود ان کے نفسوں کی پیدائش کے وقت۔ اور فرماں برداروں اور گنہگاروں کو اس فرمان سے عاجز کیا **إِنَّ الْآبَاءَ لَكُنْیَ لَعَلَّہُمْ قَرَانِ التَّجَارِدِ لَعَلَّی حَیْثُہُ** یعنی بیشک نیک لوگ جنت کی نعمتوں میں ہونگے اور فاسق و فاجر یقیناً دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے اور اپنے اس فرمان میں بھی ان کو عاجز کیا ہے۔ **يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفَدًا وَلَنَسُوقَ الْكَاذِبِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرَدًا** یعنی جس دن کہ چلائیں گے ہم متقیوں کو رحمن کی طرف مثل مہمانوں کے اور ہکالیں گے ہم مجرموں کو جہنم کی طرف مثل پیا سے اونٹوں کے ۞

قرآن نے اپنی ہر آیت کے ساتھ ایک امت سے خبر دی ہے۔ اور ہر کلمہ میں ایک زمانہ کا حال بیان کیا ہے۔ اور ہر حرف میں ایک قرن کا ذکر کیا ہے۔ اور ہر سورت اس کی ایک دور ہے۔ پس باطل کا اس میں نہ آگے سے گزرے نہ پیچھے سے۔ اور یقیناً اس کے حال سے مرنے کے بعد واقف ہوں گے ۞

پس یہ سب معجزات سے کامل تر معجزہ ہے۔ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ کیونکہ یہ خود برہان ہے۔ اس کے واسطے اور برہان کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ خود میزان ہے۔ اس کے واسطے اور میزان نہیں ہے۔ جو شخص قرآن کے واسطے برہان یا میزان تلاش کرے۔ وہ خدا اور روز آخرت کے ساتھ کافر ہے۔ اس لیے کہ علت کی علت نہیں ہوتی اور نہ روح کی روح ہوتی ہے۔ اور نہ برہان پر برہان لائی جاتی ہے۔ اور نہ معجزہ کے ثبوت کے

لیے معجزہ آتا ہے۔ اور نہ دلیل کے اثبات کے واسطے دلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ دلیل خود ہی ثابت کرنے والی دلیل ہے +

پس اسے طالبِ تجرُّب پر لازم ہے کہ تو قرآن کی قید میں اپنی عقل کو مقید کرے اور اسی کی میزان میں اپنے علم و عمل کو وزن کرے۔ اور اس قرآن کو اپنی عقل کی میزان میں وزن نہ کرے اور نہ معجزوں پر عقل کی محبت میں تماش کرے۔ کیونکہ تو اسرارِ الہی کے اعلاطہ کرنے سے عاجز ہے یہ تو جان لے کہ تو صاحبِ معجزہ نہیں ہے۔ بلکہ تو ایک عاجز شخص ہے۔ اور اُس کے عاجز ہونا ہی اُس کا اور اک ہے۔ اور یہ سمجھ لے کہ سب انبیاء سے بہتر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور سب معجزات سے بہتر خدا کا کلام یعنی قرآن شریف ہے۔ جو آپ پر نازل ہوا ہے۔ پس تو ان دونوں کے رسوا اور کسی چیز کی جستجو نہ کر اور پوشیدہ و غلابہر ہر حالت میں خدا سے خوف کیا کر۔ اور کافروں اور منافقوں کی پیروی چھوڑ دے۔ اور ان کے اذیت یا تکلف پہنچانے کی طرف متوجہ نہ ہو +

## تیسری فصل کرامت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ بَعْضُ مِشْكِهِمْ لَمْ يَلِدْ أَدَمَ كَوْنُ بَرَكَةِ دِي بُرْ اور فرماتا ہے۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ مَعْنَى تَمِيسَ قِيَانَا خَدَا كَ مَاں دِی بُرْ رَ مرتبہ و لا ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

معلوم ہو کہ کرامت نبوت کا ایک جز ہے۔ اور مرتبہ میں یہ نبوت سے کمتر ہے۔ اور ان دونوں میں وہی فرق ہے۔ جو نبوت اور ولایت میں ہے۔ کیونکہ جیسے معجزہ نبوت کی نشانی ہے۔ ایسے ہی کرامت ولایت کی نشانی ہے +

کرامت وہ چیز نہیں ہے جسکو جاہل کرامت سمجھتے ہیں جیسے تھوڑے زمانہ میں بہت مسافت طے کر لینی یا کسی جاندار کو ایک نگاہ ڈال کر مار ڈالنا یا کسی چیز میں قضا و تقدیر کے موافق عمل کرنا بلکہ کرامت اُن نفوس کی جنہوں نے ولایت کی سایہ میں پرورش پائی ہے۔ اعیان کے اندر تبدیل اور تحریک یا صورتوں کے عناصر سے سلب کرنے یا اخلاقِ خبیثہ کے نفوس



سے سلب کرنے کی تاثیر کا نام ہے۔ بلکہ نفوس سے اخلاق خبیثہ کا سلب کرنا عناصر صورتوں کے سلب کرنے سے زیادہ اشرف اور مشکل ہے۔ کیونکہ تغلیب اور تبدیل کے عمل پر بعض کفار بھی حاوی ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض ترکوں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے اعمال کے ذریعہ سے سخت گرتی کے موسم میں بارش کر لیتے ہیں۔ پس ایسی چیزوں کو کرامت میں شمار کرنا نہ چاہیے۔ کیونکہ کرامت ایک نعمت الہی ہے۔ جو وہ اپنے بعض اولیا کو ان کی بزرگی اور تعظیم کے واسطے عنایت کرتا ہے۔

سب سے بڑی کرامت یہ ہے۔ کہ اللہ پر ایمان لائے۔ اور اسکی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی تصدیق کرے۔ اور جسکو خدا نے یہ کرامت روزی نہ کی۔ اس کو اور کوئی کرامت ان کرامتوں میں سے جو اولیاءوں کو نصیحت ہوتی ہیں روزی نہ ہوگی۔

کرامت کے مستحق اولیا راشد ہیں۔ اور اولیا راہ السدوہ لوگ ہیں۔ جو اٹھتے اور بیٹھتے اور لیٹے خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک ساعت اُس سے غافل نہیں ہوتے۔ اور نہ اُس کے کسی حکم کے بجالانے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ رات دن اُس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور تھکتے نہیں ہیں۔

پس کرامت کی حقیقت کلام الہی سے عنایت کے نور کا قلب صاف اور نفس پاکیزہ پر پہنچنا ہے۔ ایسا نفس جو ولایت کی تہذیب اور ہدایت کی تادیب سے آراستہ ہو کر جہالت اور حرص اور شرک اور نفاق کی قیدوں سے نکل گیا ہو۔ اور تمام اخلاق خبیثہ اور رذائل بشریہ سے پاک ہو گیا ہو۔ اور شیطان کی تہذیب کے واسطے اُس میں جگہ نہ رہی ہو۔

پس جب نفس اُن صفات کے ساتھ آراستہ ہو گا اور تمام فضائل اور قبائح سے صاف ہو جائیگا۔ اُس وقت بدن سے اس کے علاقے منقطع ہو جائیں گے۔ اور وہ نفس ہلکا ہو کر علاتق اجسام سے بلند ہو گا۔ پھر اس نفس اور اس کی اصل کے درمیان سے پردہ اٹھ جائیگا۔

کیوں کہ یہ نفس اس جسم میں مثل ایک مسافر کے تحصیل کمال کے واسطے مہمان تھا۔ اور اگر یہ نفس اس عالم اجسام میں مہتمک ہو گیا۔ اور اپنے اصل کی طرف رجوع نہ کی

لے اس قسم کے بہت سے اعمال ہماری کتاب کلید درسا میں موجود ہیں۔ شایق کو چاہیے۔ کہ اس میں کچھ لے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ مترجم کتاب ہذا سید یحییٰ علی نظامی دہلوی

پس یہ ناقص رہ جائے گا۔

اور جب فضول لذتوں کو ریاضت شدیدہ میں مشغول ہو کر ترک کر لگا۔ اور شریعت کی متابعت کے ساتھ شہوت کو اُس کے مرکز سے خارج کر دیگا۔ اور طریق مستقیم پر قائم رہیگا تب یہ نفس اپنی اصلی حالت سے قریب ہوگا۔ اور کمال حاصل کر کے اُس میں وہ قوت پیدا ہوگی۔ جس سے یہ اسرار کثرت نہ کو قبول کر سکیگا۔ اور چونکہ اسے تعالیٰ کریم ہے۔ نیکو کاروں کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اُس نفس پر بھی وہ ملکوت کے انوار میں سے جس نور کے قابل یہ نفس ہوتا ہے وہ نور اُس پر ڈالتا ہے چنانچہ اس نور کے سبب سے یہ نفس پوشیدہ امور کو دیکھتا ہے۔ اور قضا و قدر کی ہمنوا لی یا گزشتہ باتوں کو معلوم کر لیتا ہے پس وہ مریات اُس کے آئینہ خیال میں منتقل ہو جاتی ہیں اور فکر صافی اُن کو اُن کے معاون سے نکال لیتا ہے۔ اور قول صواب کے ساتھ اُن کی طرف اشارہ کر کے آئندہ واقعات اور گزشتہ کے حالات سے خبر دیتا ہے۔ اور اُن نفوس میں جو اس سے کم مرتبہ کے ہیں تصرف کرتا ہے۔ کیونکہ وہ نفوس اپنے سچے ارادہ اور صاف ہمت کے ساتھ اس برگزیدہ نفس سے استفادہ کے طالب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مشائخ رضی اللہ عنہم اپنے مریدوں میں تصرف کرتے ہیں۔ وہ مرید جو ہمیشہ اُن کی خدمت اور اطاعت کو اپنا فرض سمجھ کر ول و جان سدا کرتے ہیں۔ جو ولی صاحب کرامت ہوتے ہیں وہ اپنی کرامت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس کو بیان کرتے ہیں بلکہ اُس سے اعراض کرتے ہیں حالانکہ کرامتیں ان پر اس قدر وارد ہوتی ہیں جیسے سمندر کے بیچ میں موجیں آتی ہیں۔ اور اگر یہ ولی ایسے کام کریں جو انسانوں سے صادر ہوتے ہیں مثلاً کھانا پینا وغیرہ تو اس سے اُن کی ولایت کا انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ بایں لوازم بشریت اور باعث زندگانی ہیں۔ مگر جو وقت ولی کا نفس کا بل ہو جاتا ہے۔ اور روح کے تحت سے نکل کر روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے تب وہ روح میں بھی جسطرح چاہے تصرف کر لے جتنا چاہے بعض بعض اویسے چالیں چالیں دن تک کھانا نہیں کھایا ہو۔ اور یہ بات یعنی نفس کا نفسانی مشفقوں سے برہ ہو جانا سب سے بڑی کرامت ہے۔ اور یہی بزرگی جسکی خبر اللہ تعالیٰ اپنے اس فرمان میں دیتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ اس کے مستحق بہت لمبی بحث ہے۔ اور ظاہر آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ کرامت روح اور نطق اور وجود



ہے جس میں سب آدمی شریک ہیں۔ اور درحقیقت اس کرامت سے اس نسبت حقیقی کی تصحیح مراد ہے جس کا نام آدمیت ہے۔ اور جس کے سبب سے آدم آدم تھے۔ اور وہی زمین قالب میں خلیفۃ اللہ تھے۔ پس اس اعتبار سے بنی آدم کا اطلاق کل آدمیوں پر نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس پر ہو سکتا ہے جس میں وہ آدمیت پائی جائے جو آدم میں تھی۔ یعنی یہ باتیں اصطفا اور خوث اور زلت پر رونا اور خداوند تعالیٰ سے ڈرنا اور اسی کی طرف رجوع ہونا۔ اور اسی سے اسی کی طرف متدار پڑنا ناجھوٹ بولنے سے محفوظ رہنا۔ اور حق کو باطل پر ترجیح دینی۔ پس جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں وہ بنی آدم میں سے ہے۔ اور جس میں نہ پائی جاویں۔ وہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ شیطان بصورت انسان ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی شان میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اُولَٰئِكَ كَانُوا لَعْنًا مِّنَ اللّٰهِ اَعْمٰی**۔ یعنی یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں۔ جو حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اور انہیں کے متعلق اس کا یہ بھی فرمان ہے۔ **رَاٰی شَرَّ الْکَلٰٓمِ اَوَّلَٔ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ اَلْقَوْلُ الْکٰذِبُ الْاَلْبَنَیْ** کا یعقون طبعی جانوروں سے بھی بدتر خدا کے نزدیک وہ گوشت کے برے لوگ ہیں۔ جو حق و باطل کی عقل نہیں رکھتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ کہ بعض انسان جانوروں کے شمار میں ہیں۔ پس آدم کی تکریم کا باعث ان کی ظاہری آنکھ کا ان کے ساتھ باطنی آنکھ کا نہ بھی تھے جسے انہوں نے خدا کے کلام کو سنا اور اس کے جمال کا مشاہدہ کیا۔ پس ان کی اولاد بھی وہی لوگ ہیں جن میں ان ہی جیسے آنکھ اور کان پائے جائیں۔ اور یہ دونوں یعنی آنکھ اور کان نفس مطمئنہ کے جز ہیں جس انسان میں نفس مطمئنہ پایا جائیگا۔ اور اس کے آنکھ اور کان کھلے ہوئے ہوں گے وہ انسان خدا کے ہاں مکرم ہوگا۔ خاص تکریم کیساتھ جو اور آدمیوں میں موجود نہ ہوگی اور یہ مکرم سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہونگی جن میں سے ایک بدن کے بوجھ کا ہونا ہے۔ دوسرے اس کے بوہر کی خواہشوں کی کدورت سے پاکیزگی۔ تیسرے موجودات کی غلامی سے آزادی۔ چوتھے قدم صدق کے ساتھ حق اور شریعت کی متابعت۔ پانچویں علم و عمل یعنی علم حق کیساتھ قلب کے آئینہ کا صاف کرنا۔

جس وقت قلب کی خواہش کی چشت اور جفا کی کدورت سے صاف ہوتا ہے۔ اللہ

اُس قلب کے اور عالم ملکوت کے درمیان سے حجاب اٹھا دیتا ہے۔ تاکہ یہ قلب علی غیب کے حقائق کو دیکھ لے اور نفس کلی سے غیر منسوب علوم حاصل کرے۔ کیونکہ سب چیزیں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں لیکن کو پڑھ کر بغیر غلطی اور خطا کے بیان کرتا ہے۔ یہ کرامت حقیقی اور ظاہری ہے۔ اور یہی کرامت جسوقت قوی ہو جاتی ہے۔ تب ولی اس کا نور اپنے تمام حواس میں پاتا ہے۔ یہاں تک کہ دور دراز کی باتیں سناتا ہے۔ اور چیزیں دیکھتا ہے۔ اور تھوڑے عرصہ میں دور کی مسافت طے کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ میں سے ایک کامل ولی بن جاتا ہے۔ اور نوافل اور فرائض ادا کرنا سے خدا کا ایسا مقرب ہوتا ہے۔ کہ خدا اُس کے کان آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق صحیح حدیث میں موجود ہے (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے) پھر اللہ تعالیٰ اس ولی کی آنکھ کو اپنی کرامات کی طرف سے ہٹا دیتا ہے۔ تاکہ اس میں خود بینی اور عجب آن کر اس کی حالت کو مستغیر نہ کر دے۔ ولایت کے باب میں ہم اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

پس اسے طالب تجھ کو چاہیے۔ کہ اس بات کو خوب سمجھ لے کہ کرامت نفس ناطقہ کا اس عالم دنیا سے عالم غیب کی طرف رجوع ہونا۔ اور نور غایت کو قبول کر کے تمام عالم کے حالات موجودہ و آئندہ سے واقف اور مطلع ہو جانا ہے۔

نفس جس وقت تک بدن کے تحت میں رہتا ہے زیادہ چیزیں اس کو دکھائی نہیں دیتیں مگر جب جسم سے بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی آنکھوں میں اپنے نور جلال کا سرہ لگا دیتا ہے۔ جسکی تاثیر سے وہ حقائق اشیاء اور خفیات امور کو دیکھتا ہے۔ اور جسوقت قلب ناظر اور مبصر ہو گیا پھر زمین و آسمان میں کوئی چیز اُس پر پوشیدہ نہیں رہتی۔ صاحب کرامت وہی ہے جو صاحب فراست بھی ہے۔ اللہ قلے اس کے جسمانی سب قومی سلب کر کے نورانی قومی اس کو عنایت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بندہ کلمہ اللہ ہو جاتا ہے۔ اور غیر اللہ کا اُس میں کچھ حصہ نہیں رہتا۔

پس اسے طالب یہ نہ سمجھو کہ بغیر اتباع شریعت اور ایمان کے بھی کرامت مقبول ہے۔ ہرگز نہیں۔ بعض مشائخ اولیاء فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہو۔ تو دیکھو کہ اُس کا حال کیا ہے۔ آیا وہ شریعت کا پابند ہے یا نہیں۔ اگر شریعت کا پابند ہے۔ تو اُس کی کرامت قبول کر لو۔ ورنہ قبول نہ کرو۔ اور جان لو۔ کہ وہ کرامت شیطانی ہے۔ کیوں کہ نفس جس وقت پاک



ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کرامت عنایت کرتا ہے۔ اور جب غیث ہو جاتا ہے تب شیطان اپنے کرمہ اُس پر ظاہر کرتا ہے جن کو مخاریق کہتے ہیں۔ پس مخاریق معجزات اور کرامت کی ضد ہیں۔ جن کو فساق اور کفار ظاہر کرتے ہیں۔ اور انہیں کو استدراج بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ ان کے واقعات ہم نے بہت سنے ہیں۔ جو عام لوگ کفاروں اور رابیوں سے بطور کرامت کے نقل کرتے ہیں۔ مشرکوں اور ان لوگوں میں جو اپنے رب کے راستہ میں سچا قدم نہیں رکھتے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں۔ جو کوئی بات کہیں۔ اور اُسی کے موافق واقع ہو۔ اور اکثر اوقات دلوں کی باتیں بھی بتا دیتے ہیں جن پر اعتماد ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ بعض دفعہ تو وہ بات اتفاقی ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ جس کا سبب شیطانی باقوا ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطانی نفوس بھی عالم میں اسی طرح جاری ہیں جیسے نفوس ملکیت جاری ہیں۔ اور وہ آسمان کی طرف جاکر وہاں سے کچھ باتیں سن آتے ہیں۔ اور ان کو انسانوں پر القا کرتے ہیں۔ اسی کا نام کائنات ہے۔

پس تم اگر ایسے شخص کو دیکھو جسے فضولیات سے اعراض کر لیا ہے۔ اور احکام شریعت پر سرتنایا قائم ہے۔ اوصاف شیطانی اور خصائل بھی کو بالکل اُس نے ترک کر دیا ہے۔ اور ہمیشہ مراقبہ اور ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ پھر ایسے شخص سے کرامت ظاہر ہو۔ اور نور غیب کی روشنی اس پر پکھڑو اسکی تصدیق کرو اور اُس کے حکم کو مانو۔ اور اگر ایسے شخص کو دیکھو جو شریعت پر قائم نہ ہو۔ تو اُس سے سنبھ پھیر لو۔ اور خدا سے اپنے گناہ کی توبہ کرو اور مغفرت مانگو۔ اور اُس شخص کا ساتھ چھوڑ دو۔ بلکہ اُس کی صورت بھی نہ دیکھو۔ اور جان لو کہ وہ مجسم شیطان ہے۔

جیسے کہ معجزہ کی تحقیق سے تم کو پرہیز کرنا چاہیے ایسے ہی کرامت کی تحقیق بھی نہ کیا کرو۔

کیونکہ کرامت کی حقیقت محض صاحب کرامت کا نور ہے۔ پس اہل کرامت کو پہچان لو جیسے کہ اہل معجزہ کو پہچانا ہے۔ اور انہیں اہل کرامت کی کرامت کو قبول کرو۔ اور اہل کرامت وہ ہیں۔ جن کی نشانی اُن کے چہرہ پر ہے۔ یعنی اُن کی عبادت کا نور۔ اور اہل کرامت وہ لوگ ہیں۔ جن کے دیکھنے سے تم کو خدا یاد آئے۔ اور اُن کی صورت سے تم کو عرفان الہی نصیب ہو۔ پس بے شک یہی اولیاء اللہ ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز العلیم۔ ان پر خوف ہے اور نہ یہ اذیتوں کے روزم غلبین ہوں گے۔

# چوتھا باب۔ رویا کے بیان میں

## اس میں دو فصلیں ہیں

### پہلی فصل

رویائی مابیت اور اس کی حقیقت کے بیان میں۔ اسے طالبوہیات تم کہہ سکتے ہو۔ یہ ہے۔ کہ نفس ناطقہ اس عالم دنیا میں ایک مسافر ہے جسے حکم الہی کے موافق ملکوت سے بدن کے اندر ہجرت کی ہے۔ اور اس کا میلان اپنے مرکز کی طرف ہے۔ اور ہمیشہ اس کو اپنے وطن کا شوق رہتا ہے۔ اور اس ہمارے عالم سے زیادہ اس کی توجہ عالم بالا کی طرف رہتی ہے۔ مگر یہ حکم الہی سے مجبور ہے۔ اور اس کے حکم کی قید میں مقید ہو رہا ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ اس قید سے ذرہ سی جی رہائی اُس کو دے۔ تو یہ فوراً اس مکدر مقام یعنی بدن سے عالم بالا کو چھو کر جائے۔ اور بدن سے ایسا نا آشنا ہو جائے کہ گویا اس میں آیا ہی نہ تھا۔ پھر اگر یہ نفس اس منزل یعنی بدن میں مقفول ہو کر جیساکہ اس میں آنے سے پہلے تھا۔ تب ضرور ہے کہ اُس کو اپنے اصل مقام کی ہوا لگتی رہے گی۔ اور خواب و بیداری میں یہ وہاں کی خبروں کے ورود کا منتظر رہیگا جیسے کہ مسافر اپنے وطن کی خبر و خبر کا منتظر رہتا ہے۔ اور ہر روز رستوں پر جا کر اپنے وطن سے آئیہواؤں کو تلاش کر کے وہاں کے حالات سنتا ہے۔ اگر خیریت سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی بُرائی کی بات سنتا ہے۔ تو غمگین ہوتا ہے۔ غرض کہ مسافر کو کوئی بات وطن اور اپنے اقرباؤں کی خبر سے زیادہ پیاری نہیں معلوم ہوتی۔ اسی طرح نفس اس منزل تاریک قید خانہ میں مقید ہے۔ ہر ساعت اپنے وطن کی خبریں سننے شہر کے دروازوں کی طرف جاتا ہے۔ یہ دروازہ بیداری میں حواس اور خواب میں وہم و خیال ہیں۔ پس اگر یہ نفس صاف ہے۔ اور کامل قوت رکھتا ہے۔ تب تو اس کو غیب کے مبصر سے اُس کے یوسف کی خوشبو آ جاتی ہے۔ کاروان خیال کے دماغ تک متعین خوشبو کے پہنچانے سے پہلے۔

ملہ یعنی جیسے کہ حضرت یعقوب کو یوسف کے کُترے کی خوشبو مسوقت آگئی تھی۔ جسوقت کہ بشیر کاروان ہنر قافا کیسے اُس کرتے کو ایک مہر سے باہر نکلا تھا۔ یہ شبیہ اس جگہ اس بات کی بیان کی ہے کہ علوم بھی جن کا طالب نفس ہوسکتا ہے وہ نیز یوسف کے پس۔ اُن کی اطلاع عقل یوسف کی خوشبو کے اس کو پہنچتی ہے ۱۲



پس نفس جس وقت صحیح ہوتا ہے۔ اور اس کا صفا و جوہر اور کمال بشریت پورا ہو جاتا ہے۔ تب وہ علوم غیب کے معلوم کرنے کے واسطے خواب کا محتاج نہیں رہتا۔ بلکہ بیداری ہی میں جس وقت اپنے مرکز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مطلب اس کا حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ حالت انتہاء کمال کی ہے۔ اور جو نفس اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اس کے حواس کی حرکتیں اس کو بیداری میں مرکز تک پہنچنے سے مانع ہوتی ہیں۔ اور جب یہ حرکتیں ساکن ہو جاتی ہیں جیسے نیند میں۔ اس وقت نفس ان فضولیات سے نجات پا کر اپنے مرکز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وہاں اس کو لطائف اخبار اور معانی اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ پھر اگر یہ نفس مثل یعقوب کے ہے۔ تو جو کچھ اُس نے دیکھا ہے وہ اُس پر مشتبہ نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ اس کو بھولتا ہے بلکہ صاف صاف بیان کرتا ہے۔ اور اگر اس نفس پر طبعی حجاب پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کی قوت اور اس کی کمزور ہے۔ تب جو کچھ اس نے دیکھا ہے۔ وہ خیال کے پردوں میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

یہ دونوں حالتیں خواب کی ہیں جن کے بیان کرنے سے تم کو معلوم ہو گیا۔ کہ خواب کی حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی نیند کی حالت میں جبکہ حواس کا رویہ سے فارغ ہوں۔ کسی بات کا شاہدہ کرے۔

خواب بیداری کی ضد ہے۔ خواب یہ ہے کہ حواس ساکن ہو جائیں۔ اور حرکتیں بند ہوں یا یوں کہا جائے کہ نیند چھوٹی موت ہے۔ اور موت بڑی نیند ہے۔ اور جو چیز کہ نفس خواب میں دیکھتا ہے۔ وہ اس کے خلاف ہوتی ہے۔ جو حواس بیداری میں دیکھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس وقت نفس کے قوے ناقص اور کمال سے دور ہوں اس وقت حواس کا دیکھنا اس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ اور جس وقت نفس کا بل اور قوی اس کے پر زور ہوں۔ اس وقت نفس کا دیکھنا حواس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ ص طرف رنگ اور شکل کو دیکھتا ہے اور نفس خواب میں حقائق اشیا کو دیکھتا ہے۔ جب نفس ضعیف ہوتا ہے۔ تب خیال اس پر غلبہ کرتا ہے۔ اور اس خیال ہی کے غلبہ سے اس کو خواب دکھائی دیتے ہیں مگر جو نفس قوی اور صحیح و سالم ہے وہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس پر کوئی آفت آتی ہے۔ کیونکہ نیند قالب کی واسطہ ہے۔ نہ نفس کی واسطہ بلکہ نفس کے واسطہ یہ ایک شریف حالت ہے۔ جس کی نسبت

وارد ہے۔ کہ تَوَمُّ الْعُلَاوِ حَيْثُ مَن يَقْظُهُ الْجَاهِلُ یعنی عالم کا سونا جا اُل کی بیداری سے بہتر ہے  
رویکے بہت سے مراتب ہیں۔ جن کو تم غقریب بعون الہی جان لو گے۔

## دوسری فصل رویا کے مراتب کے بیان میں

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الرُّؤْيَاءُ ثَلَاثٌ دُورٌ يَأْتِيَنَّ اللَّهُ وَدُورٌ يَأْتِيَنَّ قَلْبُ  
النَّفْسِ وَدُورٌ يَأْتِيَنَّ حُلُمُ الْمُتَكَيِّفِينَ یعنی رؤیا تین قسم کے ہیں ایک رؤیا خدا کی طرف سے ہے اور  
ایک رؤیا نفس کی طرف سے ہے۔ اور ایک رؤیا شیطان کی طرف سے ہے۔

معلوم ہو کہ نبوت کے کلمات معانی کے خزانے اور حکمت کے سرچشمے ہیں حکماء کی تمام بخشیں او  
گفتگوئیں شارع علیہ السلام نے ان تینوں جلوں میں ختم کر دیں جو نہایت ہی مختصر ہیں۔ زبان پر ہلکے  
اور میزبان ہیں بھاری ہیں۔ اور رؤیا کی تین قسمیں اس سبب سے ہوئیں کہ انسان تین نفسوں سے  
مکرب ہے نفس ناطقہ نفس نوائہ اور نفس آمارہ سے اور نفس آمارہ ہی میں شیطان کا تصرف  
ہے۔ یعنی یہ نفس خاص شیطان ملعون کا شاگرد ہے۔ اور نفس نوائہ طبعی امور میں تصرف کرتا  
ہے۔ اور خیال اس کے منجلا و کمار کے ہے۔ اور نفس ناطقہ یہی نفس مطمئنہ ہے۔ جو بدن اور اس کی  
تمام قوتوں کی تدبیر کرتا ہے۔ عقل سلیم اس کی سردار اور استاد ہے۔ اور اس کے اوپر اس کا پروردگار

ہے جس کے قبضہ میں یہ سب ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے۔ ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس  
گویا سب کا اصل اصول یہی نفس ناطقہ ہے۔ باقی دونوں نفس مرتبہ میں اس سے کم ہیں۔ اور  
ان کی بقا اور ان کا اور اک بھی اس کے مقابلہ میں نہایت جزوی ہے۔ مگر یہ دونوں نفس یعنی  
لوائہ اور آمارہ نفس مطمئنہ سے لڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی آپس میں خوب کشتی ہوتی ہے  
پس اگر نفس مطمئنہ یعنی ناطقہ غالب ہو گیا۔ تب وہ خیال اور طبیعت کے حجابات کو چھا کر اپنے عالم  
انوار سے جا بٹتا ہے۔ اور اگر اس کی کمزوری کے سبب سے یہ دونوں اس پر غالب ہو گئے تب  
پھر ان دونوں میں جنگ شروع ہوتی ہے۔ یعنی نفس آمارہ اور نفس نوائہ میں۔ پس اگر لوائہ غالب ہوا  
تب وہ رؤیا کو ان خیالات میں آمیختہ دیکھتا ہے۔ ۱۔ عقل کی طرف سے کسی تجربہ کار تیز دینے والے

۲۔ یعنی عقل کی میزان میں جب ان دونوں کو وزن کیا جائے اس وقت ان کی سلیم سقہ اس معلوم ہوتی ہے ۱۲



کا محتاج ہوتا ہے۔ تاکہ وہ تجل کے حجاب کو اٹھا دے۔ پھر فکر کی طرف سے بھی ایک وکیل کی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ جو لپٹے بڑے اور راست و دروغ میں تمیز کرے۔ پھر ایک ایسے مدبر کا ضرور متنبہ ہوتا ہے۔ جو اس کو نفس ناطقہ کے پاس پہنچا دے۔ اور یہ مدبر قوت ذہنی ہو۔ اس وقت نفس ناطقہ اُس رُوء یا میں سے جو کچھ قبول کر نیکی لائق ہوتا ہے۔ وہ قبول کر لیتا ہو اور باقی کو عقل کے سامنے پیش کرتا ہے عقل اس کے سمجھنے میں کمزوری ظاہر کرتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو خیر آئینہ خیال میں دکھائی گئی وہ عقل کے اور اک سے بہت دور تھی۔ پس عقل اُس کو جو اس کے سپرد کرتی ہے۔ جو اس جب اُس پر ترجیح ہوتے ہیں تو بہت سی شکلوں اور رنگوں اور فاسد ترکیب میں اُس کو چھپا ہوا پاتے ہیں جس میں سے کچھ اچھی ہوتی ہے۔ اور کچھ خراب ہوتی ہے۔ تب اُس وقت تعمیر دینے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو نہایت عقل نہ تجسس بکار باریک میں ہو۔ اور اس بات پر قادر ہو کہ اس خبر کی تعریف میں جس پر خیال غالب ہوا ہے نفس کو عقل کی طرف لے جا سکے پھر لائق طریقہ سے گھٹا بڑا کر وقت اور شہر اور زمانہ اور مزاج کی جو طبیعت میں غالب ہو رعایت کر کے تعبیر بیان کرے۔ ان سب باتوں کا مفصل بیان کتب تبصیر میں موجود ہے۔

اور اگر نفس لو اس پر نفس امارہ غالب ہو گیا۔ تب کوئی رو یا حاصل نہ ہو گا کیونکہ شیطان اس پر قابض ہو گیا ہے۔ اور وہ اُس میں ایسا تصرف کرتا ہے۔ جیسے امیر اپنے خزانہ میں کرتا ہے پس اس وقت بجز بد خوابی کے اور کوئی خواب دکھائی نہیں دیتا۔ جو کچھ دن کو کرتا ہے وہی باتیں رات کو خواب میں دیکھتا ہے۔ یا ایسی باتیں دیکھتا ہے جن کا نہ اعیان میں وجود ہے۔ نہ صحت ذہنوں میں۔ بلکہ شیطان ایسے عجائب و غرائب اُس کو دکھا کر اسکے ساتھ کھیل اور تفریح کرتا ہے۔ اس خواب کے واسطے تعبیر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ خواب بالکل جھوٹا اور حق سے بعید ہے۔ اور اُس خواب کے مقابل ہے۔ جو نفس طاہر سے صادر ہوا ہے یعنی وہ انتہاء کمال میں ہے۔ اور یہ انتہاء نقص میں۔ پس خلاصہ یہ ہے۔ کہ خواب تین قسم کے ہیں۔ ایک شیطانی جو خواہش کے غلبہ اور اخلاق خبیثہ کے مزاج پر غالب ہونے اور سونے والے کی عبادت اور مہارت کا پابند نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا خواب نفس انسانی

کی طرف سے ہے۔ مگر اس میں زیادہ حقد خیال کا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی عقل کی کم التفاتی اور قلب کی کمزوری سے یعنی خرافات اور محسوسات میں اس کے مشغول رہنے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس خواب کا دیکھنے والا اس بات پر قادر نہیں ہوتا کہ جو کچھ اُس نے دیکھا ہے۔ اُس کو اُسی طرح بیان کرے بلکہ بعض واقعات اور الفاظ کو بدل دیتا ہے۔ اور اس تغیر کا باعث اس کے عقل اور قلب کی کمزوری ہے۔ تیسرا خواب نفسِ ناطقہ کا ہے۔ اس میں خیال کی طرف سے کوئی اختلاط اور ملاوٹین ہوتا ہے اور نہ شیطان کا اس میں کچھ دخل ہوتا ہے۔ اسی سبب یہ خواب بالکل صدق اور حق ہے۔ اور یہ غیب کی خبر ہے جو نیند کے ذریعہ سے منکشف ہوئی ہے۔ اور یہ خواب ان تینوں طرح کے خوابوں میں سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ کا ہے اور ان تینوں خوابوں میں صرف وہ خواب جس میں خیال کا تصرف ہوتا ہے۔ تعبیر کا محتاج ہے۔ اور جو خواب شیطانی تصرف سے ہے وہ بالکل مقبول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محض لغو اور جھوٹا ہے۔ اور جو خواب سچا ہے وہ مقبول ہر اور اسی کی تعریف خدا تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں فرمائی ہے۔ لَعَلَّ الْبَشَرِیْ فِی الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا نَفَعًا جَدًّا یعنی مومنوں کے واسطے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ مفسروں۔ بات پر اجماع کیا ہے۔ کہ دنیاوی بشارت سے نیک اور سچا خواب مراد ہے۔ اور آخرت کی بشارت رویتِ حق ہے۔

پس کل قسم کے خواب جو ہم نے بیان کیے ہیں تین ہیں۔ ایک وہ خواب جو حق تعالیٰ کی طرف سے تلبید ہے اور دیکھنے والا خواب جس میں نفس کی طرف سے خلل پڑ گیا ہے اور ایک خواب جو اضغاثِ احلام یعنی شیطانی تصرفات سے ہے۔ وہ خواب جس میں نفس کی طرف سے خلل پڑا ہے۔ وہ عقل اور خیال سے مرکب ہے۔ اور اسی واسطے اُس کے لیے تعبیر دینے والے کی ضرورت ہے اور جو خواب کہ شیطانی ہے۔ اُس کے لغو اور جھوٹ ہونے کے سبب اُس میں تعبیر کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جو خواب خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اُس میں بھی سبب اُس کے واضح ہونے کے تعبیر کی ضرورت نہیں ہے۔

لغو اور بیہودہ خواب اکثر جنون اور نشہ کے سبب سے دکھائی دیتے ہیں۔ اور عقلِ مزینہ اور امراضِ فاسدہ مثل سرسام اور خناق اور خفقان وغیرہ سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور



نفس نجس

نفس نجس

جس خواب میں خیال کا تصرف ہوتا ہے وہ اکثر خوف یا امید یا کسی کام کا گمان غالب ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات خوشحالی میں یا مشقت اٹھانے کے بعد دکھائی دیتا ہے۔ اس قسم کے خوابوں میں اکثر اچھے اچھے مقامات اور عمدہ عمدہ رنگ اور سیدھی سیدھی شکلیں اور پاکیزہ اور اچھی صاف ستھری جگہیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور شیطانی خوابوں میں بد بوئیں اور ناپاکیاں اور سانپ بچھو اور طرح طرح کی تخلیقیں دکھائی دیتی ہیں جیسے کہ جنات اور شیاطین ستارے ہیں ان بد خوابیوں کا علاج مسلسل اور قصد سے کرنا چاہیئے۔ اور دلغ کو روغن بادام وغیرہ مقوی روغنوں سے تر رکھیں تاکہ اس آفت سے نجات ہو۔ اور وہ خواب جو تائید الہی سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ ایسے کو دکھائی دیتا ہے۔ جو اخلاق حسہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہو کہ معرفت الہی میں مشغول ہوتا ہے اور کل لغویات سے اعراض کرتا ہے۔ اور پوشیدہ اور ظاہر میں مکمل طور سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ با طہارت سوتا ہے۔ اور نیند کے غالب ہونے تک خدا کا تحکم کیا کرتا ہے۔ پس یہ شخص بشریت کی حد سے بچ کر قدس ملکوت میں جا پہنچتا ہے۔ اور نیک خواب اس کو دکھائی دینے شروع ہوتے ہیں۔ اور اکثر اوقات یہ شخص خواب میں فرشتوں اور نوروں اور جنت کو دیکھتا ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی اس کو انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔ اور ان کی شرف صحبت اور ہم کلامی سے مشرف ہوتا ہے۔ اور جب اس مقام سے بھی ترقی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا بلا مثال اور تخیل کے مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ خواب دنیا و دنیائے ما فیہا سب سے بہتر ہے۔ اور میں نے بھی نیک خواب کئی بار دیکھا ہے۔ اس مبارک خواب کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جس میں جمال پروردگار کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اس کے بعد وہ خواب ہے۔ جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ خواب بھی میں نے چند بار دیکھا ہے۔ اور اس سے کم درجہ کا وہ خواب ہے۔ جس میں بزرگان دین اور اولیاء کا ملین اور صالحین کی زیارت ہوتی ہے۔ اور اس کا اتفاق بھی مجھ کو بار بار ہوا ہے۔

نفس نجس

جس وقت فراج فاسد ہوتا ہے۔ اس وقت خیالی خواب دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ تفان ہر شخص کو اکثر ہوتا ہے۔ اور جب وقت شیطان کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس وقت یہ بد خوابیاں بہت ہوتی ہیں۔ اور بعض وقت یہ بد خوابی سونے والے کی روح کے واسطے ایک عذاب

ہوتی ہے جب کہ اُس کی روح گناہوں میں مستغرق ہوتی ہے۔ اور باطل کی طرف متوجہ ہو کر حق سے غافل ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات بدخواہی اُس کے کھانے پینے کے فساد سے دکھائی دیتی ہے۔ اور بعض دفعہ مخطورات کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب انسان معاصی اور قبیح کام مرتکب ہوتا ہے۔ اُس کا قلب سخت اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور سخت اور سیاہ قلب خدا سے دُور اور شیطان سے قریب ہوتا ہے۔

نیک و نیک

نیک خواب کے بہت سے اسباب ہیں جو شخص اُن کو بجالائے۔ اُس کو نیک خواب دکھائی دیتے ہیں اور وہ اسباب یہ ہیں کہ غذا کھانا اور اچھی غذا کھانا اور مزاج کو اعتدال پر قائم رکھنا عبادت کی موافقت رکھنا کیونکہ عبادت کی موافقت قلب کو نرم کرتی ہے۔ اور نرم قلب شیطان سے دُور اور خدا سے نزدیک ہے۔

نیک خواب نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلرُّؤْيَا الْفَصْلَةُ جُزْءٌ مِّنْ سُنَّةٍ وَّ اَزْهَبَتْ جُزْءٌ مِّنَ الْكِبَرِ اَيُنِي نِيكِ خَوَابِ نُبُوْتِ كَچھیا لیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے یہ حدیث بڑی بڑی اسنادوں کیساتھ مشہور کتابوں میں حضور علیہ السلام سے روایت ہے۔ اور حدیث شریف میں جو نبوت کے چھیا لیس حصے فرمائے ہیں۔ اس کی حقیقت مجھ کو کئی وجوہ سے معلوم ہے۔ مگر یہاں صرف ایک وجہ بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ نبوت ایک قوتِ آئینہ ہے۔ جو شامل ہے اخلاق حسنہ اور احوالات مقدسہ پر اور حقیقت یہ اخلاق اور احوالات آسمانی تاثیر سے حاصل سے ہوتے ہیں۔

بنی اگرچہ عالم کا ایک جز ہے۔ مگر حقیقت وہ کل عالم ہے کیونکہ عالم اور اُس کے اندر جو چیزیں ہیں سب کی مصلحت اور نبوت سے متعلق ہے پس شارع علیہ السلام نے جو نبوت کے چھیا لیس حصے فرمائے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اس عدد میں عالم کی کلیات کے مناسبت ہے۔ چنانچہ آفتاب کے بارہ برج ہیں اور ماہتاب کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور عالم کی چھ جہتیں ہیں۔ یہ سب بلکہ چھیا لیس ہوئے وہی چھیا لیس حصہ نبوت کے ہیں۔ پس گویا عالم کی سب جہتیں اور تمام چیزیں نبوت کے حصوں کے اندر ہیں۔ اور اگر بحیثیت تخلیق کے بیا جائے تو اس میں شک نہیں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ صاحب



اخلاق تھے۔ اور کل اخلاق چالیس ہیں۔ اور سب اخلاق میں چستندہ پچھ اخلاق ہیں۔ پس یہ سب نبوت کے چھیا لیس جتنے ہوئے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نبوت کے ان چھیا لیس حصوں کے علاوہ اور بھی جتنے ہیں کیونکہ یہ چھیا لیس حصے جن سے اخلاق مراد لیے ہیں۔ طبعی ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبوت کے بعض اجزاء قدسی اور بعض ربانی بھی ہیں۔ ان کی تفصیل نہایت دریل ہے جس کے بیان کرنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ علم نبوت میں ایک خاص رسالہ لکھینگے اور اس میں اس کے اجزائی تفصیل پوری شرح کے ساتھ بیان کریں گے۔

وہ ریاضا جو مومن کے واسطے دنیا میں بشارت ہے وہ ہے جو بعض انبیاء کو بھی حاصل تھی۔ کیونکہ بعض انبیاء ایسے تھے کہ ان کے نفوس بیداری میں قبول وحی کی پوری قابلیت نہ رکھتے تھے۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا بھی خواب ہی سے ہوئی ہے چنانچہ پہلا خواب جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔ وہ تھا۔ جو آپ نے بچپن کے زمانہ میں حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے مکان میں دیکھا تھا۔ جس کی خبر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں دیتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الْإِنسَانَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلْعَالَمِينَ یعنی وہ مریخ جو ہم نے تم کو دکھایا تھا اُس کو نہیں کیا ہم نے مگر فتنہ لوگوں کے واسطے اس رویا میں نفس مطمئنہ کی طرہ اشارہ کیا ہے پھر اس کے بعد نفس نامہ سے اس لفظ کے ساتھ خبر وحی ہے وَالْخَبْرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ۔ اور جو خواب کہ حضور نے مدینہ میں دیکھا تھا اور خدا تعالیٰ سے اپنے وطن یعنی مکہ شریف جانے کی دعا کی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے سچا کیا چنانچہ فرماتا ہے۔ لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوَحْيَ بِالْحَقِّ لَقَدْ كَانَ مِنَ الْمُفْضَلِينَ ثُمَّ أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتِنَا فَكَانَ أَكْثَرُهَا تَحْفَافًا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے فرزند کے حق میں ایسا ہی سچا خواب دیکھا تھا جسکی خبر خداوند تعالیٰ نے دی ہے يَا مُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَأْمُرُ یعنی حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میں تجھے کو ذبح کر رہا ہوں پس تو بتلا کہ تیری کیا ہوا ہے

۱۔ یعنی بیشک خدا نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے جس کیساتھ یقیناً تم عنقریب سجدہ حرام میں داخل ہو گے  
۲۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ بعض تم میں سے سرسزائے ہونگے اور بعض بال کرتائے ہوئے ہونگے ۳

حضرت ابراہیم نے یہ سوال فرزند سے محض اُن کی ثابت قدمی معلوم کرنے کے واسطے کیا تھا انہوں نے جواب دیا۔ **يَا اَيُّهَا الْفَلَكُ مَا تَقُوْنُ مَرَّ سَيِّدُكَ بَنِي اٰدَمَ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ** یعنی کہاؤ والد صاحب جو آپ کو حکم کیا گیا ہے وہ آپ بجالیے مجھ کو آپ انشاء اللہ صبر کرنا لوں میں سے پائیں گے۔ اگر حضرت ابراہیم کو یہ حکم بیداری میں ہوتا تو پھر اس کا تبدیل ہونا ممکن نہ تھا۔ اسی حکمت سے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت ابراہیم کی آزمائش کی واسطے خواب میں اُن کو یہ حکم کیا پھر جب اُن کی اور اُنکے صاحب زادے کی ثابت قدمی معلوم ہو گئی۔ تب دوبہ کیساتھ اُس حکم کو تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ان آیات میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ **فَلَمَّا اسْتَلَمْنَا وَكَلَّمَا لِبَلَدَيْنِ مَسَّ يَدُ عِظْمٍ تَكَ** پس اسے طالب اس بات کو جان لے کہ تو اس قالب میں جس وقت تک رہے سوتا ہے اور تمام عمر تیری نیند ہی میں گزرتی ہے۔ اور تو وہی خواب میں دیکھ رہا ہے۔ جو نفس جزوی نیند میں دیکھتا ہے۔ اور یہ دنیا میں تیرا دیکھنا بھی خواب ہی کی اُن تینوں قسموں کی مشمل ہے۔ یعنی ایک تائید الہی جس سے علم و عمل مراد ہے۔ اور ایک خیالات نفسانی یعنی وہ تصورات اور تصدیقات جو تیرے قلب میں سامان عیش و عمارت اور کھانے پینے کے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک شیطانی تصرف یعنی حرص اور طمع اور دنیاوی زندگی کی آرزوئیں جو بالکل اہو و لہو کی زینت و تغاخر ہے۔ پس دنیا کا نیک خواب یہ ہے کہ انسان معرفت الہی حاصل کرے۔ اس خواب کی تعبیر آخرت میں متغیر نہ ہوگی۔ اور جیسا کہ دنیا میں یہ خواب دیکھا ہو ویسا ہی آخرت میں ظاہر ہو گا چنانچہ خداوند تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے **مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآ يَمُنُّ بِشَيْءٍ** خدا سے ملنے کی امید رکھتا ہو (پس وہ جان لے) بیشک خدا سے ملنے کا وقت آئیوا لا ہے۔

اور وہ خواب جو نفس کی طرف سے ہے۔ وہ دنیا کے اندر نیک کام اور عبادتیں بجالانی ہیں جن کی تعبیر آخرت میں ملے گی۔ یعنی اُن کا بدلہ اور ثواب جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَزَالُ فِيْكُمْ كَانَ سَعْيُهُ خَيْرًا لِّكَ اَمْ لَا تَعْلَمُ** اور وہ خواب جو شیطانی تصرف ہے وہ دنیا کی محبت اور دنیا میں عطاء و رزق کا عطاء و رزق کا تحفظ اور وہ خواب جو شیطانی تصرف ہے وہ دنیا کی محبت اور دنیا میں

ملنے میں جب حضرت ابراہیم اور اس کے فرزند نے حکم الہی کو تسلیم کر لیا اور اس کے بجالیے پرانے خدا کے حکم کو دوبہ منتقل کر دیا اور جبریل کا اٹھ جہت کی نوبت ہو کر حکم دیا کہ اس کو ذبح کر دینا پھر جسے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کو اس کے پر کی خوشی کی اور وہ سچا مؤمن ہی کہیں نہ ہو گئی خوش ہو گئی اُن مسخول دران کافروں و دونوں کو ہم اہل و عیال ہیں اور تمہارے رب کی بخشش کسی پر بیشعور ہو

قلب نفس



منہمک ہو جاتا ہے اس کی آخرت میں کوئی تعبیر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اضغاث احلام میں سے ہے۔ جس کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **فَسَاءَ لِمَا فِي الْآخِرَةِ مِمَّنْ لَا يَصْلِيْهِ اِلَّا سُلُوسٌ مِّنْهُ** یعنی اُس کی واسطے آخرت میں کوئی کچھ حصہ نہیں ہے۔

پس اسے طالب تو اس دنیا میں سوتا ہے۔ اگرچہ تو جانتا ہے۔ کہ میں جاگتا ہوں۔ مگر نیند تمام عمر تیری نیند ہی میں گذر رہی ہے۔ جب اس دنیا سے عالم آخرت کی طرف انتقال کرے گا۔ اُس وقت بیدار ہوگا۔ جو کچھ اس زندگی میں دیکھ رہا ہے وہ محض خواب و خیال ہے۔ جس کا کچھ وجود نہیں ہے۔ جس وقت آنکھ کھلے گی کچھ بھی نہ رہا۔ پس تجھ کو چاہیے کہ ان سامان دنیاوی کے ساتھ غرور نہ کرے کیوں کہ مغرور کا آخرت میں عذر نہ ملے گا۔

تیری نیند کی انتہا تیرے آخر روز ہوگی۔ اور جس وقت تو میرا جاگا۔ اُس وقت بیدار ہوگا۔ اور جان لے گا کہ تو نے کیا خواب دیکھا۔ اگر اچھا خواب دیکھا تھا۔ یعنی دنیا میں نیک کام کیے تھے۔ تب تجھ کو فوج اور سردار و رعیتیں حاصل ہوں گی۔ اور اگر بد خوابی ہوئی تھی یعنی دنیا میں بُرے اعمال کیے تھے تب تجھ کو رنج و غم اور عذاب میں گرفتار ہونا ہوگا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **وَسَيَعْلَمُ الْاَلَمِیْنَ ظُلُمًا اَیُّ مَنْ ظَلَمَ** یعنی عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیے ہیں۔ کہ کون کون کھٹکا کر میں جائیں گے۔

پس سب سے بہتر خواب جو اس دنیا میں تو دیکھے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اپنے قاب کی آنکھ سے حقیقتِ اَلِیْت کو دیکھ اور بنوت کے نور کو حاصل کر کیونکہ جب تو اس دنیاوی نیند سے بیدار ہوگا۔ اُس وقت تجھ کو اس خواب کی لذت اور حلاوت معلوم ہوگی۔ اور تیرا یہ خواب رؤیتِ حق ہوگا۔ حیث صدق کے ساتھ اور تیرا حال اُن لوگوں کا سا ہو جائیگا۔ جنکو قرآن شریف نے زبانِ بیان کے ساتھ فرمایا ہے۔ **لَئِنْ عَلِمَ الْمُسْتَعِدُّ اَحْکَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَمِیْنٌ فَخَلَقَیْنِ زَوْجَکُمْ وَوَعَدَیْنِکَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَاجْعَلْ مِنْ دُونِ ذٰلِکَ فِتْنًا قَرِیْبًا**



# پانچواں باب شریعت کے بیان میں

## اس میں دو فصلیں ہیں

**پہلی فصل** شریعت اور اُس کی مابیت کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شریعت لکھو توین الذین مکاتبتی یہ لَوْحًا۔ معلوم ہو کہ شریعت لغت میں روشن اور کشادہ رہتہ کو کہتے ہیں جس میں کسی چلنے والے کو شک نہ واقع ہو۔ یہ راستہ اسلام ہے۔ اور یہی وہ بہت حقیقیہ ہے جس پر تمام انبیاء اور مرسلین چلے ہیں۔ یہ راستہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان میں ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ خدا تک پہنچ گیا۔ اور سعادت ابدیہ اُسکو حاصل ہوئی۔ اور جس کا قدم اس راستے سے ہٹ گیا۔ وہ بیشک گمراہ ہو گیا۔ جو راستہ کشادہ اور وسیع ہوتا ہے۔ اور کثرت سے لوگ گزر چکے ہیں اُسکو شارع کہا جاتا ہے پس شریعت کا لفظ شریعت اور شارع دونوں استخراج کیا گیا ہے۔ کیونکہ شارع وہ مشہور راستہ ہے جو ایک شہر سے دوسرے شہر یا قصبہ کو جاتا ہے۔ اور قافلے اور سوار اور پیدل سب اُسی پر چلتے ہیں۔ لغت میں تو شریعت اور شارع کے یہی معنی ہیں۔ جو بیان ہونے کے واسطے شارع میں شریعت وہ راستہ ہو جو مؤمنین کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اور اگر اُس کو دو مقاموں کے بیچ میں رکھا جائے تب اس طرح سمجھنا چاہیے گمراہی اور آخرت کے درمیان میں راستہ ہے۔ یا دوزخ سے جنت کا راستہ ہے۔ شریعت سب بڑا راستہ ہے۔ اور اسی میں صراط اور حقیقت اور خط مستقیم اور خط استواء اور کل خطوط ہیں۔ اور سب راستے اسی کے اندر واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے کیونکہ سب راستے شریعت ہی سے نکلے ہیں اور شریعت ہی سب کی اصل اور جڑ ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبشر آدم علیہ السلام کو تمام مخلوق پر برگزیدہ کیا۔ اور خلافت اور نبوت کے ساتھ آپ کو برگزیدگی دی۔ اور فرما سے آپ کی شادی کی۔ پھر آپ کے اولاد ہونی شروع ہوئی۔ اور بہت کثرت سے ہو گئی۔ تب اُن میں سے ہر ایک نے یہ چاہا کہ اپنی رائے سے اپنا طریقہ جدا گانہ بنالے۔ اور بہت اختلاف اُن کے آپس میں پیدا ہو گیا یہاں تک کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ اور سب نے اپنی اپنی رائے سے مینا مذہب ایجاد کر لیا۔

یعنی تمہاری واسطے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کی نوع و مکہ و حیثیت کی تھی



منہ

تسب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی متابعت سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ اے آدم تم  
 زمین میں میرے خلیفہ ہو میں اپنے اور تمہارے درمیان میں ایک راستہ مقرر کرتا ہوں جس کا نام شریعت  
 ہے اور شریعت کے معنی یہ ہیں کہ احکام الہی کا مطیع اور فرماں بردار ہو جائے کیونکہ حکم خدا ہی کا ہے  
 اور اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ جب آدم کو یہ علم ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے واسطے  
 شریعت مقرر کی ہے۔ اور انہوں نے عرش پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک  
 لکھا ہوا دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ کس مقدس اور برگزیدہ بندہ کا نام ہے جو تیرے  
 عرش پر لکھا ہوا ہے۔ فرمان ہوا اے آدم یہ تیری اولاد میں سے ایک شخص ہیں۔ ان کو میں نے  
 سب لوگوں پر شرف اور بزرگی عنایت کی ہے۔ اور اپنے کلام اور رسالت کے ساتھ برگزیدہ  
 کیا ہے۔ اور یہ زمانہ کے آخری دور میں ظاہر ہوں گے نبوت ان پر ختم ہو جائیگی جو شریعت میں نے  
 تم کو دی ہے۔ وہی شریعت ان کی ہوگی۔ تاکہ اول و آخر میں اختلاف نہ رہے اور دین حق بلا  
 قائم ہو۔ پس اسلام کے یہی معنی ہیں کہ احکام خداوندی کی اطاعت کی جائے اور یہی اطاعت  
 کا طریقہ جس کا نام شریعت ہے۔ اس کی دو طرفیں ہیں ایک ربوبیت کا اقرار اور دوسرے جمودیت پر اصرار  
 اور یہی وہ راستہ ہے جس سے بندہ خدا کی حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آسمان و زمین کی کل  
 مصلحتیں اس کے اندر ہیں۔ اور اسی میں محبت کے خزانے اور نجات کی کنجیاں ہیں۔ شریعت کی  
 حقیقت کسی زمانہ میں مختلف نہیں ہوتی۔ اور نہ کسی امت نے اس کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ ہر قوم  
 ایسے طریقہ کو چاہتی ہے جس سے اس کی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت ہو یہ طریقہ آدم علیہ السلام  
 لیکر قیامت تک جاوی ہے۔ اور اس میں کوئی جھگڑا اور قصہ قضیہ نہیں ہے۔ اور یہی موافقت لوگوں  
 کے اندر اصلی شریعت میں موجود ہے جس سے صلح اور محبت کا اقرار کرنا اور عہدیت اور تسلیم و  
 اطاعت پر قائم رہنا مراد ہے۔ پس یہ شریعت کبھی مختلف نہیں ہوتی۔ اور اسی کا اندرہ اخلاق بھی جو  
 میں سچ بولنا انصاف کرنا علم کو جہالت سے بہتر سمجھنا۔ پس شریعت ایسی متفق علیہا ہو کہ کسی کو احد کو کسی  
 اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ وہی شریعت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی واسطے مقرر کی تھی۔  
 اور اسی شریعت کے سبب سے قاتل اپنے قتل کرنے پر افسوس کرتا ہے۔ اور ظالم اپنے ظلم پر نادم  
 ہوتا ہے۔ اور اسی شریعت کے سبب سے ملائکہ نے جان لیا کہ حکم الہی کی اطاعت تکبر سے بہتر ہے۔

کیونکہ شریعت میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ اطاعت کے واسطے رحمت اور کبر کے واسطے لعنت اور شریعت ہی میں ہر ایک چیز کی بھلائی برائی ظاہر کی گئی ہے۔ پس شریعت ہی وہ چیز ہے جو لوگوں کو اُن کے پیچھے نمودوں اور بیوہ آرزوؤں سے منع ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں سب لوگ شریعت کے غلام ہیں اور جزوی اختلافات اُن میں سے اُنھ گئے ہیں۔

جب خداوند تعالیٰ کے ہاں سے شریعت ظاہر ہوتی تب شیث بن آدم عیسا السلام لوگوں کو اُس کی طرف بلانے کھڑے ہوئے جس نے اُن کی اطاعت کی اُس نے نجات پائی اور جیسے نافرمانی کی وہ کراہ ہو گیا۔ اسی طرح اللہ نے آدم کو بھی شریعت کا پابند کیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ اس پر خوب احتیاط کے ساتھ قائم ہو۔ اگر تمہارا قدم اس پر سے پھسل گیا۔ تو تم شیطان کی لشکر میں شامل ہو جاؤ گے اس خوف سے آدم م نہایت رقیق القلب اور مطیع بنئے حالانکہ اس سے پہلے بالکل آزاد و خلیفہ تھا تو ایک روز جنت میں سیر کر رہے تھے۔ گیہوں کو دیکھ کر اُس کے کھانے کی خواہش ہوئی۔ اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور خیال کیا کہ میں جیسا کہ پہلے آزاد تھا ویسا ہی اب بھی ہوں شریعت نے فوراً انسانی خواہش کے پورا کرنے سے منع کیا اور کہا لا تَقْرَبُوا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَكُنْتُمْ مِنَ الْغَالِبِينَ یعنی تم دونوں آدم اور حوا اس وحشت کے قریب نہ جاؤ ورنہ ظالم بن جاؤ گے آدم نے کہا کیا میں خلیفہ واجب الاطاعت نہیں ہوں۔ کہا گیا کہ ہاں بیشک ہو مگر تم مطیع بندہ بھی ہو۔ مگر جب آدم نے بھول کر گیہوں کھالیا۔ اور آواز آئی وَحُشِيَ اٰدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰی یعنی تم نے اپنے رب کی نافرمانی کر ڈالی کہ کراہ ہو گیا تب آدم نے جانا کہ شریعت خدا کا کوزا ہے جس سے وہ لوگوں کو حق کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اور عقلمندوں کی باگ ہے۔ اور آدمیوں پر خدا کی طرف سے یہ ایک نگہبان جو حراں کو ان کی مضریت کی باتوں سے منع ہوتی ہے۔ پس اس وقت سے عبودیت واضح ہوئی۔ اور طبیعت پر شریعت کا غلبہ ہو گیا۔ اور تنبیہ مت نہ کہ اس کے قوانین لوگوں میں جاری ہو گئے۔

جو جو رسول خداوند تعالیٰ نے ارسال فرمائے ہیں۔ اُن سب کو حق کی حفاظت اور حق کی طرف لوگوں کے بلانے اور حق ہی پر قائم رہنے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ سب انبیاء اس بات میں موافق ہیں کوئی نبی کسی نبی کو ان باتوں میں اختلاف نہیں کھتا صرف بعض کیفیات میں باہمی اختلاف ہو چکا جو آدم علیہ السلام پر جو شریعت نازل ہوئی۔ اُسی پر اُن کی اولاد اُن کے بعد قائم رہی ہے۔



کہ نوح علیہ السلام رسول ہوئے انہوں نے اس شریعت کی تجدید کی اور بعض کیفیات کو بدل دیا۔ سبب اپنی قوم کی ضروریات کے۔ اور کشتی کی آپ کو ضرورت ہوئی۔ اور اس شریعت کی طرف لوگوں کو آپ نے دعوت کی پھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے شریعت قائم کی۔ اور بعض کیفیات اور کمیات میں تغیر اور تبدل کیا ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کی صورت میں شریعت کو بدلا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی شریعت میں کچھ کمی اور زیادتی کی مگر یہ سب تغیر و تبدل جزئیات میں تھے۔ ورنہ عقائد شریعت یعنی توحید اور تصدیق میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ پھر سب سے آخر میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو خدا کی طرف بلایا۔ اور وہی شریعت قائم کی جو آدمؑ کو منایت ہوئی تھی اور روزہ کا بھی آپسے حکم فرمایا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو کیا تھا اور ہمارے حضور نے بیت اللہ کے حج کا حکم فرمایا جسکو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نایا تھا۔ مگر حضور سے پہلے لوگ نماز بیت المقدس کی طرف پڑھتے تھے لیکن حضرت نے غازی جہت بھی کعبہ شریف ہی کی طرف قرار کی غرض کہ اختلافات جزوی واقع ہوئے ہیں حقیقت وہی ایک ہی جو سب انبیاء میں برابر چلی آتی ہے۔ اے طالب تم اس وقت بھی دیکھ لو کہ یہود اور نصاریٰ اور مسلمان سب نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ران کی نمازوں کی جہتیں اور اوقات اور کیفیتیں مختلف ہیں پس شریعت کے دوسریں ایک کلی جو کیسوقت متغیر نہیں ہوئے یعنی خداوند تعالیٰ کی توحید جسکی طرف سب نبیوں نے اپنی امت کو بلایا ہے۔ اور دوسرے جزوی جو ہر ایک زمانہ میں متغیر ہوتی۔ ہی۔ اور یہی وہ دین ہے جو ہر ایک امت میں متداول رہا کئی کی مثال ہے جیسے عبادت اور جزوی کی مثال ایسی ہے جیسے عبادت کا طریقہ۔ کیونکہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں خدا کی پرستش نہ کی گئی ہو۔ اور سب یہ جانتے تھے کہ ان کا ایک پیداکرن والا اور بنائوالا ہے۔ مگر انکی عبادت کی کیفیتوں اور شریعت کے احکاموں میں اختلاف تھا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں طبع سے عبادت کرتی تھی نوح علیہ السلام کی امت کا اُس سے جداگانہ طریقہ تھا۔ اور اسی طرح سے بعض لوگوں نے قبولیت دعا کے واسطے مکانات بنا کر ان میں ستاروں وغیرہ کی طرح طاح کی صورتیں معذبات کی رکھ لی تھیں اور ان کو خدا کی طرف اپنا ذریعہ سمجھتے تھے۔ پھر ان کے بعد بعض لوگوں نے انسانوں کی صورتیں بنا کر ان کی پرستش شروع کی اور بعض

یہ کہنے لگے کہ یہ صورتیں خدا کی ہوتیں۔ اور یہ ساری باتیں ان لوگوں کی رائے اور ان کے خیالات سے نہیں حاصل ہو سکتیں۔ یہ لوگ اس بات کو بھی جانتے سمجھتے تھے کہ ہمارا پیداکرنیوالا خدا ہے۔ اور ہم اُس کے بندے ہیں۔ چنانچہ اسی مصلحت کے لحاظ سے خداوند تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً انبیاء اور مرسلین ارسال فرمائے تاکہ جو یہ اعتقاد دین میں لوگوں کی عقلوں اور خیالوں سے پیدا ہو جائیں۔ انبیاء علیہم السلام اُن کو رفع دفع کر دیں۔ چنانچہ پہلی اُمتوں کی نمازیں ایسی تھیں۔ کہ بعض نمازیں کھاتے پیتے تھے اور بعض چلتے پھرے بھی تھے۔ اور بعض باتیں کرتے تھے۔ مگر ہماری شریعت میں یہ سب باتیں رفع ہو گئیں نہ نمازیں کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ ظاہر و باطن کے ساتھ اس میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور فرض اور سنت سب ادا کیے جلتے ہیں۔ یہ قوانین رسول خدا نے خدا کے بندوں میں جاری کیے ہیں۔ اور سب شریعتوں سے زیادہ یہ قوانین پسندیدہ ہیں۔ اسی سبب یہ شریعت سب شریعتوں سے زیادہ خوشنما اور نرم و آسان ہے اور سب کو جامع ہے۔ عبادات کے جو طریقے اس شریعت میں ہیں وہ بمقابلہ اور شریعتوں کے نہایت باقاعدہ اور عمدہ و نہ طور سے ہیں۔

چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں سے بہتر اور افضل ہیں اسی سبب سے آپ کی شریعت بھی سب شریعتوں سے کامل اور شریف تر ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اُسی خدا کی طرف بلایا جس کی طرف رسول بلاتے تھے اور کیسی عبادت کی طرف نہیں بلایا۔ مگر حضور کو جناب الہی میں وہ اختصاص حاصل تھا۔ جو کسی رسول کو نہ تھا۔ پس آپ نے اپنی امت سورفتی یعنی امت ابراہیمی کے موافق شریعت کی بنیاد قائم کی جو امت حنیفیہ ہے۔ اور جس کی شان میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتٰرَاہِمُ حَقِیْقًا اور فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتٰیْکُمْ اٰزَاہِمُ حَقِیْقًا الْمُسْلِمِیْنَ یعنی امت تمہارے پاپ ابراہیم کی جسے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اسی امت ابراہیم

الہ یعنی پہلے لوگ احکام خداوندی اور امر شریعت کے علم سے جاں جوئے۔ پھر اپنی رائے سے انہوں نے اپنے ہر سطح پر حق کے طریقے ایجاد کرنے شروع کیے اور جو بھی گمراہ ہوتے چلے گئے۔ اگر شریعت کا علم کا حقہ حاصل کرتے اور رائے اُٹانے سے پرہیز کرتے تو گمراہ نہ ہوتے۔ اُنہ کیلئے یہ شریعت افراط و تفریط کے درمیان میں ہے۔ اور ہر قسم کی آسانی اس میں رکھی گئی ہے کیونکہ تکلیف مالاطلاق نہیں دی گئی۔ اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو جس کا اس میں فیصلہ نہ کیا گیا ہو۔



اور خدا کی دعوت یہی ہے کہ وہ دلوں کی آنکھیں کھول دے۔ چنانچہ رُوح کو دعوت کرنے کی خبر اُس نے اپنے کلامِ قدیم میں اس طرح فرمائی ہے: **وَإِذْ أَخَذْنَا مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۖ سُبْحَانَكَ إِنَّا كُنَّا بِكَ شَاقِقِينَ** (خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور یہ خداوند تم کا کسٹ پر تم کو فرمانا لفظ کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ اقدام اور تحفظ کیساتھ تھا جس کا سب سے اقرار کیا۔ پس جس نے خداوند کے اس عہد اور اپنے اس اقرار کو پورا کیا وہ ہدایت پر قائم رہا۔ اور اسی عہد کی تلبیہ کیواسطے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ارسال فرمایا۔ تاکہ لوگوں کو خدا کے دروازے یعنی مغفرت کی طرف بلائیں۔ پس جس کے دل میں اُسی دعوت الہی کا نور تھا اس نے رسول کی دعوت کو سنا اور کہا کہ ہم احکام خداوندی کے فرمانبردار ہیں اے رب تیری ہی مغفرت بھوکہ دار رہو۔ اور تیری ہی طرف سب کو جانا ہے۔ **قَالُوا آمَنَّا وَآخِطْنَاكَ غُفْرًا نَاكَ رَبَّنَا وَنَاكَ الْخَبِيرُ** (جس کے قلب میں اُس دعوت کا نور نہ تھا۔ وہ شرک اور رفاق کو حجابوں میں رہ گیا۔ اور رسولوں کی دعوت سے اُس نے تکرار و سخت ظاہر کی جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَا دُعَاؤُكَ إِلَّا تَكْفِيرٌ لِّمَا فِي صُلُوبٍ ۚ** یعنی میں کہنا کافروں کا ٹکڑا کر اسی میں۔

رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے اس واسطے ارسال کیا ہے کہ خدا کی طرف اُس کے بندوں کو بلائیں تاکہ اپنی طرف نہ کہ جو نفوسِ صاف وہ رسالت کے ذریعہ سے اُس واحد تک پہنچ جائیں جس سے توحید ہے۔ اور جس کے واسطے توحید ہے۔ کیونکہ اس نے یہ بات گوارا نہ کی کہ موحّد اُس کے سوا دوسری طرف نظر کریں یا اور کسی طرف متوجہ یا ملتفت بھی ہوں۔ اور یہ اُس کی خاص رحمت ہے جو اُس نے اہل توحید کو عنایت فرمائی ہے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اگر خدا نہ ہوتا تو میں خدا کو نہ پہچانتا اور بیشک میں نے خدا کو خدا کے نور سے پہچانا۔ اور اور چیزوں کو اس کے نور سے پہچانا ہے۔ اور یہ بھی خدا کی دعوت ہی کا اثر ہے۔ جو اُس نے شیطان کو رسولوں کے مقابلہ میں کھڑا کیا۔ لوگوں کو ظلمت اور غمش کی طرف بلانا ہے۔ **لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ** یعنی نہ اُس کے لیے دُنیا میں دعوت ہے۔ نہ آخرت میں اور شیطان کی دعوت کی اللہ تعالیٰ نے نہت فرمائی **إِنَّ الدِّينَ تَقْوَىٰ مِنَ دُونِ اللَّهِ نَ تَخْلَعُونَ** (اگر بایاؤ کو اجماعاً نہ میں جب تیرے ہی قدم کی پشتوں سے اُن کی ذریعہ کو نکالوں کہ جو کہ اوپر اس بات کا گواہ بنایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا میں تمہارا رب ہوں۔

فَمَا تَجْرُ وَاللَّهِ يَدْعُو إِلَى دِرَاسَتِهِ وَيُخَيِّمُ مَنْ يَشَاءُ إِلَى صَوَاطِئِ مُسْتَقِيمَةٍ اور فرماتا ہے قُلْ يَا أَهْلَ  
 الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى صِلَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ  
 بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی ہے رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ  
 الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ذُرِّيَّةً مُتَّقِينَ دُعَاؤِ - معلوم ہو کہ بندوں کو باطل اور ظلمت سے حق اور نور کی طرف  
 کھینچنے اور ضیاع کی گمراہی سے ہٹانے کا یہ جذبہ و طرح سے ہوتا ہے۔ ایک خاص خداوند تم کی طرف سے  
 بغیر واسطہ رسول کے اس کا ہدایت ہے۔ اور اس کو سیتہ اور ول کا کھلانا کہتے ہیں۔ اور دوسرا  
 جذبہ رسول کے واسطے سے ہوتا ہے۔ یہ دین کی طرف بلانا ہے۔ اور یہی اسلام اور وحدانیت  
 کا اقرار اور امور شرعیہ کی تکلیف اور اداء و نواہی کا بلانا ہے۔ اور یہ دونوں دعوتیں بندہ کو سوا  
 انگریز اور خدا تک پہنچاتی ہیں۔ اور خدا ہی دراصل بلایو والا اور اسی کے واسطے حق کی دعوت  
 ہے۔ دنیا و آخرت میں وہی اپنی توفیق اور تائید عنایت کر کے ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور یہ  
 توفیق اور تائید اس کی بلا واسطہ رسول یا نبی کے بندہ کو پہنچتی ہے۔ کیونکہ دلوں کے پھیرنے  
 پر سوا اُس کے کیو قدرت نہیں ہے۔ وہی مقلب القلوب ہے۔ جو کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسکو  
 چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے پس جب وہ بندوں کے سینوں کو اپنے نور کے ساتھ کھول دیتا ہے  
 تب دوبارہ اُس کو رسول کے واسطے سے اپنی شریعت اور معرفت کی طرف بلاتا ہے چو اس کی حق  
 ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ دعوت ازل کے اندر مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے صفات الہی  
 میں سے ایک صفت تھی جب خداوند تعالیٰ نے قلوب اور ارواح کو پیدا کیا۔ تب اسی دعوت  
 کے ساتھ اُن کو اپنی وحدانیت کی طرف بلایا۔ اور اپنی معرفت کی طرف اُن کو ہدایت کی۔  
 اسلامی شریعت رسولوں کی دعوت سے پیدا ہوئی ہے۔ اور رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے روح  
 کے جسم میں نازل کرنے کے بعد بھیجا ہے۔ اور عقل کے کامل ہونے اور بالغ ہونے کے بعد  
 اُن سے دعوت کرائی ہے۔

رسولوں کی دعوت کو وہی شخص مستنسا اور قبول کرتا ہے جس نے خدا کی دعوت سنی ہے

لے اسے رحل کند و اگر ایسی چیز ہے اس کی طرف آجائے ہمارے دہانے درمیان میں برابر ہو اور وہ یہ ہے کہ نہ پرستش کریں  
 ہم گمراہی کی دیکھیں جو کہ اس کے ساتھ نہ ہو کہ ہم میں سے بعض بعض کو خدا کے ہر امور و کھلم کھلیں  
 کہ اگر وہ جو کہ گمراہی کا پند نہاد اور ہر دین کے بھی نافرمان ہو رہا ہو ہمارے دعا کو قبول کریں



کو اللہ تعالیٰ نے دین محمدی قرار دیا ہے۔ اور اس کا نام اسلام رکھا ہے۔ پس تم کو چاہیے کہ اپنے باپ  
ابراہیم کی اقتدار و ملت کو یا اُمت کا قلعہ ہو۔ اور امت کے واسطے متابعیت لازم نہیں ہے۔ اور  
متابعیت یہ ہے کہ رسول کی اقتدار کریں۔ اور اس کے قدم بقدم چلیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس شریعت کے ساتھ ہم پر اور ہمارے رسول پر خاص احسان فرمایا اور چنانچہ

اُس کا فرمان ہے۔ اَیُّوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

یعنی آج کے دن پر اور کامل کر دیا۔ میں نے تمہارا دین اور پوری کردی میں نے تم پر اپنی نعمت اور

راضی ہو گیا میں تمہارے واسطے دین اسلام سے۔ پس دین اسلام سے بہتر کوئی دین نہیں ہے کیونکہ

خدا اس سے راضی ہے۔ اور اس کی رضا سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں ہے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ اسی

دین کی تعریف میں فرماتا۔ وَ رَآیَ الْاِیْمَانَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامَ کَمَا یَعْنِیْ بَشِیْکَ خُصَا کے نزدیک جو دین صحیح

ہے۔ وہ اسلام ہے۔ سب شریعتیں اس شریعت کے ساتھ منسوخ ہو گئی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

اس شریعت کو نہایت کامل اور اتم بنایا ہے۔ اور کمال اور تمام سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ جس

کی طرف کوئی قصد کر سکے اور نہ کوئی وجہ ہے جس پر کوئی ترقی کرے اور اس کلمہ اَکْمَلْتُ لَکُمُ دِیْنَکُمْ سے یہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے پہلی جو شریعتیں تھیں وہ کامل نہ تھیں۔ اس دین کو اللہ تعالیٰ نے کامل

کیا ہے۔ اور اچھی کیفیات کے ساتھ عبادات کے طریقہ مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ تم نماز اور روزہ کی

کیفیتوں کو دیکھو اور ان کی مینا توں کو خیال کرو۔ جب تم انہیں غور کرو گے تو ان کے اندر تم کو حکومت

سے اور دکھائی دینگے۔ عقل اور ہدایت کا کمال شریعت ہی سے ہو سکتا ہے۔ شریعت کا امتحان عقل سے

نہیں کیا جاتا۔ اور جو شخص شریعت کو عقل کے زراو میں وزن کرتا ہے۔ وہ عقل ہی پر چلتا ہے۔

یہ کتاب آہی پر اور جو کتاب آہی پر نہیں چلتا وہی غلط ہے

## پہٹاب

انبیاء کی دعوت اور اس کی کیفیت کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل رسولوں کی دعوت کی مابیت اور اس کی کیفیت کے بیان میں۔ اور ثانی

۱۷ یعنی وہ اس بات کا متفق ہو کہ خدا کا حکم اور اللہ کی دعا کو قبول فرمائے ۱۸ اور بزرگوار ترین پر کسی کار کو کہنے والا چھوڑ  
اگر توان کو چھوڑ بیگا۔ تو یہ تیری خون بندوں کو بھی گمراہ کیسے گا اور جو کام نوافجہ کے نیک آدمی ان سے بیان ہوگا۔ اور جس سے بھگوا اور سیر  
والین کو اور اس خون کو جو گھر میں آئے اور نہ بن سکے مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور اللہ کو بخیر خواہی اور برادری کے کسی بات میں یا نہ کر ۱۹  
۱۷ پس ہمیشہ یاد رکھو کہ میں گمراہوں کا امیر اور دوست ہوں ۱۸



رَأَى كَرِيْمُ الْعَالَمِيْنَ اور عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہو۔ مَعْبُودًا قَالًا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْبَةِ وَمُتَّبِعًا رَسُوْلًا  
 بَاقِيَ مِنْ بَعْدِي سَمَاءُ اُجَدًا اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰهُ اور  
 مومنین جو اس کی عبادت کرنے میں اُن کی شان میں فرمایا ہو۔ فَعْبُدُوْهُ اَهْلًا وَاِلٰهَ اَبَاقًا لَّا اِرْهَمُ  
 وَاسْمِعِيْلَ كَمَا سَمِعْتَ اِلٰهًا وَاَحَدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ اور نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہو  
 وَاعْبُدُوْهُ اِلٰهًا وَاَحَدًا غَرَضِيْكَ سَبَّ اُولٰٓئِكَ وَاٰخِرِيْنَ اِسْ كَلِمَةٍ مِّنْ شَاوِلٍ ہوں۔

جبکہ مجبور ایک ہی ہو پس اس میں شک نہیں کہ اُس کی طرف دعوت بھی ایک ہی ہے۔  
 مگر دعوت کرنیوالے کثرت سے ہیں کیونکہ ایک شخص کی عمر اس قدر کافی نہیں کہ ابتداء سے دیکھے  
 انتہا تک دعوت کر سکے۔ اسی واسطے اس دعوت کی وجہ سے بہت سے دعوت کرنیوالوں کی ضرورت  
 ہوئی۔ اور چونکہ داعیوں کی دعوت کا مدعوالیہ ایک ہے۔ اسی سبب سے دعوت بھی ایک ہی  
 کہلاتی ہے۔ اور وہ مدعوالیہ خدا واحد ہو جسکی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ دعوت کرنیوالے اس سبب  
 سے بہت ہوئے۔ کہ وہ مخلوق میں سے ہیں اور دعوت اس سبب سے ایک ہے کہ وہ حق کی طرف سے  
 ہے۔ اور حق واحد ہے۔ اور مخلوق کثیر ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ واحد کثیر پر غالب ہو۔ مومنوں  
 کو وہ اپنی جنت اور رضامندی کی طرف بلاتا ہے۔ اور کافروں کو اپنے دردناک عذاب اور غم کی طرف  
 بلاتا ہے۔ دعوت کا قیام نہ ہدایت ہے۔ اور ہدایت رسولوں سے مستفادہ نہیں ہے۔ کیوں کہ  
 رسول خدا ہی کی ساتھ خدا کی معرفت بتلانے والے ہیں۔ جو اس کے سوا دوسرا اعتقاد رکھے گا۔  
 وہ خدا سے دور ہے۔ اور اُس نے خدا کو جیسا کہ پہچانا چاہیے۔ نہیں پہچانا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَكَنّٰفِرٌ اَنْ  
 لِّشَرِّ النَّاسِ لَئِيْۤمًا وَيَعْبُدُوْنَ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لَنْ يُّشٰكُوْا مَعْنٰی شَيْءٍ خداوند تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشا ہو  
 کہ اُس کے ساتھ کفر کیا جاوے۔ اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

لے یعنی میں اُس تک پہنچ کر جو مجھے پہلے نماز ہوئی جو یعنی قرأت کی تصدیق کرنیوالا ہوں اور ایک رسول کی یراث دینے  
 والا ہوں۔ جو میری بعد آویٹے اور نام ان کا احمد ہوگا ۱۲۔ ملے یعنی ہم عبادت کر کے جتنا ملے ہم کو اور تمہارے یا چاہو اور اگر تم  
 اور اس میں اور اس کے نبیوں کی جو ایک مجبور ہے۔ اور ہم خاص آسمانی عبادت کرنیوالے ہیں ۱۳۔ تمہارا مسعود ایک مجبور ہے ۱۴  
 ملے یعنی رسول کیلئے ہدایت۔ یہ ہر تدر نہیں ہیں۔ رسول صرف ہدایت کے بتلانے والے ہیں۔ باقی ہدایت کی توفیق

## دوسری فصل ہے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اُس کی کیفیت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سَلَامًا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِآذَانِهِ أَوْ رَفَعَتِهَا إِلَى سَيِّدِكُمْ تِلْكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ هِيَ أَحْسَنُ ۚ اے طالب تم کو معلوم ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولین کو مبشرین اور منذرین بنا کر بھیجا۔ اور بندوں کو آخری نجات اور حصولِ مراد کی طرف بلانے کا حکم فرمایا۔ پس اُن کے سلسلہ کا جہدِ عام ایک ایسے رسول سے وابستہ کیا جو سب سے زیادہ کامل اور عالم تھے یعنی سید المرسلین خاتم النبیین حبیبِ العالمین سیدنا و مولانا حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور کل مخلوقات میں شرف اور مقیاز اور برگزیدگی بخشی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات آپ کے سامنے پیش کی جسکو دیکھ کر آپ ایمان لائے۔ چنانچہ آپ کا ایمان عیانی ہے بُرائی نہیں ہے۔ اور اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّكَ الرَّسُوْلُ بِمَا اَنْزَلَ الْكِتٰبَ مِنْ رَبِّهِ يَعْنِي رَسُوْلُ اُس خیر کے ساتھ ایمان لائے جو اُن کی طرف اُن کے رب کے پاس سے نازل کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور سے فرمایا کہ تم ہی میرے وہ رسول ہو جن کو میں نے اپنے تمام بندوں میں چن لیا ہے۔ اور خصوصیت اور شرف بخشا ہے: نَبِيٍّ عِبَادِيْ اَبْنِيْ اَنَا الْعَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۖ وَاَنْ كَانَ اَبْنِيْ هُوَ الْعَدُوْبُ اَبْنِيْ اَلَا لِيُوْحِيَ لِيْ مِنْ رَبِّهِ خَبْرًا ۚ کہ یہ نبیائیں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور اُس میں بھی شک نہیں۔ کہ میرا عذاب بڑا دردناک ہے۔

ہمارے حضور نے حکمِ الہی سے اس کے رستہ کی ہدایت کی۔ اور اُس کی رضامندی سے یکسر مُو باہر ہوئے۔ اور دعوتِ آپ کی ہدایت الہی کی سرائق ہے۔ نہ اُس کی علت پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو عینی شیکارِ اہم محمد نے تم کو بھیجا ہے گواہ بنا کر شہادت دینے والا اور ڈرائیوالا اور خدا کے حکم سے اُس کی طرف بلائیوالا ۱۱۔ لہٰذا اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور جہادِ دِکرو اُن سے بھیجے طریقہ کے ساتھ ستہ حضور نے امورِ اخروی کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ اور ذاتِ باری سے واصل ہو گئے ہیں۔ اس سبب سے آپ کا ایمان عیانی ہو اور یہ ایمان برائی ایمان سے جدا جدا بہتر ہے اور افضل ہے۔ ۱۲



کی سداوق دعوت کے ساتھ اپنا نور اور ہدایت جاری کی۔ حضور علیہ السلام نے اپنی دعوت کی لوگوں کی تقسیم کے موافق تین قسمیں کی ہیں اور لوگوں کی تین قسمیں یہ ہیں۔ ساقیون اور ظالمون اور مقصدون اور ان تینوں کی حقیقت ارکان دین کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ جو چار ارکان ہیں۔ ایمان احسان تقویٰ اور یقین جیسے کہ ارکان اربعہ سے متولدات ثلاثہ پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی دین کے ان چاروں ارکانوں سے یقین قسمین لوگوں کی پیدا ہوتی ہیں۔ ساقیون وہ لوگ ہیں جنہوں نے عملی اور معرفت حق کا کمال حاصل کیا۔ اور کلمہ توحید کی سادھ کو پایا ہوئے اور اسکی عبادت کو ادا کیا۔ اور ظالم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جاہد حق سے انحراف کیا۔ اور رحمت کے نور کو قبول نہ کیا اور مقصد وہ لوگ ہیں۔ جو ظلم کی حقیقت سے سبقت کی آواز کی طرف ترقی کر رہے ہیں۔ مگر کمال کو نہیں پہنچے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ الناس عالمون مقصدون و کاذبون و لا یخیر فیہم یعنی آدمی صرف دو شخص ہیں علم سکھایا ہو علم سکھانے والا اور باقی انکے علاوہ پنج ہیں جن میں کچھ بھلائی نہیں بڑی پنج اس شخص کو کہتے ہیں جو ظالم معاند اور منافق اور کاذب اور جھگڑا لوبو۔ اور مقصد علم سکھانے والا مرید اور فرمانبردار ہے۔ ساقیون کو قبول کرتا ہے۔ اور عالم سے مراد سابق ہے جو یقین کے ساتھ معرفت الہی کو حاصل کرتا ہے۔ اور کمال کو پہنچ گیا ہے۔

پس یہ شخص شجرت معرفت توحید نور اور سابق ہے۔ یہ تفسیر ہمارے حضور نے اپنے دل سے ایجاد نہیں کی اور نہ اپنی عقل سے اس کو اختراع کیا ہے۔ بلکہ خداوند تعالیٰ ہی نے یہ تقسیم یتیم کی ہے۔ اور اس کی سادھ حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ اذم الی سبیل الیہ یعنی اپنے رب کے رستہ کی طرف ان تین جنہوں کے ساتھ بلاؤ۔ کیونکہ لوگ بھی تین ہی قسم کے ہیں تاکہ تمہارے بلانے کی ہر ایک قسم اسی قسم کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہو جائے۔ پس اسی سبب حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تین قسمیں ہوئیں۔ ایک حکمت بالغہ یعنی کلام کی تحقیق اور بیان کی تدقیق یعنی باریکی ایجاز اور اعجاز کی رقت کے ساتھ روح

سہ ارکان اربعہ عامہ اور ہر کو کہتے ہیں۔ جن کے مرکب ہونے سے سوا یہ ثلاثہ پیدا ہو سکتے ہیں۔

تھ مینی بھی شخص جس نے یہ کمال حاصل کر لیا خدا کا عارف اور اس کی توحید کا ماننے اور جاننے اور اقرار کرنے والا ہے اور یہی شخص ان سابقین میں سے ہے جن کو خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ منہم سابق باخیرات

کمال فصاحت اور تمام براعت کے۔ دوسری قم موعظہ حسنہ ہے۔ یعنی نصیحت قبول کرنا والے کی طاعت کے موافق اُس کو اچھی بات کو اچھا بتانا اور بُری بات کو بُرا بتانا اور موافق موقع کے کلام کرنا تاکہ سننے والا اُسکو سنکر سمجھ لے۔ اور قبول کر لے۔ غافلوں کو خوف دلانا اور شیکر کرنا اور مشرکوں کو تنبیہ کرنا۔ اور مومنوں کی ہمت بڑھانا اور گنہگاروں کو توبہ کی طرف کمال علم اور حسن خلق کے ساتھ متوجہ کرنا۔ اور لوگوں کی ہمتوں اور اُنکے نفوس کی مقدار سے مطلع ہونا تبسری قلم مجادلہ ہے یعنی جہاں کو چھڑکنا۔ اور غافل کو غفلت سے باز رکھنا مخالفت کو دفع کرنا اور مجادلہ یا قول سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ اور یا فعل سے ہوتا ہے جیسے سد و کا قلم کرنا اور مفسدوں کے دروازے بالکل بند کر دینے اور منافقوں سے اُن کے اختیارات ضبط کرنے اور پوری سیاست اور شجاعت کیساتھ اُنکے اندر تصرف کرنا اور اسکے کمی و ترے میں۔ پہلا زبان سے دوسرا ریٹ سے جیسے حدود اور قریز وغیرہ تیسرا قتل و قمار، تہکے اور بوٹ لینے سے یہ سب باتیں مجادلہ کے اندر ہیں۔ اور حضور کی دعوت شانِ تینوں قسموں پر شاہ ہے پس مجادلہ ظالموں کے طبقہ کے واسطے ہے اور نصیحت مقصدوں کی واسطے اور حکمت سابقین کے واسطے۔ اور یہ سب کلمہ توحید کے اندر داخل ہیں۔ یعنی کلمہ پڑھنے کی نسبت حضور کا حکم فرمانا مجادلہ ہے اور کلمہ کی تفصیل نصیحت کے دروازے ہیں۔ اور کلمہ کے اسرار اور اسکے معانی اور حروف کے خواص اور نفی اور اثبات کے اشارات حکمت کے سرچشمے ہیں جو شخص کلمہ توحید کے ظاہر و باطن کو مطلع ہوا اور اس کی نفی و اثبات کو اُس نے پہچان لیا۔ اُس نے حکمت اور موعظت اور مجادلہ کے سب علوم حاصل کر لئے کیونکہ یہ کلمہ اگرچہ ظاہر میں چھوٹا سا ہے مگر حقیقت اور ملاحظہ میں بہت عظیم الشان ہے۔ **يُحَدِّثُ اللَّهُ أَنَّ يَهْدِيكَ يَهْدِيكَ هَدًى مَّا كَانَ لَكَ لَمْ يَكُنْ لَكَ هَدًى مَّا كَانَ لَكَ لَمْ يَكُنْ لَكَ هَدًى** جسکے واسطے خدا ہدایت کرنا ارادہ کرتا ہے۔ اُس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے یعنی اس کلمہ کے حاصل کرنے کے واسطے جس کا قبول کرنا اسلام اور حاصل کرنا ایمان ہے اور معنی اس کے احسان ہیں۔

اور جسے اس کے محدثات کے ارکان ہیں۔ اور دونوں طرفیں اس کی میزان کے دونوں پتے ہیں۔ اور یہی کلمہ قرآن کی کئی اور رحمان کا عرفان اور جنت کا رضوان ہے۔ **وَيَهْدِيكَ يَهْدِيكَ هَدًى مَّا كَانَ لَكَ لَمْ يَكُنْ لَكَ هَدًى**

یعنی ہدایت دینا۔ حیوانات، جمادات، نباتات کے ارکان یعنی ان کی اہلیں جن سے گریہ پیدا ہوئے ہیں یعنی غاصر اور بعد ۱۲ علقہ رضوان دار و نعم جنت کا نام ہے ۱۲



يَجْعَلُ صَدْرَهُ حَيِّقًا وَحَسْبُ لَهَا كَرَامَةٌ كَرَامَةٌ - اُس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس کلمہ کو نہیں چھپاتا۔ اور نہ اس کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ شخص فرعون اور ہامان کے ساتھ محرومی اور ذلت کے گڑھے میں گر پڑتا ہے۔ اسی کلمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل طغیان کو تہدید کی ہے اور فرمایا ہے۔ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

پس گویا رسول خدا کی مجمل دعوت کلمہ توحید ہے۔ اور بفضل دعوت حکمت اور مغفّت اور  
مجادلہ ہے۔ اور یہی تینوں دین کے چاروں ارکان سے پیدا ہوئیں ہیں۔ اور انہیں کے اندر ہدایت  
الہیہ پوشیدہ ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم داعی تھے مادی نفع سے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے۔ بُعِثْتُ دَاعِيًا  
وَمَا لِي بِالْهُدَايَةِ شَيْءٌ، وَبُعِثْتُ الْبَلِيْسُ قَرِيْنًا وَلِلْبَلِيْسِ الْاِغْوَاءُ لَكَ شَيْءٌ، عَائِشَةُ مِیْنِ دَعْوَتِ  
کَرْنُو اَلْاِجْبَا لیا ہوں ہدایت میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اور بلیس ہکانیو اَلْاِجْبَا لیا ہے۔ گمراہی  
اُس کے اختیار میں نہیں ہے۔

پس اے طالبِ شجر کو حضور کی دعوت کے تین سنا اور اپنی حکمت کو قبول کرنا لازم ہے اور یہ بات خوب سمجھ لے کہ ہدایتِ عنایت الہی سے ہوتی ہے۔ رسولوں کی دعوت سے نہیں ہوتی مگر اللہ تم نے رسولوں کو بھیجا ہے۔ اور بندوں کے دعوت کرنے کا حکم نہایت تاکید سے فرمایا ہے۔ تاکہ خدا کی حجت بند و غیر قائم ہو جائے۔ اور بندوں کی محبت خدا پر باقی نہ رہے۔ اور معلوم ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو دینا اور تفاخر اور بغضِ خلق اور بغض و عداوت اور فحش باتوں کی طرف نہیں بلایا ہے بلکہ انہوں نے تم کو خدا کی توحید اور اس کی کتاب کی تصدیق کا حکم کیا ہے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی طرف بلایا ہے۔ اور اولیٰ دعوتیں تم کو بھیج رہے ہیں کہ تم یہ حکم کیا ہے اور الحاد و فساد اور شقاق اور تباہی اور کفر و فساد اور عیسان سے

اللَّهُ يَجْزِيكَ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا وَيَعْظُمُ فِي ذَلِكَ ذِكْرًا إِنَّ اللَّهَ سَيَجْعَلُ بَعْدَ عَشْرِ تِسْعًا

جب تو نے رسول خدا صلی علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا۔ اور اُس کی طرف سے متوجہ ہوا۔ خدا تجھ کو سیدھے راستے کی ہدایت کرے گا۔ اور دارالسلام کی طرف تجھ کو بلائے گا۔ اُس کی دعوت تیری دعا کی طرف منتہی ہوتی ہے۔ اور تیری دعا اُن لوگوں کی صحبت کی طرف ہے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔  
 دَعُوهُمْ فَيَهْدِي اللَّهُ لَهُمْ وَيُخْرِجُهُم مِّنْ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ طَافٍ مِّنْهُم مَّنِ اتَّخَذَ الرَّبُّ عَلَيْهِمُ أَلِافًا

## تیسری فصل سنت و ناجیہ کے بیان میں

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سَتَفَرَّقُ الْمُنَافِقُونَ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كَمَا هَكَذَا وَوَحْدَةٌ مِنْهَا كَاجِيَةٌ رَّقِيقٌ يَأْتِي سَوَّلَ اللَّهِ وَمِنْ الْفِرَقَةِ الْكَاجِيَةُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قِيلَ وَمَا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا أَتَا عَلَيْهِ الْيَوْمُ وَأَصْحَابِي اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اور فرماتا ہے مَا أَتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا معلوم ہو کہ جس سنت کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ وہ فریض خداوندی سے نکلتی ہے۔ گویا کہ وہ سنت اور امر الہی کے دشت کی شاخیں اور ٹہنیاں ہیں جو اس سے نکلی ہیں۔ درحقیقت فرض و سنت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ فرق صرف وجواب اور مکان میں ہے۔ یعنی فرض واجب ہے جس کا ادا ہونا ضروری ہے اور سنت ممکن ہے جس کا ادا ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر یہ دونوں حقیقت میں بندگی اور عبودیت ہیں فرض وہ چیز ہے جو خدا کی طرف سے مقرر ہوئی ہے۔ اور سنت وہ خدمت ہے جو ایک پاک نفس یعنی رسول سے صادر ہوئی بطور شکریہ کے فرض کی نعمت کے ادا ہونے پر کیونکہ اللہ نے جو جو

عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر بھلائی کا پیدا کرے گا۔ اور اس کا ثواب عظیم عنایت کرے گا۔ کیونکہ بعض بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد عنقریب ہی آسانی کرتا ہے ۱۲

۱۲ جنت میں لوگوں کی پیکاری ہوگی کہ پائی ہے تجھ کو اسے اللہ اور فرشتے انکو سلام کا تحفہ دیتی ہوگی اور آخری پیکاری یہ ہوگی کہ سب ترغیض خدا ہی کو بیچ کر تمام عالم کا پروردگار سے ملنے یعنی میری امت کے متصرف بنے جو جتنے جن میں ہو صرف ایک نجات پانے والا ہوگا باقی سب ہلاک ہونے والے ہونگے بعض کیلئے کہ وہ بخاک لافرد کو نہ لے۔ فرمایا اہل سنت والجماعت عرض کریں اہل سنت والجماعت کو سنت و ناجیہ ہے۔ فرمایا اس علی پر قائم رہنے والا جس پر آج میں اور میرے اصحاب میں ۱۲ ملے یعنی بیشک رسول خدا (کے اتباع) میں تمہارے واسطے اچھی پیروی ہے ۱۲ ملے جو حکم رسول تم کو دیں۔ جس کو بھلاؤ۔ اور جس بات سے تم کو شک کریں۔ اُس سے باز رہو ۱۲ سیدنا حسین علی



فرائض اپنے رسول پر مقرر کیے ہیں۔ رسول نے انکو نعمتیں شمار کیا ہے۔ اور چونکہ نعمت پر شکر ضروری ہے۔ اس واسطے فرضوں کی نعمت پر سنتوں کا شکر یہ مقرر کیا ہے۔

سنت بدعت کے بر خلاف ہے۔ کیونکہ بدعت وہ چیز ہے۔ جو فاعلوں کی طبیعت اور ان کی ناپاک رائے سے باسزا و فاضل امارہ کے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی پیدائش کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جب آدمی ارکان شریعت میں اپنی عقل اور خیال کو رٹاتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کا یہ کام اور یہ بات نامتام ہے۔ پھر کچھ اپنی عقل سے اُس میں بڑا دیتا ہے۔ اور کہیں کچھ کم کر دیتا ہے۔ بس یہ کاروائی بدعت کہلاتی ہے۔ اور سنت وہ فعل ہے جو انبیاء علیہم السلام سے باستمداد وحی الہی صادر ہوا ہے۔ اور صفات اور روشن قلب نے درجہ فرائض سے اُس کا استخراج کیا ہے۔

سنت کو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے بدن میں اعضا اور بدعت ایسا ہے جیسے زائد عضو۔ اگر بدن کے اعضا میں سے کوئی عضو کم ہوگا۔ تو اُس کے کم ہونے سے بھی بدن ناقص ہوگا اور اگر کوئی عضو زائد ہوگا۔ تو اس کی زیادتی بھی بدن کے واسطے مضر ہے۔ پس جو آفت کہ بدعت کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے وہ ترک سنت کی آفت سے بدرجہا بدتر ہے مثلاً ایک شخص کے تین ہاتھ ہوں اور ایک شخص کا ایک ہاتھ ہو پس جس کے تین ہاتھ ہوں گے وہ ایک ہاتھ والے سے زیادہ بدنام معلوم ہوگا پس سنت نبی کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ جو حکم الہی سے انہوں نے حقوق خداوندی کے ادا کرنے کے واسطے مقرر کی ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظہری مثلاً اخلاق حسنہ سے اپنے تئیں آراستہ کرنا۔ اور قدر واجبہ سے زیادہ علوم شرعی حاصل کرنا اور دوسری قسم سنت عملی ہے مثلاً اپنی عمر کو نیک کاموں میں صرف کرنا چنانچہ علم توحید کا حاصل کرنا فرض ہے اور علوم شرعیہ اور قوانین شریعت کا حاصل کرنا سنت ہے۔ ایسا ہی وضو میں اعضا رابعدہ کا ایک ایک بار وضو کرنا فرض ہے۔ اور تین تین بار وضو سنت حسنہ ہے۔

سنتیں بعض مؤکدہ ہیں جیسے فرائض سے پہلے اور تیجے پڑھنے کی رکعتیں اور بعض غیر مؤکدہ

لے یعنی بقدر ضرورت نماز روزہ کے احکامات اور عقائد کی دینی کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کے علاوہ علم کی حقیقی پیدا کرنی مستحب ہے۔ اس کے ترک کرنے سے عذاب ہوگا مثلاً اعتقاد رابع یہ چاروں اعضا میں جن کا وضو میں وضو واجب آیت شریعت کے فرض ہے موندہ اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سر کا سج کرنا اور سر پر وضو کرنا

ہیں۔ جن کو مستحب بھی کہتے ہیں جیسے نماز، شراق و چاشت وغیرہ۔

ہر سنت نبوی کے مقابل میں ایک بدعت شیطانی ہے۔ جو سنت کی مخالفت کیا کرتی ہے۔ جو شخص بدعت کا ترک ہو جاتا ہے۔ اُس کا دین اُس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص سنت کا ترک ہو جاتا ہے۔ اس کا دین اس کے اندر ختم ہو جاتا ہے۔ جو شخص بدعت کا ترک ہو جاتا ہے۔ اور جو اپنی رائے میں عقیدہ ہوا۔ اُس کا دین اس سے متفرق ہو گیا۔ کیونکہ مختلف رائیں ایک و تیرہ پر قائم نہیں رہتی ہیں۔ اس لئے کہ رائیں ظن سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ظن فی نفسہ غیر مستقیم ہے۔ پس اس کا نتیجہ بھی غیبی مستقیم ہوا۔ کیونکہ جب ظن اور رائے دونوں فی نفسہ غیر مستقیم ہیں۔ تو ان دونوں کی پیروی کرنے والا کیسے مستقیم ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحب رائے غیر مستقیم ہے۔

وہ شخص جو سنت کا متبع اور اس کا پیرو ہے۔ وہ اسی بات پر عمل کرتا ہے۔ جس کا اس کو سنت نے حکم کیا ہے۔ پس وہ اپنے دین پر مستقیم ہے۔ لہذا سنت کا متبع جمع ہے۔ اور بدعت کا مستبع متفرق ہے۔ کیونکہ بدعتی رائلوں کی پیروی کرتا ہے۔ اور رائیں کثرت سے ہیں۔ اسی سبب سے لئے والے بھی متفرق ہیں۔ اور سنت کا متبع سنت کی اقتدار کرتا ہے۔ اور سنت جو نہ ایک ہے لہذا اہل سنت جمع ہیں۔ اگرچہ وہ کثرت سے ہوں مگر وہ سب مثل نفس واحد کے ہیں۔ اور اہل بدعت اگرچہ ایک شخص ہو۔ مگر وہ اپنی رایوں کے اختلاف کے باعث کثیر ہیں۔

سنت شاریع علیہ السلام نے حکم الہی سے وضع کی ہے۔ اور جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو سنت کی اقتدار کرتے ہیں۔ اور قول و فعل اور قصد میں اُن کی پیروی پر مجتمع ہیں۔ جیسے امام کے پیچھے مقتدی بلا اقتدیم و تاخیر کے اس کے عمل کے موافق عمل کرتے ہیں۔ بغیر امام کی اقتدار کے ہر شخص کی ایکسا کیسے کی جماعت نہیں ہوتی ہے۔ اور نہ ایک شخص کے اتباع کو جماعت کہا جاتا ہے۔ پس جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایک سنت پر مجتمع ہیں۔ وہ سنت شاریع ماطن بالحق نے صدق کے ساتھ وضع کی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان کیساتھ تصریح فرمادی ہے اَکْثَرُ الدِّينِ وَالْجَمَاعَةِ يَقُوْمُوْنَ عَلَى مَا كَانَتْ اَنْبِيَائُهُمْ عَلَيْهِمْ سَلَامٌ وَجَمَاعَتِ اِسَى طَرِيقٍ پَرِ قَائِمٌ ہونگے جیسے میں قائم ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اصحاب آپ کے متبع اور مقتدی ہیں۔ آپ کے حکم انہوں نے سنے ہیں۔ اور قبول کئے ہیں۔ اور حضور کے کسی قول و فعل کا انہوں نے انکار نہیں



یہاں کسی پر اعتراض کیا ہے۔ اور نہ کسی حکم نیک کی سی کی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس خدا کے سوا کہ جس کی طرف سب رسولوں اور نبیوں نے بلایا ہے۔ اور کسی خدا کی طرف نہیں بلایا۔ اور نہ محض اپنی رائے سے پہلے رسولوں کے خلاف کوئی طریقہ مقرر کیا۔ بلکہ اُسی کلمہ کی تائید کی جسکی وہ تائید کرتے چلے آئے تھے۔ اور حضور نے انتہا درجہ کے ساتھ اُن کی موافقت اور موافقت فرمائی۔ پس اسی ایک کلمہ کے ادا کرنے میں انبیاء ایک دوسرے کی اقتدا کرتے آئے ہیں اور سب انبیاء نے اس کلمہ کو خداوند تعالیٰ سے اخذ کیا اور صحابہ کرام نے اُس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول کیا ہے۔ سب صحابہ رضی میں سے سردار اور رئیس یہ صحابہ ہیں۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت باب العلوم علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہم اجمعین۔

کبھی کسی صحابی نے رسول خدا کی کسی قول و فعل میں مخالفت نہیں کی اور حضور علیہ السلام کی امور شرعیہ میں اسطرح پیروی کرتے تھے جیسے نماز میں امام کی اقتدا کرتے ہیں پس حضور سنت کے واضع اور جماعت کے امام ہیں۔ اور صحابہ بسبب حضور کے اتباع اور اقتدا کے اہل سنت والجماعت ہیں صحابہ کرام کا ہر ام میں کتاب اللہ اور سنت نبوی پر بھروسہ تھا۔ اور اُن کے حال کی عنوان شریعت تھی۔ اور ان کے عرفان کی میزان عقول صافیہ تھی وہی کام انہوں نے کیے جن کا خدا نے اُن کو حکم فرمایا۔ اور وہی انہوں نے قبول کیا۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ارشاد کیا۔ **قَوْلُكَ هُمُ الْفَاقِرُونَ۔ وَهُمْ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ وَحِزْبُ اللَّهِ الْأَكْبَرِ حِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ** یعنی پس وہی لوگ کامیاب ہیں اور وہی جنت میں ہیں اور خدا کے گروہ ہیں۔ خبردار بیشک خدا کے گروہ وہی غالب ہیں پس نجات سنت رسول کی حفاظت اور جماعت کے داخل ہونے میں ہے۔

جو شخص رسول خدا کی پیروی اور اقتدا ایجا لائے۔ اور آپ کے اوامر اور نواہی کی توقیر کرے۔ وہ فرقہ ناجیہ میں سے ہے۔ اور فرقہ ناجیہ ایک ہی فرقہ سے جو اپنے سب کاموں کو خدا و رسول کے سپرد کرتا ہے۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول پر بھروسہ رکھتا ہے شریعت سے عقل پر نظر کرتا ہے عقل سے شریعت پر نظر نہیں کرتا۔ نہ اپنی رائے کی پیروی کرتا ہے

نہ خدا میں شک لاتا ہے نہ اُس کی ذات اختلاف کرتا ہے۔ نہ اُس کی صفات میں فکر کرتا ہے۔ نہ اس کی مصنوعات کا انکار کرتا ہے۔ نہ اُس کے کلمات کو بدلتا ہے اور نہ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا خوف کرتا ہے اور اُس فرقہ کے وہ لوگ ہیں جو خدا کو جس طرح کہ چھپانا چاہیے اُسی طرح اس کو چھپاتے ہیں اُس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اس کی تمام کتابوں اور اُس۔ رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بیشک وہ خدا لاشریک ہے نہ اُس کے واسطے کیف ہے نہ کم۔ اور اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور خدا کے رب ہونے اور حضرت محمد کے رسول ہونے اور قرآن شریف کے کتاب اللہ ہونے اور اسلام کے دین ہونے سے راضی ہیں۔ اپنے عقائد کی شرک سے حفاظت کرتے ہیں جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے۔ اُن کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور جن کو اُس نے حلال کیا ہے اُن کو حلال سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ایمان کے کچھ اور شتر دروازے ہیں نہ یہ ایک دروازہ سے داخل ہوتے ہیں اور نہ ایک دروازے پر توقف کرتے ہیں۔ کیوں کہ اسی باعث سے فرقوں کی کثرت ہوئی ہے۔ کہ اُنہوں نے شہر ایمان کے دروازوں میں اختلافات کیلئے۔ بسوا فرقہ ناجیہ کے جو سب دروازوں کے گرد پھرا ہے۔ اور سب میں سے داخل ہوا ہے۔ کوئی دروازہ اُس پر بند نہیں ہوا۔ انہیں لوگوں نے خدا کو پہچانا ہے۔ جیسا کہ اُس کے پہچاننے کا حق ہے۔ اور انہیں لوگوں نے خدا کے دین کو جیسا کہ قبول کرنا چاہیے۔ قبول کیا ہے اَللّٰهُ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْْبِ وَيُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنی اللہ فرماتا ہے۔ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں بالکل شک و شبہ نہیں ہے۔ ہدایت کرنیوالی ہے متقیوں کو جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا نے اُن کو دیا ہے۔ اُس میں خرچ کرتے ہیں۔

ہر فرقہ اپنی نسبت فرقہ ناجیہ ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ حالانکہ سب اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ ایک ایک دروازہ پر اڑ گیا ہے۔ اور قرآن شریف کی اُسی آیت کو اُس نے اختیار کیا ہے۔ جو اُس کی رائے کے موافق ہے۔ باقی آیتوں کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ناجی وہ فرقہ ہے۔ جو اپنی رائے اور عقل کو قرآن کی میزان میں تولتا ہے۔ نہ وہ جو قرآن



کو اپنی رائے اور عقل کی ترازو میں تولے چنانچہ ایک فرقہ نے یہ خیال کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ غیر مڑتی ہے  
 احساس سے۔ ورنہ اس آیت کو اپنی حجت ٹھہرایا ہے لَا تَدْرَا لَیْلًا وَلَا نَهَارًا اور باقی آیات کو ترک کر دیا  
 ہے۔ ایسے لوگوں کی اسد تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں قُلْ مَنِ ابْعَضَ فَا  
 فَکَفَّرُ بِبَعْضٍ یعنی بعض آیتوں پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور بعض کے ساتھ ہم کفر کرتے ہیں۔ یعنی ایمان  
 نہیں لاتے ہیں۔ یُرِیدُ قَوْلَ اَنْ یُعْزِزَ قَوْلَ یَکُنْ اللّٰهُ وَحْدًا اَرَادَہ کرتے ہیں۔ کہ خدا اور اس کے رسولوں  
 کے درمیان میں تفرقہ ڈالیں۔ یعنی ایک پر ایمان لائیں۔ اور ایک پر نہ لائیں۔ یہ لوگ منافق ہیں۔  
 اور بیشک خدا منافقوں اور کفاروں کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔ اور ایک دوسرا فرقہ یہ  
 عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ خدا آنکھوں سے دکھائی دینے والا ہے۔ اور انہوں نے بھی اپنے گمان کے  
 موافق ایک آیت کو اپنی حجت ٹھہرا رکھا ہے۔ وَجْہُکُمْ لَیْسَ بِکَیْفَہِ تَرٰہَا لَظُہْرٌ ؕ یعنی بہت  
 سے مومن اُس دن خوش حالی کے ساتھ اپنے رب کی طرہ نظر کرتے ہونگے۔ اور باقی آیات کو اس  
 فرقہ نے چھوڑ دیا ہے۔ غرض کہ اسی طرح سے ہر ایک فرقہ نے اپنی رائے اور گمان سے آیتوں کو چھٹا  
 لیا ہے۔ چنانچہ انہیں آفتوں سے دین میں یہ اختلاف اور فسادات پیدا ہو گئے۔

ان سب فرقوں کو چاہیے تھا۔ کہ اپنی اُس عقل اور رائی کو قبول کرتے۔ جو قرآن کے موافق ہوتی  
 مگر انہوں نے اس کے برعکس کیا یعنی قرآن کی ان آیات کو قبول کیا۔ جو انکی رائے کے موافق تھیں اور  
 باقی کو رد کر دیا۔ اور جو شخص کہ اپنی رائے کو قرآن پر ترجیح دے وہ خدا کے ساتھ کافر ہے۔ اور ایک فرقہ  
 تشبیہ کا قائل ہے۔ اور قرآن میں سے ان آیات کو حجت لاتا ہے جو اسے حوالہ دلاتی ہیں۔ اور ایک  
 فرقہ نفی صفات کا قائل ہے۔ اور یہ بھی اپنے گمان کے موافق حجت تلاش کرتا ہے۔ پس انہیں  
 اختلافات سے مطلع ہو کر شارح علیہ السلام نے سب فرقوں کو سوا ایک فرقہ کے ٹانک فرمایا اور  
 یہ ایک فرقہ فرقہ ناجیہ اور اہل سنت و اجماعت ہیں یہ تمام کتاب پر ایمان لاتے ہیں نہ بعض پر کونو  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اسد تعالیٰ سے شکایت کی ہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور  
 وَكَانَ الرَّسُولُ یَا رِکْبَاتٍ فَاِذَا کُنِیْ اَلْحَدَّ وَ اَهْلَ الْعَرْشِ اَنْ یُجْعَلَ رِکْبَاتٍ سُبْحٰنَکَ اَیُّہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ  
 اے نبی اللہ تعالیٰ کا اس کے فرمودے سے دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ کتب عقائد و کلام میں ان مسائل کی پوری بحث  
 کی گئی ہے۔ شائق کلام میں تلاش کرتی چاہئے۔

میری قوم نے اس قرآن کو ستر و کبالیہ ہے۔ اور یہودیوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں مذمت فرمائی ہے۔ کیونکہ انہوں نے تورات کی آیات کو بدل دیا تھا۔ فرماتا ہے: **يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ تَحْوِیْلًا** یعنی بدلتے ہیں کلموں کو ان کی جگہوں سے

اور جو لوگ ساری شریعت کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ کسی جگہ بقید اور تخصیص نہیں کرتے۔ اور یہ امر بہت مشکل ہے۔ مگر جس پر خدا آسان کرے۔ کیونکہ فضل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جسکو وہ چاہتا ہے۔ دیتا ہے۔ \*

پس اسے طالب تم اس بات کو معلوم کرو کہ فرقہ ناجیہ میں وہ لوگ ہیں۔ جو ایمان کے شہر میں سب دروازوں سے داخل ہوتے ہیں۔ اور تمام اسلام کے ارکانوں کو انہوں نے قبول کیا ہے اور جس طرح شارع علیہ السلام نے ان کو حکم فرمایا ہے اسی کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اور خدا کی معرفت حاصل کرنے کے واسطے عبادت پر مضبوط ہیں۔ جن باتوں کا رسول نے ان کو حکم کیا ہے۔ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور جن باتوں سے رسول نے منع کیا ہے۔ ان سے باز رہتے ہیں۔ اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں

**روایت** ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط سیدھا کھینچا اور چند خطوط اس کے دائیں بائیں کھینچے۔ اور فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے۔ اس سے دائیں بائیں نہ پھر جاؤ اس بیچ کے سیدھے طریقہ پر قائم رہنا کیونکہ خیر الامور اوسطها۔ اور اسی کے موافق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَسَطَ التَّوْحِيدِ** **شَهِدَ عَلَى النَّاسِ يَكُونُ الرَّسُولُ حَكِيمًا شَهِيدًا** یعنی تکو و عیال امت کیا ہو تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔ اور نیز اس کا فرمان ہے: **هُوَ شَهِيدٌ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مِنْ قَبْلِ هَذَا** یعنی ہذا یكون الرسول شہیداً علیکم و تکتونوا شہداً علی الناس قافیۃ الصلوۃ و اتوا الذکوۃ۔ یعنی اس نے تمہارا نام پہلے ہی سے مسلمان رکھ چھوڑا ہے۔ تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم سب لوگوں پر گواہ ہو۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوۃ دو اور صدقہ کے ساتھ جیسا کہ ایمان لانا چاہیے ویسا ایمان لاؤ اور اسی ساری کتاب کو مضبوط پکڑو اور ایمان کے شہر میں سب دروازوں سے داخل ہو اور رسول خدا کی سنت کا اتباع کرو۔ اور ان کی شریعت کے سوا کسی راستہ کی پیروی نہ کرو ورنہ تمہارا دین تم سے جدا ہو جائیگا۔ اور رسول کے اصحاب اور ان کے خلفاء اور رسول کی اولاد سے محبت



کر و اور کتاب آتی کو اپنے گمان اور عقل سے مقدم سمجھو۔ اور خدا پر بھروسہ کرو۔ وہی تمہارا مولیٰ ہے پس اچھا مولیٰ ہے۔ اور اچھا مددگار ہے۔

اسے طالبِ تحبکہ معلوم ہو کہ نبوت ایک فز ہے۔ جو جنابِ الہی سے اُس کے بندوں میں سے کسی بندہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس بندہ کے تمام قویٰ پر غالب ہو کر اس کی رگوں میں مثلِ خون کے جاری ہوتا ہے۔ اور اُس نور کی شعل رسالت ہے۔ جو شریعت کی زمیں پر پرتی ہے پس رسالت بمنزل زمین کے ہے۔ اور نبوت بمنزل آسمان کے اور شریعت وہ موضوعات ہیں۔ جو شارع سے نور کے ساتھ حاصل ہوئے ہیں۔ اور شعلِ نبوت اور رسالت کا اثر ہے اور یہی بمنزلِ قرآن کے ہے جو دعوت سے اجزاءِ فرع کا اس کے مراتب میں ہیں کرنا مراد ہے۔ مثلِ توحید اور معرفت اور اعمال اور عبادات وغیرہ کے اور ان سب کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے زمین میں شجر اور گائوں ہوتے ہیں۔ اور اجزاء اس کے امر اور نبی ہیں اور وحی خداوند تعالیٰ کی طرف سے قواعد شریعت کے مرتب کرنے میں امداد کے واسطے نازل ہوتی ہے۔ اس کو بمنزلِ علم ہندسہ کے سمجھنا چاہیئے جس کی مہار کو مقداروں کے مقرر کرنے میں ضرورت ہوتی ہے۔

اور سنت وہ طریقہ ہے جسکو شارع نے وحی کی قوت سے اوضاعِ شریعت کے اندر اختیار کیا ہے۔ اور یہ گویا زمین شریعت میں بمنزلِ وسطِ منطقہ آسمانی کی ہے جسکی طرف نظر کرنیوالوں کی نظریں مجتمع ہوتی ہیں۔ اور جس کی طرف طالبوں کا رجوع ہوتا ہے۔ اور یا اس کو بمنزلِ کعبہ مقصود کے سمجھنا چاہیئے جس کی طرف اقصاءِ عالم سے لوگ چلے آ رہے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت وہ لوگ ہیں۔ جو رسولِ خدا کی اقتدا کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو اندھیرے میں ستاروں سے رہستہ و صوبہ ہڈتے ہیں شریعت کی زمین میں اسلام ایک عمدہ شجر ہے۔ اور ایمان اُن کے اندر ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اور احسان اس قلعہ میں ایک خوشنما شجرہ ہے۔ اور نجات سلوک کی انتہا اور غایت المقصود ہے۔ جس کے آگے کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کیونکہ سب راستے اس پر منتہی ہو گئے اور اس کے آگے کوئی مقصد باقی نہیں رہا اسی کی طرف نفوسِ جسام بشریہ کے ساتھ قصد کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ طالبوں کے وہم اور اوراک کے ساتھ قیام اور واردات کی طلب میں منتہی ہوتے ہیں :-

اور جب کہ ایمان کی شاخیں کثرت سے پھیلیں جو مثلِ شجرہ طیبہ کے ہے۔ تب اُس کے

طالبوں اور اس کے دروازوں میں داخل ہونے والوں کی قسمیں متفرق ہو گئیں اور ہر ایک فرقہ نے ایک جہت صفت مخصوصہ کیساتھ اپنے واسطے معین کر لی۔ اور کتابِ سید میں جو کچھ انکی سمجھ میں آیا۔ اور انکی بینائی نے اور اک کیا اس کو انہوں نے اختیار کر لیا چنانچہ سب فرقے کتاب انہی کے اندر ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ اس کو کافر کہتا ہے۔ اور یہ اس کو۔ اور یہ اس کو لعنت کرتا ہے وہ اس کو۔ اور یہ سب ہلاک ہو نیوالے ہیں۔ بجز ایک فرقہ ناجیہ کے۔ اور وہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اصطلاح کی گوہ میں پرورش پائی ہے۔ اور اجتماع کے جلاع سے پیدا ہوئے ہیں انہیں کے اندر شائع علیتِ سلام پیدا ہوئے اور انہیں کے اندر ان کا نشوونما ہوا۔ انہیں لوگوں کے شارع علیہ السلام کے قول کو قبول کیا ہے۔ اور ان کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور یہی لوگ ان کی سنت پر قائم اور ان کو کلمہ کے مطیع و منقاد ہیں۔ قرآنیت نے ان کو جمع کر دیا ہے۔ اور مقاربتِ علوم نے ان کے اندر تالیف کر دی ہے۔ یہ لوگ اگرچہ اپنی طبیعتوں میں مختلف ہیں مگر شریعت میں ایک ہیں کلمہ بھی ان کا ایک ہے۔ اور معبود بھی ایک ہے۔ اور بتیں بھی ان کی ایک ہیں حد سے انہوں نے محض اسکی رضا مندی پر قناعت کر لی ہے۔ اور اس کے احکامات کو بجا لاتے ہیں۔ اور اس کے کلمات کی تصدیق کرتے ہیں۔ ازل کی مجلس میں انہوں نے عیان کے ساقی سے عرفان کی شراب نوش کی ہے۔ اور اسی کے نشہ اور درج کے ساتھ یہ دنیا میں داخل ہو کر کامیاب ہوئے ہیں یہ لوگ مصائبِ دنیا سے بھاگنے والے نہیں ہیں۔ اور سب اب دنیا کی طرف بغض اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں موت کی تحریک کے منتظر ہیں۔ بخیرہ قدس ارت کا دیوان خانہ اور مقام انس انکا آرام گاہ ہے اور مصیبت کی قید سے یہ لوگ آزاد ہو گئے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہیں۔

رَجَاءُ لَا تَأْخُذُہُمْ تَعَارٌ لِّہُمْ لَا یُبْغِعُ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَآتٰہُمُ الزَّکٰوۃَ یُخَافُوْنَ یَوْمَ مَا تُنْقَلَبُ فِیْہِ الذُّلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ یعنی ایسے لوگ ہیں کہ نہ انکو تجارت ذکر الہی اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دینے سے باز رکھتی ہے۔ نہ خرید و فروخت سے ڈرتے ہیں اس روز سے (یعنی روزِ قیامت سے) جب ہم ان تکمیں اور دلِ اَلَّطِ پلٹ ہو جائیں گے

سہیل کنی اور بزرگ دیدہ کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِصْطَفٰنَعْنٰکَ لِیَنْفِیْسِی



# ساتواں باب خلافت کے بیان میں

## اس میں بھی تین فصلیں ہیں

**پہلی فصل** - خلافت کے اثبات میں - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاٰخِرَةِ خَلِیْفَةً لِّكَ یعنی میں زمین میں اپنا خلیفہ بنائیواں ہوں۔ اور فرماتا ہے یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے پس انصاف کے ساتھ لوگوں میں حکومت کر۔

معلوم ہو کہ خلافت کا درجہ رسالت کے نیچے ہے۔ کیونکہ خلیفہ رسول کا نائب ہوتا ہے اور اب کا درجہ منوب سے کم ہے۔ پس خلیفہ شریعت کی حفاظت اور عدل و انصاف میں رسول کا نائب ہو اور رسالت کے واسطے خلافت ضروری چیز ہے۔ کیونکہ رسول کی عمر تمام زمانوں کے واسطے کافی نہیں ہوتی۔ اور ہر زمانہ جب تک اُس میں شریعت جاری ہے۔ رسول کا محتاج بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے شخص کا ضرور تصور رہتا ہے جو شریعت کی حفاظت رکھے اور وہی خلیفہ ہے خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں جبکہ ہمارے حضور پر رسالت ختم ہو گئی۔ اور اب کوئی رسول قیامت تک نہیں آ سکتا خلافت کی بہت ضرورت ہے تاکہ خلافت شریعت کے بغیر کی زیادتی کے نیابت کرے اسلیئے کہ خلیفہ کو قوانین کے وضع اور اختراع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ وہ محض شریعت کے قوانین موضوعہ کا محافظ اور لوگوں کو اُن کا پابند رکھنے والا ہے۔ گم یا نبی باغ کا لگانا اور خلیفہ اس کی تربیت نہ اور حفاظت کرنا والا ہے اگر خلیفہ اس باغ کی حفاظت چھوڑ کر دوسرا باغ لگانے میں مشغول ہو تو یہ باغ خشک ہو جائے۔ اور کبھی بار آور نہ ہو۔

اس ضرورت کے سبب سے عنایت الہی رسالت نے ساتھ خلافت کے متصل ہونے کی مقتضی ہوئی۔ تاکہ اہل خلافت اہل نبوت سے اُن کی زندگی میں قوانین حائے عمل کریں اور اُن کی وفات کے بعد لوگوں میں اُن قوانین کی حفاظت رکھیں۔

خلافت کا یہی طریقہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جاری رہا۔ ہر نبی کے خلیفہ

بہتے ہیں جنہوں نے نبی کے بعد ان کی شریعت کی حفاظت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ تو اسکو فرشتوں کو سپرد کر دیا تھا۔ مگر شیاطین نے فرشتوں میں پیدا ہو کر فساد پھیلایا تب اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کر کے فرشتوں سے فرمایا کہ یہ میرا خلیفہ ہے۔ تمہارے اندر میری شریعت کی حفاظت کرے گا اور شیاطین کا شر و فساد دفع کر دینگا۔ ابلیش فرشتوں کا استاد تھا۔ فرشتے اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ مگر انہوں نے فرشتوں کی حفاظت سے تکرر کیا۔ اور خلافت کی لیاقت ظاہر نہ کی اس واسطے اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں خلیفہ بنایا چنانچہ آدم نے شیاطین کا شر و فرشتوں کو دفع کیا اور ہر ستاؤہ اور ہر تباہ کا طریقہ انکو سکھایا شیطان آدم کے اس فعل سے ناراض ہوا اور انکی اطاعت نہ کرنا چاہا اور شیاطین سے متفق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم اور انکی اولاد پر رحمت کی نظر سے شیطان پر لعنت کی اور فرمایا: لَعْنَةُ الْكَافِرِينَ یعنی کافروں میں سے ہو گیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مردود کر دیا تب آدم کو رحمت سے زمین پر اتارا تاکہ خلافت کا کام پورا ہو کہ یہ مکہ خلافت بغیر دنیا میں آئے پوری نہ ہو سکتی تھی۔ پس آدم دنیا میں انگریز خلافت پر قائم ہوئے اور اپنی اولاد کے گناہوں پر اس قدر روئے کہ خداوند نے ان کو برگزیدہ کیا۔ اور ان کی توبہ قبول کر کے ان کو ہدایت کی۔ پھر جب آدم کی اولاد کثرت سے ہوئی تب آدم اس بات کے طالب ہوئے کہ اپنی اولاد میں سے کسیکو اپنا خلیفہ بنائیں۔ اور ان کے دو بیٹے تھے ایک قابیل اور ایک ہابیل ان دونوں کی نسبت یہ متردد تھے کہ ان میں سے کس کو خلیفہ کروں۔ پھر جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو ہابیل کے تئیں غصہ دے کر دفن کرنے کا حکم دیا۔ آدم علیہ السلام کو اس وقت بڑا صدمہ ہوا۔ کیوں کہ ان کا زیادہ خیال ہابیل ہی کے خلیفہ بنانے کا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ہابیل کے بدلے ایک اور فرزندانہ شیت نام آدم علیہ السلام کو عنایت کیا اور اسی کے خلیفہ بنانے کا حکم کیا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی زبان میں شیت کے سنی خدا کی بخشش کے میں۔ آدم علیہ السلام اپنے قابیل یا جلیوت یا اپنی طینت کے سبب سے خدا کے خلیفہ تھے۔ بلکہ یہ اپنے فطرت اور اپنی عقل کے سبب سے خلیفہ تھے۔ یعنی گو یا کہ ان کا قلب ان کے قابیل کی زمین میں خدا کا خلیفہ تھا کیونکہ خلافت بھی نبوت سے کم درجہ کا ایک نور ہے۔ جو رسالت کے ساتھ نبی اور رسول کے قلب میں

بقیہ صفحہ ۳۵۲



جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ جو وقت آدم کے نطفہ نے پشت سے رحم کی طرف انتقال کیا۔ اُس کے ساتھ ہی خلافت کے نور نے بھی رسول کی ذات سے خلیفہ کی ذات کی طرف انتقال کیا۔ چنانچہ وہی نور حکم الہی کے موافق آدم سے منتقل ہو کر شیت میں آیا۔ پھر جس طرح کہ نبوت کا نور انبیا میں جاری میں ہوا۔ اسی طرح خلافت کا نور خلفاء میں جاری ہوتا چلا آیا۔ اور انبیا کے سامنے خلفاء کی صف قائم ہو گئی جس وقت نبی پیدا ہوئے۔ اُسی وقت اُنکے خلیفہ بھی پیدا ہو گئے۔ پس یہ نور خلافت خدا کے نور سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اس نور سے خلیفہ کو دیکھتے ہیں۔ پھر جیسے کہ شریعت مقرر کرنے کے واسطے نبی کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی شریعت کی حفاظت کے واسطے خلیفہ کی ضرورت ہے۔ نبوت خدا کی عنایت سے ہے۔ اور خلافت اُس کی رحمت سے ہے۔ چنانچہ اسی طرح ہر ایک نبی کے خلیفہ ہوتے چلے آئے یہاں تک کہ ہمارے حضور حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ کا زمانہ ہوا۔ اور رسالت کے نور نے شریعت کی چادر سے قیامت تک کے واسطے روشنی بخشی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے ہر ایک زمانہ کے خلیفہ سے خبر دی ہے۔

لَيْسْتَ خَلِيفَتُهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

## دوسری فصل خلافت کی شرائط کے بیان میں

معلوم ہو کہ نبوت حضرت شیت علیہ السلام سے عاریت ہے۔ اور بہت سی شرائط میں پوشیدہ ہے۔ اور کسب میں داخل نہیں ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے۔ مگر یہ حفظ میں محصور ہے اور اس کی حفاظت اُن شرائط سے پوری ہوتی ہے جن میں سے اکثر خلافت میں داخل ہیں کیوں کہ خلافت نبوت ہی کا جز ہے۔ یعنی خلافت وہ حفاظت ہے جو نبوت میں سے ملت کر اندر شریعت کی حفاظت کے واسطے باقی رہ جاتی ہے۔ اسی سبب سے یہ بھی کہی اور طلبی میں

ملہ یعنی نیشک انگوز میں خلیفہ بنایا گیا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو اُس نے خلیفہ بنایا تھا۔ اور جو دین کو اُنکے واسطے اُس نے پسند کیا ہے اُس کو بھی اُن کے لیے جاری اور قائم کر دیا۔ اور خیر کے بعد اُن کو امن نصیب کرے گا۔ ۱۱ ملہ یعنی نبوت ایسی چیز نہیں ہے جس کو انسان کسب یعنی مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کر سکے بلکہ اُن شرائط کے ساتھ مخصوص ہے جو فطری طور پر جس انسان میں ہوتی ہے وہی اُسکے مستحق ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل نبوت کے بیان میں گذر چکی ہے۔ ۱۲

ہے بلکہ اس خدا کے بندہ کو خلیفہ بنایا جاتا ہے۔ جو اس کے لائق ہو تو بلاشبہ ہر انسان کو یہ نہ چاہیے کہ جو خلافت کی طلب اور آرزو کرے بلکہ خدا ہی سپس رکھے کہ جبکہ وہ چاہے اپنے بندوں سے خلیفہ بنائے جیسا کہ اس نے حضرت آدم اور حضرت ہارون اور حضرت داؤد علیہم السلام کو خلیفہ بنایا۔ علامہ کے اندر رسالت ہی کی قسمیں ہیں۔ مگر نہ سب بلکہ تھوڑی سی۔

پہلی شرط خلافت کی شرطوں میں سے عقل کامل ہے خلیفہ کو کامل عقل ہونا ایسا ضروری ہے اور واجب ہے تاکہ دینی اور دنیاوی امور پر مشیعی نہ ہو۔ کیونکہ خلافت ملک اور دن کی چابک ہے۔ اور ان دونوں کی مصلحتیں کد مضر تیں کثرت سے میں خلیفہ اگر عقلمند ہوگا تو مصلحتوں کو حاصل کر کے مضر قیل کو دفع کریگا +

خلافت کی دوسری شرط علم ہے کیونکہ خلیفہ سب لوگوں کا لمبا اور ماوی ہوتا ہے بنیام مہات میں لوگ اسی کی طرف پناہ لاتے ہیں۔ اور دینی اور دنیاوی مقدمات میں اسی سے استغا کرتے ہیں۔ اس واسطے واجب ہے کہ خلیفہ ایک زیر دست عالم ہو۔ اور اپنی رعایا میں سے کسی سے پوچھنے اور دریافت کرنے کا متعلق نہ ہو یہ میں نہیں کہتا ہوں کہ خلیفہ ساری دنیا سے بڑا عالم ہو۔ بلکہ یہ کہتا ہوں کہ خلافت کی شرط یہ ہے کہ سب سے زیادہ علم ہونا کہ خلیفہ پر فوقیت پائی جائے کیونکہ سب کمالات کا مجتمع ہونا بعض کے ہونے اور بعض کے نہ ہونے سے بہتر ہے۔

خلفاء راشدین بھی بوقت ضرورت اور اصحاب کے علمی مسائل دریافت کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے بہت سے مسائل حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے دریافت کیے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی بعض باتیں حضرت عب بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھی ہیں +

بہتر یہی ہے کہ خلیفہ کامل العلم و العقل ہونا کہ اوروں کو فائدہ پہنچائے اور خود کسی فائدہ نہ لے ساری امت کا اس بات پر اجتماع ہو کہ علم حبل سے بہتر ہو پس جس قدر علم زیادہ ہوگا اس قدر

اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام خدا کے خلیفہ تھے اور حضرت ہارون حضرت مر سے علیہ السلام کے اور حضرت داؤد بھی خلافت موسیٰ ہی میں شامل تھے۔



جہالت کا فساد کم ہوگا۔ اور جو انسان تمام علوم کا علم ہوگا ظلمت اس کو زائل ہو جائیگی اور اس سے  
 شرف و ساد سے منزہ ہو کر حقیقت مخلوق میں ہی خلیفہ خدا ہوگا۔ پس کل علم کا ہونا خلافت کی شرط ہے۔  
 کہ علم کے سبب خلیفہ برپا ہو اور دنیاوی امور منکشف ہوں چنانچہ جب خلیفہ کا علم و عقل کامل ہو  
 واپس آئے۔ حقیقت اس کو نظر آئینی اور انہیں مصلحتوں کے ساتھ وہ اپنی رعایا کی حفاظت کرے گا۔  
 انہیں روز افزوں ترقی ہوگی۔ علم ہی کو کمال سے جو دو سخا اور یقین اور تمام اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں  
 اور شجاعت سیاست اور شہادہ و غیرہ اوصاف عقل کے کمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ  
 نے قرآن شریف میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی خلافت میں کمال علم کے ساتھ تعریف  
 فرمائی ہے چنانچہ فرماتا ہے: **اَقْدَامُیْنَا دَاوُدَ وَ سُلَیْمٰنَ عَلَیْہِمَا سَلَامٌ** یعنی بیشک دیا ہمنے داؤد اور سلیمان  
 کو علم۔ اور فرماتا ہے: **قَدْ اَسْلَمْنَا دَاوُدَ وَ سُلَیْمٰنَ فَاَصْلٰہُ** یا چاہا کہ اوتیٰ معہ و الطیرہ و اللہ لہ الحمد  
**اِنْ اَعْمَلُ سَیِّئًا**۔ **قَدْ رَفِی السُّرُودَ وَ اَعْمَلُوا صَالِحًا** اِیُّو سَاعَتُکُمْ بَصِیْرٌ یعنی بیشک  
 ہم نے داؤد کو اپنی عنایت سے اپنا فضل مرحمت کیا (اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم کیا کہ اے  
 پہاڑو اور پرندو ان کے ساتھ تم بھی تسبیح پڑھا کرو۔ اور ہم نے لوہا ان کے واسطے نرم کر دیا  
 کہ اس سے زریں بناؤ اور کڑیوں کا اندازہ رکھو اور نیک عمل کیے جاؤ یقیناً میں تمہارے سب  
 کاموں کو دیکھتا ہوں +

خلافت کی تیسری شرط شجاعت ہے۔ اس واسطے کہ رعیت کے قلوب اس کے آگے  
 جھکے رہیں شجاعت قلب کی قوت سے ہوتی ہے۔ اور قلب کی قوت تقویٰ اور خوفِ الہی سے  
 پیدا ہوتی ہے جب بندہ خدا سے ڈرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ہر چیز کو اس سے ڈرتا ہے  
 روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی فرج کی پشت پر کچھ نہ تھا حضرت  
 سینہ کو محفوظ رکھنے کے لیے فرج کا اگلا حصہ بنوایا تھا۔ اور پشت مبارک ننگی رہتی تھی  
 اس کا سبب آپ سے دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ (اگر میں بغرض محال) اپنے دشمن  
 کو پیچھے دوں گا تو درع میری حفاظت نہیں کر سکیگی اور میں ہلاکت و بربادی کا مستوجب  
 ہوں گا +

خلافت کی چوتھی شرط جو دو سچا ہے۔ خلیفہ کے واسطے یہ بھی ضروری ہو کہ سخی اور جو ادا علی درجہ کا ہو۔ اور دنیا کی وقت اس کے نزدیک ایک مچھر کے بر کی برابر بھی نہ ہو کیونکہ خلیفہ کو نبی کی اقتدار لازم ہے۔ اور نبی دنیا کی مطلق قدر نہیں کرتے اور نہ دنیا کی ان کے نزدیک کچھ منزلت تھی جب خلیفہ دنیا کی حرص و طمع میں گرفتار ہوگا۔ پھر لوگوں کے دل اس کو دیکھ کر اس کی طرف کیسے نہ مائل ہونگے اور سب کے سب اس کو نصب اور ستی و کاہنی میں گرفتار ہونگے۔ اور جب خلیفہ فائق دنیا سے بے پروا سخی خرچ کرنے والا ہوگا۔ اس کی سخاوت اوروں کو بھی دنیا سے اعراض اور لاپرواہی کی طرف جذب کر دے گی۔ خلافت کی پانچویں شرط تقویٰ و خلیفہ کو چاہیے کہ متقی پرہیزگار عابد اور زاہد ہو تاکہ لوگ اس کی نیک بات کو نہیں اور نیک کام پر عمل کریں اور برے کام سے باز رہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو گروہ ہیں جب وہ درست ہوتے ہیں۔ تو ان کے سبب تمام لوگ خراب ہو جاتے ہیں اور وہ دونوں گروہ علما اور اُمراء ہیں۔ اور خلیفہ ان دونوں باتوں کا جامع ہے۔ اس واسطے اس کو نہایت ضروری ہے۔ کہ نہ بد و تقویٰ نہ تیار کرے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ خلیفہ بالکل معصوم ہو کیونکہ عصمت خلفا کے واسطے غیر واجب ہے۔ ہوا انیوں کے اور کیسے ممکن نہیں ہو کیونکہ عصمت بھی غیر کسب کی چیز ہے کوشش کا ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہنچتا۔ اور یہ بات ممکن ہو کہ جو عصمت کو حاصل کرنا چاہے خدا اس کو دے ہی دے بلکہ عصمت ایک خلعت ہو جو عنایت الہی سے صادر ہوتا ہے۔ اور نہ ہی جس کو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے عنایت کرتا ہو عصمت نبوت کی ثمرتوں میں سے ہے۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک انبیا علیہم السلام کبار سے اور محققین کے نزدیک صفائے بھی معصوم یعنی محفوظ ہیں غرضیکہ عصمت ایسی چیز نہیں ہے جس کو انسان اپنی قوت سے حاصل کر سکے اس کی باگ خدا کے ہاتھ میں ہو جس کو جانتا ہے معصوم اور محفوظ بناتا ہو عصمت کا درجہ حفظ سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ محفوظ آدمی سے کبھی بھول چوک ہو کر غرض و قلع ہوتی ہو مگر معصوم سے ایسا کوئی فعل ظاہر و باطن میں سرزد نہیں ہوتا جیسر وہ مواخذہ کا مستوجب ہو مگر معصوم شخص محفوظ ہو مگر محفوظ معصوم نہیں ہو پس خلافت کی شرائط میں سے حفاظت عصمت نہیں ہو کیونکہ عصمت انسان کا اختیار فی فعل نہیں ہے۔



پس اس مطالبہ کو ان فضائل کے تحت کی کیفیت میں تال کرنا چاہیئے اور دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے کس طرح ملک اور دین اور خلافت اور سلطنت ایک شخص میں جمع کرتا ہے اور جان لے کہ یہ سب باتیں خاص فضل الہی سے ہیں جسکو وہ چاہتا ہے۔ اپنے بندوں میں سراسر فضل کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ وَلَیْتَ الْمَلَائِکَۃَ تُوَفِّی الْمُلُکَ مَنْ تَشَآؤُ وَتَنْزِعُ الْمَلَکَ مِمَّنْ تَشَآؤُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآؤُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآؤُ یٰحَیُّ یَاقَیُّمُ اِنَّکَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی کہہ دو اس کے مالک جسکو تو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے تو چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے جسکو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسکو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے نیز یہی باتھیں خیر و خوبی ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

## تیسری فصل مخصوص ترین خلفاء کے بیان میں اور اسی فصل میں کتاب کا خاتمہ ہو

معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور خلافت ایک ہی قرن میں مقرر کی ہے۔ جسوقت نبوت اور رسالت پوشیدہ ہو گئی۔ اسوقت خلافت اور امارت ظاہر ہوئی۔ خلیفہ شریعت کی حفاظت اور امت کے انتظام میں نبی کا قائم مقام ہے۔ اور یہ کام اسوقت کرتا ہے جب کہ اپنے منصب پر پوری ادا ولے لیتا ہے۔ کیونکہ شاگرد استاد کا خلیفہ اسوقت ہو سکتا ہے کہ جب وہ استاد سے اس قدر لیاقت حاصل کرے جو اس کو شاگردوں کی تعلیم میں صرف کرنے کے واسطے کافی ہو۔

ہر ایک نبی کے وہ شخص خلیفہ ہوئے ہیں جنہوں نے عمر بھر نبی کی صحبت اٹھائی ہے۔ اور کل علوم کا اُن سے استفادہ کیا ہے علاوہ نبوت کے۔ پھر جب خلیفہ کمال کے درجہ کو پہنچ گئے۔ اور نبی کا انتقال ہو گیا تب یہ اُن کی خلافت پر قائم ہوئے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا یعنی شیث علیہ السلام عمر بھر حضرت آدم علیہ السلام کی صحبت میں رہے پھر جب اُن کی وفات ہو گئی۔ تب اُن کے جانشین ہوئے اور اسی طرح حضرت ادیس بن پنیہ نے

اپنے خلیفہ کو ترتیب کیا۔ اور اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند حضرت اسمعیلؑ اور حضرت اسحقؑ کو فیض صحبت سے مستفیض کر کے خلیفہ کیا۔ اور حضرت زکریاؑ نے حضرت یحییٰؑ کو خلیفہ بنایا۔ اور ایسے ہی حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ نے خلیفہ مقرر کیا۔ اپنی حیات میں بھی اور اپنے انتقال کے بعد بھی اور حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت ہارونؑ کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھی نازل کی۔

اور حضرت ابراہیمؑ کے ایک خلیفہ حضرت لوطؑ بھی تھے جنکی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے بعد وحی نازل کی تھی۔ اور اسی طرح حضرت ہارونؑ کے یوشع بن نون اور حضرت عیسیٰؑ کے حضرت شمعونؑ خلیفہ تھے۔

مگر کسی نبی کے ایک خلیفہ کے سوا دوسرا خلیفہ نہیں ہوا اسکا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور پر نبوت ختم کر دی تب خلافت کا دروازہ قیامت تک کے واسطے کھول دیا۔ اور خلافت کو آپ کے اصحاب اور امت میں جاری کیا پس جیسے کہ ہمارے حضورؐ رب انبیاء میں بڑا درجہ رکھتے ہیں ایسے ہی آپؐ کے خلفاء بھی کثرت میں ہیں اور آپؐ کی زندگی میں آپؐ کے چار خلفاء موجود تھے جنہوں نے عمر بھر آپؐ سے فیض صحبت حاصل کیا اور آپؐ کے بعد یکے بعد دیگرے آپؐ کے خلیفہ ہوئے۔ ہر ان کو حضورؐ نے اس کام کے واسطے مخصوص کر کے اپنے نور سے ان کو منور کر دیا تھا۔ اور ان کے علاوہ حضورؐ کے اور صحابہ بھی خلیفہ تھے۔ جس کو آپؐ نے اپنی زندگی ہی میں مختلف شہروں میں اپنا خلیفہ بنا کر روانہ فرمایا تھا۔ جیسے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مگر آپؐ کی وفات کے بعد اہم خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی پر قائم ہوا کیونکہ حضور علیہ السلام ان کے کمال اور عقل و فہم سے واقف تھے۔ اور آپؐ نے دیکھ لیا تھا کہ انہوں نے دنیا سے باطل اعراض کر لیا تھا اور ہر وقت حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے سامان دنیا میں سے حضرت صدیقؓ نے صرف ایک چادر اور خوال پر قناعت کی تھی اور باقی کل مال استعمال اپنا حضورؐ کی خدمت میں صرف کر دیا تھا۔ اور حضورؐ ان کے مال میں ایسا ہی تصرف کرتے تھے جیسے کہ اپنے مال میں کرتے تھے اور نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ میں



نے آسمان میں ایک لوح دیجی جس پر عبارت کدہ تھی لکرائے وَاللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ اُوْیُکْرُ  
 الْبَقْعَتِیْنِ خَلِیْفَةُ رَّسُوْلٍ اُوْر فَرَمَیَا ہے۔ میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا ہے  
 اور عرش کے گرد بھی لکھا ہوا ہے۔ لکرائے وَاللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اُوْیُکْرُ خَلِیْفَةُ  
 رَّسُوْلٍ اللّٰہِ عَلٰی اَنْبِیَآءِ رَسُوْلٍ اُوْر نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کیو  
 حضرت صدیق اکبر پر شرف اور بزرگی میں ترجیح اور فوقیت نہیں دی۔ اور بیلۃ الغار میں ان  
 کو اپنے ساتھ لیکر تشریف لائے جس کی نسبت اسدتم فرماتا ہے کُنَّا اَشْبَهَ اِذَاہُمْ مَّا فِی الْعَادِ  
 اَذِیْنُوْلُ لِحَاجِبِہِ لَا تَحْتَ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ جب حضور معراج میں تشریف لیگے تو اسدتم سے  
 دریافت کیا کہ میرے بعد میری امت میں میرا خلیفہ کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف  
 وحی کی تھی کہ تمہارے بعد تمہارا خلیفہ ابوبکر صدیق ہے۔ محدثین نے اس طرح اپنی روایات میں  
 نقل کیا ہے۔ اور اسی قسم کی روایتیں حضرت عمر رضی کی تعریف میں بھی وارد ہیں۔ چنانچہ حضور  
 فرمایا ہے۔ کہ اَحَقُّ یَنْطِقُ بِاَنَّ لِسَانِ عُمَرَ یعنی عمر کی زبان پر حق بولتا ہے۔ اور فرمایا ہے  
 اَقْبَبُ وَاَبْلَغُ مِنْ بَعْدِیْ اَبْنُ بَكْرٍ وَعُمَرُ یعنی امت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے بعد  
 ان دو آدمیوں کی پیروی کرو۔ ابوبکر کی اور عمر کی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے شرم کرتا ہے۔ کہ  
 کہ ان کو عذاب کرے۔

۱۳۔ یعنی نبی بیت کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رسول خدا کے خلیفہ ہیں۔ رسول خدا  
 کے حکم پر قائم ہیں ۱۴۔ لے لیتا انصار اس شب کو کہتے ہیں جس میں حضور ہجرت کی وقت مکہ سے نکل کر ایک غار میں رہتے تھے  
 اور حضرت صدیق اکبر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور حضور اپنے بستر پر حضرت علی کو کھلائے تھے۔ تاکہ مشرک نہ سمجھیں۔ کہ  
 حضور کہیں تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس رات میں مشرکین نے حضور کے قتل کر نیک پورا ارادہ کر لیا تھا ۱۵۔ یعنی دو  
 برس کا دورہ ہر جب کہ وہ دروڑوں غار میں تھے۔ جبکہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ کچھ غم نہ کر بقیۃ خدا ہمارے ساتھ ہے  
 یہ اسی غار کا واقعہ ہے جہاں حضور اور حضرت ابوبکر دوڑوں غار کے اندر تھے مشرکین حضور کو گھورتے ہوئے اس کے  
 اوپر پہنچے۔ حضرت ابوبکر ان کے ہاتھ کی آہستہ سے منکر تردد ہوئے۔ حضور نے اُن سے فرمایا کچھ غم نہ کرو۔ اللہ باریک  
 ساتھ ہے۔ چنانچہ مشرکین بلا ہی بلا ڈھونڈ کر چلے گئے اور حضور اس غار میں سے نکل کر حضرت ابوبکر کے ساتھ چلے  
 گئے اور وہ ہوئے۔

۱۶۔ لغز و ساقب ان تینوں بزرگواروں کے مدح سے باہر ہیں۔ کتب احادیث اُن سے بھی پڑی ہیں۔ ہم اس  
 مختصر میں کما حقہ کہہ سکتے ہیں ۱۷۔

اور حضرت امیر المومنین امام المتقین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے خلیس فرمایا  
 اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا مَعْنَى میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کے دروازہ ہیں۔ اور  
 فرمایا ہے میں علم کی میزان ہوں اور علی اس کے دولخت ہیں۔ ان کے علاوہ بہت روایا  
 ان اصحاب کی شان میں وارد ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۱۔ بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم مجھ سے منزہ بادلوں کے ہو سوتے مگر صرف اتنی بات بے کیرے بند نبی نہ ہو گا۔  
 احمد اور ترمذی نے زید بن ارتقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا میں  
 سولی ہوں اس کے علم بھی سولے ہیں اور ترمذی نے عیسیٰ بن جناد سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا میں علی سے اور علی مجھ سے ہیں۔ اور ترمذی ہی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو دواؤں میں سلسلہ اخوت قائم کیا تھا یعنی دینی بھائی بنائے تھے۔ پس  
 حضرت آپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ نے اپنے اصحاب میں اخوت قائم کر دی ہے۔ اور  
 میرا کیا بھائی نہ بنایا۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میرے بھائی ہو۔ دنیا میں بھی  
 اور آخرت میں بھی۔ ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم کی حضور میں ایک پرندہ بھونکا ہوا حاضر تھا۔ آپ نے اس وقت دعا کی کہ اے اللہ اپنے ایسے بندہ کو  
 بھیج جو ساری مخلوق سے زیادہ تجھ کو محبوب ہو۔ وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے۔ پس حضرت علی آئے اور  
 آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے۔

ترمذی ہی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم سے کوئی چیز مانگتا تھا۔ تو آپ مجھ کو عنایت کرتے تھے۔ اور جب میں نہیں مانگتا تھا۔ تو خود مجھ کو دیتے تھے  
 ترمذی نے حضرت ام عطیہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک  
 لشکر کے ساتھ حضرت علی کو روانہ فرمایا ام عطیہ کہتی ہیں۔ پھر میں نے حضور کو سنا کہ  
 فرما رہے تھے۔ اے اللہ جب ملک میں علی کو نہ دیکھ لوں۔ میری وفات نہ کیجیو۔  
 مناقب حضرت امیر المومنین زبیر باقی خلفاء ثلاثہ کے بے حد و نہایت ہیں۔  
 اور سب سے بڑی منقبت ان صحابہ کرام کی یہ ہے۔ کہ جس نے ان سے  
 محبت کی۔ اُس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی۔ اور جو ان  
 کا دشمن ہے۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ اور جو رسول  
 خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔  
 معاذ اللہ

سید حسین علی نظامی دہلوی



جب حضرت فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات میں علیل ہوئے۔ اور لوگوں کو نماز کے واسطے امام کی ضرورت ہوئی تب خود حضور نے حضرت ابوبکر کو لوگوں کی امامت کے واسطے مقرر فرمایا۔ پھر جب حضور اس عالم فانی سے اپنے اصلی مقام نورانی کو تشریف فرما ہوئے اُسوقت حضرت علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن عباس آپ کی تجویز و تکفین میں مصروف ہوئے اور حضرت ابوبکر نے باہر نکل کر قنہ کو زور کیا۔ سب لوگ جمع ہو کر آپ کو خلیفہ بنانے کے مصرع ہوئے۔ اور سب نے آپ کی بیعت کر کے اپنے پر آپ کو قائم کیا۔ اُسوقت منبر پر چڑھے اور باواز بلند فرمایا مَن كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا أَفِيَنَ مُحَمَّدًا أَقْدَمَاتٍ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيحٌ لَا يَمُوتُ أَبَدًا۔ یعنی جو شخص حضرت محمد کی عبادت کرتا ہو تو وہ جہان لے لے کا بیشک محمد گئے اور جو شخص خدا کی عبادت کرتا ہو۔ پس بیشک خدا زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ خلافت حضرت ابوبکر پر قائم ہو گئی اور جب تک آپ زندہ رہے کسی نے آپ سے اختلاف نہیں کیا اور آپ سب صحابہ میں افضل اور اکرم اور اکبر اور سب کے خلیفہ تھے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور وفات آپ کی حضور کی وفات شریف کے دو سال بعد واقع ہوئی عمر شریف آپ کی تریسہ سال کی تھی کہ تشریف ہی میں آپ پیدا ہوئے تھے اور کبھی کبھی تجارت کے واسطے باہر کا سفر بھی کیا کرتے تھے۔ اور اپنی قوم میں نہایت دوستانہ مروت اور صاحبِ احسان اور عالمِ شمس تھے۔ اور یہی باعث تھا کہ زمانہِ جاہلیت میں سب قریش آپ کو قدرت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تمام عمر حضرت صدیق نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں گزاری۔ اور اہل بیت میں سے سب سے پہلے حضور پر ایمان لائے اور حضور کی محبت میں تمام مال و جنت با اپنا خرچ کر دیا۔ بحسنِ خدا و رسول کے کوئی چیز ایسے اہلِ رعایا کے واسطے نہ چھوڑی۔ آخر جب حضور کا وصال ہوا۔ تو حضرت صدیق اہلِ کمال صحابہ کے اتفاق سے خلیفہ بنائے گئے۔ حالانکہ آپ خود خلافت سے انکار کرتے تھے۔ مگر جب لوگوں کا اجماع اس بات پر دیکھا۔ تب لاچار خلافت قبول کی۔ اور خلیفہ ہوتے ہی یہی خطہ منبر پر بیٹھ کر حاضرین کو سنایا۔

اے لوگو! تم نے مجھ کو اس کام کی تکلیف دی۔ کہ میں رسول خدا کی خلافت کروں سو تم یہ سن لو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برگزیدہ اور معصوم بندہ تھے۔ وحی کے ساتھ خدا اُن کی امداد فرماتا تھا اور میری جیسا ایک آدمی ہوں۔ میں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں۔ تم کو میرے ساتھ رعایت کرنی چاہیے۔ اگر تم مجھ کو جس سست نبوی پر قائم کروں۔ تب تم میرا اتباع کرنا اور اگر تم مجھ کو دیکھو کہ میں غم ہو گیا۔ تو مجھ کو سیدھا کر دینا۔ حضرت صدیق نے فہم تو دل اور کھاروں سے بہت جھانکے۔ اور اس قسم کو آپ کے زمانہ میں بہت ترش ہوئی۔ وحی اللہ عنہ

اکثر امور سلطنت میں آپ حضرت علیؓ کو مدد و جہ سے مشغول دیا کرتے تھے اور حضرت علیؓ ہی کے مشورہ سے  
مسند پجری آپ نے مقرر فرمایا۔ اور شہ پجری میں مسجد نبویؐ کو اپنے دست کر کے بنوایا اور اسی سال حجاز میں حطہ  
مطلق ہوا۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے دست سے استقواء کی دعا کی۔ چنانچہ بارش ہوئی اور قحط دور ہوا  
اور شہ میں تیسرا یہ اور جرآن اور نصیبیں اور جزیرہ وغیرہ ممالک فتح ہوئے اور ۲۰ فتنہ میں صلواہ و اسکندریہ فتح  
ہوا۔ آخر یہ کہ بغیرہ بنی شیبہ کے غلام ابو لؤلؤ نے آپ کو ہجج کی ناز کے وقت شہید کیا۔ اور آپ کے ہاتھ  
تیزہ اور آدمیوں کو بھی زخمی کیا۔ جن میں چند شہید ہوئے باقی تندرست ہو گئے اور پھر ابو لؤلؤ خود اپنے  
تئیں آپ کی قتل کر کے فی الزار و القبر ہو گیا۔ ۱۱



جب حضرت فاروق اعظم رضی بھی اس عالم ناپائیدار سے جواہر رحمت پر دروکار میں رونق افرا ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے خلافت نبوی روشن اور منور ہوئی۔ اور آپ وہ شخص ہیں جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صاحبزادوں کی شادی فرمائی تھی۔ آپ کی خلافت کے آخر میں فساد شروع ہوا اور اسی میں آپ شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت عثمان بن عفان دم عام قبل کے چھٹے سال بعد پیدا ہوئے۔ اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو حضرت عیسیٰ کی دعوت سے اسلام لائے تھے اور آپ نے دو ہجرتیں کیں پہلی حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔ اور آپ کی شادی حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ سے زمانہ نبوت سے پہلے ہی ہو گئی تھی۔ اور انہیں کی علاقہ کے سبب سے حضرت عثمان غزوہ بدر میں حضور کی ایازت سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ مگر حضور نے اہل قیمت میں ان کا حقد لگایا تھا۔ اسی سبب سے اہل بدر میں آپ کا شمار ہے اور جب روزِ کوگوں نے حضور کی صاحبزادی کو مدینہ میں دفن کیا۔ اسی روز فتح بدر کی غیر مدینہ میں آئی پھر اس کے بعد حضور نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے ان کی شادی کر دی اور ان صاحبزادی کا بھی شہدہ بگری میں وصال ہو گیا۔ علماء کہتے ہیں بجز حضرت عثمان کے اور کوئی شخص ایسا معلوم نہیں ہوا جس سے کسی نبی کی دو صاحبزادیوں کی شادی ہوئی ہو۔ اسی سبب سے ذی النورین آپ کا لقب ہے۔

حضرت عثمان ہی قرآن شریف کے جامع ہیں اور ایک سو چھیالیس حدیثیں آپ سے روایت ہیں اور حدیث کے روایت کرنے سے آپ نہایت خوف کیا کرتے تھے۔ اور جب روایت کرتے تھے تو پورے طور سے نہایت اچھے طریقہ کے ساتھ روایت کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے حضرت عثمان کی نسبت سوال کیا آپ نے فرمایا۔ یہ وہ شخص ہیں جن کو فرشتے ذی النورین کہتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کے تین رات بعد غلیفہ ہوئے اور سب صحابہ جن اور انصار نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے زمانہ خلافت میں دی اور ملکِ روم کے بہت سے قلعہ اور ولایت ساہو اور جزیرہ قبرس اور افریقہ وغیرہ میں مالک فتح ہوئے۔ اور آپ نے شہدہ بگری میں مغیرہ بن شعبہ کو گود سے معزول کر کے سعد بن ابی وقاص کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور پھر سعد کو معزول کر کے وید بن عقبہ کو جہان کے اس شریک بھائی تھے۔ وہاں کا حاکم کیا۔ بات عام میں تاپسند ہوئی اور آخر کو ایسی ہی وجوہات کے زیادہ ہونے سے جہد پیدا ہوا۔ اور آپ اس میں عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق کے غلاموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت یا سعادت کے بعد امام خلافت نے حضرت  
اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پُر قرار پکڑا۔ آپ کی خلافت میں  
لوگوں پر حرص غالب ہوئی اور ملک و سلطنت کی ہوانے ہر ایک کے دماغ میں اثر کیا بتاؤں  
کثرت سے پھیل گئیں اور حضرت امیر المؤمنین کا زیادہ وقت انہیں کے فرو کرنے میں  
صرف ہوا۔ آخر ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے آپ شہید ہوئے اور انتقال کے وقت اپنے  
صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو نہایت مشفقانہ  
وصیت فرمائی +

میں حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے فرماتے ہیں۔ میرے روزِ صفحہ کے پاس وحی  
آئی اور مشکل کے روز میں مسلمان ہوا۔ اور کبھی آپ نے بت پرستی نہیں کی بچپن ہی سے مسلمان ہو گئے  
تھے۔ اور قرآن شریف آپ نے سچ کر کے حضور کو سنایا تھا۔ اور حضور کے دانا بھی تھے حضور کی صاحبزادی  
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آپ کے عقد نکاح میں تھیں۔ جب حضور نے ہجرت کی ہے تو حضرت علی بن  
ابی طالب میں چھوڑ دیا تھا۔ تاکہ حضور کے پاس لوگوں کی جو جو امانتیں اور وصیتیں تھیں ان کو ادا کر دیں۔  
حضور کے ساتھ حضرت علی تمام غزووں اور جہادوں میں شریک تھے۔ سو ایک غزوہ جو کہ  
کے کیڑوں کے حضور نے ان کو حرمہ میں اپنا قائم مقام بنانے چھوڑ دیا تھا۔

بہت سے موقعوں پر حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ جھنڈا دیا ہے۔ اور جنگِ مدینہ آپ کے  
سوارِ خیمہ گئے تھے۔ اور حضور نے ہر قربان کی کینیت رکھی تھی +

حضرت عثمان کی شہادت کے دوسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ غلیفہ ہوئے اور سب لوگوں نے آپ  
سے بیعت کی۔ کہتے ہیں۔ کہ علیؑ اور زبیرؓ نے مجبوراً بیعت کی تھی اور یہ دونوں حضرت امیر المؤمنین علیؑ  
صدیق رضی اللہ عنہما کو لے کر مکہ شریف اور وہاں سے نہروہ پہنچے تھے تاکہ حضرت علیؑ سے حضرت عثمان کا خون  
لیں جب یہ خبر حضرت امیر المؤمنین کو ہوئی تب آپ بھی نہروہ گئے۔ اور جنگِ جمل واقع ہوئی پھر وہاں سے آپ کو نہ  
میں آئے اور اتنے میں معاویہ بھی شام سے آ گئے تھے تب جنگِ مدینہ ہوئی اور اس کے علاوہ معاویہ سے بہت  
سی جنگیں آپ کو درپیش ہوئیں اور آخر ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے عمر کے وقت جمعہ کی شب سترھویں رمضان  
میں ہجری میں نہ گئی ہوئے اور اتوار کی رات کو وفات پائی حضرت امام حسن علیہ السلام نے نمازِ جنازہ پڑھا کر کوفہ کے  
دارالامان میں راتوں رات دفن کیا اور ابن ملجم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں اُس کو جلا دیا ۱۱





جس وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام حیات جاودانی اور قربِ یزانی سے سرفراز ہوئے حضرت سیدنا امام المسلمین امام حسن علیہ السلام نے اپنے جلو سے بمنّتِ انوس سے سخت خلافت کو آمیختہ انصاف فرمایا۔ مگر چونکہ زمانہ آپ کا نہایت پر آشوب اور سربا فساد تھا اور باغیوں نے سر اٹھا رکھا تھا۔ پس آپ نے چند در چند مصلحتوں کو پیشِ نظر رکھ کر اہم خلافت معاویہ کے سپرد کیا اور ان کی بیعت کر کے آپ سبکدوش ہوئے۔ اور فرمایا خدا اور رسول کے حق کی قسم ہے۔ یہی مجھ کو میرے والد نے بوقت انتقال وصیت فرمائی تھی۔ اور میں اس کے خلاف نہ کر سکتا تھا

حضرت امام حسن علیہ السلام کے فضائل و مناقب و محامد و کماترہ و نہایت سے باہر ہیں۔ آپ باغِ رسالت کے تروتازہ پھول اور اہل حبت کے سر دار اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ تھے کہتے ہیں حسن اور حسین یہ دونوں نام ان بزرگ داروں سے پہلے کسی کے نہیں رکھے گئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے چھپا رکھا تھا۔ چنانچہ حضور نے اپنے دونوں صاحبزادوں کے یہ نام رکھے ولادت شریف حضرت امام حسن علیہ السلام کی نصف رمضان سنہ ہجری میں ہوئی۔

اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد کوئٹہ میں آپ سے بیعت ہوئی اور آپ فلیفہ بنائے گئے چنانچہ چھ مہینہ اور کچھ روز خلافت کر کے حسبِ اطلب معاویہ کے خلافت آپ نے معاویہ کے سپرد کی۔ اور خود اس سے سبکدوش ہو گئے۔ اور مسلمانوں کی قتل و خونریزی آپ نے پسند نہ فرمائی۔ اور خود مریدِ شریف میں تشریف لے آئے آخر جمعہ بنتِ اشعث آپ کی بیوی نے یزید کے بہکانے سے آپ کو نہر دیا۔ جس سے سترہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔

حضرت امام حسین نے ہر چند آپ سے دریافت کیا کہ آپ بتلائے کس نے آپ کو نہر دیا ہے۔ فرمایا میں نہیں جانتا۔ مگر واقعی اُس نے نہر دیا ہے جس پر یہ لگتا ہے تو اُس سے خلافت بر لے لینے والا ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے۔ تو میرے کہنے سے ایک بے گناہ قتل ہوگا۔ رضی اللہ عنہ

جب یزید یوں نے حضرت امام علیہ السلام کو شہید کیا۔ اُس وقت سے اہل خلافت  
اس خاندان سے بالکل منقطع ہو گیا اور یزید بلا شرکت غیر علی سلطنت اور دولت پر مسلط ہوا  
اور حیاتِ استعار کے چند روز اس دارِ ناپائدار میں گذر کر دارِ البوار کو راہی ہوا  
یزید کے ناپید ہونے کے بعد اُس کا بیٹا چنہ ہی روز کے واسطے سلطنت سے  
ناز و زوا۔ اواخرِ یہ سلطنت خاندانِ یزید سے منتقل ہو کر مروان بن حکم کے سر سے بندھی  
اس خاندان میں صرف ایک عمر بن عبد العزیز نے عدل و انصاف سے کام کیا اور طے کے  
عہد سلطنت میں لوگوں نے کچھ امن و امان سے گزران کی ورنہ مستام خاندان



نبی امیہ کے بعض سلاطین سوارِ لخت اور ملامت کے کسی بات کے مستحق نہ تھے۔

جب نبی امیہ کا دور سلطنت ختم ہوا اس وقت اعداۃ نے دنیا میں ایک رحمت نازل فرمائی یعنی ابوسلمہ دوزی نے خراسان سے خروج کیا۔ اور تائیدِ الہی کے ساتھ مردانوں سے لڑنا بیڑا اور جنگ و مقابلہ کرتا اور شکستوں پر شکستیں دیتا ہوا کوفہ پہنچا۔ اور کوفہ ہی میں اُس نے ابوالعباس سفاح کو تخت سلطنت پر ٹنکن کیا۔ سفاح سے دین و دنیا کے کام قائم ہوئے۔ اور خلافت کا جو طرزِ کھلغا رابع کے عہد میں تھا وہی اس کے عہد میں قائم ہوا۔ اس لیے کہ سفاح حضرت عباس بن عبدالمطلب کی اولاد سے ہے۔ یہ کوفہ کے اندر اپنے گوشہ عبادت میں بیٹھا تھا۔ یہاں تک کہ خلع نے اُس کو نکال کر خالمونیر مسلط کیا۔ اور خلافت کا امر قائم ہوا۔

پس اس طالبِ ہم نے اس کتاب میں جو جو علمی اشارات اور امور مختلف الفاظ میں بیان کیے ہیں۔ ان میں خوب غور کر۔ اور کامل فکر و تامل کے ساتھ ان کو سمجھو۔ یہ میں نے اُن اسرار میں سے ظاہر کیے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے محض اپنے کمالِ نعمت اور لطف و کرم سے میرے قلب پر منکشف کیا۔

میں نے اپنے فکر کے خزانہ میں ہر فن کا زبدہ اور خلاصہ جمع کر رکھا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کلام ہر امام کے واسطے ہر مقام کے واسطے شایاں نہیں ہے۔ اور ہر ایک کے واسطے اس کے کرنوالے مخصوص ہیں۔

اگر مصنف مزاج اور تجربہ کار شخص اس کتاب کا مطالعہ کریگا۔ ضرور اس سے محظوظ ہوگا۔ اور اگر حاسد بدظنیت اس کو دیکھے گا۔ تو وہ سوائے طعن و تشنیع اور میرے صفاتِ حسنہ کے انکار کے اور کچھ نہ کہیگا۔

مگر میں نے لوگوں کے اچھا بُرا کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ لوگوں کی رہنمائی ایک ایسی لاناہیت چیز ہے۔ جس کو کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔ میں نے صرف اسی شخص کی قدردانی پر قناعت کی ہے۔ جو اس گوہرِ گرانیہ کو صیاب کی پچا نا چاہیے پہچانتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ہم سے ثوابِ جزل کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یقیناً میں خدا اور دل

پرایمان لانیوالوں میں سے ہوں (لہذا مجھ کو اُس کے وعدہ پر پورا اعتماد ہے) چنانچہ وہ فرماتا ہے  
 مَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُغْنِیْهُمْ اَبْرًا مِّنْ اَحْسَنَ عَمَلٍ یَّعْنٰی بے شک جو لوگ  
 ایمان لائے ہیں۔ اور نیک کام کیے ہیں۔ بیشک ہم اُس شخص کا ثواب ضائع نہیں کرتے جو  
 اچھا عمل کرتا ہے \*

اے خدا تو اُس سے بڑھ کر ہے کہ تجھ کو یا کفیلہ کہیں۔ اور تو اس سے بھی بالاتر ہے  
 کہ تجھ کو یا علی کہیں بے شک تو کریم رحیم ہے تو نے اپنے لطف اور مہربانی کی نعمتیں  
 اپنے بندوں میں سے ایک حقیر ترین بندہ پر فرمائی ہیں۔ تو جو ادغیر معمول اور کریم غیر طول  
 ہے۔ تیری رحمت کی گھٹا ہوں کی رحوں پر برستی ہے۔ اور تیری رافت کی چادر  
 حار فوں کے دلوں کو ڈھانک لیتی ہے۔ تیری توفیق کے راہبر موصین کے فکر کی اندھیری  
 راتوں میں رہنمائی کرتے ہیں۔

پس تو اپنی انیت میں وہی ہے جو تو اپنی ہویت میں ہے۔ پس تو وہ ہے اور وہ تو  
 ہے اور نہیں کہا جاتا۔ مگر اشارہ میں۔ اور نہیں کثیر ہوتا ہے مگر عبارت میں

پس اے وہ ذات جس کا جلال تمام تخیلات اور تشکلات سے منزہ ہے۔ تو ہی ہے  
 جس نے اس ضعیف اور فقیر بندہ کو عین غنغوان شباب میں ایسی توفیق دی۔ جس  
 کے سبب اُس نے تیری علمی کمونات میں سے تیرے علم کے لطائف ظاہر کئے اور  
 تو نے ہی اس مسکین محروم اپنی جہالت کے مقرر کو ایسی ہدایت کی جس کے باعث سے  
 اُس نے تیرے بدیع اسراروں کو کھول دیا ہے اور جو کچھ تو نے اس کی لوح روح پر لکھا  
 تھا وہ اُس نے صفحات اوراق پر ثبت کیا۔ پس اے پروردگار جبکہ تو نے مجھ پر ایسا کرم  
 کیا ہے۔ تو تیری چھوٹی سے چھوٹی خطائیں بھی دور فرما اور میرے ان فوشتوں کو حاسدوں  
 کی دستبرد اور اُن کے ظلم سے محفوظ رکھ

اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں عذاب نار سے بچا دنیا میں عذاب  
 نار کا مایابی اور ترک یاری ہے۔ اور آخرت میں عذاب نار محرومی اور مایوسی ہے۔  
 اب میں نے اس کتاب کو ختم کر دیا اور اے طالب تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ اس



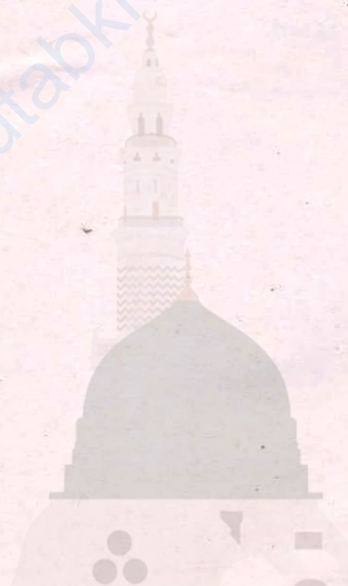
نوشہ کو نا اہل سے محفوظ رکھ کر اور پوشیدہ رکھو۔ اور اس شخص کو برگزیدہ رکھنا چاہئے۔  
 قانع ہو۔ اور جب تو اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ تو اس بندہ ضعیف دلیلیں مصطفیٰ ہو  
 کیونکہ خیر اور حسن و عمل کے ساتھ یاد کیجوشاید کہ خدا تیری ہی دعا کی برکت سے اس پر دم توڑے  
 بس اللہ ہی بہتر مددگار ہے۔ اور اسی کی جنب میں شکایت آفات روزگار ہے۔ اے پروردگار  
 اپنے بندہ اور اپنے نبی اور ہمارے سردار حضرت محمد نبی اُمّی اور ان کی آل پاک پر درود و  
 سلام بہت بہت نازل فرما۔

بشہ اللہ کہ تاریخ گیارہ ماہ شعبان المعظم سنہ تیرہ سو اٹھائیس ہجری بروز چہار شنباس  
 کتاب کے زبہ سے چوبیس روز کے عرصہ میں فراغت ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ  
 سید سلیمان علی نظامی سینی دہلوی خواہزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سلطان المشائخ  
 محبوب الہی قدس سرہ۔ حتم کتاب ہذا۔



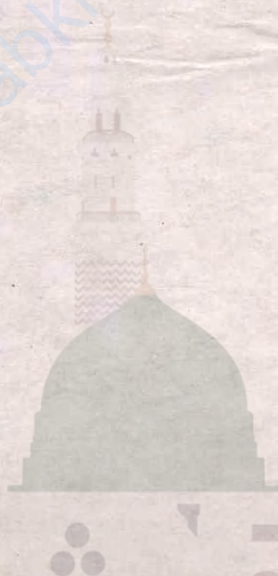
کاشانه کمالی سے محض کہ اور یہ مشہور کہ جس کی زبان سے کلام  
نہایت عجب و اس کتاب کا نام کہ ہے۔ قیاسی و نہایت درجہ عجب  
کہ اگر غیر دین میں اس کے ساتھ کہ جو شکر خدا کی ہی دعا کی برکت سے اس پر وہ ہے  
میں اللہ ہی بجز وہ کار ہے اس کی کی کتاب کی شکل سے کہ نہ کہ اس کے ساتھ  
ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ  
ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ

یہاں اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ  
تہاں ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ  
سید حسن علی نظامی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ  
محبوب علی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی اور یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ











# ہماری چند دیگر مطبوعات

## سیرت مصطفیٰ

- ① حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان سے حضور پاک کی سیرت پر عمدہ انتخاب
- ② حضرت یوسف علیہ السلام
- ③ مولانا عروج احمد قادری کی قلم کا شاہکار۔ قصۂ یوسف قرآن کی روشنی میں
- ④ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- ⑤ گلدستہ احادیث سے چند خوبصورت پھولوں کا انتخاب
- ⑥ تذکرہ اولیائے پاک و ہند
- ⑦ پاک و ہند کے ۷۰ اولیائے کرام کے حالات طیبات، کشف و کرامات کا شاندار

## روحانی علاج

- ① ڈاکٹر میر ولی الدین نے ہر بیماری کا علاج قرآن کی روشنی میں کیا ہے۔
- ② طب نبوی
- ③ تندرست رہیے اور بیماریوں سے بچنے کے لیے اس خوبصورت کتاب کا مطالعہ کریں
- ④ میری نماز
- ⑤ نماز کے موضوع پر ایک بہترین کتاب۔
- ⑥ طب روحانی
- ⑦ مولانا ابراہیم دہلوی نے اس کتاب میں قرآن پاک کی سورتوں اور آیتوں کے خواص و عملیات درج کیے گئے ہیں۔

## **Maktabah.org**

This book has been digitized by [www.maktabah.org](http://www.maktabah.org).

Maktabah.org does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah.org, 2012

Files hosted at Internet Archive [[www.archive.org](http://www.archive.org)]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to [ghaffari@maktabah.org](mailto:ghaffari@maktabah.org), or go to the website and click the Donate link at the top.

[www.maktabah.org](http://www.maktabah.org)